27-26 6768

پارہ ۲۶

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف و حقائق ذخیرۂ اسرار و دقائق جسمین تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مین بہت سے مفید النزلات کی رعایت کیگئی ہے عمادین ایمان،

الموسوم بہ

مواہب الرحمن تفسیر القرآن

المقتبس

مع جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیة والنقلیة بحر الفنون الفرعیة والاصلیة قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاماجد والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمۂ عالمگیریہ و عین الہدایہ طاب اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن و خوبی چھپی

سنہ ۱۹۲۴ء

اعلان حق تالیف و تصنیف اس کتاب کا بحق نولکشور پریس لکھنؤ محفوظ و محدود ہے۔

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لیے موجود [illegible] مل سکتی ہے جسکے معائنہ وملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں [illegible] مثل تیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اِن مین بعض کتب اُردو وفارسی وعربی کے ذریعہ [illegible] کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل [illegible]

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخرالدین صاحب کامل دو جلدمیں ہے،

تفسیر سورۂ فاتحہ - مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۰۲ر

تفسیر سورۂ یوسف - چو مصرعہ از مولوی اشرف علی - ۵ر

پنجسورہ مترجم - باترجمۂ اُردو - ۲ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ہے،

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف عہ

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمیٰ بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج یعنی جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت وسلاست پھر مبتدا وخبر اور شرط وجزا کی اصطلاح بے نقط فرعون وقارون کا نام بے نقط رُواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ویسا ہی پایا جیسا سُنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا - لعہ بلا جلد - مجلد عہ

احادیث اُردو

مظاہر حق - ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم ومغفور کامل چار جلد مین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو میں اس مرتبہ اسمین ترجمہ اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے مہ عہ

تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمۂ مولوی خرم علی - عہ

ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اوّل مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ ومحدود ہیں - للعہ

ایضاً جلد دوم - حسب مراتب بالا - ہے،

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات - حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا عبدالحق محدث دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع صہ

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبدالرحمٰن بن علی یمنی معروف - ہے،

دلائل الخیرات - باترجمۂ فارسی واسمائے متبرکہ

[illegible] اس [illegible] زاد السبیل الی الجنۃ [illegible] مولفہ مولانا غلام یحییٰ - ۵ر

فقہ اُردو

[illegible] ترجمۂ اُردو در مختار [illegible] مولوی محمد احسن کامل چار مجلد مین عہ

راہ نجات - ضروری مسائل نماز وروزہ وغیرہ [illegible]

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ر

حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالۂ بے نمازان - ا ر

ترجمۂ فتاوی عالمگیری - اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل صہ

کشف الحاجۃ - ترجمۂ اُردو مالابدمنہ از مولوی محمد نورالدین - ۴ر

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد وسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) [illegible] مسائل مولفہ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام [illegible]

شرح محمدی - منظوم مسائل [illegible]

قند ہاری [illegible]

Marfat.com

135859

سورة الاحقاف مكية وهي خمس وّ ثلثون اٰية واربعة ركوعات

احقاف ملک یمن مین ایک وادی ہی جہان قوم عاد رہا کرتی تھی اور اس سورۂ مبارک کا نام ہی جسپر ہملوگون کو واقف کیا گیا ہو اور نامونکے لئے اپنے قیاس کو دخل نہین ہی بعض نے کہا کہ احقاف جمع حقف بمعنی تودہ ریگ ہے مترجم کہتا ہی کہ شاید قوم عاد ایک وقت مین اس وادی سبزہ مین عیش کرتے تھے جب انھون نے حضرت ہود علیہ السلام سے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ سے کفر و شرک مین اصرار کیا اور انپر عذاب شدید طاری ہوا تو وہ ریگستان خراب ہوگیا واللہ تعالیٰ اعلم پھر یہ سورۂ مبارک سب کے قول مین مکیہ ہی یعنی ہجرت سے پہلے نازل ہوا ہی چنانچہ ابن عباس و ابن الزبیر رضی نے کہا کہ مکہ مین اسکا نزول ہوا ہی لیکن **شیخ جلال الدین محلی** رح نے کہا کہ اسمین سے چند آیات البتہ مستثنیٰ سمجھی جاتی ہین اول قولہ تعالیٰ قل ارأیتم ان کان من عند اللہ الآیہ۔ دوم قولہ تعالیٰ فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل الآیہ۔ اور سوم قولہ تعالیٰ ووصینا الانسان بوالدیہ تین آیات تک یعنی اساطیر الاولین تک پس ان آیات کے مستثنیٰ ہونیکے یہ معنی کہ بعد ہجرت کے مدینہ مین نازل ہوئی ہین۔ اس سورۂ مبارک کی آیات کا شمار تین ۳۵ یا چونتیس ۳۴ ہی اہل تفسیر وغیرہ نے کہا کہ شمار مین اختلاف کی وجہ یہ ہی کہ حٰمٓ ایک آیت ہی یا نہین ہی پس اگر اسکو ایک آیت شمار کیا جائے تو چونتیس ہین ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۂ احقاف پڑھائی اور یہی سورۂ مبارک آپ نے ایک شخص دیگر کو بھی پڑھائی پھر جب میری قرأت مین اور اسکی قرأت مین تفاوت نظر آیا تو مین نے اس سے پوچھا کہ تم کو یہ سورہ کس نے پڑھایا ہی اسنے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا ہی مین نے کہا کہ واللہ مجھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سورہ پڑھایا حالانکہ تیری قرأت مین مجھ سے فرق ہی پس ہم دونون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپنے تو مجھے اسطرح پڑھایا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان پھر دوسر شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپنے تو مجھے اس طرح پڑھایا ہے فرمایا کہ ہان پھر ہم نے دیکھا کہ آپکا چہرۂ مبارک خشمناک ہوگیا اور فرمایا کہ تم مین سے جس نے جس طرح سنا ہی اسیطرح پڑھے اور اختلاف مت کرو کہ تم سے اگلے لوگ اسیوجہ سے برباد ہوئے کہ انھون نے باہم اختلاف کیا تھا ف مترجم کہتا ہی کہ اسی کے مانند حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا معاملہ عبد اللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقع ہوا تھا چنانچہ سابق مین صحاح سے منقول ہوچکا اور شاید کہ اس سورہ مین ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقع ہوا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع اللہ کے نام کہ جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

(کتاب کا اوتارا ہے اللہ سے جو زبردست ہی حکمت والا)

مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ

ہم نے جو بنائے آسمان اور زمین اور جو انکے بیچ ہے سو ایک کام پر اور ایک ٹھہرے وعدے پر اور جو

الجزء السادس والعشرون

كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ [illegible]

منکر ہین ڈر سنایا نہین دھیان کرتے تو کہہ بھلا دیکھو تو جنکو پکارتے ہو اللہ کے [illegible]

خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ائْتُونِي بِكِتٰبٍ مِّن [illegible]

کیا بنایا زمین مین یا کچھ اُن کا ساجھا ہے آسمانون مین لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی

مِنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ۝ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ مَن

کوئی علم اگر ہو تم اور اُس سے بہکا کون جو پکارے اللہ کے سوائے ایسے کو

لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غٰفِلُونَ ۝ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ

نہ پہونچے اسکی پکار کو دن قیامت تک اور اُن کو خبر نہین اُنکے پکارنے کی اور جب لوگ جمع ہون گے

كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِينَ ۝

وہ ہون گے اُن کے دشمن اور ہونگے اُن کے پوجنے سے منکر

حٰمٓ۔ اللہ تعالیٰ اس کلام کی تاویل کو خود ہی خوب جانتا ہے اور تاویل سے یہ مراد ہے کہ اس کلام کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے ہان اسمین بہت سے اسرار و اشارات ہین تو بعضے اسرار متعلق بشان نبوت ہین پس اُن کو سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نہین جانتا ہے اور بعضے آسان ہین مگر اُن کو بھی وہ علما جانتے ہین جو علم مین راسخ ہین امام مالک نے کہا کہ علم مین راسخ وہ عالم ہوتا ہے جو اپنے اعتقاد مین حق پر ہو اور موافق علم کے عمل کرتا ہو۔ تَنزِيلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ تنزیل کتاب از جانب اللہ العزیز الحکیم ہے ف اسکی تفسیر سابق مین بیان ہو چکی ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ اس کتاب مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا جسکی عزت کے ظہور سے اس کتاب مین انتہا درجہ کا اعجاز ہے جو تا قیامت سب آدمیون پر حجت ہے کیونکہ اس معجزہ کا کبھی کوئی آدمی مقابلہ نہین کر سکتا ہے اور حکیم عزوجل کی شان کا اسمین یہ ظہور ہے کہ جو راہ مستقیم اسمین بیان فرمائی گئی وہ کمال حکمت ہے جو کسی مخلوق کی مجال نہین ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی مین فرشتے کا جزو اور شیطان کا جزو مرکب فرمایا ہے پھر انسان کے افراد قیامت تک کروڑون بے انتہا پیدا ہونیوالے ہین اور جسطرح ہر ایک کی ظاہری صورت مین دوسرے سے فرق ہوتا ہے اسیطرح اُنکے باطنی اخلاق مین بھی تفاوت ہے پس یہ کروڑہا بیشمار اختلافات واقع ہوے اور اللہ تعالیٰ نے کتاب مجید کو ان سب کیواسطے ہادی بنایا ہے تو اسمین ہر ایک کے مناسب راہ مستقیم کا طریقہ رکھا ہے مثلاً راہ مستقیم ہی ایک شخص فرائض سنن ادا کرتا اور دن مین روزہ رکھتا اور رات مین عبادت کرتا ہے اور دوسرے کے حق مین یہ طریقہ مضر ہے بلکہ وہ فرائض و عبادات ادا کرتا ہو ولیکن ہمیشہ روزہ رکھنے سے فرائض نماز مین بھی قصور ہوتا ہے تو وہ فرض چھوڑ کر ہمیشہ نفل روزہ نہین رکھ سکتا ہے وعلیٰ ہذا القیاس افراد انسانی مین بہت تفاوت ہے بعض کے حق مین فقیری لائق ہے اور بعض کے حق مین تونگری مناسب ہے اور بعض مین درجہ اوسط موزون ہے اور یہ سب اعمال ظاہری کا تفاوت بیان ہوا اور باطنی ریاضات و مراقبات مین بے انتہا تفاوت نکلتا ہے حالانکہ اس کتاب مجید مین سب کیواسطے راہ موجود ہے لیکن کسی بشر کی مجال نہین ہے اسواسطے کہ جو شخص ہر ایک فرد بشر کی ماہیت سے آگاہ ہو بلکہ جو لوگ قیامت تک پیدا ہونیوالے ہین سب کی ماہیات [illegible] سے واقف ہو تب وہ البتہ سب کے لائق ایک محکم طریقہ بتلا سکتا ہے جس طریقہ مین ہر ایک اپنی اپنی استعداد کے موافق سفر آخرت طے کرسکے اور یہ [illegible] حق سبحانہ تعالیٰ کے تمام جہان جن و انس و ملائکہ سے غیر ممکن ہے پس جب کتاب مجید کو اللہ تعالیٰ نے اس کمال حکمت سے نازل فرمایا [illegible] کہ اسکی مخلوقات کچھ باطل نہین ہے بلکہ عین حکمت ہے۔ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ

...ن وزمین کو اور جو کچھ ان دونون کے درمیان ہی پیدا نہین کیا مگر بحق و بمیعاد مسمی ف یعنی ہم نے ان مخلوقات کو جہانتک تم دیکھتے
...پیدا کیا کہ انکی پیدایش بحق ہی یعنی باطل نہین بلکہ سراسر حکمت ہی اور انکی پیدایش ایک میعاد مقرر کیساتھ ہی یعنی قیامت تک اس
...طریقہ یون ہی چلا جائیگا اور جب یہ میعاد پوری ہوگی تو اللہ تعالیٰ انکی حکمت کے نتائج ظاہر فرمانے کیلیے سب اولین و آخرین کو جمع فرماکر
...ی کمائیون کا نتیجہ انکو عطا کریگا لہذا دنیا مین ہر فریق کیواسطے انکا پیشوا بھیجدیا جسنے اللہ تعالیٰ کی آیات سے اپنے فریق کو آگاہ کیا کہ
تمہارے واسطے وہی طریقہ ہی اگر تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اسکی طاعات کماؤ تو اس میعاد مقرر پر تمہارے واسطے دائمی زندگی در راحت جنت
ہے بس اہل ایمان نے اسکو یقین کیا بلکہ ہادی برحق کا شکریہ ادا کیا اور اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر اپنی رائے سے کوئی طریقہ اختیار کرو اور اپنے جی کو
اپنا خدا بناؤ تو تمہارے واسطے میعاد مقرر پر خواری و عذاب جہنم ہی بس مومنون نے اپنے جی کی پیروی چھوڑ دی اور جو کچھ رسول برحق نے طریقہ بتلایا اُسی پر
عمل کیا۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَمَّا أُنذِرُوا مُعْرِضُونَ۔ اور جن لوگون نے نہ مانا تو وہ لوگ جس بات سے ڈرائے گئے تھے منہ پھیر نیوالے
ہین ف چنانچہ بحجرت کافرون نے حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور آپکی ہدایت کو سچ نہ مانا اور جس عذاب سے ڈرائے
گئے تھے اور جو آیات الٰہی اُن کو سنائی گئین سب سے بے پروائی کر کے منہ پھیر لیا تو ان کافرون کا معاملہ دنیاوی زندگی مین اُنکے جی کے ہاتھ ہی اور انکا جی ہمیشہ
اپنے شیطان کی باتین قبول کرتا ہی تو انھون نے درحقیقت شیطان کی پیروی کر لی اور اُسنے ان لوگون کو یہ حماقت سجھائی کہ زمانہ سابق مین فلان و فلان
بندے بڑے بزرگ ولی کامل گذرے ہین جو وہ کہتے تھے وہ ہو جاتا تھا اور اب بھی مرنیکے بعد انکی روحین اسی دنیا مین آزاد پھرتی ہین تم اُن کے نام کی مورت بناؤ
اور اُسکا ادب و ان کرو تو وہ اسی مورت مین آجاوین پھر تم جو کچھ اُن سے مانگو وہ پاؤ کیونکہ اولیا کو اب بھی اپنے معتقدون کے حق مین تصرف کرنے کی
قدرت حاصل ہی اور تمکو اُنکی ذات سے دنیا مین ہر طرح مال و دولت و اولاد و عزت حاصل ہوگی اور اُسکے سوائے تم چاہتے کیا ہو کیونکہ اگر دنیا مین جبتک
تمہاری زندگی ہی یہی نہ ملا تو عمر برباد ہوئی پھر مرنیکے بعد خاک ہو جاؤگے تب پھر کیا پاؤگے کیونکہ مسلمانون نے جس بات کا اعتقاد کیا ہی وہ دل خوش کرنیکا
خیال ہی ورنہ مر کر خاک ہو جانیکے بعد بھلا کوئی زندہ ہوا ہی غرضکہ ان کافرون نے اپنے شیطان کے کل خیالات اپنے نفس کے موافق پاکر خوشی سے قبول کیے
اور جو کچھ اسنے سجھایا اُسی پر عمل کیا اور وہ مورتین بنا کر فلان و فلان کے نام رکھین اور اپنے خیال کے موافق یقین جمایا کہ اس بزرگ کی روح اسمین آگئی
پھر اُسکے سامنے ہر طرح کی پوجا پاٹ کرنے لگے کبھی اسپر ہار و پھول چڑھائے اور کبھی جانور بھینٹ چڑھایا غرضکہ جو خیالات اُن کو شیطان سجھاتا گیا
اُسکی فرمانبرداری کرتے گئے تو درحقیقت ان لوگون نے اسی شیطان کو اپنا خدا بنایا اور اسی کی فرمانبرداری کرتے گئے اور جن لوگون کا نام درمیان
مین رکھا ہی اُن بیچارون کو ان حرکات کی خبر بھی نہین ہی حالانکہ یہ احمق اپنے گمان سے یہی اعتقاد جمائے بیٹھے ہین کہ یہ مورت اب سب قدرت والی ہے
جو ہمکو اولاد و رزق دیتی ہی اور لات و عزی و ہبل وغیرہ انکے نام رکھے اور اگر کبھی یہ دیوتا کچھ خفا ہو جاوین تو انکا ناس کر دین کیونکہ ان
احمقون نے اپنی زندگی و موت انھین کے ہاتھ سمجھی ہی اور ان گمراہون کی حماقت و گمراہی بے انتہا پہونچی۔ قُلْ أَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ
أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمَاوَاتِ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان گمراہون سے کہدے کہ بھلا تم لوگ مجھے بتلاؤ کہ
اللہ تعالیٰ کے سوائے جن لوگون کو تم پکارتے ہو مجھے دکھلاؤ کہ وہ کون چیز ہی جسکو اس زمین مین سے ان لوگون نے پیدا کیا ہی یا آسمانون مین ان لوگون
کی شرکت ہی ف یعنی تم لوگ اپنی اولاد و رزق وغیرہ ان دیوتاؤن کی طرف سے گمان کرتے ہو تو بھلا انہین کسی چیز کے پیدا کرنیکی قدرت ہی پس زمین مین سے وہ کونسی چیز ہی جسکو تمہارے
...بنایا بھلا کوئی تنکا یا گھاس کی ایک پتی ہی دکھلاؤ جو تمہارے معبودون نے بنائی ہو اور اگر زمین مین انکی بنائی ہوئی ایک پتی بھی نہین ہی تو پھر کس طرح تم انکو اللہ تعالیٰ کا ساجھی لوگ
... شریک ٹھہراتے ہو اگر زمین مین نہین تو کیا آسمانون مین انکی کچھ شرکت ہی۔ ائْتُونِي بِكِتَابٍ مِّن قَبْلِ هَٰذَا أَوْ أَثَارَةٍ مِّنْ عِلْمٍ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ تم لوگ

Marfat.com

میرے پاس اس سے پہلے کی کوئی کتاب لاؤ یا علم معرفت کا کوئی نشان لاؤ اگر تم سچے ہو یعنی تم لوگ اپنے دل میں جانتے ہو کہ کس دلیل سے جانے کیا تمکو اس سے پہلے کوئی کتاب حاصل ہوئی تھی جو اللہ تعالیٰ کی [illegible] جان لیا کہ یہ تمہارے گڑھے ہوئے خیالات ٹھیک ہیں یا کوئی علم تمکو پہونچا جو اثر بعد اثر کے نسلاً بعد نسل متواتر چلا آیا ہو [illegible] ہوئے دیوتا و مورتیں سب قدرت والی ہیں اور تمکو انہیں کی عبادت کرنی چاہیئے پس اگر سچے ہو تو لاؤ مطالبہ نے کیا کہ [illegible] سے ان جھوٹے مشرکوں کو عاجز کر کے رُلا دیا اور اُنکی حماقت کو فاش کر دیا کہ ان لوگوں نے پیغمبر علیہ السلام سے معجزات اصحاب دیکھے [illegible] پیغمبر کو اُنکے درمیان بہت اعلیٰ خاندان میں بچپن سے پرورش فرمایا اور ظاہری پڑھنے پڑھانے کا بھی کوئی حق اُستادی اُسپر نہیں تھا [illegible] تعلیم سے اُسپر وحی نازل فرمائی اور وہ بھی ایسی وحی پاک جو عین معجزہ ہے اور جسمیں کمال حکمت کے دقائق وہ موجود ہیں جو دنیاوی طریقہ میں ہزاروں برس کے پڑھے لکھے ہوؤں کو نصیب ہوئے پھر بھی ان کافروں نے اس رسول معظم سے اور آیات بینات معجزات یقینی سے انکار کر دیا حالانکہ یہاں قطعی دلائل موجود تھے پھر اندھے منہ جا کر اپنے جی میں اپنے شیطان کے خیالات یقین کر لئے جو محض مہمل بلا دلیل بالکل واہی ہیں کہ نہ اُسپر کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی دلیل ہے اور چنانچہ ایک یہی خیال دیکھو کہ ایک پتھر کو اپنے ہاتھ سے اُٹھا لایا اور اُسکو دھو کر ایک جگہ رکھا یہ وہی پتھر ہے جو ادھر اُدھر ٹھوکریں کھاتا پھرتا تھا اور جنگل کے جانور اُسپر پیشاب کرتے تھے اب کمبخت یہ یقین کر بیٹھا کہ اسمیں فلان بندے کی روح آگئی ہے بھلا اس حماقت کی کوئی انتہا ہے پھر اس سے بڑھکر یہ کہ جب وہ روح اسمیں آئی تو وہی کافروں کی آل و اولاد و رزق وغیرہ کی متکفل سمجھتا ہے حالانکہ اگر وہ زندہ ہوتا تو بھی اسکو یہ قدرت نہ تھی کہ گھاس کی ایک پتی پیدا کرے بلکہ سوکھی پتی کو ہرا نہیں کر سکتا تھا مگر کافر نے انتہا حماقت سے یہ سب تصویر باندھ لیا جو اُسکے خیال کے سوائے کہیں موجود نہیں ہے پس ان کافروں کا حال کسقدر تعجب انگیز ہے کہ حق باتوں کو جسپر قطعی دلائل موجود ہیں اپنی بے عقلی سے نہیں مانتے ہیں اور محض خیالی باتوں کو اپنی بدحواسی سے یقین مانتے ہیں حالانکہ اُنپر کوئی دلیل نہیں ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے اُنپر تشنیع فرمائی بقولہ تعالیٰ ۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۔ اور ایسے شخص سے بڑھکر کون گمراہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے سوائے ایسوں کو پکارے جو قیامت تک اُسکی پکار کا جواب نہ دے اور وہ تو اُنکی پکار سے بالکل غافل ہیں یعنی جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں اور اپنا دیوتا بناتے ہیں وہ تو اس قابل ہی نہیں ہیں کہ اُنکی پکار کو سن سکیں کیونکہ وہ محض بیجان جمادات ہیں جو اُن کی پکار سے بالکل بیخبر ہیں حالانکہ جن لوگوں کے نام اُنھوں نے بت بنائے ہیں وہ اُن کی پکار کو قیامت تک نہیں پہونچ سکتے اور اُن کی پکار سے بالکل بیخبر ہیں کیونکہ اپنی مخلوقات میں تصرف کرنیوالا اللہ تعالیٰ ہے اور زندوں کو مُردوں سے باتیں کرنے کی کوئی قوت نہیں ہے اور نہ اُنکے پکارنے کی اُنکو خبر ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سنا دے تو یہ سب اُسی کی قدرت ہے اسیواسطے امام الفقہا ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث سے سمجھ نکالا کہ جب کوئی مرجاتا ہے اگر زندہ اسکو اپنی بات سنانا چاہے تو وہ نہیں سن سکتا سوائے ایسی بات کے جو اللہ تعالیٰ کو سنانی منظور ہو جیسے بدر کافر مقتولوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ملامت کرنا سنوا دیا تھا چنانچہ روایت ہے کہ بدر میں جو کافر مارے گئے وہ بدر کے گڈھے میں گھسیٹ ڈال دیئے گئے تھے تیسرے روز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہونے کیواسطے سوار ہوئے تو اُس گڈھے پر تشریف لیگئے اور نام بنام اُن کافروں کو پکار کر فرمایا کہ ہمکو جو ہمارے رب سبحانہ تعالیٰ نے رحمت کا وعدہ دیا تھا وہ ہم نے پایا اور اب تم نے بھی وہ عذاب پایا جو تمہارے رب عزوجل نے وعدہ دیا تھا (الصحیح) پس عزوجل نے بطور معجزہ کے اُن کو سنا دیا اور شاید اسمیں نکتہ یہی تھا کہ [illegible] وہ سرکش کفار تھے جنھوں نے بڑی بڑی زبان درازیوں سے حیات آخرت کا انکار کیا اور ٹھٹھے سے عذاب نہ مانا کرتے تھے حالانکہ

...ان کو حسرت وندامت بڑھانے کیواسطے سنا دیا کہ تمھارے عذاب کا یہ وقت تھا وہ تم کو مل گیا غرضکہ جب
...ے تو وہ سنا دیتا ہے یا جیسے مردہ اپنے دفن کرنیوالون کی جوتیون کی آواز سنتا ہے یا کافر پر عذاب ہوتا ہے اور وہ چلاتا ہے
...انسان کے اُسکی ہولناک آواز کو سب جانور سنتے ہین یا مسلمانونکے مزار مین سلام کی آواز سب مردون کو پہونچ جاتی ہے پس
...ہین جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہین اور زندہ جسطرح مردون کی آواز نہین سنتا اسی طرح وہ لوگ بھی زندون کی پکار سے بیخبر ہین۔
وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ - اور جب لوگ حشر مین جمع کئے جائینگے تو کفار جن کو پکارتے
...کافرون کے دشمن بنجائینگے اور اُن کی عبادت سے انکار کرینگے ف یعنی جناب باری تعالیٰ مین عرض کرینگے کہ اے پروردگار ہم بقصیر
...ہم بری ہین یہ لوگ ہماری عبادت نہین کرتے تھے بلکہ اپنے شیطان کی عبادت کرتے تھے جو کچھ اُن کا شیطان اُنسے کہتا تھا وہی یہ کرتے تھے پس
ہم کو اُنکی بدکاری مین ماخوذ نہ فرمائیو اور واضح ہو کہ کافرون نے جنکو اپنا معبود بنایا ہے وہ دو قسم کے لوگ ہین اگرچہ کافرون نے درحقیقت
شیطان کی عبادت کی ہے مگر شیطان نے فریب سے درمیان مین لات وعزیٰ وہبل ومسیح وملائکہ وعزیر کا نام رکھدیا ہے پس بعض اُن مین سے وہ ہین جو
خود بھی زمانۂ جاہلیت مین مشرک مرے ہین مثلاً روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت مین ایک خوبصورت عورت کسی جنگل سے خانۂ کعبہ کا طواف کرنے
آتی تھی راہ مین ایک مرد سے اُسکی آنکھ لگ گئی مگر راہ مین دونون کو کوئی موقع نہ ملا کیونکہ لوگ ساتھ تھے جب مکہ مین پہونچے تو یہان طواف کرنیکے وقت
سب بیخبر ہوجاتے تھے کیونکہ اُس زمانہ مین خانۂ کعبہ مین ایک صفت جلال کا ظہور تھا کہ اگر کوئی یہان بے ادبی کرتا تھا تو وہ فوراً بلا مین ماخوذ ہوجاتا
تھا مگر ان دونون نے اپنی شہوت کے جوش مین خانۂ کعبہ کے اندر چھپکر بدکاری کی تو روایت ہے کہ دونون پتھر کے ہوگئے پھر بعضے مشرکون نے اُنکو بھی بتون
کی جگہ قائم کرکے اپنا معبود بنالیا اور اُنپر چڑھاوے چڑھانے لگے کیونکہ شیطان نے اُنکو اسی قسم کے خواب دکھلادیئے تھے الغرض مشرکون کے بعض معبود
تو خود ہی مشرک و فاجر تھے ولیکن قیامت مین وہ لوگ بھی عذاب کے خوف سے ان لوگون کے دشمن ہوجاوینگے اور بعضے معبود مانند مسیح وملائکہ وغیرہ کے
اللہ تعالیٰ کے بندگان صالحین ہین تو وہ ہمیشہ کافرونکے دشمن ہین اسواسطے کہ اُنکو اپنے رب عزوجل سے کمال محبت ہے اور کفار اعداء اللہ ہوتے ہین
تو وہ بھی کافرون کے دشمن ہوئے **تنبیہ** قولہ تعالیٰ أَوْ أَثَارَةٍ مِنْ عِلْمٍ۔ **شیخ ابن کثیر**ؒ نے لکھا کہ ایک جماعت کی قرأت مین اثرۃ من علم آیا ہے اور
مراد یہی ہے کہ اثر صحیح جو سابق سے چلا آتا ہو یعنی اگر تمھارے پاس کوئی دلیل ہے کہ بتون کی عبادت کرو اور اُن کو شریک بناؤ تو اسپر کوئی کتاب الٰہی لاؤ
یا کوئی اثر صحیح جو متواتر منقول ہو ہمکو سناؤ اور بعض روایات مین آیا کہ اثر سے مراد خط ہے یعنی کوئی خط منقول لاؤ چنانچہ امام احمدؒ نے یہ تفسیر حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور یہی مجاہد وابوبکر بن عیاش سے منقول ہے اور قتادہ رح نے کہا کہ اثارۃ من علم سے علم خاص مراد ہے۔ **شیخ
ابن جریر**ؒ نے کہا کہ ان سب کا حاصل یہ ہے کہ ایسا علم لاؤ جو یقینی ہو **ف** فی اشارات العرائس قولہ تعالیٰ حم اشارہ ہے کہ واصلین کے اسرار کو نفوس
کی خطرات سے حمایت فرماتا ہے کیونکہ وہ مواقع انوار ملکوت وجبروت ہین اور حمد الٰہی اُسکی نعمتون پر جو مخلوقات کو حاصل ہین مع حمایت قلوب عارفین فافہم۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَٰذَا سِحْرٌ

اور جب سُنائی اُن کو ہماری باتین کھلی کہتے ہین منکر سچی بات کو جب اُن تک پہونچی یہ جادو ہے

مُبِينٌ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا

کیا کہتے ہین یہ بنالایا تو کہہ اگر مین بنالایا ہون تو تم میرا بھلا نہین کرسکتے اللہ کے سامنے کچھ اسکو خوب خبر ہے جن

Marfat.com

تُفِيضُونَ فِيهِ ۚ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

باتون مین لگے ہو وہ بس ہے حق بتانے والا میرے تمھارے بیچ اور وہی ہے گناہ بخشتا مہربان

مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ

رسول نہین آیا اور مجکو معلوم نہین کیا ہونا ہی مجھسے اور نہ تمسے مین اُسی پر جو حکم آتا ہی مجکو اور میرا کام یہی ہی ڈر سنادینا کھول کر

اللہ تعالیٰ نے کافرون کے کفر و عناد سے آگاہ فرمایا کہ اُنکی جبلت ایسی خبیث واقع ہوئی ہی کہ حق سے اُن کو عداوت دلفرت ہی چنانچہ فرمایا۔ وَ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ۔ اور جب کافرون پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہین جنکی شان یہ کہ صاف واضحات ہین ف یعنی ہماری آیات مین امر حق صاف واضح بیان ہی کیونکہ آدمی کو دیگر مخلوقات کی طرح اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور سب مخلوقات کو انسان کیلئے مسخر کر دیا تو انسانکو اسمین تصرف کرنے کا طریقہ جاننا چاہیئے اور اس نعمت کے شکریہ مین اپنے خالق عز و جل کی عبادت کرنی فرض ہی پس یہ اسوقت کہ خالق سبحانہ کو پہچانے اور اُسکی عبادت کا طریقہ جانے اور اپنے آغاز و انجام سے آگاہ ہو۔ کافر جانور یہ سمجھتے ہین کہ یون ہی جانورون کی طرح کھاؤ پیو اور مرو حالانکہ یہ محض باطل ہی اور یہ کوئی نتیجہ ہی جسپر عاقل اعتماد کرے اور مرنیکے بعد اسکو کچھ بھی خطرہ نہو اور یہ درخت برگد صدہا برس زندہ رہتا ہی پھر کافر نے اپنے آپکو اس سے بھی حقیر جانا بلکہ کافر درحقیقت بیل و برگد وغیرہ کی عبادت کرتا ہی اور پتھرون کو معبود بناتا ہے اور جو لوگ اپنے رب عز و جل کو پہچانتے ہین وہ اپنے آپکو سب مخلوقات کے مثل سمجھتے ہین پس کسی مخلوقات کی عبادت نہین کرتے اور صریح سمجھتے ہین کہ مخلوق ہونے مین ہم سب برابر ہین پس کوئی مخلوق ہمارے خدا ہونیکے لائق نہین ہی اور اللہ تعالیٰ خالق نے اپنی صنعت سے جسطرح اُنکی ذات مین یہ فرق پیدا کیا ہی مثلاً آدمی کو بیل وغیرہ درختون و حیوانات و جمادات پر شرف دیا ہی اسیطرح خود انسان کے افراد مین تفاوت رکھا ہی بعض خوبصورت ہے اور بعض حقیر بدصورت ہی پس جب وہ حیوانات و نباتات مین سے اپنا خالق نہین بنا سکتا ہی تو اپنی مثل انسان مین سے بھی اپنا خالق نہین تجویز کر سکتا ہے اور فقیر آدمی اگر مالدار کی نوکری کرے تو اس سے وہ خدا ہو جائیگا اور نہ اسمین یہ قدرت ہی کہ نوکر کا رزاق وہی ہی کیونکہ یہ بات صریح ہی کہ جب خالق عز و جل نے اُن کی ذاتی صورتون مین فرق پیدا کر دیا تو بھلا عارضی باتون مین کیون تردد ہی کیونکہ مال و دولت وغیرہ عارضی چیزین ہین کبھی ایک مالدار ہوتا ہی اور کبھی دوسرا ہوتا ہے تو جب خالق جل شانہ نے اُنکی ذات کو بنایا تو بھلا اُن کے عوارض بنانے کا کام وہ کیون کسی دوسرے کے حوالہ فرما دیگا بلکہ دوسرا یہ قدرت کہان سے لاویگا تو جو کچھ اُن کے عوارض ہین وہ بھی اللہ تعالیٰ پیدا فرماتا ہی کہ کسی کو تونگر بنایا اور دوسرے کو اسکا خدمتی کر دیا اور یہ سب طریقہ امتحان ہی تاکہ اُسکی خدائی پر یقین کامل ہو مین پھر جب اُسنے اپنی مثل مخلوق کو اپنا خدا نہ بنایا تو اُسکی ذات خود مخلوق ہی وہ اپنے جی کو بھی اپنا خدا نہین بناویگا یعنی جسکے حکم پر چلنا چاہیئے وہ اللہ تعالیٰ ہی پس اپنے جی کے کہنے پر نہین چلیگا بلکہ خدائے تعالیٰ کے حکم پر چلے اور اللہ تعالیٰ کے آیات بینات مین منصوص ہی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیات مین اپنی الوہیت بتلائی اور اپنی صفات قدرت و کمال کی عظمت دکھلائی اور اُسکے آثار آسمان و زمین مین دکھلائے تاکہ اپنے رب عز و جل کو کمال صفات کیساتھ وحدہ لاشریک پہچانین پھر اُن کو اپنی عبادت کے طریقہ بتلائے اور اُن کے آغاز و انجام سے آگاہ کیا لیکن ان کافر جانورون کی یہ کیفیت ہی کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمائی کہ جب ہماری آیات واضحات اُنپر تلاوت کر دی جاتی ہین جنمین امر حق صاف صاف بیان ہوا ہی۔ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۚ تو کافر لوگ اس حق کو جو اُن کے پاس آیا ہی یون کہتے ہین کہ یہ تو صاف جادو ہی ف اِن کافرون نے پہلے ہی پیغمبر علیہ السلام کو نظر عداوت سے دیکھکر کہا کہ محال ہی کہ خدائے تعالیٰ نے اسکو رسول بنایا ہو اور یہ آیات جو تلاوت کرتا ہی معزوداً اُسنے اپنی طرف سے بنائی ہین پھر جب اُن کے دل نے کیا کہ یہ کلام تو بالکل معجزہ ہی بھلا یہ آدمی اسکو کیونکر بنا سکتا ہی تب کہنے لگے کہ یہ جادو ہی واضح ہو کہ ہر آدمی مین قوت ملکیہ اور قوت شیطانیہ

Marfat.com

[...] قوت اسکو راہ نور کی جانب ہدایت کرتی ہو اور شیطانی قوت اسکو نور حق سے دور ہٹاتی ہو کیونکہ نور غالب ہونیسے شیطانی قوت [...] ہو اور وہ اس جسم کیساتھ ہو اسیواسطے اُسکے جی کو دُکھ پہونچتا ہو جب یہ سمجھ حاصل ہوئی تو جان لو کہ ان کافرون مین شیطانی قوت کا بہت [...] تھا چنانچہ اول ہی اُنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عداوت کی نگاہ سے دیکھا پھر جب آیات الٰہی کی نسبت اُنکی ملکی قوت نے سمجھا کہ [...] بالکل معجزہ ہین تب شیطانی قوت نے معارضہ کیا اور اُنکو بہکایا کہ اسمین کچھ تردد نہین ہو یہ شخص جادوگر ہو اور تم لوگ جادو کے عجائبات جانتے ہو پھر اس شخص نے یہ صریح جادو بنایا ہو اور افترا و بہتان باندھتا ہو کہ اسکو اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجا اور اُسپر اپنی آیات اُتاری ہین اور اگر اللہ تعالےٰ کسی آدمی کو رسول بھیجتا تو مکہ یا طائف مین سے کسی بڑے معزز آدمی کو بھیجتا جسکے پاس مال و دولت بہت ہو اور جسکی اولاد بکثرت ہین کیونکہ تمھارے جی اسیواسطے پیدا ہوئے ہین کہ محنت و مشقت سے اس زمین مین سے جو چیز بہت کم ہاتھ آتی ہو اُسکو تلاش کر کے جمع کرین اور وہ سونا چاندی و لعل و جواہرات ہین تاکہ جب کوئی دوسرا انہین سے کسی چیز کو مانگے تو تم کو اسکے عوض مین غلہ اناج پانی دے جس سے تمھاری زندگی ہو بس اسی طرح تم جمع کرنے مین کوشش کرتے رہو آخر ایک روز جب خاک مین مل جاؤ تو بجائے تمھارے دوسرا اسی طرح کوشش مین عمر گنوا دے بس یہی تمھارا انجام ہے مترجم کہتا ہو کہ ان کافرون کی حماقت کو غور کرو غرضکہ جب اللہ تعالیٰ کے رسول نے ان کافرون پر اللہ تعالیٰ کی صریح آیات تلاوت کین جنمین امر حق بالکل صاف صاف بیان ہو تو کافرون نے عناد کے ساتھ اس حق کو جھوٹ بتلایا اور آیات معجز کو جادو ٹھہرایا اور رسول صادق کو جس سے عمر بھر کبھی جھوٹ کسی معاملہ مین نہین پایا تھا اُسکو مفتری بنایا کہ اُسنے جاکر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہو اللہ تعالیٰ نے کافرون کا قول مردود کر دیا بقولہ۔ اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۔ کیا یہ لوگ کفار کہتے ہین کہ اسنے افترا باندھا ہو ف یعنی یہ کافر بدکار کیا اپنی حماقت و شیطانیت سے یون کہتے ہین کہ یہ شخص سحر بنا کر لایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف لگا کر بہتان بنایا ہو یہ لوگ مردود ہین قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ کہدے کہ اگر مین نے افترا باندھا ہو ف تو کیا تم لوگون کی خالص خیرخواہی کیلئے مین نے اپنے اوپر یہ وبال باندھا کیونکہ دنیا دی مال یا اُجرت یا خدمت کسی قسم کی تم سے مجھے مقصود نہین ہو بلکہ مین نے صاف بتلا دیا کہ یہ مجھ پر حرام ہین تو پھر کیا تمھاری حماقت نے یہ تجویز کیا کہ اللہ تعالیٰ پر افترا کر کے اپنے اوپر عذاب لون اور تمھاری خالص خیرخواہی کرون۔ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا پس تم لوگ تو میرے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ بھی قدرت نہین رکھتے ہو ف کہ اگر اللہ تعالےٰ کا عذاب مجھپر آوے تو تم کچھ مجھے بچا سکو پھر تمھاری حماقت نے کیونکر یہ تجویز کیا کہ مین ان آیات مین خالص تمھاری خیرخواہی کیلئے تم کو عمدہ اخلاق و آداب سکھلاؤن اور خود اللہ تعالیٰ پر افترا بناؤن تو عذاب مین خود پکڑا جاؤن یہ تمھاری عداوت بلکہ خود تمھارا بہتان ہو کہ تم نے اس شرارت و شیطانیت سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلایا اور یہ افترا بنایا۔ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہو جس امر مین تم خوض کرتے ہو ف اور اپنی شیطانیت سے ناحق ان آیات کو جھٹلاتے اور مجھ پر افترا بناتے ہو۔ كَفٰى بِهٖ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۔ وہی میرے و تمھارے درمیان مین گواہ ہونے کو کافی ہو ف یعنی اللہ تعالیٰ میرے و تمھارے درمیان مین کافی شاہد ہے وہ خوب جانتا و دیکھتا ہو کہ مین نے افترا باندھا یا تم ہر طرح شیطانیت سے حق کو جھٹلاتے ہو پس وہی بدلا دینے والا ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ مقام ایسا خوفناک تھا کہ فوراً کافرون پر عذاب آوے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس اُمت پر رحمت سے نظر [...] فرمایا۔ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۔ اور وہ غفور رحیم ہو ف اگر کسی قوم بدکار نے ہٹ دھرمی سے حق کو جھٹلایا پھر توبہ کر کے ایمان [...] اللہ تعالیٰ اُسکی بدکاری کو بخش دیتا ہو اور بجائے اسکے رحمت فرماتا ہو پس تم لوگ اپنی قوت ملکیہ کی طرف رجوع کر کے اس امر حق مین غور کرو [...]ت تمہنے کہان سے یہ محال نکالا کہ مین رسول اللہ نہین ہو سکتا ہون یا اگر رسول اللہ ہون تو مجھے تمام جہان کے حالات کا علم ہو

بلکہ رسول اللہ کا منصب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو قبول فرماکر اپنی وحی سے اسکو سب اعلیٰ اشرف [illegible]
کیا وہی جانتا ہے اور جو وحی فرمائی وہی تلاوت کرتا ہے ۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا [illegible]
اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۔ تو کہدے کہ رسولون مین سے مین انوکھا رسول نہین ہوا ہون اور [illegible]
ساتھ کیا کیا جائیگا اور نہ جانتا ہون کہ تمھارے ساتھ کیا کیا جائیگا اور مین تو کسی چیز کی پیروی نہین کرتا سوائے اس چیز کے جو [illegible] فرمائی
ہے اور مین نہین مگر صاف ڈرسنانے والا ہون ف اس آیت مین کئی باتون کا حکم دیا اول یہ کہ اے محمد ان کافرون سے کہدے کہ مین انوکھا
رسول نہین آیا ہون بلکہ مجھ سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہین (ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن عباس و مجاہد و قتادہ) پھر تم لوگ کیون انکار کرتے
ہو کہ آدمی رسول اللہ نہین ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل جو عرب قریش کے دادا ہین اور اسحٰق و یعقوب و یوسف و موسیٰ و ہارون و داؤد
و سلیمان و ایوب و عیسیٰ و یحییٰ و غیرہم علیہم السلام بنی اسرائیل کے اجداد ہین اور یہود و نصاریٰ بے شمار اُن کے نام لینے والے موجود ہین اور یہ
سب تمکو متواتر خبرون سے معلوم ہے پھر یقینی بات ہے کہ مجھ سے پہلے ہزارون نیک بندے گذرے جو اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کا رسول کہتے تھے اور تمام عرب
زیادہ اُن کے ماننے والے موجود ہین پس تم نے شرارت سے کچھ غور نہ کیا اور ایسا اچنبھا بنایا کہ گویا کبھی سنا ہی نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ کفار عرب
بدقسمت نہوتے تو اس موقع پر غور کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ اُسنے ہم مین بھی اپنا رسول بھیجا جو سب سے اکرم معظم ہے تو ہم سب اُمتون سے افضل
ہو جائینگے اگر ایمان لاوین اسی طرح اس زمانہ مین سوائے عرب کے تمام جہان کے یہود و نصاریٰ و مجوس و ہنود وغیرہ جسقدر موجود ہین یا قیامت تک
موجود ہون سب غور کرتے تو بڑی تعظیم کیساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے تاکہ اگلی سب اُمتون سے افضل ہو جاتے کیونکہ یہ لوگ اُمت محمدی
مین سے ہو جاتے جو سب اُمتون سے افضل اُمت ہے مگر ان کافرون کی کمبختی جنھون نے کچھ خیال نہ کیا تو اُن کو جواب دیا گیا کہ مین انوکھا رسول نہین ہون
تو جب رسول اللہ ہونے مین غور کرو تو اب یہ قرآن تمھارے لئے آیات معجزہ ہین کچھ جادو نہین اور نہ مین نے بہتان بنایا ہے دوم قولہ وما ادری ما یفعل بی
ولا بکم اور مجھے معلوم نہین کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور نہ جانون کہ تمھارے ساتھ کیا ہوگا اگر مین غیب جانتا تو سب قسم کی بھلائی سمیٹ لیتا اور مجھے کبھی
برائی نہ پہونچتی پھر معلوم ہوگیا کہ مین وہی بتلاتا ہون جو مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی سوم ان اتبع الا ما یوحی الی ۔ مین کسی چیز کا پیرو نہین ہون سوائے
اُس حکم کے جو مجھے وحی کیا جاتا ہے بس یہ قرآن خالص وحی ٹھہرا چہارم وما انا الا نذیر مبین میری کچھ صفت نہین سوائے اسکے کہ مین صاف ڈرسنانیوالا
ہون کہ تمھارے سامنے تمھاری موت پر عذاب شدید ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لاوے پس مین نے تمھارے ساتھ یہ حق ادا کر دیا (تنبیہ) اگر کہا
جاوے کہ اس آیت مین ارشاد ہے کہ مجھے معلوم نہین کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہین معلوم تھا جواب کئی طرح ہے اول یہ کہ
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم
من ذنبک و ما تاخر یعنی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے و پچھلے گناہ معاف کر کے بتلا دیا کہ تیرا انجام جنت ہے یہی قول عکرمہ و حسن
و قتادہ کا ہے کہ آیندہ منسوخ ہوگئی جب لیغفر لک الآیۃ ۔ نازل ہوئی اور حدیث مین آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین یہ
بشارت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو اب ہمارے واسطے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ۔ لیدخل
المومنین و المومنات جنات تجری من تحتہا الانہار الآیۃ ۔ چنانچہ سورہ انا فتحنا مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا جواب دوم ضحاکؒ نے کہا کہ آیندہ [illegible]
طاعات مجھے معلوم نہین ہین جواب سوم یہ کہ حسن بصریؒ نے کہا کہ ما ادری ما یفعل بی صرف دنیا مین تھا اور آخرت مین معاذ اللہ [illegible]
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قطعی جانتے تھے کہ مین جنتی ہون مگر دنیا مین نہین جانتا کہ میرے ساتھ کیا برتاو کیا جائے [illegible]

...یا شل روسی وغیرہ کے غالب ہون اور تمھارا حال بھی معلوم نہین کہ تم مانو یا تم پر پتھر برسائے جائین یا موت تک مہلت پاؤ۔ شیخ ... اسی قول پر اعتماد کیا مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح جواب ہے اور بالکل صاف ہے یعنی مجھے معلوم نہین کہ کل کے روز مین کیا کرون گا ... کروگے ہان اگر اللہ تعالیٰ ان مین سے بعض باتین مجھے وحی سے آگاہ فرماتا ہے تو وہ مین تم کو وحی سے بتلاتا ہون پس یہ صریح دلیل ہے کہ یہ ... بالکل وحی ہین اور مین اپنی طرف سے نہین کہتا ہون ابن کثیرؒ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت کے لائق بھی یہی قول ہے کہ آپکو دنیاوی معاملات مین وہی معلوم ہوتا تھا جو آپ پر وحی کیا جاوے اور رہا آخرت کا معاملہ تو آپکو قطعی معلوم تھا کہ مین جنتی ہون اور جو لوگ یقین سے میرے اوپر ایمان لاوین وہ جنتی ہین اور آپ کو مشرکین قریش کا معاملہ معلوم نہ تھا کہ آخر یہ ایمان لاوین گے یا مارے جاوینگے یا عذاب سے نیست کردیے جاوینگے اور اصحاب مومنین مین سے بھی کسی خاص کی نسبت جب ہی آپکو علم ہوتا تھا جب اُسکے حق مین اللہ تعالیٰ نے وحی خاص فرمائی ہو جیسے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و باقی عشرۂ مبشرہ وغیرہ کی نسبت آپنے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اور مترجم کہتا ہے کہ دلائل شاہد ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب مہاجرین و انصار کی نسبت آخر مین علم دیدیا گیا تھا چنانچہ آیندہ بیان آتا ہے یہان شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ام العلاء انصاریہ رضی اللہ عنہا کی حدیث وارد کی جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نسبت فرمایا ہے کہ مین نہین جانتا کہ میرے حق مین کیا کیا جائیگا چنانچہ ام العلاء نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین جو لوگ مکہ سے ہجرت کرکے گھر بار چھوڑکر چلے آئے تھے تو انصار رضی اللہ عنہم نے اُنکی نسبت قرعہ ڈالا کہ کس شخص کو کون شخص اپنے گھر لیجاوے پس ہمارے یہان رہنے کیلئے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا قرعہ آیا پھر چندے روز بعد عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے اور ہم نے اُن کو تیمارداری کی ولیکن اُنھون نے انتقال کیا تب ہم نے اُنکو اُنکے کپڑون مین لپیٹ دیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہان آئے تو مین نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے حق مین یون کہا کہ اے ابو السائب تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو تم پر میری گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو بزرگ کردیا یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اری تجھے کہان سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بزرگ کیا مین نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون مجھے تو معلوم نہین ہے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص کا تو حال یہ ہے کہ اُسکے پروردگار کی طرف سے اُس کے پاس موت آگئی اور مین اُسکے حق مین بہتری کی اُمید رکھتا ہون اور واللہ مجھے خود نہین معلوم کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا حالانکہ مین رسول اللہ ہون تب مین نے عرض کیا کہ واللہ اسکے بعد اب مین کبھی کسی کی پاکیزگی نہین بیان کرون گی (یعنی یہ نہ کہون گی کہ تو مثلاً مغفور یا جنتی ہے) ام العلاء نے کہا کہ پھر اس معاملہ سے مجھے غم نے گھیر لیا اور مین سو گئی تو مین نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کیواسطے خواب مین ایک چشمہ جاری دیکھا پس مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئی اور مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خواب سے آگاہ کیا تو آپنے فرمایا کہ یہ جو تو نے دیکھا یہ اُسکے اعمال ہین (رواہ البخاری) مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین بھی آپکی یہی مراد ہوگی کہ ہر ایک تفصیلی معاملہ جو میرے حق مین دنیا یا آخرت مین واقع ہونیوالا ہے وہ مجھے نہین معلوم ہے اگرچہ آپکو یہ بات معلوم تھی کہ مین رسول اللہ اور جنتی ہون اور واضح ہو کہ قولہ "میرے ساتھ کیا کیا جائیگا" یہ لفظ اسی روایت بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ مین واقع ہوا ہے اور دوسری روایت بخاری و مسلم مین یون ہے (اسکے ساتھ کیا کیا جائیگا) شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شاید یہی لفظ ٹھیک محفوظ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام العلاء انصاریہ کو ایسا کلمہ کہنے سے منع فرمایا اور کہا کہ مجکو نہین معلوم کہ ابن مظعون رضی اللہ عنہ کے حق مین کیا کیا جائیگا باوجودیکہ مین رسول اللہ ہون بہرحال آپکی مراد یہ تھی کہ کوئی شخص بدون علم کے اپنی رائے سے کسی شخص کے حق مین وہ بات نہ کہے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جان سکتا ہے کیونکہ اگر ایسی بات کہیگا تو اُسنے علم غیب کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے پس آیات و احادیث مین صریح ... ہے کہ کسی شخص معین کے حق مین یقینی جنتی ہونے کا لفظ نہ کہے جبتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُس شخص کے حق مین

Marfat.com

نص خاص موجود نہو پس اگر اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص معین بندون کے حق مین آگاہ فرمایا [illegible] علیہ وسلم نے ہم لوگون کو آگاہ فرمایا یعنی صحیح اسناد کے ساتھ ہمکو آپکا فرمانا پہونچ گیا تو ہم کو جائز ہی کہ ہم ان لوگون کی [illegible] جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو آگاہ فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و عبدالرحمن بن عوفؓ [illegible] بن زید و سعد بن ابی وقاص جنتی ہین اور اُن کے حق مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بشارت دینا برابر متواتر ہو گیا [illegible] برائیون کیوجہ سے سلف صالحین نے عام لوگون کی زبان روکنے کے واسطے انکا جنتی ہونا برابر نقل کیا حتی کہ وہ مشہور و متواتر ہو گیا [illegible] برائیون کے بارے مین اپنے خیالات نہ دوڑاوین کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا جنتی ہونا قطعی بیان کر دیا اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین معروف و مشہور تھا تو قطعی لازم آیا کہ جو کچھ ان کے افعال ہین وہ ہر حال مین نیک نیتی پر مبنی تھے جسکو اللہ تعالی خوب جانتا تھا تو کسی آدمی کو یہ مجال نہ رہی کہ اُن کی نیت کو خراب سمجھکر کوئی حکم لگاوے اور اگر اُسنے یہ حکم لگایا تو گویا اُسنے علم غیب کا دعوی کیا کیونکہ دلی نیت کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہین جان سکتا ہے جیسے خارجیون و رافضیون وغیرہ نے یہ نالائق حرکت اختیار کی حالانکہ اُنکی یہ حرکت قریب کفر ہی اول تو اُنھون نے حدیث متواتر سے انکار کیا اور دوم یہ کہ اُنھون نے گویا علم غیب کا دعوی کیا نعوذ باللہ تعالی من ذالک و واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے خصوص صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے جنتی ہونے کی بشارت فرمائی جو ہم کو صحیح اسناد کے ساتھ پہونچ گئی ہی اگرچہ بدرجہ متواتر نہین ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ہم کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن سلام اور عمیصاء انصاریہ اور بلال و سراقہ و عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری اور وہ ستر قراء جو بیر معونہ مین شہید ہوے و حضرت فاطمہ و حسن و حسین و زید بن حارثہ و جعفر بن ابی طالب و عبداللہ بن رواحہ و ان کے مانند دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم ہین مترجم کہتا ہی کہ عموم طور پر اہل بدر و شہداء احد و اصحاب بیعۃ الرضوان و اصحاب حدیبیہ وغیرہ رضی اللہ عنہم کے حق مین جنتی ہونے کی بشارت ہی اور واضح ہو کہ خاص خاص صحابہ رضی اللہ عنہم جن کے جنتی ہونے کی بشارت دیگئی تو ان کے والدین و اولاد مین سے جو کوئی اسلام پر مرا تو وہ بھی جنتی ہی کیونکہ اللہ تعالی نے انھین کے ساتھ لاحق فرمانیکا وعدہ دیا ہی اور مترجم نے اس بیان کو مقدمہ عین الہدایہ کی کتاب العقائد مین توضیح و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہی وللہ الحمد والمنۃ (تذئیل) اس ذیل مین دو باتون سے آگاہ ہونا چاہیئے اول یہ کہ بعضے عوام ایسے موقع پر یہ کہنا شروع کرتے ہین کہ بہت سے اولیاء و قطب و غوث گذرے تو اُن کے حق مین ہم یہ کیونکر کہہ سکتے ہین کہ وہ جنتی نہین ہین جواب یہ ہی کہ تم سے یہ کس نے کہا ہی کہ تم اُن کے حق مین یون کہو کہ وہ جنتی نہین ہین بلکہ تم کو ادب سکھلایا گیا کہ تم یون مت کہو کہ وہ قطعی جنتی ہین اور ایسی بات کا دعوی مت کرو جو اللہ تعالی کے سوائے کوئی نہین جان سکتا ہی پس یون کہو کہ ہم کو اللہ تعالی کے فضل سے اُمید ہی کہ یہ بزرگ جن کو ہم ولی سمجھتے تھے وہ جنتی ہین اور یہ حکم مت لگاؤ کہ وہ قطعی جنتی ہین کیونکہ اللہ تعالی ہی اپنی مخلوق کے ظاہر و باطن کا علیم ہی اور کسی مخلوق کو یہ مجال نہین ہی کیونکہ جس شخص کو ہم نے ولی جانا اُسکو اپنی ہی رائے سے سمجھکر اور اپنی ذات سے ہزارہا درجہ بہتر دیکھکر ولی گمان کیا اور اُس کی طرف سے اپنے دل مین یہ یقین رکھا کہ وہ ولی ہی لیکن اُسکے باطن کا حال جو فقط اللہ تعالی کو معلوم ہی وہ کسی مخلوق کو معلوم نہین ہو سکتا ہی تو اللہ تعالی کے علم کا کون دعوی کر سکتا ہی بلکہ جو دعوی کرے وہ کافر ہے اور مخلوق کے نزدیک تو فقط گمان ہی گمان ہی پس مخلوق کو جو گمان ہی شاید اللہ تعالی کے نزدیک بھی وہی ہو یا اس سے بہتر ہو یا شاید مخلوق کا گمان غلط ہو لہذا ہر مسلمان کی نسبت یہ امید کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی اُس کو بخشے اور اُمیدوار ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالی اُسکو جنت مین داخل فرماوے (امر دوم) جاننا چاہیئے کہ شرع مین جس بات پر امت نے اجماع کیا ہو وہ قطعی ہی اور امت سے وہ اُمت مراد ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہین تو خلاصہ یہ نکلا کہ مومنون نے جس بات پر [illegible] کیا ہی وہ اللہ تعالی کے نزدیک قطعی ہی پس اگر کسی مسئلہ شرعی کے حکم پر اجماع بیان کیا جاوے تو اسمین دو باتون کا جاننا ضروری ہی [illegible]

Marfat.com

متفق ہونا یقینی معلوم ہو دوم یہ کہ ان سب کا مومن ہونا یقینی معلوم ہو اب ہم کہتے ہین کہ اگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کسی مسئلہ پر اجماع کیا اور سب کا متفق ہونا معلوم ہوا تو وہ قطعی ہی اسلئے کہ سب کا متفق ہونا تو ہم کو ظاہر مین معلوم ہو گیا اور سب کا مومن ہونا ہم کو اللہ تعالیٰ کی وحی سے معلوم ہو گیا بقولہ تعالیٰ اولئک ہم المومنون حقا پس نکل آیا کہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم قطعی ہے پھر طبقۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد قطعی اجماع پیدا ہونا دشوار ہی کیونکہ اول تو تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ بے تعداد و بے شمار تھے تو سب کا اتفاق معلوم ہونا دشوار ہی دوم یہ کہ اُنکے قطعی ایمان کیواسطے کوئی قطعی دلیل نہین ہی کیونکہ ایمان تو دلی یقین ہی اور وہ ہم کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہی اور اگر اُن کے بارہ مین کچھ استدلال اسطرح لیا جائے کہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے حق مین بشارات ہین اور وہ بھی اپنے اساتذہ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کیساتھ اسطرح ملا دیئے گئے ہین جیسے شاگرد کو استاد سے میل ہوتا ہی تو تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اجماع بہتر ہی لیکن اُن کے بعد یا تبع تابعین کے بعد پھر کسی زمانہ مین کوئی اجماع اس قابل نہین ہی جس سے استدلال کیا جائے اور جن لوگون نے متاخر زمانہ مین بہت سی بدعات کیلئے اس زمانہ کا اجماع پیش کیا تو یہ محض حماقت اور بدعت کی شامت ہی کیونکہ اسمین دونون باتین ندارد ہین یعنی تمام جہان کے مسلمانون کا متفق ہونا غیر ممکن اور ان سب کے باطنی ایمان کا دعویٰ کرنا بے دلیل ہی اور مترجم نے پارہ یا زدہم کی تفسیر مین بھی اس مسئلہ کو مدلل ذکر کیا ہی واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب واضح ہو کہ ان آیات مین اللہ تعالیٰ نے کافرون کی شرارت ظاہر کر کے اُن کو گمراہی سے حق کی جانب پھیرا اور دوسرے طور پر حق راہ لگایا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر یہ ہو اللہ کے ہان سے اور تم نے اسکو نہین مانا اور گواہی دے چکا ایک گواہ بنی اسرائیل کا

ع ۱ عَلٰی مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ

ایک ایسی کتاب کی پھر وہ یقین لایا اور تم نے غرور کیا بیشک اللہ راہ نہین دیتا گناہگارون کو اور کہنے لگے

كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ

منکر ایمان والون کو اگر یہ کچھ بہتر ہوتا تو یہ نہ دوڑتے اسپر ہم سے پہلے اور جب راہ پر نہین آئے اُسکے بتانے سے تو یہ اب کہین گے

هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ

یہ جھوٹ ہے مدت کا اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی راہ ڈالتی اور مہر اور ایک یہ کتاب ہے اسکو سچا کرتی

لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ

عربی زبان مین کہ ڈر سناوے گنہگارون کو اور خوشخبری نیکی والون کو جنہون نے کہا رب ہمارا اللہ ہے

ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

پھر ثابت رہے تو نہ ڈر ہے اُن پر نہ وہ غم کھاوین گے وہ ہین لوگ

الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

بہشت کے سدا رہین گے اُسمین بدلا اُس کا جو کرتے تھے

پہلی آیات مین اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کافرون سے کہدے کہ مین کچھ انوکھا رسول نہین ہون بلکہ متواتر بعثت انبیا علیہم السلام سابق سے مشہور ہی بلکہ میری نبوت کی بشارت کتب سابقہ مانند توریت و انجیل مین موجود ہی بس ایمان لانا تمہارا فرض ہے

Marfat.com

اب فرمایا کہ اگر تم نے حق چھوڑا تو تمھارا کیا انجام ہوگا۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَکَفَرْتُمْ بِہٖ
اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نکلا اور تم نے اس سے کفر کیا۔ وَشَھِدَ شَاھِدٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی مِثْلِہٖ۔ اور بنی اسرائیل
کے مثل پر گواہی دی ف کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے برحق ہے۔ فَاٰمَنَ وَاسْتَکْبَرْتُمْ پھر وہ تو ایمان لایا اور تم نے تکبر کیا
انجام کسقدر خراب ہوگا اور تم کیسے بدکار ظالم ٹھہرے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ قوم ظالم کو ہدایت نہیں
تو ظالم لوگ باطل و بدکاری میں بھٹکتے رہتے ہیں اور آخر عذاب جہنم میں جلا کرتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ بنی اسرائیل کی نسل سے بہت یہودی
و خیبر وغیرہ میں رہتے تھے ان میں توریت کے جاننے والے بہت تھے اور اُن میں سے عبداللہ بن سلام بہت بڑے عالم تھے اور توریت کے بہت احکام
اُنکو یاد تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں پہونچے تو فوراً عبداللہ بن سلام آپکے دیدار کیلئے حاضر ہوئے اور فوراً پہچان کر
ایمان لائے اور دنیاوی مال اور اپنی سرداری کا کچھ خیال نہ کیا اور عوام یہود میں سے جو لوگ عبداللہ بن سلام کے معتقد تھے وہ ایمان لائے اور
باقیوں نے کہا ہم اسوقت یہودیوں کے نزدیک بزرگ پیشوا بنے ہوئے ہیں اور یہودی ہمارے لئے نذرانہ لاتے اور قدم چومتے ہیں اگر ہم ایمان لائے
تو شریعت توریت باقی نہ رہیگی اور شریعت اسلام میں ہم اور یہ عوام جو ہمارے معتقد ہیں یکساں ہوجاوینگے بس اُنھوں نے مل کر مشورہ کرلیا کہ اپنی
عزت نہ چھوڑو اور آخر ہم بھی موسیٰ کے اُمت رہینگے اور بنی اسرائیل میں بکثرت انبیا و اولیا گزرے ہیں جب قیامت میں ہم کو گرفتار دیکھینگے تو ہم کو
چھوڑا لینگے اور عوام یہودی ہماری ہر بات پر ایمان لاتے ہیں لاؤ اُن سے کہدیں کہ وہ نبی آخرالزمان جسکا ذکر توریت میں ہے اور اُسکے بشارات
و فضائل بے قیاس مذکور ہیں اور اُسپر ایمان لانا فرض کیا گیا ہے وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوا یہ سنکر یہودی کوئی اس پیغمبر پر ایمان نہ لاویگا اور ہم سب ملکر
اس پیغمبر کی صورت و صفات جہاں پاویں کتاب میں سے اُسکی جگہ سے نکال کر دوسرے پیغمبروں کیساتھ ملادیں اور اسکی جگہ لکھدیں کہ وہ دبلا پتلا لنبا
کالا گھونگھر والا ہوگا یہ سب مشورہ سب عالموں نے پسند کیا جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہونچے تو سب نے اپنے اپنے معتقدوں سے کہا کہ ہم جاکر پہچانتے
ہیں اگر وہ ہوا تو تم کو بتلاوینگے پھر لوٹ کر کہدیا کہ وہ نہیں ہیں بس یکبارگی سب یہودی دشمن ہوگئے لیکن یہودی عالموں کو یہ یاد نہ رہا کہ چند روز
پہلے ہم خود اُنکی شریعت کے علامات سب لوگوں سے بیان کیا کرتے تھے اور بعضے لوگوں سے آپکی صورت مثل چاند کے بیان کیا کرتے تھے اب انھیں لوگوں نے
یہودیوں سے کہنا شروع کیا کہ تم بڑے مکار جھوٹے ہو اور یہودی بہت فضیحت ہوئے مگر عوام یہودی اپنے عالموں کے ایسے مقلد تھے کہ جو کچھ عالم کہتے اسکو خدائی
حکم کی طرح مانتے تھے جیسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اُنکا حال بیان فرمایا ہے لہذا عوام یہودی اکثر اُن کے تابع رہے اور بعضے نیک بختوں نے ان گمراہوں سے کنارہ
کیا جب یہ حال معلوم ہوچکا تو اب آیت قدسی کے معنی میں غور کرنا چاہیئے مترجم کو بہتر طریقہ یہ معلوم ہوا کہ پہلے میں اس آیت قدسی کی محقق تفسیر کو سمجھادوں
تب اہل تفسیر کے اختلافات نقل کروں کیونکہ اختلافات فقط انھیں تفسیر لکھنے والوں کی سرسری سمجھ سے پیدا ہوگئے ہیں ورنہ سلف مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے
کچھ اختلاف نہیں ہے جاننا چاہیئے کہ اہل مکہ اپنی جہالت سے یہی انکار کرتے کہ آدمی کبھی اللہ تعالیٰ کا رسول نہیں ہوسکتا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب رسول
علیہ السلام کو دلیل دیدی کہ فرشتہ تم پر رسول نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر وہ فرشتہ کی صورت ہو تو تم دیکھتے ہی مر جاؤ اور اگر آدمی کی صورت ہو تو پھر تم کہو کہ یہ آدمی ہے
اور اگر باطن میں فرشتہ چاہیئے تو یہ رسول حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس سے افضل ہے اور اس سے تم کھانے پینے اور گرمی سردی برسات میں اور نکاح خرید و فروخت
اور خواب بیداری سب برتاؤ اور اعمال میں اپنے واسطے نیک چال چلن کا طریقہ بآسانی حاصل کرسکتے ہو پھر دوسری دلیل بیان مذکور ہوچکی کہ
قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ کہدے کہ میں تم پر انوکھا رسول نہیں آیا ہوں بلکہ مجھسے پہلے بکثرت رسول گزرے جنکی خبر تم کو متواتر پہونچ چکی پھر تیسری دلیل
مع عجیب معجزہ کے اب بیان فرمائی بقولہ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کَانَ الخ اور آمین کا فرون کو جیسے ایک معجزہ دیا تو ساتھ ہی عذاب بھی ڈرایا

Marfat.com

[illegible] جھٹلانے مین اپنا انجام غور کرو کہ اگر تم خود سرکش و جھوٹے اور حق کو جھٹلانیوالے ٹھہرے تو تمھارا کیا انجام ہوگا اور تمھارا جھوٹ [illegible] ٹھہرے اب تک کسی سے نہین پڑھا اور نہ تمھاری طرح تجارت کیلئے ملکون ملکون پھرا بلکہ یہین رہا تو جادو مین نے کبھی [illegible] خود تم جانتے ہو کہ مین کسی طرح جادوگر نہین ہون یہ تو تم عداوت سے جان بوجھکر بہتان لگاتے و سمجھتے ہو پھر جو کچھ معارف و ہدایات [illegible] بیان کرتا ہون تو اُسکے مثل توریت سے ایک گواہ بنی اسرائیل تم سے گواہی دیگا اور مین کیونکر جانتا کہ اگلی کتاب توریت مین کیا لکھا ہے اول تو مین پڑھا لکھا نہین ہون اور دوم وہ عبرانی زبان ہے تو کھل گیا کہ ضرور مجھے اللہ تعالی نے آگاہ فرمایا اور اسی طرح کی نبوت سابق سے چلی آتی ہے تو میری نبوت انوکھی نہین ہے اور مین بالیقین رسول ہون کہ اللہ تعالی نے مجھے وحی فرمائی ہے اور معجزہ یہ دیا کہ وہ گواہ ایمان لاویگا اور وہ عبد اللہ بن سلام یہودی عالم ہین جنکا بیان اوپر گذر چکا۔ قل ارأیتم ان کان الخ اے محمد ان کافرون سے کہدے کہ تم جہالت سے سرکشی و تکبر کرتے ہو اب بتلاؤ کہ اگر یہ امر اللہ تعالی کی جانب سے ہوا حالانکہ تم اس سے انکار کر چکے ہو اور بنی اسرائیل کے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اسکے مثل توحید الٰہی و اسکی عبادت شرعی توریت مین اللہ تعالی نے اتاری تھی اور سب اگلے انبیا اسی کے مثل توحید لاتے تھے پھر یہ گواہی دیکر وہ پھر ایمان بھی لایا کہ اُسنے ظاہری جھوٹ پر گواہی نہین دی تو قطعی ثبوت ہوگیا کہ ابتدا سے نبوت اسی توحید کیساتھ متواتر چلی آتی ہے اور میری بشارت پہلے سے موجود ہے اور معجزہ میری کیگئی ہے وہ اگلی کتابون سے موافق ہے چنانچہ وہ گواہ عالم بنی اسرائیل صدق دل سے ایمان لایا حالانکہ تم اپنا حال دیکھو کہ تمنے مجھپر تکبر کیا ہے تو اب تم بتلاؤ کہ تم کیسے بدکار ظالم ٹھہرے اور کیسے ذلیل و خوار ہوئے جان رکھو کہ اللہ تعالی ظالمون کو اپنی درگاہ مین راہ نہین دیتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ سورہ مکہ مین نازل ہوا تھا اور اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرتے ہی عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تاکہ غور کرین کہ توریت مین پیغمبر آخر الزمان کے جو نشانات اللہ تعالی نے بتلائے تھے وہ اُس شخص مین پائے جاتے ہین یا نہین لیکن دیکھتے ہی فوراً پہچان گئے اور گواہی دی اور ایمان لائے اب غور کرو کہ اللہ تعالی نے جو کچھ قرآن مین نازل فرمایا تھا اس آیت مین وہ پورا کر دیا اور عرب پر یہ معجزہ پورا ہوگیا پھر بھی قریش کے کافر سرکش و یہودی وغیرہ نہ مانے تب اللہ تعالی نے ان پر عذاب کرنا شروع کیا چنانچہ چند روز کے بعد بدر مین قریش کے یہ سرکش مارے گئے اور یہودیون کے بنو نضیر سب نکال باہر کئے گئے اور بنو قریظہ یہودی سب نے امان مانگی۔ (ذکر مفسرین کے اقوال کا) قولہ شہد شاہد من بنی اسرائیل علی مثلہ۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس کے معنی یہ ہین کہ اگلی کتابین کہ جو اگلے انبیا علیہم السلام پر نازل کی گئی تھین جن پر بنی اسرائیل ایمان لائے تو بنی اسرائیل کے گواہ نے گواہی دی کہ اگلی کتابین اس قرآن کی تصدیق کرتی ہین اور جو کچھ قرآن مین نازل کیا گیا اُسی کے مثل اگلی کتابون مین اللہ تعالی نے نازل فرمایا تھا۔ع یعنی قرآن مین جو باتین موجود ہین کہ اللہ تعالی وحدہ لاشریک ہے و حشر و قیامت و حساب و کتاب و عذاب و ثواب و جنت و دوزخ سب برحق ہے تو اسی کے مثل ان اگلی کتابون مین موجود ہے جو اگلے انبیا پر نازل ہوئی تھین ف قولہ فآمن و استکبرتم پس بنی اسرائیل کا یہ گواہ ایمان لایا اور تم لوگون نے اسکی پیروی سے تکبر کیا۔ مسروقؒ نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ بنی اسرائیل کا گواہ تو اپنے پیغمبر و اپنی کتاب پر ایمان لایا تھا اور تمنے اپنے پیغمبر و اپنی کتاب سے کفر کیا۔ع حسن و مجاہد و قتادہ و عکرمہ وغیرہ و جمہور سلف رحمہم اللہ تعالی نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ بنی اسرائیل کا یہ گواہ تو اس قرآن پر ایمان لایا کیونکہ اسکو ظاہر ہوگیا کہ جس طرح توریت مین نازل ہوا ہے اور بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالی ایک پیغمبر آخر الزمان پیدا فرماویگا جسکی صفات یہ ہین اور اسپر قرآن مجید نازل فرماویگا جسمین توحید الٰہی کیساتھ عبادت کا طریقہ اسطرح ہوگا تو جب اس شاہد بنی اسرائیل کو ظاہر ہوگیا کہ قرآن مین بالکل [illegible] باتین ہین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین بالکل وہی صفات ہین تو وہ فوراً ایمان لایا اور اس گواہ سے مراد عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ہین جو علمائے [illegible] توریت کے بہت بڑے عالم تھے اس قول پر اعتراض کیا گیا کہ سورۂ احقاف بالاتفاق مکہ مین نازل ہوئی تھی حالانکہ عبد اللہ بن سلام اسوقت [illegible] جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تک پہونچے اور مدینہ کے کنارہ ایک محلہ مین اُترے تو عبد اللہ بن سلام ہین اکم

Marfat.com

ایمان لائے اور گواہی دی کہ بیشک آپ رسول اللہ ہیں اور یہ قرآن برحق ہے بعد اسکے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ...
اعتراض کا جواب کئی طرح سے دیا گیا۔ ایک یہ کہ اعتراض ٹھیک ہے اور بنی اسرائیل کے گواہ سے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مراد نہیں ...
بعد ہجرت کے مدینہ میں ایمان لائے ہیں اور اس قول کو ابن جریر نے مسروق و شعبی سے روایت کیا۔ ابن کثیر نے کہا کہ شاہد سے مراد ...
عبداللہ بن سلام ہوں یا کوئی دوسرا ہو ولیکن عبداللہ بن سلام اُسمیں شامل ہیں اور اسی قول کو ابن جریر نے اختیار کیا اور بعض علماء نے کہا کہ ...
مراد بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص ہے جو مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا اور قرآن کی تصدیق کی تھی جواب دوم یہ کہ ...
میں یہ بیان کیا کہ سورۂ احقاف مکیہ ہے تو عبداللہ بن سلام مراد نہیں ہو سکتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ سورۂ احقاف میں سے یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی ...
یہ جواب سوم یہ ہے کہ آیت قدسی میں کلام شرطیہ ہے یعنی تم لوگ مجھے بتلاؤ کہ اگر تم نے کفر کیا اور بنی اسرائیل کا گواہ ایمان لایا تو تمہارا کیا حال ہوگا اور ...
شرطیہ کلام کیواسطے یہ ضرور نہیں ہے کہ بالفعل اس گواہ کا ایمان لانا پایا جاوے بلکہ کلام کا حاصل یہ ہوگیا کہ اگر بنی اسرائیل کا گواہ ایمان لاتے اور تم کفر کرو
تو تم کیسے سخت مجرم ہو یعنی تم بالضرور سزا کے مستحق ہوئے مترجم کہتا ہے کہ حضرت ابن عباس و جمہور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہی روایت ہے کہ اس گواہ سے
عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مراد ہیں اور اسپر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا چنانچہ مترجم نے پہلے ہی قول تحقیق مفصل بیان کر دیا اور یہی تفسیر صحیح ہے کیونکہ
سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کسی شخص کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمہ نہیں سنا کہ یہ جنتی شخص زمین پر چلتا پھرتا
ہے مگر عبداللہ بن سلام کے حق میں آپنے یہ کلمہ فرمایا اور اُسی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ فآمن واستکبرتم (رواہ البخاری ومسلم
والنسائی) اور خود حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرے بارہ میں قرآن میں چند آیات نازل ہوئی ہیں از انجملہ قولہ تعالیٰ وشھد شاھد
من بنی اسرائیل الآیۃ اور از انجملہ قولہ تعالیٰ ومن عندہ علم الکتاب (رواہ الترمذی وابن جریر وابن مردویہ) ابن کثیر نے لکھا کہ حضرت ابن عباس و مجاہد
و ضحاک و قتادہ و عکرمہ و یوسف بن عبداللہ و ہلال بن یسار و سدی و الثوری و مالک بن انس و عبدالرحمن بن زید سب نے فرمایا ہے کہ شاہد بنی اسرائیل سے
عبداللہ بن سلام مراد ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہی تفسیر معتمد ہے اور آیت قدسی کی تفسیر یہ ہوئی کہ قولہ قل ارأیتم ان کان من عند اللہ وکفرتم بہ اے محمد ان لوگوں
سے کہدے کہ بھلا تم لوگ اپنی حالت سے مجھے آگاہ کرو کہ تم کس لائق ٹھہروگے یعنی تعریف کے لائق ہونگے یا سزا کے لائق ٹھہروگے اگر یہ بات ٹھیک نکلے کہ یہ قرآن
اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے حالانکہ تم اس سے انکار کر چکے وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ فآمن واستکبرتم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ اور بنی اسرائیل کا
گواہ اسکے مثل پر گواہی دیکر اسپر ایمان لائے اور تم تکبر کرو بیشک قوم ظالم کو اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا ہے پس جب عبداللہ بن سلام اور علمائے حبش نجاشی
وغیرہ ایمان لائے پھر بھی قریش وعرب نے تکبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو طرح طرح کے عذاب میں مانند قتل و قحط وغیرہ کے گرفتار کیا کیونکہ آیت قدسی میں قریش
عرب پر آخری حجت تمام کر دی کہ تم لوگوں پر سب سے پہلے فرض تھا کہ ایمان لاؤ اور عزت و ہدایت پاؤ اگرچہ دوسرے لوگ ایمان نہ لائے ہوں مگر تم نے کفر کیا
پھر دوسری اقوام مانند علمائے یہود و نصاریٰ نے اُسکے صدق پر گواہی دی اور ایمان لائے تب بھی تم نے تکبر کیا پس اللہ تعالیٰ نے تم کو نکال و بال
دنیاوی میں گرفتار کیا حتی کہ زندگانی دنیا کی مہلت بھی جاتی رہی اور کافروں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب آخرت سے ملا دیا اور انھوں نے سوائے اپنی بربادی
کے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا اور واضح ہو کہ جس طرح قریش پر حجت پوری کی اسی طرح یہود پر بھی حجت تمام کرکے برباد کیا چنانچہ عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ
عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز تشریف لیچلے اور میں بھی آپکے ساتھ میں تھا اور وہ یہودیوں کی عید کا دن تھا یہاں تک کہ آپ
یہودیوں کے کنیسہ میں داخل ہوئے یعنی جہاں سب یہودی علماء و عوام جمع تھے تو ان لوگوں کو ہمارا آنا ناگوار گذرا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اے گروہ یہود تم اپنوں میں سے بارہ آدمی مجھے ایسے دکھلاؤ جو صدق دل سے یہ گواہی دیتے ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ...

Marfat.com

آدمی اس کلمہ طیبہ پر ایمان لاوین تو مین وعدہ دیتا ہون کہ یہود پر جو غضب اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو اُٹھا دیگا یہودیون پر اللہ تعالیٰ کا غضب سخت ہو چکا تھا جیسے قولہ تعالیٰ۔ فباؤ بغضب علیٰ غضب کی تفسیر مین بیان ہو چکا، عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت عظیم کو سنکر یہودی کمبخت بالکل خاموش ہی رہے اور اُن مین سے کسی نے بھی قبول نہ کیا پھر آپنے دوبارہ اُن سے یہی کلمہ کہا پھر سہ بارہ یہی کر فرمایا مگر کسی نے جواب نہ دیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ مین ہی حاشر ہون یعنی میرے ہی قدم پر حشر ہوگا اور مین ہی عاقب ہون میرے بعد کوئی نبی نہین ہی اور مین ہی مقفی ہون خواہ تم ایمان لاؤ یا کفر کرو یہ کہکر آپ لوٹے اور مین آپکے ساتھ تھا یہان تک کہ ہم دروازے پر پہونچے قریب تھا کہ باہر نکلین اتنے مین ایک شخص نے آواز دی کہ اے محمدؐ آپ ذرا توقف فرمایئے پھر وہ شخص قریب آیا اور اُس نے یہودیون کی طرف متوجہ ہوکر کہا کہ اے گروہ یہود تم جانتے ہو کہ مین تم مین کیسا شخص ہون یہودیون نے کہا کہ واللہ تم اور تمھارے باپ اور تمھارے دادا سے بڑھکر ہم کسی کو توریت کا عالم و فقیہ نہین جانتے ہین پس اُسنے کہا کہ واللہ اے یہود مین گواہی دیتا ہون کہ یہ وہی پیغمبر ہین جسکو تم اپنی کتاب مین لکھا ہوا پاتے ہو یہ سنکر یہودی کہنے لگے کہ تو جھوٹا ہی اور تو ہم مین سے بہت خراب آدمی ہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے یہود تم خود جھوٹے ہو اور تمھاری بات کا کچھ اعتبار نہین ہی پھر وہان سے ہم تینون آدمی چلے آئے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری قل ارایتم ان کان من عند اللہ الآیہ۔ (ابو یعلی والطبرانی والحاکم) شیخ سیوطیؒ نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہی مترجم کہتا ہو کہ ظاہرا یہ شخص سوائے عبداللہ بن سلام کے کوئی دوسرے نیکبخت ہین کیونکہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ پہونچتے ہی ایمان لائے تھے اگر کہا جاوے کہ اس حدیث کی بعض روایت مین مذکور ہی کہ یہ شخص عبداللہ بن سلام تھے جواب یہ ہی کہ شاید کسی راوی نے اپنی طرف سے یہ نام لے لیا ہو اس خیال سے کہ یہود مین ایسا عالم فقط عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تھے اگر کہا جاوے کہ اس روایت مین تو یہ بھی مذکور ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی جواب یہ ہی کہ نازل ہونے سے یہ مراد نہین ہی کہ پہلی مرتبہ نازل ہوئی کیونکہ آیت تو مکہ معظمہ مین نازل ہو چکی تھی پس مراد یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اس بندہ صالح کی قبولیت ظاہر کرنے کیواسطے اس آیت قدسی کو دوبارہ یاد دلایا کیونکہ اصح روایات مین عبداللہ بن اسلام کا ایمان فوراً واقع ہوا ہی اور انھین کے حق مین یہ آیت اُتری ہی ولیکن جو کوئی اُن کے مثل قیامت تک ہو یعنی جو کوئی اہل کتاب مین سے ایمان لائے وہ بھی اس فضیلت مین شامل ہوتا جاویگا اور مترجم کہتا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی عید کے مجمع عام مین اُن پر حجت مع عظیم بشارت کے ختم فرمائی ولیکن اس بشارت کو کسی نے قبول نہ کیا سوائے اس ایک شاہد کے جسکا ذکر ہوا تو اسوقت اس آیت قدسی کو مکرر فرمانے مین شاید یہ اشارہ ہے کہ یہود پر بھی حجت ختم ہو گئی اور آیندہ اللہ تعالیٰ اُنکو دنیا مین بھی قتل و خواری کے عذاب مین مبتلا فرماویگا جیسے قریش کے حق مین بیان ہوا ہی۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب کا دوسرا وسوسہ شیطانی جو ان مین سمایا ہوا تھا بیان فرمایا۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ۔ اور جن لوگون نے کفر اختیار کیا وہ ایمان لانے والون کے حق مین کہتے ہین کہ اگر یہ امر بہتر ہوتا تو ہم سے پہلے یہ لوگ اُس تک پہونچنے پاتے ف یعنی کافرون کی جہالت و تکبر یہانتک بڑھا ہوا تھا کہ یہود و نصاری کی طرح اپنے آپکو سمجھتے تھے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے یہ دنیاوی مال و دولت اسیوجہ سے دیدی کہ ہم اُس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب و مکرم ہین پس اگر یہ اسلام بھی بہتر ہوتا تو سب سے پہلے ہم ہی لوگ اس کے مستحق کئے جاتے اور یہ لوگ جو اسلام لائے ہین یہ ہم سے سبقت نہ کرنے پاتے اور اسوقت منجملہ مومنین کے حضرت بلالؓ و عمار و صہیب و خباب رضی اللہ عنہم اور اُن کے مانند ضعیف غلام و لونڈیان تھے اور قبائل قریش مین سے بھی ایسے لوگ تھے جو مالدار و دولتمند نہین تھے کیونکہ قریش مین سے جو لوگ زیادہ مالدار و متمول تھے مانند ولید و ابو جہل و امیہ وغیرہ کے وہ کوئی ایمان نہین لائے تو اپنی رعونت و سرکشی مین اُن ایمان لانیوالون کے حق مین یون کہتے کہ محبوب تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہم لوگ ہین کہ ہم ہی کو سب بہتری ملتی ہی پس اگر یہ اسلام بھی بہتری ہوتا تو پہلے ہم ہی کو ملتا اور یہ لوگ ہم سے پہلے اُس کی جانب نہ پہونچنے پاتے شیخ ابن کثیرؒ نے

Marfat.com

کہا کہ یہ ان بدبختوں کی حماقت و جہالت تھی کہ بکثرت اُنھوں نے اپنے آپکو ظلمت اور جہالت و الانقال کیطرف [illegible]
جہنم مین ڈالتا ہو پس ان کمبختوں نے سخت خطا اور فاش غلطی کی کہ اللہ تعالیٰ کے مکرم حضرات بندون کی نسبت یہ کہا کہ [illegible]
[illegible]ت نہ پاتے یہان سے ایک نکتہ نکلا کہ اہل السنت والجماعت اللہ تعالیٰ کے فضل و عنایت سے ایمان لائے ہین کیونکہ ان [illegible]
صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہو وہ بدتر بدعت ہے اسلئے کہ اگر وہ بہتر ہوتا تو وہی لوگ ہم سے پہلے اس کی جانب سبقت فرماتے [illegible]
برخلاف [illegible] ہین کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت سب سے بہتر تھی تو ہر قول و فعل جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو وہ ہم [illegible]
عنہم کو نصیب ہوتا مترجم کہتا ہو کہ یہ نکتہ لطیف و شریف ہو اور کفر کی ضد عین ایمان ہوتا ہو اور جس نے اپنے ایمان کو نعمت عظمیٰ سمجھا وہ اسکی [illegible]
تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی موافقت مین پوری احتیاط ہو کیونکہ وہ بیشک مومنین تھے جنکی ضد مین کفار یہ کہتے تھے کہ جس قول و فعل پہ یہ لوگ ہین اگر یہ بہتر [illegible]
تو ہم سے پہلے یہ لوگ اُس تک پہونچنے پاتے اللہ عز و جل نے ان متکبر کافرون کو اور بھی زیادہ مردود کر دیا چنانچہ فرمایا ۔ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ
هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ۔ اور جب کافرون نے اس قرآن عظیم کی جانب راہ نہ پائی تو اب کہین گے کہ یہ تو پرانی بناوٹ ہو ف یعنی قدیم سے یہ طریقہ
چلا آتا ہو کہ جھوٹی بناوٹ کر کے لوگ اپنی بات بناتے ہین گویا ان بدبختون نے اسی پر اکتفا نہ کیا جو پہلے کہا تھا بلکہ اُسپر زیادہ بہتان بڑھایا تو پہلے کی
شامت سے اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت زیادہ کر دی حالانکہ یہ قرآن مجید حق تعالیٰ کا کلام قدیم ہے ۔ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۔ اور قرآن
مجید سے پہلے موسیٰ کی کتاب پیشوا اور رحمت تھی ف یعنی توریت کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے واسطے پیشوا بنا دیا تھا اور اُسکی تابعداری کرنیوالون
پر اپنی رحمت رکھی تھی اور اُسکے واسطے ایک حد مقرر فرمائی تھی کہ جب خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع قرآن مجید کے مبعوث ہون تب توریت وغیرہ
سب منسوخ ہو اور اسوقت فقط قرآن مجید امام و رحمت عظمیٰ ہو اور اسپر دلیل یہ ہو کہ خود توریت مین صریح بشارت دیدی گئی تھی کہ خاتم النبیین
نبی اُمی کو اللہ تعالیٰ فاران سے مبعوث فرمادیگا اور اپنا کلام اُس کے منہ مین ڈالیگا پھر جو کوئی نہ مانے اللہ تعالیٰ اُس سے انتقام لیگا" یہ صریح
ہو کہ اُسوقت توریت منسوخ ہو گئی اور نسخ کے یہی معنی ہین کہ جو حکم جسوقت تک کیواسطے دیا تھا وہ ختم کر دیا ۔ وَهَٰذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ ۔ اور یہ
کتاب تصدیق کرنیوالی ہو ف یعنی قرآن مجید جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا خالص کتاب آلہی ہو جو اپنی اگلی کتابون کو سچ بتلاتا ہو لِسَانًا
عَرَبِيًّا اس شان سے کہ وہ عربی زبان ہو ف جو خاتم النبیین رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ۔ لِيُنْذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا
تاکہ عذاب آلہی کا ڈر سناوے اُن لوگون کو جنھون نے ظلم کیا ف اپنے خالق عز و جل کو نہ پہچانا اور اُس کے حق عبادت کو لیجاکر مخلوقات
کے سامنے رکھا اور اپنے نفس کو لیجاکر جہنم کے سامنے رکھا پس ایسے ظالمون کو یہ قرآن مجید عذاب شدید کا ڈر سناتا ہو ۔ وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ
اور نیکی کرنیوالون کیواسطے بشارت ہو ف یعنی نیکی کرنیوالون کو بشارت سنانے والا نہین بلکہ عین بشارت ہو جو اُسپر صدق دل سے یقین لاتے
اور اپنے خالق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ الوہیت کے سامنے بندگی مین حاضر رہتے ہین پھر اُن کیواسطے ایک ہی بشارت نہین بلکہ ایک سے ایک اعلیٰ بشارت
دیتا ہو چنانچہ فرمایا ۔ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۔ ایسے بندے جنھون نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہو ف اور اللہ تعالیٰ پر اُن کو دل مین صدق یقین تھا
ثُمَّ اسْتَقَامُوا پھر اُنھون نے استقامت کی ف یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد امتحان کرنے کی حالت مین مستقیم رہے پس احکام تکلیف
اور طاعت و عبودیت مین منحرف نہین ہوئے بلکہ اُسی وحدہ لاشریک کی بندگی کی تو اُن کے واسطے مراتب اعلیٰ ہین اُنپر ملائکہ نازل ہوتے ہین اور
اُن کو رضوان آلہی کی بشارت دیتے ہین ۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ پس اُن پر خوف نہین ہو ف یعنی آخرت مین جہان آدمیون کو [illegible]
ہو وہان اُنپر عذاب جہنم وغیرہ کا کچھ خوف نہین ہے ۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ اور نہ وے غمناک ہون گے ف کیونکہ اُن کو [illegible]

Marfat.com

... نعمت ہو اور حزن ایسے غم کو کہتے ہین جو کسی مراد کے نہ پانے سے اور کسی چیز کے زائل ہو جانے سے لاحق ہوتا ہی پھر جب اللہ تعالیٰ نے دائمی
رضامندی سے اُن کو جنت مین اُتارا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وہان کامل طور پر ظاہر ہو گی اور جو کچھ یہ لوگ تصور مین خیال کرین گے فوراً اُن کے
سامنے حاضر ہوگی تو پھر بھلا اُنکو کیونکر حزن ہوگا اور یہ نعمت کبھی ابدالآباد اُن سے منقطع نہ ہوگی۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءً
بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ ایسے ہی بندے تو جنتی لوگ ہین جنت مین ہمیشہ رہنے والے ہین بدلا اُسکا جو عمل کیا کرتے تھے ف دنیا مین اُنھون نے اپنے
اللہ تعالیٰ پر یقین کیا یعنی الوہیت کے تمام انتہاء کمالات سب اللہ تعالیٰ کیواسطے یقین کئے تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود ممکن نہ جانا اسواسطے
کہ الوہیت کسی دوسرے مین ہونا محال ہی مثلاً اللہ تعالیٰ خالق الکل ہی تو جو چیز پیدا ہوا اور جو کچھ کسی طور سے ظاہر ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہی
خواہ وہ درخت ہو جیسے سب درخت نظر آتے ہین یہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہین خواہ وہ درخت سے ظاہر ہو جیسے پھول اور پھل و پتی وغیرہ یہ سب
اللہ تعالیٰ نے درخت مین سے پیدا فرمائے ہین بعضے جانور اپنی نظر سے یون دیکھتے ہین کہ درخت نے پانی چوس کر پتی نکالی حالانکہ درخت کچھ پیدا کرنیوالا
نہین ہی بلکہ اللہ تعالیٰ کی صنعت سے یہ کیفیت پیدا ہوتی ہی اسی طرح آدمی کو پیدا کیا اور اس آدمی سے طرح طرح کے عجائبات نکالے جیسے دوسرے جانور
پیدا کئے اور اُن سے چرنا دودھ و بچہ وغیرہ نکالے پھر جس درخت مین خوبصورت پھول و شیرین پھل پیدا کر دیا وہ درخت خوش قسمت ہی اور جس
درخت مین بدصورت بدبودار پھول پیدا کئے اور بدمزہ پھل دیئے وہ بدقسمت ہی اسی طرح جس آدمی مین نیک علم و نیک عمل پیدا کیا وہ نیک بخت ہی
اور جسمین بد اعتقاد شرک و نیچریہ وغیرہ پیدا کیا اور اسمین بد اعمال مانند چوری و زناکاری و بت پرستی و خود رائی وغیرہ پیدا کی وہ شخص کمبخت ہی
وہ اپنی بدقسمتی کی کمائی سے چور و بدکار و بت پرست وغیرہ سے بدنام ہوگا جب اللہ تعالیٰ کی قدرت و صنعت اس طرح ہر ذرہ مین ساری ہی تو مخلوقات
اسی کے قبضہ مین ہی اور وہی ان مین تصرف و تدبیر فرماتا ہی اگر نیک بخت مین نیک افعال پیدا ہوتے ہین تو اُس قدرت کا ظہور بلباس ملکی ہی اور
اگر بدبخت مین بد افعال پیدا ہوتے ہین تو اس قدرت کا ظہور بلباس شیطانی ہی پس شیطانی قوت سے یہ آدمی ارادہ کرتا اور تدبیر کرتا اور اسکا نتیجہ
ظاہر ہوتا ہی کیونکہ بدی و اسکا انجام مع شہوات کے جہنم مین ہی ولیکن کافرون کو سمجھ نہین ہی جب ہر ذرہ تحت قدرت الٰہیہ ہی تو بُرائی و شیطان
سے پناہ بھی اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا چاہیئے اور یہ بھی سمجھ مین آگیا کہ درمیان مین کوئی مخلوق اس قابل نہین جو ایک ذرہ پر متصرف ہو کیونکہ مثلاً وہم ہوا
کہ فلان ولی اپنی قوت سے رزق یا فرزند دلوادے تو ولی کا ہر ذرہ تحت قدرت ہی دل مین ارادہ پیدا ہو تو بقدرت ہی اور رزق مین جہان پہونچنا
پیدا ہو وہ بقدرت ہی تو ولی کا خود تصرف کہان سے آیا اور رزق مین اُسکی قوت کیونکر ہوگی۔ ہان اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندے کی کرامت
ظاہر فرمانے کو کبھی اس راہ سے پیدا فرماتا ہی پس اُسکی کرامت ظاہر ہو جاتی ہے اور جاہل جسنے خدائے تعالیٰ کو نہین پہچانا وہ اُسطرف جاتا ہے
تاکہ اسکی قدرت سے نفع حاصل کرے اور یہ جہل ہی پھر مشرک تو اسی کی قدرت سمجھتا ہی تو خدائے تعالیٰ سے ایمان ہی منقطع ہو جاتا ہے نعوذ باللہ منہ
اور اگر بندۂ مومن نے ولی کی خدمت مین اللہ تعالیٰ کی رحمت چاہی تو یہ خیر ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہے فضل فرمادے وللہ الحمد والمنہ اسیطرح
اللہ تعالیٰ علیم خبیر ہی تو مخلوق سے جاکر یہ التجا کرنا کہ تم میری مدد کرو اسمین دو نظر ہین ایک یہ کہ اسمین تصرف کی قدرت ہی تو یہ خطاء و شرک ہی دوم
یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت کا ظہور شاید اس راہ سے ہو تو یہ جائز ہی اور یہ درحقیقت نظر بعنایت حق سبحانہ تعالیٰ ہی اسی طرح کسی قبر پر جاکر دعا کرانا
اگر وہ امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کو حق سمجھتا ہی کہ مُردے سنتے نہین یعنی ہماری آواز مین یہ قدرت نہین رکھی گئی ہی کہ ہم جب چاہین اُن کو سنادین کیونکہ
یہ لوگ عالم آخرت مین ہین مثلاً آدمی مین یہ طاقت نہین کہ اپنی روح کو دیکھ لے تو اس اعتقاد پر جہل سے پکارنا کیا معنی ہین اور اگر موافق اجتہاد امام
شافعیؒ وغیرہ کے یہ سمجھتا ہی کہ مُردے سن لیتے ہین تو پھر غور کرنا چاہیئے کہ کیا اُنہین قدرت جانتا ہی اور اُس کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہی یا اُنکے

ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنے حال سے آگاہی ہونچاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں [illegible]
تک پہونچی اور مرنے کے بعد عالم اعمال میں نہیں ہیں ورنہ دعا کا ثواب ہردم وہر ساعت کماتے رہتے اور قیامت تک [illegible]
سے بہت زائد ہوتا اور کرام کاتبین اسکو لکھتے رہتے اور یہ سب جہل شدید ہے اور اس طرح صفات حضرت علم [illegible]
کے نشان بتلانے میں دفتر بے انتہا تمام ہو جاویں اور کبھی تمام نہ ہوں اور کسی مخلوق کی مجال نہیں ہے کہ اسکے کلام کا ایک حرف بھی [illegible]
لا محالہ اپنے رب سبحانہ تعالیٰ سے ہم بندے التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنی الوہیت کی معرفت ہمارے دلوں میں پیدا فرماوے تو جب اس کو ہم [illegible]
ہوئے تو شرک و کفر کا نام باقی نہ رہا اور اُس کے حبیب رسول محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن و سب رسولوں و کتابوں پر ایمان ٹھیک [illegible]
اُسنے اپنی رحمت سے ہم میں اعمال صالحات پیدا فرمائے تو دنیا میں اس کی عظمت و جلال کا خوف رہا اور اسکی رحمت و کمال و جمال سے اُمید واری [illegible]
پس اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے آخرت میں اپنے اپنے درجات میں بے خوف و بے غم ہوں گے اور اس سے معلوم ہوا کہ ان بندوں کو یہ سب
کرامت بذریعہ رسول اکرم محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم و انبیائے کرام سے حاصل ہوئی پس قولہ ان الذین قالوا ربنا اللہ یہ مستلزم ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے کیونکہ بغیر اسکے معرفت نصیب ہونا محال ہے اور جب ایمان توحید حاصل ہوا تو سب ارکان اسلام پر ایمان ہے
کہ ربنا اللہ سے یقیناً ایمان توحید مراد ہے اور حدیث وفد عبد القیس میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا کہ اکیلے اللہ پر ایمان لاؤ تو
فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اکیلے اللہ پر ایمان کیونکر ہے اُنھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول ہی کو خوب معلوم ہے آپنے فرمایا کہ اسطرح ہے کہ تم شاہد
ہو کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی تمھارے دل میں یہ یقین معائنہ و مشاہدہ ہو جاوے کہ الوہیت والا کوئی نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور محمد
اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ معبود بنانا یعنی عبادت کرنا بندے کا فعل ہے تو بہت لوگوں نے جہالت سے اپنے اپنے معبود
بنائے کسی نے بت اور کسی نے اپنا نفس اور کسی نے مسیح اور کسی نے سورج وغیرہ ان سبھوں نے کسی الوہیت والے کو معبود نہیں بنایا ہے اور اگر انھوں نے
انہیں الوہیت کا دعوی کیا تو اپنے خیال سے جو چاہا وہ دعوی کر لیا تو ہر ایک انہیں سے اپنے نفس کا بندہ ہے جو ہمزاد قرین کہلاتا ہے اور ایک فرقہ
وہ ہے جسنے اللہ تعالیٰ کو معبود بنایا اور یہ حق ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا پہچاننا اگر کسی تصور سے ہو تو یہ محال و شرک ہے پس غیر ممکن ہے کہ صفات الوہیت سے پہچانے
یا ایک کا تصور باطل کرے جبتک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہو پس جب اپنے نفس سے چھوٹا اور اللہ تعالیٰ ہی کی الوہیت و تسخیر قدرت میں اپنے
آپکو ہر حالت میں سپرد کیا اور اسلام پر مستقیم رہا اور اسی سے طاعت دیکھی تو یہی ملکیت سے فائز ہوا جو آخرت میں جنتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم وفی عرائس میں ہے
کہ ابن طاہر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ازلی اقرار توحید پر استقامت ہوئی سوائے اللہ تعالیٰ کے ان کو کسی حال میں انعام دینے والا نظر نہ آیا اور نہ
اُنھوں نے غیر کی طرف رجوع کیا بعض مشائخ نے فرمایا کہ بادشاہت و ربوبیت و قدرت میں اُنھوں نے فقط اللہ تعالیٰ کو خالص دیکھا مترجم
کہتا ہے کہ اسکی توضیح میں نے سابق میں بیان کی ہے کہ خالق عزوجل اپنی مخلوقات میں متفرد سلطان ہے تمام بندے شاہ و فقیر و غریب و امیر سب میں
اُسی کی قدرت سے جو ظاہر ہوتا ہے وہ ظاہر ہوتا ہے اگرچہ کافر و مشرک کو کچھ پہچان نہیں تو وہ اپنی جہالت سے مخلوقات کی طرف سے دیکھتا
و سرگردان ہوتا ہے (م) شیخ جعفرؒ سے روایت ہے کہ اہل توحید اپنے معارف قلبی و مشاہدہ و حرکات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت [illegible]
دیکھکر مستقیم ہیں (عس) پھر جب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ارشاد و ہدایت سے سرفراز کیا کہ اپنی آوارگی و گمراہیوں سے منہ موڑ کر توحید الٰہی [illegible]
پر مستقیم ہوں اور اپنے افعال و نفس کو اُسکے قبضہ قدرت میں چھوڑ کر اسلام پر مطیع ہوں تو تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام شریعت [illegible]
حق میں لعین بندوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے وہ اسکی اطاعت ہے اور ان مقامات میں معرفت حاصل کریں چنانچہ [illegible]

Marfat.com

يْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ

اور ہم نے تاکید کیا ہے انسان کو اچھی طرح مان باپ سے بھلائی ۔ پیٹ مین رکھا اُسکو اُسکی ماں نے تکلیف سے اور جنا اُسکو تکلیف سے ۔ اور حمل مین رہنا اسکا اور دودھ چھوڑنا

ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۖ حَتّٰۤى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْۤ أَنْ أَشْكُرَ

تیس مہینے مین ۔ یہان تک کہ جب پہونچا اپنی قوت کو اور پہونچا چالیس برس کو کہنے لگا اے رب میرے میری قسمت مین کر کہ شکر کرون

نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ

احسان تیرے کا جو مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کرون نیک کام جس سے تو راضی ہو اور نیک دے مجکو اولاد میری

إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا

مین نے توبہ کی تیری طرف اور مین ہون حکم بردار ۔ وہ لوگ ہین جن سے ہم قبول کرتے بہتر سے بہتر کام

وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئٰتِهِمْ فِيْۤ أَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝

اور معاف کرتے ہین ہم برائیان اُن کی جنت کے لوگون مین سچا وعدہ جو اُن کو ملتا تھا

قال الحافظ ابن کثیر رح جب اللہ تعالیٰ نے اوپر کی آیات مین توحید و اخلاص عبادت کو اور استقامت سنت کو ذکر کیا تو اُس کے ساتھ ہی والدین کی وصیت کو ملا دیا چنانچہ قرآن مجید کی بہت آیات مین اپنی توحید عبادت کیساتھ والدین کی خدمت و طاعت کو بتمام بلاغت بیان فرمایا ہے جیسے قولہ تعالیٰ وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا ۔ ھ یعنی تیرے رب نے قطعی حکم دیدیا کہ لوگو کسی کی بندگی مت کیجیو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور یہ کہ والدین کے ساتھ اچھے برتاؤ برتیو ۔ اگر تیرے سامنے تیرے ماں باپ مین سے ایک کو یا دونون کو بڑھاپا پہونچ جائے تو اُن سے اُف نہ کہیو اور نہ اُن کو جھڑکیو ۔ ھ ۔ اور بہت آیات دیگر ہین اور یہان فرمایا ۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۔ اور ہم نے انسان کو اُسکے والدین کے حق مین اچھی خدمت گزاری کی وصیت کر دی ف یعنی حکم دیدیا کہ اچھے طور سے والدین کی خدمت کرے پھر باپ کے حقوق کو عرب بخوبی پہچانتے تھے اور سوائے عرب کے بھی تمام جہان مین مشہور ہین کہ بچہ کا باپ ہی اُس کی ماں کے کھانے کپڑے و دیگر ضروریات و سامان راحت کا متکفل ہوتا ہے اور اُسی کے نطفہ سے پاکیزہ طور پر بچہ کا وجود قرار پاتا ہے اور اُسی پر بچہ کی پرورش بالغ ہونے تک لازم ہے تو باپ کے حقوق اُسکی پیدایش و پرورش مین ظاہر ہین اور رہی اُسکی والدہ تو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے ۔ وَحَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۔ تکلیف کے ساتھ اُسکی ماں اُسکا حمل رکھتی ہے اور تکلیف کیساتھ اُسکو جنتی ہے ف یعنی فرزند کے حمل مین اُسکی ماں کو متلی شروع ہوتی ہے جس سے وہ بار بار قے کرتی ہے اور غذا ہضم نہونے سے بیمار کی طرح زرد پڑ جاتی ہے اور جب پیٹ مین بچہ بڑا ہوتا ہے تو تب مشقت کے ساتھ اُسکے بوجھ کو کرب کیساتھ اُٹھائے رہتی ہے غرضکہ جبتک پیٹ مین رہتا ہے تب تک اُسکو بچہ کی وجہ سے ہر طرح کی تکلیف و بےچینی لاحق رہتی ہے پھر جب اُسکو جنتی ہے تو اس حالت مین بھی جننا ایسی درد و تکلیف کیساتھ ہوتا ہے کہ اُسکی جان پر نوبت آجاتی ہے اور باوجود ان سب باتون کے وہ کمال محبت سے سب صدمہ اپنی جان پر لیتی ہے اور یہ نہین چاہتی کہ بچہ کی جان کو کچھ تکلیف پہونچے پھر پیدا ہونے کے بعد بھی سینہ سے لگائے ہوئے اُسکو اپنے بدن کا خون پلاتی ہے اور اپنے خون کو نہین دیکھتی بلکہ اُسی کا منہ تاکا کرتی ہے اگر کسی وقت اُسکا چہرہ ملول دیکھا تو بے انتہا محبت سے کمھلا جاتی ہے اور نہین چاہتی کہ یہ ملول ہو بلکہ سکی بلا و بیماری اپنی جان پر اوڑھ لینا چاہتی ہے ۔ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۔ اور اُس کو حمل رکھنا اور جدا ہونا تیس مہینے ہین ف چھ مہینہ کم سے کم حمل کی مدت ہے اور چوبیس مہینہ یعنی دو برس دودھ چھوڑنے کی پوری مدت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ

اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ یعنی مائین دودھ پلائین اپنی اولاد کو دو برس پورے [illegible]
کو پوری مدت تک رکھے۔ ھ۔ اسکا بیان سورۂ بقرہ پارہ دوم مین مفصل گزر چکا ہی اس سے معلوم ہوا کہ رضاعت کی [illegible]
چھ مہینہ حمل کی مدت ہی اسکو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلام الٰہی سے سمجھکر نکالا ہی اور یہ قول قوی و صحیح ہی اور حضرت عثمان
عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے موافقت کی۔ (ابن کثیر) اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ آیت مین فصال سے مراد [illegible]
پھر [illegible] مین حمل و فصال کہنے سے یہ شبہہ ہوتا تھا کہ حمل سے مراد پیٹ مین رکھنا اور فصال سے مراد اسکو جننا چنانچہ بعض علمائے [illegible]
بچہ کا حمل تیس ماہ یعنی دو برس چھ مہینہ تک رہتا ہی مترجم کہتا ہی کہ امام مالکؒ نے اپنے پڑوس کا مشاہدہ بیان کیا کہ کسی بچہ چار برس تک حمل مین رہ [illegible]
پیدا ہوئے ہین پھر آیت قدسی مین تیس ماہ سے مدت حمل مراد لینا بعید ہی اسوجہ سے کہ حمل کا معروف طریقہ لوگون مین نو مہینہ ہی اور کبھی کبھی سات [illegible]
بھی بچہ پیدا ہوتا ہی تو تیس ماہ حمل بیان کرنے سے یہان کیا نکتہ نکلتا اسواسطے کہ یہان اللہ عزوجل نے آدمی پر اسکی ماں کا حق ظاہر فرمایا کہ اتنی مدت
تک وہ اپنے فرزند کے لئے مشقت و تکلیف شدید اٹھاتی ہی تو یہان کم سے کم مدت بیان فرمانا بلیغ ہی تاکہ آدمی کو یہ وہم نہ ہو کہ اسکو اتنی دراز مدت تک
مشقت نہین رہتی ہی پس اگر یہ مراد ہوتی تو تیس ماہ مدت حمل ہی تو اسمین دو طرح سے وہم ہوتا اول یہ کہ اکثر آدمیون کو شیطان وہم لاتا کہ تیری ماں نے
تجکو تیس مہینہ تک پیٹ مین نہین رکھا کیونکہ اکثرون کی پیدایش نو مہینہ پر ہوتی ہی اور دوم یہ کہ اگر فقط تیس ماہ تک مشقت ہوتی تو لازم آتا کہ بعد جننے کے
عورت کی مشقت جاتی رہتی ہی حالانکہ ابھی بیان ہو چکا ہی کہ جبتک وہ دودھ نہین چھوڑتا ہی تب تک ماں اسکو خون جگر سے پالتی ہی بلکہ اسکے بعد بھی
جبتک وہ اپنے ہاتھ پاؤن والا نہین ہوتا ہی تب تک ماں باپ کو ہر وقت اسکی غور و پرداخت مین مشقت لاحق رہتی ہی لیکن اس مشقت مین باپ بھی اسکا شریک ہوجاتا ہی بہرحال
اللہ تعالیٰ نے کم سے کم مشقت کا زمانہ جو خاص اسکی ماں پر پیش آتا ہی وہ دو ہی برس [illegible] پایا تو معلوم ہوا کہ یہان کم سے کم مدت حمل چھ ماہ رکھی اور بعد اسکے خون جگر وغیرہ سے پالنے کی مشقت
کا آخر کم سے کم دو ہی برس بیان فرمایا کیونکہ اسمین کسی انسان کو وہم کی مجال نہین ہی کیونکہ ہر شخص جانتا ہی کہ کم سے کم اتنی مدت تک تو ضرور ہی اسکی والدہ نے اس کے لئے کیسی
کیسی تکلیفین اٹھائی ہین اگرچہ اس کے بعد بھی جب تک وہ اپنے ہاتھ پاؤن والا ہو تب تک اسکی والدہ کو اسکی پرورش مین مشقت باقی رہی لیکن اسوقت
یہ احتمال ہی کہ اسکا باپ یا دوسرے لوگ بھی فی الجملہ شرکت کر لیتے ہین مگر دودھ پلانے کے زمانے مین خاص اسکی ماں ہی اپنے خون جگر سے پالتی ہے
اور اگر سردی مین اسنے پیشاب کر دیا تو سوکھے بچھونے پر اسکو لٹاتی ہی اور دھو کر گیلے بچھونے پر آپ لیٹتی ہے پس فرزند کو کسی طرح جائے گفت نہین ہی
کہ آخر کم سے کم چھ ماہ تک تو ضروری ہی اسنے حمل مین رکھا اور جننے کے بعد بھی کم سے کم دو برس تک اسی نے خاص کر اپنا خون جگر پلا کر پالا اگرچہ بعد اسکے
وہ کچھ کھانے لگا اور باپ بھی کچھ اس کی پرداخت مین شرکت کرنے لگا پس آدمی کو اپنی ماں کا خاص حق لحاظ رکھنا چاہیئے اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے
اپنے حق کے ساتھ والدین کے حق کی تاکید فرمائی ہی اور اسمین نکتہ یہ ہی کہ تربیت دو طرح ہی ایک رب حقیقی اور دوم رب مجازی پس اللہ تعالیٰ رب حقیقی ہی
اور اس رب حقیقی سبحانہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کو مجازی لباس مین آدمی کے والدین سے ظاہر فرمایا لہذا اپنے حق ربوبیت کیساتھ والدین کا حق بھی
ملایا اور اسکی نظیر یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات پر عادل حقیقی سلطان ہی اور اس شان کو مجازی سلطان عادل کے پیرایہ مین ظاہر فرمایا ہی [illegible]
حدیث مین آیا کہ السلطان ظل اللہ فی الارض یعنی زمین مین سلطان عادل سایہ خدا ہوتا ہی پس یہان بھی یہی نکتہ ہی کیونکہ حقیقی سایہ مراد نہین [illegible]
اسلئے کہ حق سبحانہ تعالیٰ سایہ وغیرہ سے پاک ہی اور یہان سے یہ نکتہ بھی سمجھ مین آگیا کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا حق اپنے بندے پر حقیقی ہی اور [illegible]
اسکے سایہ کا حق مجازی ہی یعنی والدین کا حق پرورش بھی حقیقی پروردگار سبحانہ تعالیٰ کے حق کیوجہ سے ہی پس اگر ماں باپ کسی ایسی بات پر ہٹ کرین جس مین اللہ تعالیٰ کی [illegible]
کی بات کو ہرگز نہ سننا چاہیئے کیونکہ مجازی بھی کہین حقیقت کا مقابلہ کر سکتا ہی ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ابو داؤد و ابو یعلی [illegible] نے روایت کی کہ [illegible]

Marfat.com

کہ جب میں مکہ میں ایمان لایا تو میری مان کو سخت ناگوار ہوا اور وہ میرے بھائیون سے مجکو زیادہ پیار کرتی تھی پھر اُسنے سُنا کہ جو کتاب اللہ تعالی نے
نازل فرمائی ہو اسمین مان باپ کی اطاعت کا حکم ہو تو اُس نے مجھ سے کہا کہ تو جس دین مین داخل ہوا ہو کیا اُسمین تجکو یہ حکم نہین دیا گیا کہ والدین کی
نافرمانی نہ کیجیو مین نے کہا کہ کیون نہین تو اُسنے کہا کہ پھر مین کسی طرح راضی نہون گی جبتک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کفر نہ کرے مین نے
کہا کہ مین ہرگز اُن سے کفر نہ کرونگا تب وہ بولی کہ پھر مین بے دانہ پانی مر جاؤنگی تا کہ تمام عرب مین تو فضیحت ہو اور ہمیشہ تیرا نام بد باقی رہے کہ تو نے اپنی
مان کو قتل کیا یہ کہکر وہ بے دانہ پانی دھوپ مین بیٹھی اور ہر چند اُسکو لوگ سایہ مین کھینچ لاتے پھر وہ دھوپ مین چلی جاتی اسی طرح بے دانہ پانی کے
اُسکو دو دن گذر گئے تیسرے دن مین نے غمناک ہو کر اُس سے کہا کہ واللہ مجھے اپنی جان عزیز نہین ہو مگر مین اللہ تعالی سے کفر نہین کرونگا اور تیری ایک
جان نہین اگر سو جانین ہون اور میرے سامنے ایک ایک کرکے نکل جاوین تو بھی مین اپنے اللہ تعالی سے کفر نہین کرونگا پس اللہ عز وجل نے نازل فرمایا وان
جاہداک لتشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعہما الآیۃ۔ یعنی اللہ تعالی فرماتا ہو کہ ہم نے تجھے والدین کی طاعت کا حکم دیا ہو لیکن اگر تیرے والدین تیرے ساتھ
یہ کوشش کرین کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو ساجھی بناوے جسکا تجکو کچھ علم نہین ہو تو اُنکی بات مت مانیو (رواہ اصحاب الصحاح) اور مترجم نے اس کو
سابق مین مطول ترجمہ کر دیا ہو اور اس سے معلوم ہو گیا کہ والدین کے حقوق کا ہر حال مین لحاظ رکھنا چاہیے خواہ وہ کافر ہون یا مسلمان ہون کیونکہ کفر و ایمان
تو اللہ تعالی کی مشیت ہو اور آدمی کو کافر والدین کے ساتھ بھی نیکی و خدمت کرنا چاہیے لیکن یہ خدمت اپنی حد تک ہو پھر اگر وہ اس بات کے درپے ہون کہ
اللہ تعالی رب حقیقی کے ساتھ شرک یا اُسکی نافرمانی کرے تو اسمین ہرگز اُنکی اتباع نہین کرنی چاہیے اگر کہا جاوے کہ یہان تو آیت مین یہ قید نہین ہو جواب
یہ کہ اللہ تعالی نے دوسری آیت مین صریح یہ حکم دیدیا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور یہان اسوجہ سے یہ بات بیان نہین فرمائی کہ یہان بندۂ مومن اور
اُسکے ایماندار والدین کا بیان منظور ہو چنانچہ آگے تجکو خود ہی ظاہر ہو جائیگا کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ۔ یہان تک کہ
جب بچہ اپنی مضبوطی کو پہونچا یعنی قوی ہو کر شباب تک آیا یہانتک مردانگی کے مرتبہ پر پہونچ گیا۔ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ
اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ
مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔ اور وہ چالیس برس تک پہونچا تو بولا کہ اے میرے رب مجھے توفیق دیدے اس بات کی کہ مین تیری اس نعمت کا شکر کرون جو تو نے
مجھ پر اور میرے والدین پر انعام فرمائی اور توفیق اس بات کی کہ مین ایسا نیک کام کرون جو تیرے پسند ہو اور میرے رب میرے لیے اولاد مین صلاحیت دیدے
مین تیری طرف رجوع لایا ہون اور مین تیرے مسلمان بندون مین سے ہون ف پس معلوم ہوا کہ یہان ایسے انسان کا ذکر ہو جو خود مسلمان ہو اور اُس کے
والدین مسلمان ہین کیونکہ اللہ تعالی نے اُسکا یہ حال بیان فرمایا کہ جب وہ چالیس برس کا ہوا تو اپنے پروردگار تعالی کی درگاہ مین اسلام کے ساتھ
گردن جھکا کر اپنی توبہ ظاہر کی اور عاجزی کرنے لگا کہ اے پروردگار مجکو شکر کی اور نیک عمل کی توفیق دیدے کہ مین اس نعمت کا شکر ادا کرون جو تو نے مجھ
اور میرے والدین پر انعام فرمائی اور سب سے بڑا انعام یہ ہو کہ اسلام کی توفیق دی اور مین ایسا عمل صالح کرون جس سے تیری رضامندی پاؤن پھر اس کے
بعد اس بندۂ صالح نے اپنی اولاد کی بہتری چاہی یعنی میری اولاد کو اپنے صالح بندے کر دے اور اُسنے اُسکو بھی اپنے اوپر اللہ تعالی کا احسان لیا
اور کہا کہ میرے واسطے میری اولاد کو صالح کر دے یعنی یہ بھی تیرا احسان مجھ پر ہو جیسے میری اولاد پر بھی بذات خاص احسان ہوگا پس اس آیت قدسی کا
حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالی نے انسان کو اُسکے والدین کے حق مین احسان کا حکم فرمایا پس جو بندہ نیکبخت ہو وہ جب بالغ ہو کر انتہائے عقل یعنی چالیس
برس تک پہونچا تو اپنے باپ کا حق پہچانا اور اپنی والدہ کی مشقت و درد و دُکھ اُٹھانے کا حق پہچانا اور ان مجازی پرورش کرنیوالون کے ساتھ اپنے حقیقی
پروردگار سبحانہ تعالی کا حق عظیم پہچانا پس اُسکی درگاہ مین گردن جھکا کر عاجزی سے توبہ کی اور حقیقی پروردگار سے توفیق مانگنے لگا کہ شکر گزاری کی توفیق

ملے اور عمل صالح کی توفیق ملے اور میری اولاد بھی صالح کر دی جائے کیونکہ اس نیکبخت نے خوب پہچان لیا کہ مجازی ماں باپ کا سلوک
یہ سب اُسی رب عزوجل کا احسان ہے کہ اُس نے کس شان سے پرورش فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے ایسے بندوں کو محبوب رکھتا ہے چنانچہ فرمایا
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا ایسے ہی ہمارے وہ بندے ہوتے ہیں کہ اُن سے ہم اُن کے ہر عمل کو جو انھوں نے کیا ہے بہتر قبول کرتے
ہیں ف اگرچہ اُنکا عمل قلیل ہو۔ وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ اور اُن کی بُرائیوں سے درگذر فرماتے ہیں ف اگرچہ وہ کیسی ہی بڑی ہوں کیونکہ
ان بندوں نے توبہ اور ندامت کے آنسوؤں سے اپنی بُرائیاں دھو ڈالیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں پر اُن کی ذات سے زیادہ مہربان ہے لہٰذا
وہ عفو و درگزر کیساتھ اُن سے قبول فرماتا ہے۔ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ منجملہ اہل جنت کے ف یعنی قبولیت سے اُن کو جنتی لوگوں میں داخل فرماتا ہے
اور وہ لوگ بھی اپنے پروردگار تعالیٰ شانہٗ کی شان رحمت کو دیکھ چکے ہیں اور اسکی پرورش و نعمت کے آثار اپنے اوپر پا چکے ہیں تو وہ اپنے رب سبحانہ تعالیٰ سے
کسی بات میں مایوس نہیں ہیں بلکہ ہر ایک کرم کے اُمیدوار ہیں اور اُسکی کتاب و رسول پر ایمان لائے ہیں پس اللہ تعالیٰ اُن کو جنت میں داخل فرمادیگا۔
وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ سچا وعدہ ہے وہ ہے جو اُن کو دیا جاتا تھا ف یعنی ایسے لوگ جن کے صفات اوپر مذکور ہوئے ہیں
جو اللہ کی طرف رجوع لاکر توبہ استغفار کرتے ہیں اور قصور و خطا سے مغفرت مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال میں سے بہتر کو قبول فرماتا ہے اور اُنکی خطاؤں
سے درگزر کرتا ہے پس بکثرت خطاؤں کو بخشتا اور قلیل عمل کو قبول کر کے اصحاب جنت میں اُس وعدہ صدق کے موافق داخل فرماتا ہے جو اُن سے دنیا میں
وعدہ فرمایا تھا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو یہ دعا سکھلاتے تھے کہ التحیات کے بعد ہم یہ دعا کیا
کریں۔ اَللّٰهُمَّ اَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْٓ اَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَاَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ
الرَّحِيْمُ وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا عَلَيْكَ قَابِلِيْهَا وَاَتِمَّهَا عَلَيْنَا یعنی الٰہی ہمارے دلوں میں الفت دیدے اور ہمارے
باہمی معاملات کی درستی کر دے اور ہم کو سلامتی کی راہیں چلا اور ہم کو تاریکیوں سے پھیر کر نور میں لا اور ظاہری و باطنی بدکاریوں سے ہم کو دور رکھ
اور ہمارے کانوں و آنکھوں و دلوں میں برکت دے اور ہماری جورو و بچوں میں برکت دے اور ہم پر ترحم فرما کہ تو ہی تواب الرحیم ہے اور ہم کو ایسے بندے
کر دے کہ ہم تیری نعمتوں کا شکر کریں اور ان نعمتوں کے شکر یہ میں تیری حمد و ثنا کریں پس تو اپنی نعمتیں ہم کو عطا کر اور ہم پر پوری کر دے (رواہ ابو داؤد)
اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جبرئیل علیہ السلام نے بیان کیا کہ قیامت میں بندۂ خدا کی نیکیاں و برائیاں لائی جائینگی
پس ان میں باہم بدلا کیا جائیگا پھر اگر کوئی ایک نیکی بھی باقی رہی تو اللہ تعالیٰ جنت میں اسکو بہت وسیع فرمائیگا راوی نے کہا کہ میں نے اسکو یزداد رحمۃ سے
بیان کیا تو اُنھوں نے ایسی ہی حدیث روایت کی تو میں نے عرض کیا کہ پھر اگر اُسکی سبھی نیکیاں جاتی رہیں تو کیا ہوگا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے حق میں
فرماتا ہے کہ اولٰئک الذین نتقبل عنہم احسن ما عملوا و نتجاوز عن سیٰاتہم فی اصحاب الجنۃ وعد الصدق الذی کانوا یوعدون (رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم)
شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث بروایت منفرد ہے لیکن اسکی اسناد جید ہے کچھ مضائقہ نہیں ہے یوسف بن سعد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ بصرہ
میں جس مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لڑائی میں اہل بصرہ پر فتح پائی تھی وہیں میں نے مکان بنایا تھا تو اسمیں محمد بن حاطب اُترے پھر ایک روز
محمد نے کہا کہ میں حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا اور اسوقت آپکی حضور میں عمار و صعصعہ اور مالک اشتر اور محمد بن ابی بکر
الصدیق رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے پس ان لوگوں نے آپس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور اُن کے حق میں بدگوئی کی اور حضرت علی رضی اللہ
عنہ ایک تخت پر ہاتھ میں چھڑی لئے ہوئے بیٹھے تھے تو اُنھوں نے جب آپس میں یہ تذکرہ کیا تو بعض نے کہا کہ تم ایسے شخص کی خدمت میں موجود ہو کہ اسے

اس بارہ میں دریافت کرلو تو تم کو صاف بات معلوم ہو جاوے پس ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ ایسے بندوں میں سے تھا جن کے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے اولئک الذین نتقبل عنہم احسن ما عملوا ونتجاوز عن سیئاتہم فی اصحاب الجنۃ وعد الصدق الذی کانوا یوعدون علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ یہ عثمان و اسکے ساتھی ہیں واللہ یہ عثمان و اسکے ساتھی ہیں واللہ یہ عثمان و اسکے ساتھی ہیں یعنی تین مرتبہ فرمایا۔ یوسف نے کہا کہ میں نے محمد بن حاطب سے کہا کہ واللہ آپنے اسکو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سُنا ہے تو فرمایا کہ واللہ اسکو میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے رواہ ابن ابی حاتم باسناد حسن (مترجم کہتا ہے کہ جو شخص خالص ایمان رکھتا ہے اور اُسکے نور سے مستفیض ہے جب وہ زمانۂ عرب کے حالات کو پیش نظر لا کر دیکھتا ہے تو اُسپر اُنکی جوانمردی وصدق و دیانت کھل جاتی ہے پھر جب زمانۂ اسلام میں اُسکے حالات دیکھتا ہے تو اُن کی صفائی نور سے اسکو یہ شان نظر آتی ہے کہ وہ لوگ خالص اپنے رب عزوجل کے بندے تھے اور اللہ تعالی کے مقابلے میں دنیائے حقیر کی کیا ہستی ہے اپنے باپ بیٹے کا لحاظ نہیں کرتے تھے اور اللہ تعالی کی نافرمانی اگرچہ حقیر ہو اُسکو پہاڑ کے برابر جانتے اور اُسکے لئے اپنی جان فدا کر دینا کچھ اہم نہیں سمجھتے تھے اور وہ کیفیت اب ایسی بے خیال ہے کہ اس زمانہ کو دیکھتے ہوئے بہت کم عالموں کے قیاس سے باہر ہے تو بھلا عوام کا کیا ذکر ہے ولیکن انھیں بندوں کو سوجھتا ہے جو نور ایمان سے کچھ روشنی پائے ہوئے ہیں سو انکو بھی اسقدر دور نظر آتا ہے جیسے آفتاب کو بہت دور دیکھتے ہیں مگر یاد رکھو کہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے امر حق یہی ہے کہ وہ لوگ اپنے رب عزوجل کے بندے خالص تھے اور اللہ تعالی و اُسکے رسول کی محبت میں جب اُن کو اپنی جان پیاری نہ تھی تو کسی کی جان کی پروا نہ کرتے تھے اور جو کچھ کرتے تھے وہ سب اللہ تعالی ہی کیلئے تھا جیسے حدیث میں آیا کہ تم میں کوئی مومن نہ ہوگا جبتک وہ اس قرآن پاک و رسالت کا مطیع نہ ہو جاوے جسکو میں لایا ہوں اور اپنے جی کو چھوڑ دے پس وہ مومن خالص ہوئے اور حدیث میں ہے کہ مومن نہ ہوگا جبتک کہ میں اسکو اسکی جان و مال و اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں پس وہ مومن کامل ہوئے حتی کہ حضرت عالم الغیب جل شانہ نے تمام جہان کو اعلان کر دیا کہ اولئک ہم المومنون حقا جب اللہ تعالی کی شہادت ہے وہ اس کمال کیساتھ مومن صادق ٹھہرے تو ضرور جو کچھ ان کے افعال تھے سب اللہ تعالی ہی کے واسطے تھے اور خود حدیث میں ایمان کامل کی یہ شناخت فرمائی کہ اپنے بھائی مسلمان کی نصرت کرے اگر مظلوم ہے تو مدد کرے اور اگر وہ ظالم ہو تو بھی اسطرح کہ اسکو ظلم سے روکے حتی کہ ایک کو دوسروں کیلئے قتل کرنا بھی نصرت ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ باغیوں کے قتال کا حکم ہے یہانتک کہ مطیع امام ہو جاویں پھر جب اسطرح اپنے نفس کو ایک دم کیواسطے بہت جبر و قہر کرکے حق پر روکے اور اسوقت غور کرے تو اسپر حق کھل جاوے اور اگر اُسنے بے ایمانی و جہالت سے روافض وغیرہ کی طرح غور کیا تو شیطانی پنجہ میں سوائے ظلمات ضلالت کے اسکو بھلا کیا نظر آویگا یہی وجہ ہے کہ علمائے اہلسنت نے عوام کو ایسی غور سے منع کر دیا ہے اور خود ایسے صراط مستقیم پر رہ کر دیکھ لیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب حق پر تھے اور بعض کو بعض پر فضیلت تھی لیکن جو اُن میں کمتر تھا وہ بھی اللہ تعالی کے نزدیک اس زمانے کے غوث و قطب سے افضل تھا پھر اُن کے مراتب عالیہ دیکھنے کیلئے غوث و قطب کی آنکھیں درکار ہیں تو بھلا عوام کیونکر دیکھ سکتے ہیں فافہم بالجملہ اللہ تعالی نے اپنے بندگان صالحین کے فضائل بیان فرمائے اور اکابر علما متفق ہیں کہ اس آیت میں جو فضائل مذکور ہیں حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو بدرجۂ اکمل حاصل ہوئے اور ایسے کمال کے ساتھ کسی کو حاصل نہ ہوئے چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے والدین اسلام لائے حتی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب انتقال کیا تو اُن کے والد رضی اللہ عنہ نے کچھ جزع و فزع نہ کیا اور اسی قدر کہا کہ جو اللہ تعالی نے لیا وہ اسی کا ہے اور انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ ہیں اور دوسری بیٹی اسماء رضی اللہ عنہا حضرت زبیر بن العوام جنتی شہید کی بی بی اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ صحابی مجاہد ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اپنے درجہ میں اس آیت قدسی کے شرف سے مشرف ہیں رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین پھر اللہ تعالی نے ایسے لوگوں کا حال بیان کیا جس نے

Marfat.com

رب مجازی یعنی والدین کی نافرمانی کی تو وہ بھلا کب رب حقیقی سبحانہ تعالےٰ تک راہ پاوے گا و لہذا فرمایا قال تعالیٰ

وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِن

اور جس شخص نے کہا اپنے ماں باپ کو میں بیزار ہوں تم سے کیا مجکو وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤنگا قبر سے اور گذر چکی ہیں کتنی سنگتیں مجھ سے

وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ مَا هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ

اور وہ دونوں فریاد کرتے اللہ سے ارے خرابی تیری تو ایمان لا بیشک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہی پھر کہتا ہے یہ سب نقلیں ہیں

الْأَوَّلِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ

پہلوں کی وہ لوگ ہیں جن پر ثابت ہوئی بات شامل اور فرقوں میں جو گزرے ہیں ان سے پہلے جنوں کے

وَالْإِنسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ

اور آدمیوں کے بیشک وہ تھے ٹوٹے میں آئے اور ہر فرقے کے کئی درجہ ہیں اپنے کئے کاموں سے اور تا پورے دے انکو کام اُن کے اور اُن پر

لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ

ظلم نہ ہوگا اور جس دن لائے جائیں گے منکر آگ کے سرے پر ضائع کئے تم نے اپنے مزے اپنے جیتے

الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُم بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنتُمْ

دنیا کے اور اُن کو برت چکے اب آج سزا پاؤگے ذلت کی مار بدلا اُس کا جو تم

تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَفْسُقُونَ ۝

غرور کرتے تھے ملک میں ناحق اور اسکا جو تم بے حکمی کرتے تھے

وَالَّذِي قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا۔ اور ایسا شخص جس نے اپنے والدین سے کہا کہ تم پر تف ہو ف حالانکہ اُسکے والدین مسلمان ہوں بس اُس شخص نے اپنے رب عزوجل سے کفر کیا اور اپنے والدین سے بھی عاق ہوا حالانکہ والدین اب بھی اُسکو نیک راہ لگاتے اور اُس کی خیرخواہی چاہتے تھے مگر اُسنے بجائے شکرگزاری و فرمانبرداری کے اپنے والدین کو کہا کہ تم پر تف ہو۔ أَتَعِدَانِنِي أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِن قَبْلِي۔ کیا تم دونوں مجھے وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤنگا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت زمانہ گذر گئے ف یعنی اس کافر نے اپنے والدین کو اس بات پر تف کیا کہ تم دونوں مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قیامت میں زندہ کرکے قبر سے نکالا جاؤنگا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت زمانے والے مرکر گل گئے اور اُن میں سے کوئی بھی دوبارہ زندہ نہیں ہوا پس تمہارے اس بہکانے پر تف ہو وَهُمَا يَسْتَغِيثَانِ اللَّهَ وَيْلَكَ آمِنْ تا حالانکہ اس کافر کے والدین دونوں اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے تھے کہ اے شخص تیرا بُرا ہو تو ایمان لا ف یعنی اسکو برابر سمجھاتے اور اُسکی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت مانگتے تھے اور اُس سے کہتے کہ اے کمبخت تو ان خیالات شیطانی میں گمراہ نہ ہو بلکہ ایمان لا کہ ضرور اللہ تعالیٰ قیامت میں مُردے زندہ فرماویگا۔ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہو ف اور وہ اگلے زمانوں کے مردوں کو بھی اول سے آخر تک زندہ کریگا اور جس نے آدمی کو ابتدا میں پیدا کردیا اسکو سب قدرت ہو جب چاہے زندہ کردے فیقول مَا هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ۔ تو یہ کہے کہ یہ باتیں کچھ نہیں سوائے اسکے کہ اگلوں کی بنائی ہوئی کہانیاں ہیں ف یعنی والدین تو اس طرح دل سے اُسکے واسطے دعا کریں اور زبان سے اُسکو نصیحت کریں مگر یہ کافر کمبخت اُن کے جواب میں کہے کہ تم جن باتوں کا احتمال

135859

Marfat.com

ہوا اُنکو بھی بہکاتے ہو یہ پرانے خیالات ہین جنکی کچھ اصلیت نہین ہے اور نئی روشنی والے ایسے خیالات کو نہین مانتے ہین کیونکہ وہ نیچر کو خوب
پہچانتے ہین یہان ہر عاقل بنظر عبرت دیکھ سکتا ہو کہ یہ کافر بے ادب کس طرح اپنے والدین سے عاق ہوا اور کس طرح اُسنے اپنے رب حقیقی سبحانہ تعالی
سے کفر کیا اور ایسے کافر بے ادب ہر زمانہ مین موجود رہتے ہین تو اُنکا انجام بھی اپنے مثل بے ادب کافرون کے ساتھ مین ہو ۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ
عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ۔ ایسے ہی بے ادب کافر وہ ہین
کہ جن پر بات ٹھیک اُتری اُن گروہون کیساتھ مین جو اِن سے پہلے جنون وانسان کے جتھے گذر چکے ہین یہی لوگ خوار ہونے والے ہین ف
یعنی اس اُمت مین قیامت تک جو کفار بیہودہ بکنے والے عاق ایسے ہون تو اُن سے پہلے جن وانس کے جو گروہ کافر گذر چکے اُنھین مین یہ لوگ بھی شامل
ہون گے انھین پر اللہ تعالی کی بات ٹھیک اُتری جو ابلیس سے فرمائی تھی یعنی جہنم کو تجھ سے اور تیری پیروی کرنیوالون سے بھرونگا پس ان کفار
عاق وبدکار کو رحمت سے خوار رکھا گیا اور شیطان کی پیروی مین چھوڑ دیا گیا کیونکہ یہی لوگ خوار ہین اگر کہا جاوے کہ کافرون مین بعضے ایسے
ہوتے ہین کہ اپنے والدین کی خدمت کرتے ہین اگرچہ وہ اللہ تعالی سے کافر ہون تو یہ کافر جس نے کفر کے باوجود اپنے والدین کو بھی دکھ دیا اور
اُن سے نافرمان ہوگیا تو یہ کیونکر ان کافرون مین شامل ہوا جواب یہ ہو کہ کفر تو سب ایک ہی راہ ہو اور سب کا انجام جہنم ہو لیکن اُن کی بدیون
مین فرق ہو مثلاً جس نے اللہ تعالی سے کفر کیا مگر اپنے والدین کی خدمت کرتا تھا تو ایسے کافر سے یہ کافر بدتر ہو جو والدین سے بھی عاق تھا یعنی اُنکی
نافرمانی کرتا تھا پس ہر ایک اپنی بدکاری کے حساب سے جہنم کے طبقہ مین جاویگا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا ۔ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوا ۔ اور ہر ایک
کیواسطے اُن کے اعمال سے درجات ہین ف یعنی ہر ایک نے جیسے عمل کئے ہین اُنھین کے حساب سے اُسکا مرتبہ ہوگا اور اس حکم مین جن وانس شامل ہین اور ہر ایک
مین سے کافر ومومن داخل ہین پس ہر ایک مین سے دو ہی فریق ہین یعنی جن مین سے ایک فرقہ مومن ہو اور ایک فرقہ کافر ہے اور اسی طرح انسان مین سے بھی
ایک فرقہ مومن ہو اور ایک فرقہ کافر ہو اور ان دونون کے سوائے تیسرا کوئی فرقہ نہین ہو اور ہر ایک کے واسطے دو ہی انجام مقرر ہوئے ہین اور ہر ایک کیواسطے
اپنے اپنے انجام تک پہونچنے کی دو ہی راہین ہین پس مومنین سب اپنی راہ اسلام پر چلے جاتے ہین یہانتک کہ جنت تک پہونچین اور کافرین سب اپنی راہ
چلے جاتے ہین یہانتک کہ جہنم پر پہونچین اور ان دونون کی راہین بالکل ایک دوسرے سے مخالف ہین اور کافرون کے پاس بالفعل دنیا مین ایسی چیزین
ہین جنکی طرف آدمی کا جی للچاتا اور دوڑتا ہو کیونکہ آدمی کا جی اُسکے جسم کی طبیعت ہو اور یہ جسم اسی دنیاوی مادیات سے پیدا ہوا ہو تو وہ خواہ مخواہ انھین چیزون
کی طرف دوڑتا ہو اسیواسطے مسلمان بھی کبھی اپنے جی کا دھوکا اُٹھا کر گناہ مین ملوث ہوجاتا ہو ولیکن یہ اسکی اصل راہ نہین ہو جب یہ معلوم ہوگیا تو دیکھنا چاہیے
کہ اہل اسلام جو اپنی راہ توحید پر جاتے ہین اُن مین سے بعضے نہایت متقی وپرہیزگار ہوتے ہین اور بعضے تقوی مین کم درجہ ہوتے ہین یہانتک کہ بعضے گناہون
مین مبتلا ہوجاتے ہین لیکن شرک وکفر سے پرہیز کرنے مین سب برابر ہین پس جب یہ اپنی انتہا یعنی جنت مین پہونچین گے تو اپنے اعمال کے موافق ہر ایک کے
درجات ہون گے پھر ہر ایک کے درجہ مین جو کچھ اللہ تعالی نے نعمتین رکھی ہین وہ پائین گے اب اُنکے مخالف یعنی فریق کافر کو دیکھو کہ وہ سب اللہ تعالی سے کفر کرنے
مین یکسان شریک ہین پھر بعض تو کافر ومشرک وظالم وبدکار بدرجۂ غایت ہو اور بعض اس سے کم ہو تو وہ بہ نسبت اپنے پہلے والون کے اچھا ہو پھر جو اس سے
کم ہو وعلی ہذا القیاس یہانتک آخر یہ ہو کہ کسی آسمانی کتاب پر ٹھیک چلتا ہو مگر کسی پیغمبر سے منکر ہو کر کافر ہوگیا تو یہ بھی جہنمیون کی راہ پر ہو وہ جہنمی ہونے
مین سب کے برابر ہو ولیکن جہنم کے کئی طبقہ ہین تو یہ اپنے طبقے مین رکھا جائیگا پس اللہ تعالی نے دنیا مین ہر ایک کو اُسکی راہ پر چھوڑ دیا ہو تاکہ اپنے اپنے اعمال
کما لے پھر زندہ کریگا تاکہ اپنی کمائی کا پھل پاوے ۔ وَلِيُوَفِّيَهُمْ أَعْمَالَهُمْ اور تاکہ اُن کو اُن کے اعمال پورے ادا کردے ف اسیواسطے ہر ایک کے
[illegible] مین وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۔ اور وہ لوگ کچھ ظلم نہین کئے جاوینگے ف پس مومنون کی نیکیون مین سے کچھ کم نہین کیا جائیگا اور کافر کی

Marfat.com

بدکاریون مین کچھ بڑھایا نہین جائیگا۔ (تنبیہ) قولہ تعالی ووصّینا الانسان بوالدیہ احسانا۔ ان آیات مین اللہ تعالی نے انسان
کو اپنے پرورش کرنیوالے والدین کے حق مین نیکی کا حکم دیا اور اس سے ظاہر ہو کہ حقیقی پروردگار جلشانہ کی عبادت
و فریق کئے اول وہ جنھون نے حقیقی رب عزوجل کو پہچانا اور اُسکے حکم کی فرمانبرداری مین والدین کی خدمت کی ادا کی
اُنکا درجہ جنت مین ہو اور فریق دوم وہ کہ جس نے حقیقی رب عزوجل سے کفر کیا اور حکم نہ مانا اور اپنے والدین کی نافرمانی مین عاق ہوا
جہنم مین ہو پھر قسم اول جنکی نسبت فرمایا فی اصحاب الجنۃ وعد الصدق الذی کانوا یوعدون یعنی حالت بلوغ مین ہدایت حاصل کی اور چالیس برس کی
عمر مین اپنے والدین و اولاد کیلئے دعا کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ بشارت دربارۂ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نازل ہوئی چنانچہ
اللہ تعالی نے اُن کے والدین کے بارہ مین اُن کی دعا قبول فرمائی کہ وہ دونون مسلمان ہوگئے اور اُن کی اولاد کے حق مین بھی قبول فرمائی کہ وہ سب
اچھے مسلمان ہوئے نسفی رح نے ذکر کیا کہ سینتیس برس کی عمر مین ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ہوتے ہی فوراً ایمان لائے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اسوقت چالیس برس کی تھی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے کچھ کم تین برس چھوٹے تھے پھر جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عمر چالیس برس
کی ہوئی تو اپنے والدین و اولاد کیلئے دعا کی اور وہ قبول ہوئی اور یہ بات سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کو صحابہ مہاجرین و انصار مین سے
حاصل نہین ہوئی پھر دوسری مثال جسمین آدمی کا خود کفر کرنا اور والدین سے عاق ہو کر جہنم مین جانا مذکور ہو اُسکا نزول بھی کسی خاص شخص کے
بارہ مین تھا لیکن اسکا نام ظاہر نہین ہوا ہو اگرچہ یہ دونون آیتین قیامت تک عام ہین اور جسوقت انکا نزول ہوا ہو تو اسوقت مین انکی مثال موجود
تھی اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور دوم کوئی شخص دیگر ہو چنانچہ آیندہ ظاہر ہوگا اور شاید اُسکا نام اسواسطے نہین لیا جاتا تھا تاکہ جو شخص اُسکی
اولاد مین سے موجود تھا اُسکو ملال نہ پہونچے بلکہ حضرت ابن عباس و مجاہد وغیرہ فقط حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام لیتے تھے کیونکہ اُن کے
حق مین خوبی و فضیلت کی مثال ہو پھر یہان آگاہ رہنا چاہیئے کہ بعضے لوگون نے نادانی سے یہ سمجھا کہ دوسری آیت بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک
پسر کے حق مین نازل ہوئی ہو اور یہ محض غلط ہو اور غلطی کی وجہ مین نے اوپر بیان کر دی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ یون فرماتے کہ حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کے بارے مین اسکا نزول ہو تو سننے والے نے غلطی سے یہ سمجھا کہ دوسری آیت مین اُنکے کسی فرزند کا بیان ہو جو ایمان نہین لایا اور کافر گیا
حالانکہ ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہ نے اول آیت مین تصریح سے بیان کیا کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارہ مین نازل ہوئی اور دوسری آیت
کے بارے مین حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اگر مین چاہون تو بیان کر دون کہ وہ فلان بن فلان کے حق مین ہو یعنی اس مصلحت سے
نہین بتلایا کہ اُس شخص کی اولاد جو مسلمان موجود ہو اسکو لوگ طعنہ دینگے پس صاف ظاہر ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارہ مین فقط پہلی آیت ہو
اور دوسری آیت سے اُنکے خاندان کو کچھ تعلق نہین ہو کیونکہ اُنکے والدین و اُن کی اولاد سب مومنین مشہور ہین اُنمین سے کوئی بھی کافر نہین مرا اور اسپر
دلیل یہ ہو کہ ابن ابی حاتم نے بسند صحیح روایت کی کہ عبداللہ رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ مین مسجد نبوی مین موجود تھا جس زمانے مین کہ امیر المومنین معاویہ
کی طرف سے مروان مدینہ پر حاکم تھا تو مروان نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ اللہ تعالی نے امیر المومنین معاویہ کو یزید بن معاویہ کے بارہ مین اچھی رائے دکھلائی ہو اور
وہ رائے یہ ہو کہ اپنی زندگی مین یزید کیلئے لوگون سے بیعت لیلین اور اسکو خلیفہ کر جاوین اور یہ بھی سنت طریقہ ہو کیونکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ
کو خلیفہ کیا تھا یہ سنکر عبدالرحمن بن ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سنت نہین ہو بلکہ قیصر ہرقل کی سنت ہوگی اور ابوبکر رضی اللہ
عنہ نے اس خلافت کو واللہ اپنی کسی اولاد یا کسی خاندانی شخص کے حق مین نہین قرار دیا اور معاویہ نے اسکو اپنے فرزند کے حق مین اسلیے ...
اُس کے فرزند پر شفقت و کرامت ہو یہ سنکر مروان جل گیا اور کہنے لگا کہ تو وہی شخص ہو کہ تیری ہی شان مین یہ آیت اتری الذی قال ...

یہ کہا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہین بلکہ تو البتہ ایک ملعون کا بیٹا ہی کیونکہ تیرے باپ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہی اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے حجرہ سے ان دو نون کی باتین سنتی تھین پس ام المومنین رضہ نے کہا کہ ای مروان تو ہی کہتا ہی کہ عبدالرحمن کے بارہ مین یہ آیت اُتری ہی تو نے جھوٹ کہا بلکہ یہ آیت تو فلان بن فلان کے حق مین اُتری ہی پھر مروان منبر سے اُتر کر حضرت ام المومنین کے حجرے کے دروازے پر آیا اور کچھ باتین کرنیکے بعد واپس ہوا (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ شاید ام المومنین رضی اللہ عنہا کو مروان کی گفتگو سے اُسوقت خبر ہوئی جب عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے حجرے مین جا کر ام المومنین رضی اللہ عنہا کو آگاہ کیا چنانچہ امام بخاری نے باسناد صحیح روایت کی کہ یوسف بن ماہک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے مروان کو صوبۂ حجاز پر حاکم کیا تھا پس مروان نے ایک روز خطبہ پڑھا اور خطبہ مین یزید بن معاویہ کا ذکر کرنا شروع کیا تاکہ اسکی فضیلت سن کر اسکے باپ کے بعد لوگ اُس سے بیعت کرین پس حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے کچھ سخت کہا تو مروان نے جل کر حکم دیا کہ ان کو پکڑ لو مگر عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اپنی بہن حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے مین چلے گئے پس کسی کو قابو نہ رہا کہ اُن کو پکڑ سکے پس مروان کہنے لگا کہ یہی وہ شخص ہی جس کا ذکر اس آیت مین ہی الذی قال لوالدیہ اُفٍ لکما الآیہ پس ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجرے کے پردے سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے کُنبے کے حق مین کچھ عیب قرآن مین نازل نہین فرمایا سوائے اس بات کے کہ اللہ عز وجل نے آسمان سے میرا پاک ہونا نازل فرمایا ہی (البخاری) مترجم کہتا ہی کہ مروان کی غرض اپنے خطبہ مین یہ تھی کہ اسوقت یزید کیواسطے جو بیعت لی گئی ہی اُسپر بعد وفات معاویہ رضی اللہ عنہ کے لوگ قائم رہین کیونکہ امام نسائی نے بسند صحیح روایت کی کہ محمد بن زیاد نے بیان کیا کہ جب معاویہ رضہ نے اپنے بیٹے یزید کیلئے بیعت لی تو مدینہ مین مروان نے خطبہ مین کہا کہ یہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت ہی یہ سنکر حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہین بلکہ ہرقل و قیصر کی چال ہی مروان نے کہا کہ یہی وہ شخص ہی جسکے حق مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا والذی قال لوالدیہ اُفٍ لکما الآیۃ۔ یہ خبر حضرت ام المومنین عائشہ رضہ کو پہونچی تو فرمایا کہ مروان نے جھوٹ کہا واللہ یہ عبدالرحمن کے حق مین نہین ہی اور اگر مین چاہون تو بیان کردون کہ یہ کس شخص کے حق مین اُتری ہی ولیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ کو ایسی حالت مین لعنت فرمائی تھی کہ مروان اسکی پشت مین تھا پس لعنت الٰہی سے مروان کا ظہور ہوا ہی (النسائی) پس صاف معلوم ہوا کہ اس آیت سے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا کچھ تعلق نہین ہی بلکہ اول آیت مین جو کرامت مذکور ہے اس کرامت مین اول درجہ حضرت ابوبکر رضہ کو حاصل ہوا کہ خود ایمان لائے بلکہ ایمان والون مین سے صدیق اکبر ہوئے اور اپنے والدین و اولاد کے حق مین دعا کی تو والدین ایمان لائے اور اولاد سب ایمان مین بڑے کمال کو پہونچے رہی دوسری آیت جسمین ایسے کافر کا بیان ہی جسنے مسلمان والدین کی نافرمانی کی اور عاق ہو کر مر گیا تو اسکا مصداق بھی اُسوقت موجود تھا لیکن حضرت ام المومنین عائشہ رضہ نے نہین بتلایا کیونکہ اسکے بتلانے مین کچھ فائدہ مقصود نہین ہوائے اسکے کہ اسکی اولاد مین سے جو مسلمان موجود تھے اُنکو ملال پہونچے لہذا اول آیت کی مثال کرامت کو ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بیان کیا تو بعضے نادانون نے خیال کیا کہ اول سے دوسری آیت تک سب بشان ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہی پس سوچے کہ حضرت ابوبکر و اُن کے والدین اور اُنکی مشہور اولاد تو سب مسلمان و صحابی مشہور ہین لہذا یہ بات بنائی کہ شاید ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کوئی لڑکا دوسرا بھی تھا جسکا نام عبداللہ تھا وہ کافر مرا ہی مترجم کہتا ہے کہ یہ محض غلط ہی اور کسی ثقہ نے اسکو روایت نہین کیا بلکہ عبداللہ خود حضرت ابوبکر کا نام ہی اور اُن کے باپ ابو قحافہ کا نام عثمان ہی پس ابوبکر عبداللہ بن عثمان ابی قحافہ التیمی معروف مشہور ہین اور بات دراصل یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے دو آیتین نازل فرمائین آیت اول مین حضرت ابوبکر کی مثال دی کہ خود ایمان لائے اور اُن کی دعا سے اُنکے والدین و اولاد سب ایمان لائے اور دوسری آیت مین ایک کافر کی مثال دی جسنے اپنے والدین کی نافرمانی کی اور کافر مر گیا تو اُسپر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی۔ شیخ ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی کہ چار شخص ہین کہ بالائے عرش سے اللہ تعالیٰ نے اُن پر لعنت کی اور ملائکہ نے لعنت کی اول وہ شخص جو مسکینون کو بہکاوے راوی نے کہا کہ اُس کی

Marfat.com

مثال یہ ہے کہ مسکین کی طرف اپنی مٹھی بڑھائے اور کہے کہ ادھر آؤ یہ لو پھر جب وہ آئے تو ہاتھ خالی کر لے دوم وہ شخص
وہ کہ بربادی کی چیز کیلئے جو حاجتمند آئے اسکو روکے حالانکہ اسکے پاس موجود نہیں ہے سوم وہ شخص جس سے کسی نے دوسرے
میں سے اسکو دوسرے کا گھر بتلا دیا جیسے راستہ پوچھا تو اُسنے دوسری طرف بہکا دیا چہارم وہ ملعون جو اپنے والدین
یون اللہ تعالی کی جناب مین فریاد کرتے تھے (رواہ ابن عساکر عن یب جدا) واضح ہو کہ جنت کے درجات اوپر کو عالی
جہنم کے درجات نیچے کو گرتے جاتے ہین (قالہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم) قولہ تعالی وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ
طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا۔ اور یاد دلائیے وہ دن کہ پیش کئے جائینگے جو لوگ کافر ہوئے آگ پر
لیگئے اپنی پاکیزہ چیزین اپنی دنیا کی زندگی مین اور تم نے ان چیزون سے عیش کر لیا ف یعنی ان کافرون کو وہ خوفناک دن یاد دلائیے جسدن
جسدن یہ کفار جہنم کی آگ پر کھڑے کئے جائینگے اور ملائکہ کی زبان سے اُنکو جھڑکی دیجائیگی کہ تم نے اپنی دنیاوی زندگی مین اپنی نفیس چیزون کا
حصہ لیلیا اور اُنکے ذریعہ سے بخوف عیش کر چکے یعنی تم نے آخرت سے انکار کرکے جنت کے بدلے دنیاوی چیزونکو لیا اور وہی تمہارے حق مین نفیس پاکیزہ چیزین
قرار پائین اور اب آخرت مین تمہارے واسطے کچھ نہین ہے کیونکہ اللہ تعالی نے بحکم قولہ تعالی من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ الآیہ مین صاف آگاہ کر دیا کہ جو دنیا چاہتا
اور آخرت سے منکر ہے ہم اسکو دنیا مین اُسکا حصہ اپنی مشیت و تقدیر کے موافق دیدینگے سو وہ بھی جسکے حق مین ہمکو منظور ہو پھر اسکے لئے جہنم ٹھہراوینگے کہ ضرور
وہان پہونچایا جاویگا۔ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُونَ۔ پس آج
تم کو نتیجہ ملیگا خواری کا عذاب بعوض اسکے کہ تم زمین مین ناحق تکبر کرتے تھے اور بعوض اسکے کہ حد سے نکل چلتے تھے ف یعنی دنیا مین تم لوگون کا یہ حال
تھا کہ اللہ تعالی نے تمکو دنیا کی مال و دولت اور تمہاری خواہش کی ہر نعمت تمکو دیدی تھی پھر بھی تم لوگ ناحق اللہ تعالی کا حکم ماننے سے تکبر کرتے اور اسکے
رسولون اور اُسکی آیات کو جھٹلاتے تھے اور حد سے بڑھکر اللہ تعالی کیساتھ شرک کرتے تھے تو آج اسکا یہ بدلا پاؤگے کہ جہنم کی آگ مین ذلت و خواری
کیساتھ ڈالے جاؤگے اُنکے تکبر کا عوض خواری و اہانت ہے اور اُنکے اترانے کا عوض عذاب ہے اور وہ دنیا جسپر اترایا کرتے تھے گذر چکی اور عبرتناک تو یہ ہی
کہ ان کافرون سے پہلے بہت کافر مر چکے ہین۔

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

اور یاد کر عاد کے بھائی کو جب ڈرایا اپنی قوم کو احقاف مین اور گذر چکے تھے ڈرانے والے آگے سے اور

خَلْفِهِ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ط إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالُوا أَجِئْتَنَا

پیچھے سے کہ بندگی نہ کرو کسی کی سوائے اللہ کے مین ڈرتا ہون تم پر آفت سے ایک بڑے دن کی بولے کیا تو آیا ہے ہم کو

لِتَأْفِكَنَا عَنْ آلِهَتِنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ إِنَّمَا الْعِلْمُ

کہ پھیرے ہم کو ہمارے ٹھاکرون سے سو لا ہم پر جو وعدہ دیتا ہے اگر ہے تو سچا کہا یہ خبر

عِنْدَ اللَّهِ وَأُبَلِّغُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ۝ فَلَمَّا

اللہ ہی کو ہے اور مین پہونچا دیتا ہون جو کہہ دیا میرے ساتھ لیکن مین دیکھتا ہون تم لوگ نادانی کرتے ہو پھر جب

رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا هَٰذَا عَارِضٌ مُمْطِرُنَا

دیکھا اُسکو ابر سامنے آیا اُن کے نالون کے بولے یہ ابر ہے ہم پر برسے گا

مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا

جسکی تم شتابی کرتے تھے باؤ ہے جسمین دُکھ کی مار ہے اُکھاڑ مارے ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے پھر کل کو رہ گئے

لَا یُرٰۤی اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ۝

کوئی نظر نہین آتا سوائے اُن کے گھرون کے یون ہم سزا دیتے ہین گناہگار لوگون کو

دنیا کی چیزین جنکو کافرون نے اپنے حق مین اپنی طیبات اور انتہائے مرادات خیال کیا ہے اول تو وہ آخرت کے مقابلہ مین بہت حقیر و دنی ہین جیسے دنیا کا نام ہے اور اگر کافرونکی آنکھ مین وہ بہتر بھی نظر آئے تو بھی چندروزہ ہے پھر آخرت کے عوض اسکو لینا کسی عاقل کا کام نہین ہے اور اس زمانے کے کافر جو دنیا پر مغرور ہین اُنسے پہلے بہت کفار گذر گئے کہ اُنکی دنیا ختم ہو چکی اور دائمی آخرت باقی ہے چنانچہ عرب ہی مین قوم عاد کا ذکر یاد دلایا بقولہٖ تعالیٰ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ۔ اور بیان کر دے عاد کے بھائی کو ف یعنی ان کافرون سے جو دنیا پر مرتے ہین قوم عاد کا قصہ سنا دے جن پر اُسی قوم مین سے ایک پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے وہ ہود بن عبداللہ بن رباح ہین اور باوجود مدت دراز گزرنیکے عرب کے اشعار مین ہود علیہ السلام کے ساتھ اُن کی قوم عاد کی مخالفت و دشمنی مشہور ہے لیکن عرب کی جہالت یہانتک بڑھ گئی کہ وہ لوگ ان اشعار سے یہ معنی نکالتے تھے کہ ہود علیہ السلام کے فرقہ سے اور باقی قوم کے فرقہ سے باہمی عداوت تھی جیسے اس زمانہ مین عرب کے قبائل شاخین آپس مین لڑتے بھڑتے رہتے تھے ولیکن اللہ تعالیٰ نے امر حق اُنکو ظاہر فرمایا کہ فریق ہود و قوم عاد مین دنیاوی عداوت نہ تھی بلکہ وہ عاد کیواسطے خیرخواہ پیغمبر تھا اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ جب اُسنے اپنی قوم کو حقاف مین ڈرسنایا ف احقاف وہ ملک ہے جہان قوم عاد کی سلطنت تھی اور عذاب سے تباہ ہونیکے بعد وہان ریگستان ہو گیا اور عطاء و مقاتل و ابن زید و عکرمہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ عدن کے قریب ارم کے صوبہ شحر کا سبزہ زار وادی تھا اور اب ہان پہاڑ و تودہ ریگستان و غار ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرموت مین ایک وادی ہے اُسکو برہوت کہتے ہین وہان کافرون کی روحین ڈالی جاتی ہین قتادہ نے بیان کیا کہ وہ یمن مین سمندر کے کنارے تھا اور تواریخ مین مذکور ہے کہ عاد کے لوگ جسیم و قوی و زبردست تھے انھون نے اپنی قوت سے جہان کو زیر کر لیا تھا مترجم کہتا ہے کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے لوگونکو اپنی نصیحت کے خطبہ مین بیان کیا کہ یہ دنیا اور اُسکی دولت سب فنا ہے تم لوگونکو چاہیے کہ آخرت والے بنو اور عبرت سے دیکھو کہ قوم عاد نے عدن سے بصرہ تک قوت و کثرت سے بھر دیا تھا اور مال و دولت پر اتراتے تھے اب جسکا جی چاہے اُنکا ترکہ مجھ سے دو کوڑیون کو خرید لے حاصل یہ کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو احقاف مین عذاب الٰہی عزوجل سے ڈرایا۔ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ ۔ حالانکہ اُسکے آگے و اُسکے پیچھے ڈرانے والے گزر چکے تھے ف اور قوم عاد کو اللہ تعالیٰ کی رسالت کے پیغام پہونچ چکے تھے کیونکہ جو انبیاء علیہم السلام پیچھے گذر چکے تھے اُنکی خبرین پہونچتی تھین بلکہ یہی پیغمبر جسکی کتاب و ہدایت سامنے موجود ہے یہ اُن اگلون کی تصدیق کرتا تھا پس ہود علیہ السلام کچھ انوکھے نہین تھے بلکہ جب وہ بھیجے گئے ہین تب بھی نبوت کا نشان موجود تھا اور پہلے بھی انبیا گذر چکے تھے پس اُنھون نے قوم کو پیغام پہونچایا اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۔ یہ پیغام دیا کہ تم لوگ کسی کی عبادت کرو سوائے اللہ تعالیٰ کے مین تم پر عذاب عظیم کے دن سے خوف کرتا ہون ف شاید اس عذاب سے روز قیامت کا عذاب مراد ہو یا جسطرح اگلی اُمتون پر شرک و نافرمانی سے عذاب آیا اسیطرح اس قوم کو بھی ڈرایا۔ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۔ کہنے لگے کہ کیا تو اسواسطے آیا ہے کہ ہمکو ہمارے ٹھاکرون سے پھیر دے ف یعنی قوم عاد نے ہود علیہ السلام کو جواب دیا کہ شاید تیرا مطلب معلوم ہوتا ہے کہ تیرے بہکانے سے ہم لوگ اپنے معبودون سے پھر جاوین اور تیرے تابع ہو جاوین پس ہم تجکو نہین مانینگے اور تیری باتون سے ہم کو ڈر نہین ہے۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ پس لے آ ہمارے اوپر جس چیز سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو سچے لوگون مین سے ہے ف یعنی اگر تو

سچا ہے کہ تجھ سے انکار کرنے اور شرک کرنے پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آویگا تو ہم نے قطعی انکار کیا اب تو وہ عذاب لے آ جس [illegible]
نے دنیا میں اُن پر کسی قطعی عذاب کا ہونا نہیں کہا تھا بلکہ فقط یہ کہا تھا کہ مجھے تمہارے حق میں خوف عذاب ہے مگر کافروں نے [illegible]
اور جھٹلانے میں انتہا درجہ کو پہونچ چکے ہیں پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اُن پر عذاب سخت نہیں بھیجا بلکہ خفیف عذاب تنبیہ کی اور قحط [illegible]
[illegible] پیاس سے پریشان ہوئے اور اس زمانے میں بھی ہر چند اُنکو سمجھایا گیا راہ پر نہ آئے اور انکار ہی کرتے گئے بلکہ کہا [illegible]
معبود اسوجہ سے ناخوش ہیں کہ ہمارے درمیان میں یہ شخص اور اُسکے ساتھی موجود ہیں پھر ایک شخص کو مکہ میں بھیجا کہ وہاں جا کر پانی کیلئے دعا مانگے [illegible]
حضرت ہود علیہ السلام کو یہ جواب دیچکے کہ اپنا وہ عذاب لا جس سے ڈراتا تھا۔ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّا اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ
اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۔ ہود نے کہا کہ علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے یہاں ہے اور میں تم کو وہ حکم پہونچاتا ہوں جسکے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں ولیکن میں تمہیں
دیکھتا ہوں کہ تم ایسی قوم ہو جو نادانی سے جھگڑتے ہیں ف یعنی ہود علیہ السلام نے اُنکو جواب دیا کہ میں نے تم سے یہ دعوی نہیں کیا کہ تم پر کب عذاب آویگا
بلکہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی بھیجی وہ میں نے تم کو سنا دی اور یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ وہ تم پر عذاب کریگا یا نہیں یا کب عذاب کریگا مگر میں
دیکھتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کی شان سے جاہل ہو اسوجہ سے بیباک ہو کر جھگڑتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے نیک بندے بھی کانپتے ہیں حالانکہ
تم اپنی بدکاری میں ڈرتے نہیں بلکہ یہی بعید جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر عذاب کرے حالانکہ اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہے وہ اُسکی قدرت میں آسان ہے قوم نے
اپنے تکبر کو نہ چھوڑا اور جس ایلچی کو کہ بھیجا تھا اُس نے خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری جانب بادل کا ٹکڑا بھیجا ہے۔ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا
مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۔ پھر جب اُسکو دیکھا کہ ایسا بادل ہے جو اُن کی وادی کی طرف متوجہ ہے تو بولے کہ یہ
بادل ہم پر برسانیوالا ہے ف یعنی دیکھا کہ ایک بادل اُنکی وادی کی جانب چلا آتا ہے اور وہ سیاہ بادل ہے تو بہت خوش ہوئے اور ہنستے
کودتے ہوئے وادی میں جمع ہوئے تاکہ یہ سیاہ بادل جسوقت جھوم جھوم کے برسے تو یہ پیاس گرمی دفع ہو اور ہم لوگ سیراب ہو جاویں تو آپس میں
ایک دوسرے کو پکارنے اور کہنے لگے کہ جلدی آؤ یہ بادل ہم پر برسنے والا ہے اللہ تعالیٰ اُنکے کفر کو رد فرماتا ہے بقولہ تعالیٰ۔ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ
بلکہ یہ وہ چیز ہے جسکو تم جلدی مانگتے تھے ف یعنی یہ برسنے والا بادل نہیں ہے بلکہ جسکی نسبت تم ہود علیہ السلام سے کہتے تھے کہ سچے ہو تو وہ عذاب لاؤ جس سے
ڈراتے تھے تو یہ وہی عذاب ہے رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ یہ خشک ہوا ہے جسمیں دکھ دینے والا عذاب بھرا ہے ف ایک قسم ریاح سحاب ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ
کی رحمت کو یعنی بادل کو اُٹھا کر جہاں حکم ہوتا ہے برساتی ہیں اور یہ ریح عقیم تھی ۔ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِاَمْرِ رَبِّهَا ۔ برباد کرتی تھی ہر چیز کو اپنے رب کے
حکم سے ف یعنی یہ ریح عذاب تھی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جس چیز پر ہو کر گزرتی اُسکو برباد کر دیتی تھی یعنی وہ چیز جل کر ایسی ہو جاتی جیسے مٹی ہوتی
ہوتی ہے۔ فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۔ پس صبح کی ان لوگوں نے ایسے حال میں کہ کچھ نہیں
دکھلائی دیتا تھا سوائے اُنکے رہنے کی جگہوں کے یوں ہی ہم بدلا دیتے ہیں قوم بدکاروں کو ف یعنی تمام قوم عاد کا یہ حال ہو گیا کہ سوائے
اُس کھنڈل ملک کے کسی چیز کا نشان نہ تھا کیونکہ وہ ہوا جس چیز پر ہو کر گذری اُسکو خاک کر دیا اور ان لوگوں کو مع اونٹوں کے پہاڑوں سے پٹک
دیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پہلے ان لوگوں نے اپنے جانوروں و مویشی کی حالت دیکھی کہ ہوا میں پروں کی طرح اُڑتے ہیں تو
خوف سے اپنے اپنے گھروں میں گھسکر دروازے بند کر لئے اتنے میں ہوائے تند پہونچی اور اُسنے ریگ کے تودے اُن پر لاد دیئے اور سات راتیں آٹھ دن
تک ایسی ہی کیفیت رہی اور وہ لوگ اس ریگ کے نیچے آہ کرتے اور چلاتے تھے پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا نے ریگ اُن پر سے ہٹالی اور اُنکو [illegible]
سے سر اکر سمندر میں پھینک دیا پس کوئی کافر نہیں بچا اور حضرت ہود علیہ السلام اور اُنکے ساتھی مومنوں کا یہ حال تھا کہ اللہ تعالیٰ [illegible]

Marfat.com

انکے گرد ایک حلقہ کھینچ دیا تھا تو اُنکے حلقہ مین ٹھنڈی ٹھنڈی خوشگوار ہوا آتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُن سب کو نجات دی اور قوم عاد کو ہلاک کر دیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے مسند امام احمد سے نقل کیا کہ حارث البکری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین اپنے قبیلہ بنو بکر سے نکلا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی شکایت کرون یہ وہان عامل تھے پس مین روانہ ہو کر ربذہ تک پہونچا تو مین نے دیکھا کہ وہان قبیلہ بنی تمیم کی ایک بڑھیا تھک کر بیٹھ رہی ہے اور اُسکے پاس سواری نہین ہے پس اُس نے مجھ سے کہا کہ اے بندۂ خدا مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ضرورت ہے تو کیا تم اتنی مہربانی کرو گے کہ تم مجھے وہان تک پہونچا دو مین نے ترس کھا کر اُسے اپنے پیچھے اونٹ پر سوار کر لیا یہانتک کہ مین اُسے مدینہ مین لایا یہان مین نے دیکھا کہ مسجد مین لوگ بھرے ہوئے ہین اور ایک سیاہ نشان اُڑ رہا ہے اور مین نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلال رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لٹکائے کھڑے ہین مین نے لوگون سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے تو مجھ سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہین کہ عمرو بن العاص کو کسی طرف جہاد کیواسطے روانہ کرین مین یہ سنکر بیٹھ گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھکر اپنے گھر مین تشریف لیگئے تب مین نے جا کر اجازت طلب کی پس آپ نے اجازت دیکر مجھے بلا لیا مین نے آپکو سلام کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم لوگون سے اور بنی تمیم سے کچھ جھگڑا تھا مین نے عرض کیا کہ جی ہان اور ہمین لوگ اُن پر غالب ہے اور اب تو مین آ تا تھا اور بنو تمیم کی ایک بڑھیا اپنے سفر مین عاجز ہو گئی تھی اُسنے مجھ سے درخواست کی تو مین اُسکو اپنے ساتھ یہانتک سوار کر لایا اور وہ بھی دروازے پر موجود ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس بڑھیا کو بھی اجازت دی وہ بھی اندر آئی پھر مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپکی رائے ہو تو ہمارے درمیان اور بنی تمیم کے درمیان کوئی ایسی سرحد مقرر کر دیجئے جس سے تجاوز نہ ہو اور دہنا تالاب کے اُس پار سے بنو تمیم کی حد مقرر کر دیجئے یہ سنتے ہی وہ بڑھیا چونکی اور غصہ ہو کر کہنے لگی کہ یا رسول اللہ پھر آپکے مضطر لوگ کہان جائینگے جب مین نے یہ سنا تو مین نے کہا کہ میری تو مثل وہی ہوئی جو اگلون سے چلی آتی ہے کہ کوئی عورت اپنے بچہ کی موت مین سر منڈانے گئی اور اپنی موت لا دلائی اسی طرح مین اس عورت کو لا دلایا مگر یہ نہ جانا کہ یہی میرے مقابلہ مین مدعیہ ہو جائیگی اور مجھے میری قوم نے بھیجا اور مین اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتا ہون کہ ویسا ایلچی نہ ہو جاؤن جیسا قوم عاد کا ایلچی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ عاد کا ایلچی کیسا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قصہ خود خوب معلوم تھا ولیکن میرے دل بہلانے کو آپنے مجھ سے یون فرمایا تو مین نے عرض کیا کہ قوم عاد جب قحط مین گرفتار ہوئی تو اُنھون نے بارش کی دعا کرنے کیلئے ایک ایلچی بھیجا اُسکا نام قیل تھا جب وہ معاویہ بن بکر کی طرف گذرا تو معاویہ نے اُسکو ایک مہینہ تک اپنے یہان مہمان رکھا اور ہر روز شراب پلاتا اور گانا سنواتا تھا جب ایک مہینہ گذر گیا تو قیل وہان سے نکلکر جبال مہرہ پر آیا اور خانہ کعبہ کے سامنے دعا کرنے لگا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ مین کسی مریض کی دعا کرانے نہین آیا اور نہ کسی قیدی کو چھڑانے آیا الٰہی قوم عاد کو پانی دیدے جیسے تو پہلے دیتا تھا پھر تین قسم کے بادل پیدا ہوئے تو اُس نے وہ بادل پسند کیا جو سب سے زیادہ سیاہ تھا اور وہ قوم عاد کی طرف چلا پھر اُس مین سے آواز آئی لے یہ خاک سیاہ کرنے والی آگ جو کسی عادی کی راکھ بھی باقی نہ رکھے گی پھر مجھے خبر پہونچی ہے کہ قوم عاد پر فقط اسقدر ہوا بھیجی گئی تھی جو میری اس انگوٹھی مین آجائے ابووائل رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو حارث بکری سے روایت کرتے ہین اُنھون نے کہا کہ حارث بکری نے یہ بات سچ کہی اور عرب مین یہ مثل چلی آتی تھی کہ جب کوئی مرد یا عورت اپنا ایلچی کہین بھیجتی تھی تو کہتی کہ عاد کے ایلچی کیطرح نہ ہو جیو (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مین نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ کھول کر ہنستے نہین دیکھا بلکہ آپ ہنسی مین فقط مسکراتے تھے اور جب آپ بادل یا زور کی ہوا دیکھتے تو آپکے چہرے سے گھبراہٹ نظر آنے لگتی تھی تو ایک دفعہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب ہوا و بادل آتا ہے تو لوگون کو خوشی ہوتی ہے اس اُمید پر کہ شاید پانی برسے اور مین آپکو دیکھتی ہون کہ آپکے چہرۂ مبارک پر

Marfat.com

دوسری طرح کے آثار معلوم ہوتے ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ میں کیونکر اس امر سے بیخوف ہو سکتا ہوں کہ اسمیں عذاب ہو کیونکہ ہوا تند سے ایک قوم پر عذاب کیا گیا ہے اور ایک قوم نے بادل دیکھکر کہا کہ یہ بادل ہم پر برسنے والا ہے حالانکہ اسمیں عذاب تھا (رواہ البخاری ومسلم واحمد) مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ہر قوم پر کمال شفقت تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو پیغمبر معصوم کرکے عذاب سے بیخوف کر دیا تھا تو بہرحال آپکو یہی خوف ہوتا تھا کہ شاید اس امت کے منکروں میں سے کسی قوم پر عذاب ہو اور حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے دوسری راویت میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کنارے سے بادل اٹھتا ہوا دیکھتے تھے تو اپنا کام چھوڑ دیتے اگرچہ نماز میں ہوتے یعنی نفل نماز پڑھتے ہوتے تو بعد سلام کے منھ کر یوں کہتے کہ اللھم انی اعوذ بک من شر ما فیہ - الٰہی جو کچھ اس بادل میں ہے اسکی برائی سے پناہ مانگتا ہوں پھر اگر بادل کھل گیا تو الحمد للہ کہتے اور اگر برسا تو کہتے اللھم صیبا نافعا - الٰہی یہ نفع دینے والا پانی ہو (رواہ احمد) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ہوائے تند چلتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اللھم انی اسالک خیرہا وخیر ما فیہا وخیر ما ارسلت بہ واعوذ بک من شرہا وشر ما فیہا وشر ما ارسلت بہ یعنی الٰہی میں درخواست کرتا ہوں کہ یہ بہتر ہو اور جو کچھ اسمیں ہے وہ بہتر ہو اور جس چیز کے ساتھ بھیجی گئی ہے وہ بہتر ہو اور میں پناہ مانگتا ہوں اسکی بدی سے اور جو کچھ اسمیں ہے اسکی بدی سے اور جس چیز کے ساتھ بھیجی گئی ہے اس کی بدی سے پناہ مانگتا ہوں (صحیح مسلم) سعید بن جبیرؒ ومجاہدؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قوم عاد پر جو ہوا بھیجی گئی تھی وہ فقط انگوٹھی کے برابر تھی پھر وہ ان کے دیہات سے لیکر شہروں تک پہنچی گئی اور جب شہر والوں نے اسکو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ بادل ہم پر برسنے والا ہے یہ ہمارے ہی میدانوں کی طرف آتا ہے اور دیہات کے لوگ پہلے ہی اسکے جھونکے میں آگئے تھے تو اس نے دیہاتیوں کو اٹھا کر شہر والوں پر ڈال دیا یہانتک کہ سب مر گئے ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو ریح عاتیہ یعنی ہوائے سرکش فرمایا ہے اسوجہ سے کہ ہوا پر جو فرشتے موکل ہیں جب ہوا نے کفار عاد کی ہلاکت کا حکم پایا تو سرکشی کرکے نکل گئی (رواہ الطبرانی) بالجملہ قوم عاد کو اپنی جسمانی قوت پر اور قوی کثرت پر غرور تھا اور جسم کی قوت میں خون اصل ہے اور وہ خلط ہوائی ہے اسیواسطے مرنے پر خون سب ہوا ہو جاتا ہے تو اسی ہوا پر ان کو غرور تھا اسیواسطے ان کی ہلاکت کیلئے انگوٹھی کے حلقہ برابر ہوا ان پر مسلط ہوئی کہ اس نے اسی طرح انکو عاجز کرکے ہلاک کر دیا یہ قریش عرب کیواسطے عبرت ہے جو احقاف سے بہت دور نہ تھے - لہذا فرمایا

وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ

اور انکو ہم نے مقدور دیے تھے جو تمکو مقدور نہیں دیے اور ان کو دیے تھے کان اور آنکھیں اور دل پھر کام نہ آئے ان کو

سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ

کان ان کے نہ آنکھیں اُن کی نہ دل اُن کے کسی چیز میں کہ تھے اسپر منکر ہوتے اللہ کی باتوں سے اور الٹ پڑی

مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ ع

اُن پر جس بات سے ٹھٹھا کرتے تھے اور ہم کھپا چکے ہیں جو تمہارے آس پاس ہیں بستیاں اور پھیر پھیر سنائیں انکو باتیں شاید وہ

يَرْجِعُوْنَ ۝ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ

پھر آدیں پھر کیوں نہ مدد پہنچی اُن کی جن کو پکڑا تھا اللہ سے ورے درجہ پانے کو پوجنا کوئی نہیں گم ہوئے اُن سے

وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

اور یہی جھوٹ تھا انکا اور جو باندھتے تھے -

قریش کو یہ عبرتناک قصۂ عاد سنایا تو اُسکے نتائج کی طرف بھی خود ہی تنبیہ فرمائی کیونکہ مشرکون کے حواس پر شیطانی تسلط ہوتا ہے اور
ان کے دلون پر مُہر ہوتی ہے پس فرمایا۔ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ ۔ اور ہم نے ان لوگون کو ایسے اُمور مین مکنت دی
تھی جنمین تم کو وہ مکنت نہین دی ہے ف یعنی قوم عاد کو قوت جسمی وکثرت قوی و مال و دولت اور ملک و حشمت مین وہ قوت دی تھی کہ تم لوگون کو
ویسی قوت نہین ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قوم عاد کو جو قدرت دیگئی تھی وہ اس زمانے والون کو حاصل نہین ہے کیونکہ اُن کی قوتین
بہت قوی تھین اور عمرین دراز ہوتی تھین اور مال کی بہت کثرت تھی مترجم کہتا ہے کہ اس قول کے موافق مکنا ہم کی ضمیر قوم عاد کی جانب
راجع ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے دنیا کی گذری ہوئی اُمتون کی جانب راجع کیا اور اس قول کے موافق حاصل یہ نکلا کہ اس زمانہ مین قیامت تک
جو لوگ موجود ہین یا پیدا ہون سب کو نصیحت ہے کہ گذری ہوئی اُمتون سے عبرت حاصل کرین کہ جو قوت و ثروت اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کو
دی تھی وہ تم لوگون کو نہین دی گئی ہے پھر کیونکر وہ لوگ شرک و بدکاری پر ہلاک کئے گئے تم کو اُن کا حال دیکھکر نصیحت لینا چاہیے کیونکہ تم کو اُنسے
کسی طرح کی شرافت حاصل نہین ہے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْئِدَةً ۔ اور ہم نے اُن کیواسطے کان و آنکھین و دل بنا دیئے تھے
ف جیسے تمھارے کان و آنکھین و حواس موجود ہین ولیکن ان اعضاء کی نعمت دینے سے مقصود یہ ہے کہ حق بات سنین اور آیات حق کو دیکھین اور
مخلوقات سے توحید خالق عز وجل سمجھین مگر ان لوگون نے ان نعمتون کی ناشکری کی اور برعکس اسکے شرک کا اعتقاد جمایا اور شرک کی چیزین دیکھین
اور گمراہی کی باتین سنین اور ایسے بد افعال کمائے کہ وہ جمع ہو کر اُن پر عذاب ہو گئے۔ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ
وَلَآ اَفْئِدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۔ پس نہ فائدہ دیا اُنکو اُن کے کانون نے اور نہ اُنکی آنکھون نے اور نہ اُنکے دلون نے کچھ بھی ف یعنی ان
چیزون سے اُنکو کچھ بھی فائدہ حاصل نہوا کیونکہ اُنھون نے پیغمبر سے حق بات نہ سنی اور نہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لائے۔ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۔ کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے رہے ف یعنی ہٹ دھرمی سے انکار کرتے رہے اسلئے کہ یہ بات صاف ظاہر ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانون و زمین کو پیدا کیا اور جب وہ چاہتا ہے جلاتا ہے اور جب چاہتا ہے مارتا ہے اور گھاس کی ایک پتی بھی کسی کے بنائے
نہین بن سکتی ہے تو جس خدا کی یہ قدرت ان چیزون مین موجود ہے اُسی کی قدرت ذراسی چیز مین موجود ہے تو پھر چھوٹی چیزون مین دوسرون
کی قدرت سمجھنا یا اپنی تدبیر و قوت خیال کرنا محض شرک و حماقت ہے اور یہ بات خود ظاہر تھی لیکن اسپر بھی زیادتی یہ کی گئی کہ معجزات کے ساتھ
انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے جنھون نے صاف صاف بتلا دیا اور اُس کی قدرت کے معجزات دکھلا دیئے تب بھی کافرون نے انکار کیا تو یہ جان بوجھکر
ہٹ دھرمی سے انکار ہے اور اسپر بھی زیادتی یہ کی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو جھوٹھا بنایا اور اُسکے مسلمان ہمنشینون کو طرح طرح کے ظلم سے ایذائین
دین اور دیدہ دلیری سے بالکل بعید جانا کہ خدا کا عذاب کیونکر آسکتا ہے تو مقابلہ کرکے کہنے لگے کہ وہ عذاب لاؤ پس ایسی بداعمالیون مین پکڑے گئے
وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ اور اُنکو گھیر لیا ایسی چیز نے جسکے ساتھ ٹھٹھول کرتے تھے ف یعنی اُنکو اُس عذاب نے
گھیر لیا جسکو مضحکہ سمجھکر کہتے تھے کہ وہ عذاب لاؤ آخر سب ہلاک ہوگئے اور ان کافرون کیواسطے کچھ فقط قوم عاد کا ہلاک ہونا انوکھی بات نہ تھی بلکہ بہتیری
کافر و سرکش قومین ہلاک کی گئی ہین۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى ۔ اور بیشک مار ڈالین ہم نے تمھاری گرد کی بہت بستیان
ف چنانچہ عرب و حجاز کے گرد نواح مین قوم ثمود و قوم لوط و فرعون وغیرہ بہت سے بستیون والے ہلاک کئے گئے اور اُنکے قصے مشہور و معروف
ہین۔ وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔ اور آیات ہم نے پھیرین تا کہ وہ لوگ پھر جاوین ف یعنی جن بستیون کو ہم نے ہلاک کیا اُنکو
ہی آیات لوٹ پھیر کر سنائین و دکھائین چنانچہ پیغمبر کی زبان سے طرح طرح اپنی وحدانیت کی دلیلین سنائین اور خلقت کی نشانیان بھی طرح طرح

دکھائیں کہ کبھی اُنکو بیماریون مین پھنسایا اور کبھی اُن پر قحط ڈالا اور کبھی اُنکو خوب بارش و پیداوار دیدی غرضکہ ہر طرح سے نشانیان دکھائین
کی تاکہ وہ شرک سے پھر جاوین اور راہ توحید پر آوین ولیکن وہ لوگ نہ پھرے بلکہ شرک مین زیادہ مضبوط ہوتے گئے آخر اللہ تعالیٰ نے انکو ہلاک کیا
فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً پھر کیون نہیں اُنکی مدد کی ان لوگون نے کہ جنکو سوائے اللہ تعالیٰ کے ٹھیرایا تھا
کہ معبود بنالئے تھے ف اور ان معبودون کی طرف سے یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ جو چاہین وہ ہم کو خدا سے دلوائین اور خدا کے یہان ہمارا تقرب بڑھائین کیونکہ وہ انکی
یہی لوگ ہین حاصل یہ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے جنکو معبود بنایا تھا اور اپنا کارساز جانتے تھے تو جب اُن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو ان معبودون نے انکی مدد کیون
نہ کی کہ اُن کو عذاب سے بچا لیتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ محض جھوٹے تھے اور جو کچھ اُنھون نے اپنے اعتقاد مین جمایا تھا وہ محض اپنی رائے کا بنایا ہوا گمان
تھا اور حقیقت مین اسکی کچھ اصلیت نہ تھی اسی سبب سے اُن کی مصیبت کے وقت اُنکا خیالی معبود کوئی نظر نہ آیا بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ وَذَٰلِكَ إِفْكُهُمْ
وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۔ بلکہ وہ لوگ اُن سے گم ہوگئے اور یہ تو اُنکا جھوٹ تھا اور جو کچھ افترا باندھا کرتے تھے ف یعنی وہ کوئی معبود کہان سے
نظر آتا کیونکہ حقیقت مین کسی کا وجود نہ تھا بلکہ اُن کے دماغ مین صرف خیال باندھا ہوا تھا اور اُسکی حقیقت فقط اتنی ہی تھی جو اپنے خیال مین افترا باندھا
کرتے تھے تو جب انکا خیال مٹ گیا اور خود ہلاک ہوئے تو وہ خیالی تصویر بھی جاتی رہی اور اُسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ و رسول نے جو حق بات بتلائی ہے وہ تو حقیقت
رکھتی ہے اور اُسکے سوائے جس کسی نے اپنے خیال و گمان سے کوئی بات بنائی وہ صرف اُسکے خیال کی تصویر ہے اور حقیقت مین اُسکا کچھ وجود نہیں ہوتا ہے
اور جو چیز کہ اللہ تعالیٰ نے نہین بنائی ہے وہ کسی کے بنانے سے نہین بن سکتی ہے اور اس زمانہ مین مسلمانون مین سے بھی بعضے فرقے ایسی ہی جہالتون مین مبتلا
ہین مثلاً تعزیہ بنا کر تصور باندھتے ہین کہ اسمین امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کبھی کہتے ہین کہ فلان بزرگ نے تعزیہ کے ساتھ امام حسین کو دیکھا
کہ وہ سر کٹے ہوئے چلے جاتے ہین اسی طرح کسی پیر کے نام سے جھنڈا کھڑا کر کے تصور باندھا کہ وہ اسمین آتے ہین تو یہ سب خیالات مہمل ہین اور اُن کو خوف
کرنا چاہیئے کہ بغیر حجت الٰہی عز و جل کے اور بدون دلیل شرعی کے ایسا افترا باندھتے ہین نعوذ باللہ من ذلک الحاصل اللہ تعالیٰ نے گوش و ہوش سب
قومون کو عطا فرمائے تھے اور انھون نے اس قوت سے دنیاوی دولت و ثروت بہت کچھ حاصل کی ولیکن اللہ تعالیٰ کی معرفت سے اندھے رہے تو آخر ہلاک و تباہ
ہوئے برخلاف انکے جن لوگون نے اپنے حواس سے اللہ تعالیٰ کی آیات بینہ و نشانات قدرت دیکھے اُنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی چنانچہ ایک گروہ جن کا قصہ بیان کیا بقولہ تعالیٰ

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا

اور جب متوجہ کر دئے ہم نے تیری طرف کتنے لوگ جنون مین سے سننے لگے قرآن پھر جب وہان پہونچے بولے چپ رہو

فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ۝ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ

پھر جب تمام ہوا اُلٹے گئے اپنی قوم کو ڈر سناتے بولے اے قوم ہماری ہم نے سُنی ایک کتاب جو اُتری ہے موسیٰ کے بعد

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ

سچا کرتی سب اگلیون کو سوجھاتی سچا دین اور ایک راہ سیدھی اے قوم ہماری مانو اللہ کے بلانے

اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ

والے کو اور اسپر یقین لاؤ کہ بخشے تم کو کچھ تمھارے گناہ اور بچائے تم کو ایک دُکھ کی مار سے اور جو کوئی نہ مانے گا اللہ کے بلانے والے کو

فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءُ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

تو وہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین مین اور کوئی نہیں اُسکو اُسکے سوائے مددگار وہ لوگ بھٹکتے ہین صریح

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری ہونے سے پہلے دنیا مین دین حق مٹ گیا تھا کیونکہ یہود ونصاری نے توریت مین تحریف کر ڈالی تھی اور نصاری کے پاس سے انجیل ہی گم ہوگئی تھی لیکن وہ دعوی کرتے ہین کہ حضرت عیسی علیہ السلام سے دوسو برس کے بعد ایک گھر جا گھر بنایا جاتا تھا تو اسکی نیو مین سے انجیل نکلی ہی پس جب پادری نے اُسکو نکالا اُسی کے ہاتھ سے انجیل حاصل ہوئی تو اُسی کے کہنے پر جو اعتبار ہوسکتا ہی وہ ہوسکتا ہی بہرحال اس زمانے مین دین توحید طرح طرح کی خرابیون سے خلط ملط ہوکر گم ہوگیا تھا کیونکہ یہودیون مین بہت سے فرقے باہم مختلف تھے اور نصرانیون مین بھی بہت سے فرقے باہم مخالف تھے اور اصل کتاب الٰہی کا پتہ نہین چلتا تھا اور ہر فرقہ یہ دعوی کرتا تھا کہ ہم سچے ہین اور باقی سب جھوٹے ہین پس دین حق کا نشان کسی طرح نہین مل سکتا تھا اور دنیا مین طرح طرح کے خیالات و اعتقادات سے شرک پھیل رہا تھا اور تمام جہان کے جن و انسان ان خرابیون کی وجہ سے شیطان کے تابع ہورہے تھے اور اس زمانہ مین جن وشیاطین کیواسطے آسمان تک پہونچنے کی کوئی روک نہ تھی پس جن وشیاطین وہان تک جاکر اپنے اپنے موقع سے بیٹھتے اور چھپکر اُن فرشتون کی باتین سنتے تھے جو اللہ تعالی کی طرف سے دنیا کے کامون پر مقرر ہین پھر کبھی اُن سے کوئی بات سن بھاگتے تھے اور آدمیون کو اپنا تابع ومعتقد بنانے کیلیے جسکو اپنی رائے سے پسند کرتے اُسکے کان مین پھونک دیتے تو وہ دوسرے لوگون سے جب یہ ہونیوالی بات بتلاتا اور وہ سچی بھی اور ویسی واقع ہوتی تب وہ لوگ اس شخص کے معتقد ہوجاتے تھے اور یہ شخص اُس جنی کا چیلہ ہوتا تھا جو اُس کے کان مین پھونک جاتا پھر لوگ اُس پیر کے معتقد ہوکر طرح طرح کی باتین اُس سے پوچھنے آتے مگر اُسکا جن سب باتون کو تو سنتا نہ تھا لامحالہ ہر پوچھنے والے کے معاملہ مین جو کچھ اُس کی رائے مین پڑا نظر آتی وہ بتلادیتا اسمین سے کوئی سچی پڑتی اور کوئی جھوٹی پڑتی لیکن اُس کے معتقد اس سے پھرتے نہ تھے اور یہ کہتے کہ دیکھو فلان روز اس بزرگ نے فلان معاملہ مین ذرا ذرا سب ٹھیک بتلایا تھا یہ بلا تمام قومون مین پھیلی ہوئی تھی چنانچہ عرب مین بھی ہر ہر قبیلہ مین کوئی نہ کوئی کاہن مشہور ہوتا تھا اور یہ لوگ جنون سے ڈرتے اور اُن کی نذرین مانا کرتے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور قرآن مجید اُترنا شروع ہوا تو اسکی تکریم کیلیے آسمانون پر ہر جگہ حفاظت مقرر ہوئی اور جب کوئی جنی وہان چڑھنے کا قصد کرتا تو شہاب ثاقب سے مارا جاتا تھا یہ حال دیکھکر جن وشیاطین کو بہت پریشانی ہوئی اور اُنھون نے ابلیس سے شکایت کی اُسنے کہا کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہی جسکے سبب سے تم لوگ مارے جاتے ہو اور اُسنے ہر طرف آفاق مین اپنے گروہ بھیجے تاکہ خبر لادین کہ کیا بات پیدا کی گئی ہی پھر جو گروہ ملک حجاز کی جانب آیا تھا اُنھون نے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطن نخلہ کے دونون پہاڑون کے درمیان قرآن پڑھ رہے ہین پہلے اُنھون نے آپکو نماز عشا پڑھتے ہوئے پایا پھر وہان درختون پر ٹھہرے رہے پھر فجر کی نماز مین قرآن سنا ابوبکر بن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ گروہ جن اُس وقت پہونچا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطن نخلہ مین قرآن پڑھ رہے تھے پھر اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالی وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۔ اور جب ہم نے پھیرا تیری طرف جن مین سے چند نفر کو جو قرآن سنتے تھے ف یعنی یاد کر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہم نے جن مین سے چند نفر کو تیری طرف پھیر دیا کہ وہ کان لگاکر قرآن سنتے رہے ابن ابی شیبہ کی روایت مین ہی کہ وہ نو عدد تھے جن مین سے ایک کا نام زوبعہ تھا اور صحیحین کی روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ بطن نخلہ کے درخت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے آگاہ کردیا تھا کہ آپکی تلاوت سننے کیواسطے یہان چند نفر جن جمع ہوئے تھے پھر اللہ تعالی نے اس بات کو سچ ثابت کرنے کیلیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی بھیجدی اور اسمین اپنی قدرت اور اپنا احسان ظاہر فرمایا کہ ہم نے تجھ پر ایمان لانے کیواسطے چند نفر جنون کا دل تیری طرف پھیر دیا کہ اُنھون نے بہت توجہ وغور سے قرآن مجید سنا برخلاف ان کافر آدمیون کے جنکو اللہ تعالی نے یہ توفیق نہ دی چنانچہ جنون کا حال فرمایا فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا پھر جب اُس کے وہان حاضر ہوئے تو کہنے لگے کہ خاموش ہو ف یعنی یہ چند نفر جن جب قرآن کی تلاوت مین یا رسول کی تلاوت کرنے

مین حاضر ہوئے تو اچھی طرح سننے کیلئے آپس مین کہنے لگے کہ بالکل خاموش ہو۔ فَلَمَّا قُضِيَ پھر جب اُسکی تلاوت ختم [illegible]
قضی ہی یعنی جب رسول اللہ نے تلاوت ختم کی وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ۔ تو پھرے یہ لوگ اپنی قوم کو ڈر سنانے والے یعنی [illegible]
کے بعد اپنی قوم کی طرف روانہ ہوئے تاکہ اُنکو شرک کرنے پر خدائے تعالیٰ کے عذاب سے ڈراوین۔ یہ لوگ مین کے شہر نصیبین کے [illegible]
سب جنون مین اشرف وسردار ہیں پس خود یہ لوگ ہین مسلمان ہوگئے اور جا کر اپنی قوم کو نصیحت کرنے لگے۔ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا
اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ کہنے لگے کہ اے ہماری قوم کے
لوگو ہم ایک کتاب سن آئے ہین جو موسیٰ کے بعد اُتاری گئی ہی جس کی یہ شان ہی کہ وہ اپنے سامنے والی کتابون کو سچا بتاتی ہی وہ حق کی اور طریق مستقیم
کی راہ دکھلاتی ہی ف یعنی اپنی قوم کو نصیحت کی کہ پہلے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اُتری تھی (شاید یہ جن اسی کو مانتے تھے) اُسکے بعد اب اللہ تعالیٰ
کے یہان سے ایسی کتاب اُتری ہی کہ جو اگلی کتابون کو سچا بتلاتی ہی کہ اللہ تعالیٰ نے توریت وغیرہ اگلی کتابون کو اُتارا تھا جس طرح اُن مین توحید
کے اعتقاد تھے اُن کی تصدیق کرتی ہی تو اُسکی شان یہ ہی کہ اعتقاد حق کی راہ بتلاتی ہی اور عمل کرنے مین صراط مستقیم کی راہ چلاتی ہی ہم اُس کی تلاوت
کو سنے ہوئے آتے ہین۔ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ اے ہماری
قوم کے لوگو اللہ تعالیٰ کے پکارنیوالے کی بات مانو اور اُسپر یقین لاؤ وہ تمھارے گناہ بخشدیگا اور دُکھ دینے والے عذاب سے تم کو پناہ دیگا ف یعنی اللہ تعالیٰ
کی طرف سے جو بُلانیوالا آیا ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن مجید تو اُسکی بات مانو اور جو کچھ وہ کہتا ہی اور جو اعتقاد توحید وشریعت حقہ تم کو بتلاتا ہے
اُسکو یقین کرو تو بہت اچھا نتیجہ پاؤگے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ بخش دیگا اور جہنم کے عذاب الیم سے تم کو نجات دیگا۔ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ
فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ اور جو کوئی اللہ کے بلانے والے کی بات
نہ مانیگا تو وہ زمین مین کچھ تھکانے والا نہین ہی اور نہ اُسکے لئے اللہ کے سوائے حمایتی ہین ایسے منکر تو کھلی ہوئی گمراہی مین پڑے۔ ف یعنی اگر
اللہ تعالیٰ کے رسول و کتاب کو کوئی گمراہ نہ مانے گا تو وہ عذاب سے کسی طرح نہین بچ سکتا ہی کیونکہ وہ یہان کچھ اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والا نہین ہی کہ اسکو عذاب
نہ دے سکے اور نہ اللہ کے سوائے کوئی دوسرے اُسکے حمایتی ہین جو اُسکو عذاب سے بچالین تو جب بندے کا تمام دار ومدار فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ٹھہرا
تو اس سے جو کوئی انکار وشرک کرے ایسے لوگون کی گمراہی صاف ظاہر ہی واضح ہو کہ جب ایمان لانے پر جنون کو عذاب جہنم سے نجات ہوگی تو کیا اسکے
بعد ان کو جنت کی نعمتین بھی ملین گی یا نہین ملین گی تو آیت مین یہان ثواب جنت مذکور نہین ہی اور علما مین اختلاف ہی امام ابو حنیفہؒ وایک جماعت سے
منقول ہی کہ اُن کیلئے جنت نہین ہی بلکہ جہنم سے نجات ہوکر دیگر حیوانات کے مانند اُنکا حال ہوگا اور دوسرے گروہ علماء نے جنمین مالک و شافعی و
ابن ابی لیلیٰ بھی ہین کہا کہ جن کا اور انسان کا ایک ہی حکم ہی پس جن مین سے جو ایمان لائے اُن کیواسطے جنت ہی جیسے کافر جنون کیواسطے جہنم ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے جن و انس کو خطاب کیا۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ یعنی تم دونون فریق اپنے رب کی نعمتون سے کس نعمت کا انکار کرتے ہو اور اسی سورہ مین فرمایا وَلِمَنْ
خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ تو اس سے ظاہر ہی کہ ہر دو فریق کے واسطے جنت ہی اسی طرح آیات مین مومن کیواسطے وعدہ
ہے اور جن بھی جو ایمان لایا وہ مومن ہوا اسی طرح احادیث مین بھی آیا کہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت مین گیا واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم پھر یہان
دوسرا سوال یہ ہی کہ کیا جن کیواسطے بھی اُن کی قوم سے کوئی رسول بھیجا گیا یا نہین اسمین اختلاف ہی لیکن آیات قرآنی سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ جن [illegible]
نہین ہوا ہی مانند قولہ تعالیٰ وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق یعنی تجھ سے پہلے جو رسول بھیجے [illegible]
یہی شان تھی کہ کھانا کھاتے اور بازارون مین چلتے پھرتے تھے یعنی وہ فرشتے نہ تھے جیسے کفار اپنی جہالت سے کہتے ہین کہ خدا کو رسول [illegible]

Marfat.com

فرشتہ بھیجتا اور اسی کے مانند دیگر آیات ہین جن سے انسانی خصلت ظاہر ہوتی ہے بعض علماے دیگر نے کہا کہ اگر ان آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول ہمیشہ آدمی ہی ہوا ہے تو دوسری آیت سے یہ بھی نکلتا ہے کہ جن مین سے بھی رسول ہوا لقولہ تعالیٰ ۔ یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم ۔ اے گروہ جن و انسان کیا نہین آئے تمھارے پاس رسول تم مین سے ۔ ھ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جن مین سے بھی رسول آئے اسکا جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہان جہنمی گروہ کو ایک مجموعہ کر دیا جسمین جن وانس دونون شامل ہین اس مجموعہ مین سے رسول انسان آتا تھا فافہم واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم ۔ اگر کہا جاوے کہ ابن عباسؓ کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان جنون نے فقط تلاوت قرآن سنی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہین کی بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر بھی نہین ہوئی مگر اُسوقت کہ درخت نے آگاہ کیا یا اللہ تعالیٰ نے یہ وحی بھیجی تب آپکو معلوم ہوا حالانکہ صحاح کی بہت حدیثون سے جنون کا آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لانا صاف معلوم ہوتا ہے اسکا جواب شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بات یہ ہوئی کہ آیت مین جو مذکور ہے یہ سب سے پہلے مرتبہ ہی پھر اسکے بعد جا بجا کے جن آئے اور اکثر قومون کی طرف سے یکے بعد دیگرے ایلچی آتے رہے ہین چنانچہ اس بارے مین جو احادیث وارد ہوئی ہین اُنکا مختصر بیان یہ ہے کہ ابن عباسؓ نے کہا پہلے زمانہ مین جن جا کر آسمان کے دروازون سے فرشتون کی بات سن آتے اور اسمین اپنی طرف سے بیس جھوٹ ملانے تو جسقدر اُنھون نے سنا تھا وہ سچ تھا اور جسقدر ملایا وہ باطل تھا اور اُسوقت تک شیاطین پر شہاب ثاقب نہیں مارا جاتا تھا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھیجی گئی تو اُس کے بعد کوئی جنی اگر اپنے موقع پر چوری سے سننے جاتا تو اُس کو شہاب مارا جاتا تھا اگر لگ گیا تو جل جاتا تھا یہ حال جا کر اُنھون نے ابلیس سے بیان کیا اُس نے کہا کہ یہ کوئی جدید بات پیدا ہوئی ہے تو اُسنے اپنے گروہ سب طرف بھیجے تو جو گروہ بجانب حجاز آیا تھا اُسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وادی نخلہ کے دونون پہاڑ کے درمیان نماز پڑھتے دیکھا تو جا کر ابلیس سے بیان کیا اُسنے کہا کہ یہی وہ بات ہے جسکے سبب سے تم مارے جاتے ہو (احمد والترمذی والنسائی) مترجم کہتا ہے کہ قسم جن مین ابلیس و اُسکی ذریات تو ایمان سے محروم ہین اور ماسوائے اُسکے ایمان بھی لائے ہین امام احمد نے بطریق سفیان بن عیینہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطن نخلہ مین عشاء کی نماز پڑھتے تھے اور جنون کو تلاوت قرآن سننے کا اسقدر شوق ہوا کہ تلے اوپر گرے پڑتے تھے اور ابن جریرؒ کی روایت مین ہے کہ وہ سات یا نو نفر مقام نصیبین کے جن تھے اور امام احمد و بیہقی نے بسند صحیح روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت مین جو معاملہ مذکور ہے اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنون کو پڑھ کے نہین سنایا بلکہ اُن کو دیکھا بھی نہین تھا اور بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کو لیکر سوق عکاظ کی جانب روانہ ہوئے (زمانہ شرک مین ایک میلہ ہوتا تھا) اور شیاطین اور آسمانی خبر کے درمیان روک کر دی گئی تھی اور اُن پر شہاب ثاقب چھوڑے جاتے تھے تو شیاطین وہان سے لوٹ کر اپنی قوم کے پاس آئے اُنھون نے پوچھا کہ تمھاری کیا حالت ہے اُنھون نے یہ حال بیان کیا کہ ہمارے درمیان و آسمانی خبر کے درمیان روک کر دی گئی اور ہم پر شہاب چھوڑے جاتے ہین اُنھون نے کہا کہ یہ بات اسی وجہ سے ہوئی کہ کوئی امر جدید پیدا ہوا ہے تو تم کو چاہیے کہ زمین کے سب طرف پھر کر دیکھو کہ یہ کیا بات پیدا ہوئی ہے چنانچہ وہ سب طرف چھوٹے اور پھر کر اپنے مقام پر لوٹے تو یہ گروہ جو ملک حجاز کی جانب گیا تھا اُنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوق عکاظ جاتے ہوئے بطن نخلہ مین پایا کہ آپ اپنے صحابہ کو فجر کی نماز پڑھاتے تھے جب اُنھون نے قرآن سنا تو اُسکے سننے کیلئے کان لگائے پھر بولے کہ واللہ یہی امر ہے جس سے تم آسمانی خبر سے روکے گئے ہو پس لوٹ کر اپنی قوم کے پاس گئے اور بیان کیا کہ ہم نے قرآن نفیس سُنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی گئی ۔ قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن ۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے جن کی بات بتلائی گئی وقد رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی ۔ بیہقیؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے اول بار جنون کا واقعہ روایت کیا کہ اسوقت آنحضرت نے نہ اُن کو دیکھا اور نہ انکو کچھ سنایا پھر اسکے بعد جنون کے ایلچی آئے جن کو آپنے قرآن سنایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا مترجم کہتا ہے کہ بعض روایت مین آیا کہ آپ عشاء کی نماز

پڑھتے تھے اور دوسری روایت میں آیا کہ آپ فجر کی نماز پڑھتے تھے اور شاید اول انھوں نے عشاء کی نماز میں آپکی قرأت سنی ہو [illegible]
سنکر روانہ ہوئے عبدالرحمن بن عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ میں نے مسروقؒ سے پوچھا کہ جنوں نے جس رات قرآن سنا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
اس نے آگاہ کیا مسروقؒ نے کہا کہ تمھارے باپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے مجھے بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درخت نے آگاہ کیا [illegible]
سلم، شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شاید پہلے درخت نے جنوں کے مجتمع ہونے سے آگاہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی یا یہ معاملہ آئندہ بار [illegible]
واقع ہوا ہو کیونکہ جنوں کا آنا بہت مرتبہ واقع ہوا ہے علقمہؒ سے روایت ہے کہ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جس رات جن آئے تھے
تو آپ لوگوں میں بھی کوئی ساتھ تھا۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہم میں سے کوئی ساتھ نہ تھا بلکہ مکہ میں ایک رات ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا
تو ہم نے میدان کے وادیوں میں اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں سب جگہ ڈھونڈھا آخر لاچار ہو کر بیٹھے کسی نے کہا کہ شاید دھوکے میں آنحضرت مار ڈالے گئے
کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا غرض وہ رات ہم پر بری طرح گذری جیسی شاید کسی قوم پر گذری ہو پھر صبح ہوتے ہوئے ہم لوگ تلاش میں نکلے آخر پہچنے
کا وقت تھا کہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ کوہ حرا کی جانب سے تشریف لاتے ہیں تو ہم نے آپ سے اپنی مصیبت کا سارا حال بیان کیا آپ نے فرمایا کہ مجھ جن کا
ایلچی بلانے آیا تھا میں اسکے ساتھ گیا اور میں نے جنوں کو قرآن سنایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو لیگئے اور وہاں ہم کو جنوں کے نشان اور انکی
آگ کے نشان دکھلائے اور جنوں نے آپ سے اپنا توشہ مانگا یعنی اپنی غذا چاہی شعبیؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ جزیرے کے جن تھے اور انھوں نے مکہ میں آپ سے
یہ درخواست کی تھی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک ہڈی جسپر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے وہ ایسی حالت سے تمھارے ہاتھ آویگی کہ سب سے
زیادہ اسپر گوشت چڑھا ہوگا اور تمھارے جانوروں کے واسطے ہر لید و مینگنی ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ ان دونوں
چیزوں سے استنجا نہ کیجیو کیونکہ یہ تمھارے بھائیوں جن کی غذا ہے (رواہ احمد ومسلم) اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مرتبہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ
وغیرہ کوئی صحابی آپکے ساتھ نہ تھا اور دوسری روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ساتھ تھے اور اسکی اسناد جید ہے چنانچہ ابن جریرؒ
نے کہا کہ حدثنی احمد بن عبدالرحمن ابن وہب حدثنا عمی عبداللہ بن وہب اخبرنی یونس عن ابن شہاب عن ابی عثمان بن شبت الخزاعی وکان من اہل الشام
قال ان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال الخ یعنی ابن مسعودؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اور اس زمانہ میں آپ مکہ
میں تھے کہ تم میں سے جسکا جی چاہے آج کی رات حاضر ہو کر جن کا معاملہ دیکھے پھر صحابہ میں سے سوائے میرے کوئی حاضر نہ ہوا پھر میں آپکے ساتھ روانہ ہوا جب
ہم بلندی مکہ پر پہونچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو بٹھال کر اپنے مبارک پاؤں سے میرے گرد ایک خط کھینچدیا اور مجھے حکم دیا کہ میں اسی میں
بیٹھا رہوں اور فرمایا کہ اس میں سے مت نکلیو کیونکہ اگر اس میں سے نکلا تو ہلاک ہو جائے گا۔ (رواہ ابونعیم) پھر آپ روانہ ہوئے پھر آپنے کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا
شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کو سب طرف سے بکثرت سیاہ گروہوں نے گھیر لیا یہانتک میرے اور آپکے درمیان حائل ہو گئے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی آواز بھی نہیں سنتا تھا پھر میں نے دیکھا کہ بادل کے ٹکڑوں کی طرح ٹکڑے ٹکڑے اڑے جاتے ہیں یہانتک کہ صرف ایک ٹکڑا باقی رہ گیا پھر صبح ہوتے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو کر آئے اور پاخانہ کیواسطے تشریف لیگئے پھر وہاں سے آکر مجھ سے فرمایا کہ وہ گروہ کہاں گیا میں نے عرض کیا کہ وہ لوگ یہ ہیں
موجود ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہڈی و لید سے زادراہ دیا پھر ہم لوگوں کو منع کر دیا کہ کوئی لید یا ہڈی سے استنجا نہ کرے اس حدیث کو ابن
جریرؒ نے محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم عن ابی ذرعہ وہب اللہ بن راشد عن یونس بن یزید بھی روایت کیا ہے اور بیہقیؒ نے بطریق عبداللہ بن صالح عن
یونس بن یزید روایت کیا اور اسحاق بن راہویہ نے جریر عن قابوس بن ابی ظبیان عن ابیہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کیا اور حافظ ابونعیم نے
بطریق موسیٰ بن عبیدہ عن سعید بن الحارث عن ابی المعلی عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کیا اور دوسرے طریق سے ابونعیم نے کہا کہ حدثنا ابوبکر بن [illegible]

Marfat.com

حدثنا عبداللہ بن احمد بن حنبل حدثنا ابی حدثنا عفان وعارم حدثنا معتمر حدثنی ابی حدثنی ابو تمیمہ عن عمرو عن عبداللہ بن مسعود روایت کیا ہی لیکن ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اسناد بہت غریب ہے متوہم کہتا ہو کہ شاید اسوجہ سے کہ عفان بن مسلم اور عارم ابن الفضل سے دوسرے شاگرد روایت نہین کرتے ہین لیکن طحاوی کی اسناد مین متابعت موجود ہی واللہ اعلم - ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث دوسرے طریقے سے بھی روایت کی گئی قال ابن جریر حدثنا ابن عبدالاعلی حدثنا ابو ثور عن معمر عن یحیی بن ابی کثیر عن عبداللہ بن عمرو بن غیلان الثقفی انہ قال لابن مسعود رضی اللہ عنہ الخ یعنی عبداللہ بن عمرو بن غیلان نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ جس رات جن کے ایلچی آئے ہین اُس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ موجود تھے فرمایا کہ ہان پھر یہ حدیث تمام و کمال ذکر کی اور اسمین مذکور ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود کے گرد ایک خط کھینچ دیا اور فرمایا کہ اسمین سے مت نکلیو اور اس روایت مین جنون کا ہجوم اس طرح مذکور ہی کہ مین نے دیکھا کہ سیاہ سیاہ بادلون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا اور ابن مسعودؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ مین نے گھبرا کر نکلنا چاہا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی حادثہ پیش نہ آوے لیکن آپکا حکم یاد کر کے بیٹھ گیا اسی طرح تین بار واقع ہوا یہانتک کہ صبح ہونیکے قریب وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ تو سویا تھا مین نے عرض کیا کہ نہین واللہ کچھ نہین سویا بلکہ مین نے بارہا یہ قصد کیا کہ نکل کر لوگون کو پکارون آخر مین نے یہ دیکھا کہ آپ اپنے عصائے مبارک سے اُن کو مارتے اور فرماتے ہین کہ بیٹھ تب مجھے تسکین ہوئی آپنے فرمایا کہ اگر تو نکلتا تو مین نہین جانتا ہون کہ شاید اُن مین سے کوئی تجھے اُچک لیتا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے کچھ دیکھا تھا مین نے عرض کیا کہ جی ہان مین نے سیاہ مرد دیکھے جن سے دہشت ظاہر ہوتی تھی اور اُن کے کپڑے سفید تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نصیبین کے جن تھے اُنھون نے مجھ سے اپنی زندگانی کی معیشت مانگی تو مین نے اُن کو ہر ایک خالی ہڈی یا لید یا مینگنی عطا کی تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس سے اُنکا کیا کام چلیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کو جو ہڈی ملیگی اُسپر ویسا ہی گوشت ملیگا جیسا اُس دن موجود تھا جس دن وہ ہڈی کھائی گئی اور جو لید یا مینگنی پاوینگے اُسمین وہی دانہ ہوگا جس دن وہ کھائی گئی تھی پس تم لوگون مین سے جب کوئی پنجانہ پھر چکے تو ہڈی یا لید یا مینگنی سے استنجا نہ کرے اور اس حدیث کو بیہقی نے دوسرے دو طریق سے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی بعض روایات مین نبیذ سے وضو کرنا روایت کیا گیا ہے اور نبیذ اُس پانی کو کہتے ہین جسمین دو چار چھوہارے ڈالدئے گئے ہون جسکی شیرینی پانی مین آگئی اور پانی بدستور رقیق رہا اور اگر پانی گاڑھا ہو جاوے تو سب علماء کے نزدیک اُس سے وضو نہین جائز ہی قال الامام احمد حدثنا عبدالرزاق حدثنا سفیان عن ابی فزارۃ العبسی حدثنا ابو زید مولی عمرو بن حریث عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ الخ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس رات جن آئے تھے صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ تیرے ساتھ کچھ پانی ہے مین نے عرض کیا کہ پانی تو نہین ہی ولیکن میرے ساتھ ایک برتن مین نبیذ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوہارا پاکیزہ ہے اور پانی طہور ہی رواہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجہ اور ان سب سانید مین ابو زید پر مدار ہے وقال احمد حدثنا یحیی بن اسحاق اخبرنا ابن لہیعۃ عن قیس بن حجاج عن حنش الصنعانی عن ابن عباس عن ابن مسعود الخ یعنی ابن مسعودؓ نے کہا کہ جن والی رات مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین موجود تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عبداللہ تیرے ساتھ کچھ پانی ہی مین نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک برتن مین نبیذ ہی تو آپنے فرمایا کہ اچھا لاؤ پھر وضو کیا پھر فرمایا کہ اے عبداللہ یہ پینے کی چیز اور طہارت کرنے کی چیز ہی تفرد احمد بہذا الوجہ - اور دارقطنی نے دوسرے طریق سے روایت کیا ہے قال احمد حدثنا ابو سعید حدثنا حماد بن سلمہ عن علی بن زید عن ابی رافع عن ابن مسعود الخ اس حدیث مین ہے کہ تیرے ساتھ پانی ہی مین نے کہا کہ نہین آپنے فرمایا کہ نبیذ ہی مین نے کہا کہ ہان تو آپنے نبیذ سے وضو کیا - ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان دلایات سے صاف ظاہر ہی کہ آپنے جا کر جنون کو قرآن سنایا اور شریعت بتلائی پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اول مرتبہ جنون نے خود قرآن سنا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہوا جیسا کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مین منصوص ہی اور ابن جریرؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیبین کے

Marfat.com

سات عدد جن کو اُن کی قوم پر رسول کرکے بھیجا تھا اسناد جید ہے شاید کہ ابن عباس نے آخر میں جنون کا آنا بھی روایت کیا ہو کیونکہ بعد [illegible]
کے ایلچی آئے ہین چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ظاہر ہے اور خود امام بخاری نے حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ [illegible]
رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہڈی اور لید سے استنجا کیون نہین جائز ہے آپنے فرمایا کہ جن نصیبین کے ایلچی میرے پاس آئے تھے [illegible]
مجھ سے اپنی غذا مانگی تو مین نے اللہ تعالی سے دعا کی کہ جس ہڈی یا لید پر انکا گذر ہو اُس کو طعام پاوین (رواہ البیہقی) اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے دو باتین روایت کی گئین ایک یہ کہ مین لیلۃ الجن مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھا اور یہ بھی روایت کی گئی کہ موجود نہین تھا
تو شاید اسکے یہ معنی ہون کہ اول مرتبہ نہین موجود تھے پھر دوسری مرتبہ ساتھ گئے تھے اور شاید یہ معنی ہون کہ دوسری مرتبہ بھی خاص اُس جلسہ مین موجود
نہین تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو تھوڑی دور ایک حلقہ مین بٹھا دیا تھا اور ابن ابی حاتم نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ نصیبین کے جنون سے
سات عدد آئے تھے تین عدد اہل حران مین سے اور چار عدد خاص نصیبین مین سے تھے اور اُن کے نام یہ ہین حسی وحسا ومنشی وشاصر
وماضر وعردانیان وحقم اور شیخ ابو حمزۃ الثمالی نے ذکر کیا کہ جن کے اس گروہ کو بنو شیصبان کہتے ہین اور اُن کی تعداد سب جنون
سے زیادہ ہے اور نسب مین بھی سب سے شریف ہین اور ابلیس کے لشکر مین اکثر یہی لوگ تھے اور سفیان الثوری رحمہ اللہ نے بسند صحیح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ وہ نو عدد تھے اُن مین سے ایک کا نام زوبعہ تھا اور سلف سے یہ بھی روایت آئی ہے کہ وہ بھی پندرہ عدد تھے اور ایک روایت سے ظاہر ہوتا
ہے کہ ساٹھ سواریون پر تھے اور بیہقی کی ایک روایت مین ہے کہ اُن کے سردار کا نام وردان تھا اور بعض کا قول ہے کہ تین سو تھے اور عکرمہؒ سے مرسل روایت
ہے کہ بارہ ہزار تھے ابن کثیرؒ نے کہا کہ شاید یہ اختلاف روایت نہین ہے بلکہ یہ لوگ بارہا آتے تھے اور پہلے تھوڑے تھوڑے آتے تھے جیسے آدمیون مین
تھوڑے تھوڑے مسلمان ہوتے گئے ہین پھر بعد فتح مکہ وحجۃ الوداع کے یکبارگی فوج فوج لوگ داخل اسلام ہوئے اسی طرح جنون مین بھی یہی کیفیت ہوئی مترجم
کہتا ہے کہ ان روایات مین دلالت ہے کہ جنون کو انسانی غذاؤن مین مشارکت رہتی ہے اسیوجہ سے جن جب مسلمان ہوئے تو اُنھون نے حرام خوری سے
پرہیز چاہا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے واسطے غذا طلب کی اور صحیحین کی حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی امر ظاہر ہوتا ہے کہ صدقہ فطر کا جو
طعام اُن کی حفاظت مین ڈھیر تھا رات کو اسمین سے ایک شخص چوری کرتا ہوا پکڑا گیا اُسنے اپنی محتاجی اور اپنے عیال کی محتاجی ایسی بیان کی کہ
ابو ہریرہؓ کو ترس آیا اور اُنھون نے چھوڑ دیا صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گئے تو آپنے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ تیرا رات والا چور کیا ہوا جب
اُنھون نے جانا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے تو حال بیان کیا آپنے فرمایا کہ وہ جھوٹا پھر آویگا اور مترجم نے آیۃ الکرسی کی تفسیر مین اس قسم کے
واقعات ذکر کئے ہین اور حدیث سے ثابت ہوا کہ جو کوئی بغیر بسم اللہ کے کھاوے تو شیطان شریک ہوتا ہے اسکے یہی معنی ہین کہ ذریات ابلیس اُسکے
شریک ہوجاتے ہین اور خود ابلیس بھی اُسی قسم سے ہے اور عرب کے لوگ جبتک اسلام نہین لائے تھے تب تک جن وشیاطین خوب اُنکے ساتھ شریک ہوتے
تھے پھر جب اسلام پھیلا تو جن اس شرکت سے محروم ہو کر اپنی حالت پر پہونچ گئے۔ شیخ ابن کثیرؒ کی تفسیر مین ہے کہ بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ مین نے اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب سنا تو یون ہی کہتے سنا کہ اس بارہ مین میرا گمان یہ ہے اور جس چیز کی نسبت اپنا گمان ظاہر کرتے
تھے وہ اکثر ویسی ہی ہوتی تھی جیسا اپنا گمان بیان کیا ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے کہ ناگاہ اس طرف سے ایک خوبصورت شخص گذرا
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میرا گمان غلط نہو تو یہ شخص دو حال سے خالی نہین یا تو دین جاہلیت پر ہے یا اس زمانہ مین لوگون کے واسطے
کاہن تھا جو لوگون سے غیب کی باتین بتانے کا دعوی کرتا تھا اسکو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ آیا تو آپنے اُس سے یہی بیان کیا تو اُس نے کہا کہ
آج سی مصیبت مجھ پر کبھی نہین پڑی کہ ایک مسلمان سے اس قسم کی گفتگو کی جاتی ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم ناخوش مت ہو مین تم کو قسم دیتا ہون کہ تم [illegible]

Marfat.com

سچا حال بیان کردو تب اُس نے کہا کہ ان مین زمانۂ جاہلیت مین لوگون کے واسطے کاہن تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تیری جنیہ جو باتین تجھ سے بیان کرتی تھی اُسمین سب سے زیادہ عجیب بات تونے کیا دیکھی اُس نے کہا کہ ایک روز مین بازار مین تھا کہ ناگاہ وہ گھبرائی ہوئی میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ تونے دیکھا کہ جن اپنی سرخروئی کے بعد مایوس ہوکر محتاج ہوئے جاتے ہین اور وہی کمیلیون اور اونٹ کی چرواہی پر پہونچے جاتے ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تونے سچ بیان کیا اور مجھ پر یہ بھی معاملہ گذرا کہ ابتدائے زمانہ مین مشرکون کے بتون کے پاس ایک روز مین سوتا تھا کہ اتنے مین ایک شخص گوسالہ لایا اور اُسنے بھینٹ چڑھائی کہ ناگاہ ایک چیخنے والے نے جس سے زیادہ سخت آواز مین نے کبھی نہین سنی یون چلاکر کہا کہ یاجلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لاآلہ الا اللہ یعنی اے جلیح عین مراد ہی ایک مرد فصیح کہتا ہی کہ لاآلہ الا اللہ وہان جسقدر لوگ موجود تھے سب گھبراکر بھاگ گئے مگر مین نے کہا کہ مین تو یہان سے نہ ٹلون گا جبتک مجھے یہ ظاہر نہ ہو کہ کیا بات ہی پھر وہی آواز آئی یا جلیح امر نجیح رجل فصیح یقول لاآلہ الا اللہ پھر مین وہان سے اُٹھ آیا پھر بہت دن نہ گذرے تھے کہ یہ بات مشہور ہوئی کہ یہ شخص پیغمبر ہے (البخاری والبیہقی) اس روایت سے وہم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود بیان کیا بلکہ ایک ضعیف روایت مین صریح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی ولیکن بیہقی نے کہا کہ دیگر روایات سے معلوم ہوا کہ یہ معاملہ بھی اُسی کاہن نے بیان کیا یعنی اُس شخص نے دو باتین عجیب بیان کین اوّل یہ کہ اُسکی جنیہ گھبرائی ہوئی اُس کے پاس آئی تھی اور دوم یہ کہ ایکبار وہ ان کے بتون کے پاس سوتا تھا کہ ناگاہ ایک چیخنے والے نے بہت زور سے یہ کلمات پکارے۔ ابن کثیر نے کہا کہ جو کچھ امام بیہقی نے بیان کیا یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہی اور شاید بخاری کی روایت مین جس شخص کا نام مبہم رکھا گیا ہی اُسکا نام سواد بن قارب تھا چنانچہ بیہقی نے سواد بن قارب کی حدیث کو اپنی اسناد کے ساتھ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کیا کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہوئے لوگون کو خطبہ سناتے تھے (شاید یہ حج کے موقع مین ہو) اتنے مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے لوگو کیا تم مین سواد بن قارب موجود ہی مگر اس سال کسی نے جواب نہ دیا پھر جب دوسرا سال آیا تب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ مین فرمایا کہ کیا تم مین سواد بن قارب موجود ہے براء کہتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین یہ سواد بن قارب کون شخص ہی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ سواد بن قارب کے ابتدائے اسلام کا عجیب قصہ ہی (شاید یہ وہی قصہ مراد ہی جو اس زمانے سے پہلے ان کو مدینہ مین سواد بن قارب سے معلوم ہوا تھا جیسا کہ بخاری کی روایت مین بغیر نام کے ذکر ہوچکا ہے) پھر ہم لوگ اسی حال مین تھے کہ سواد بن قارب ہمارے سامنے آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے سواد تم اپنے ابتدائے اسلام کی کیفیت ہمارے مجمع مین بیان کرو سواد نے اسکو منظور کیا اور کہا کہ مین جاکر ملک ہند مین اُترا تھا اور میرے پاس جن مین سے ایک آیا کرتی تھی پھر ایک روز مین بت خانہ مین رات کو سوتا تھا کہ اُسنے آکر مجھ سے بیان کیا کہ اُٹھ اور سمجھ اور اگر تجھکو عقل ہی تو عقل حاصل کر کہ خاندان لوی بن غالب مین سے ایک رسول بھیجا گیا ہی پھر اُس نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے ؎ عجبت للجن وتحساسها ؛ وشدها العیس باحلاسها ؛ تھوی الی مکۃ تبغی الھدی ؛ ما خیر الجن کانجاسها ؛ فانھض الی الصفوۃ من ھاشم ؛ واسم بعینیک الی راسها ؛ اسکا حاصل یہ ہی کہ مین خوش ہون کہ جنون نے خوب پہچانا تجکو بھی اگر ہدایت منظور ہے تو مکہ کو جاکر خاندان ہاشم کے برگزیدہ بزرگ کی خدمت مین بسر و چشم حاضر ہو پھر اُس نے مجکو اچھی طرح ہوشیار کرکے ڈرایا اور کہا کہ اے سواد بن قارب بیشک اللہ تعالیٰ نے ایک پیغمبر بھیجا ہی تو فوراً وہان جا تو ہدایت وصلاحیت پاویگا پھر جب دوسری رات ہوئی تو بھی اُس نے آکر مجکو بیدار کر دیا اور یہ اشعار سنائے ؎ عجبت للجن وتطلابها ؛ وشدها العیس باقتابها ؛ تھوی الی مکۃ تبغی الھدی ؛ ولیس قدماها کاذنابها ؛ فانھض الی الصفوۃ من ھاشم ؛ واسم بعینیک الی قابها ؛ ان اشعار کا بھی خلاصہ وہی ہی جو شب اول کے اشعار کا خلاصہ تھا سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تیسری رات

ہوئی تو بھی اُس نے آکر مجکو جگا دیا اور یہ کہا : ؎ اعجبت للجن وتجبار ھا ؛ وشدھا العیس باکوارھا ؛ تہوی الی مکۃ تبغی الھدیٰ ؛ لیس ذو الشر کاخیار ھا ؛ فانہض الی الصفوۃ من ھاشم ؛ ما مومنو الجن ککفار ھا ؛ سواد بن قارب کہتے ہیں کہ جب اُس نے مکرر وسہ مکرر یہی بیان کیا تو میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام کی محبت پیدا ہوئی اور صبح ہوتے ہی میں اُٹھا اور میں نے اپنی روانگی کا سامان کیا اور وہاں سے روانہ ہو کر جب مکہ میں آیا تو زمانہ دراز گذر چکا تھا اور میں نے جانا کہ آپ مدینہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ پھر میں کہیں نہیں گیا یہاں تک کہ آپکی خدمت میں مدینہ حاضر ہوا اور اُسوقت میں آپکے گرد لوگ بیٹھے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو دیکھتے ہی فرمایا کہ مرحبا اے سواد بن قارب ہم کو معلوم ہی جس لئے تو آیا ہی میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے کچھ اشعار کہے ہیں آپ توجہ فرما کر مجھ سے سن لیجئے آپنے فرمایا کہ اچھا کہو تو میں نے پڑھنا شروع کیا اشعار۔ اتانی رئی بعد لیل وھجعۃ ولم یک فیما قد بلوت بکاذب ؛ ثلث لیال قولہ کل لیلۃ ؛ اتاک رسول من لوی بن غالب ؛ فشمرت عن ساقی الازار ووسطت بی الذعلب الوجناء بین السباسب ؛ فاشھد ان اللہ لا رب غیرہ ؛ وانک مامون علی کل غائب ؛ وانک ادنی المرسلین وسیلۃ الی اللہ یا ابن الاکرمین الاطائب ؛ فمرنا بما یاتیک یا خیر مرسل ؛ وان کان فیما جاء شیب الذوائب ؛ وکن لی شفیعا یوم لا ذو شفاعۃ ؛ سواک بمغن عن سواد بن قارب ؛ یہ اشعار سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے یہانتک کہ آپکے دندان مبارک ظاہر ہوگئے اور مجھ سے فرمایا کہ اے سواد تجکو فلاح حاصل ہوگئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سواد رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بھلا اب بھی وہ تمھاری رئی آتی ہے سواد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سے میں نے قرآن مجید پڑھا ہے تب سے نہیں آتی ہے اور جن کے عوض مجھے خدائے عز وجل نے کتاب مجید عنایت فرمائی یہ بہت اچھا عوض ہی (اسندہ البیھقی بوجوہ ثلاثۃ) اور واضح ہو کہ مدینہ میں ہجرت کرنے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بارہا جن کے ایلچی آئے ہیں چنانچہ حافظ ابو نعیم نے کتاب دلائل النبوۃ میں لکھا کہ حدثنا سلیمان بن احمد حدثنا محمد بن عبید المصیصی حدثنا ابو توبۃ الربیع ابن نافع حدثنا معاویہ بن سلام عن زید بن اسلم سمع ابا سلام حدثنی من حدثہ عمرو بن غیلان الثقفی قال اتیت عبد اللہ بن مسعود الخ یعنی عمرو بن غیلان نے بیان کیا کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ جس رات جنون کے ایلچی آئے تھے اُس رات آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں تب میں نے عرض کیا کہ اسکی کیفیت مجھ سے بیان فرمایئے حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ نے اس طرح شروع کیا کہ فقراء مہاجرین یعنی اہل صفہ میں سے ہر مرد کو ایک شخص انصاری اپنے ساتھ لیگیا تاکہ رات میں کھانا کھلاوے مگر میں باقی رہگیا کہ مجھے کسی نے نہیں لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے گذرے تو آپنے فرمایا کہ یہ کون شخص ہی تو میں نے عرض کیا کہ ابن مسعود ہوں تو آپنے فرمایا کہ تجھے کسی نے اپنے ساتھ کھانے کیواسطے نہیں لیا میں نے عرض کیا کہ نہیں تو آپنے فرمایا کہ میرے ساتھ چل شاید مجھے کچھ ملے پھر میں آپکے ساتھ آیا یہانتک کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ تک پہونچکر آپنے مجھے باہر چھوڑ دیا اور آپ اندر تشریف لیگئے پھر اندر سے لونڈی نکلی اور اُسنے کہا کہ اے ابن مسعود تمھارے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہیں پایا تم جا کر اپنے ٹھکانے سو رہو میں لوٹ کر مسجد میں آیا اور میں نے مسجد کی کنکریاں جمع کر کے تکیہ بنایا اور اپنی چادر میں لپٹ کر لیٹ رہا پھر تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ اتنے میں وہی لونڈی پھر آئی اور اُسنے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو بلاتے ہیں میں اُسکے پیچھے ہو لیا اور مجھے اُمید یہ تھی کہ شاید کچھ کھانا میسر آویگا پھر جب میں وہاں پہونچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل آئے اور آپکے ہاتھ میں نخل کی ایک چھڑی تھی وہ آپنے چھڑی ان میں میرے سینے پر رکھی اور فرمایا کہ جہاں میں جاتا ہوں وہاں تم چلو گے میں نے عرض کیا کہ جو کچھ اللہ تعالی کو منظور ہو آپنے تین بار فرمایا اور میں نے بھی یہی کہا

پھر آپ چلے تو مین آپکے ساتھ ہو لیا یہانتک کہ آپ بقیع الغرقد تک پہونچے وہان آپنے اپنی چھڑی سے ایک خط کھینچ دیا اور فرمایا کہ تو اسی دائرہ مین بیٹھا
رہ یہان سے مت نکلیو جبتک مین آؤن پھر آپ آگے چلے اور مین درختون کے درمیان آپکو دیکھتا تھا یہانتک کہ جب اتنی دور پہونچے کہ مین آپکو
نہین دیکھ سکتا تھا تو آپکی جانب سیاہ غبار اُٹھے جس سے مجکو خوف لاحق ہوا تو مین نے اپنے دل مین قصد کیا کہ شاید ہوازن نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ مکر کیا ہے تاکہ دھوکے سے آپکو قتل کرین پس مجکو چاہیئے کہ فوراً آبادی کی طرف دوڑکر لوگون کو پکاردون پھر فوراً رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تک پہونچ جاؤن پھر مجھے یاد آگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ یہان سے مت نکلیو جب تک مین نہ آؤن اتنے مین مین نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی کہ اپنی چھڑی سے اُن کو تادیب کرتے اور فرماتے ہین کہ بیٹھو پھر وہ سب بیٹھ گئے یہانتک کہ صبح ہونے کو آئی
پھر وہ لوگ اُٹھکر چلدیئے یعنی وہی سیاہ غبار اُڑا چلا گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور فرمایا کہ میرے جانے کے بعد تو [illegible]
مین نے عرض کیا کہ نہین ولیکن مجکو اول ہی مرتبہ یہ گھبراہٹ ہوئی تھی کہ مین نکلکر آبادی کی طرف جاکر لوگون کو پکارون اور میرا یہ گمان تھا کہ ہوازن
نے قتل کرنے کیواسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکر کیا ہے یہانتک کہ مین نے آپکی آواز سنی کہ آپ اُن کو اپنی لکڑی سے تادیب فرماتے ہین آپنے
فرمایا کہ اگر تو اس حلقہ سے نکلتا تو مین بخوف نہ تھا کہ شاید اُن مین سے کوئی تجھے اُچک لیتا اور بھلا تو نے اُن مین سے کسی کو دیکھا تھا مین نے عرض کیا کہ
ہان سفید لباس مین سیاہ مرد متوحش دیکھے تھے آپنے فرمایا کہ یہ جن نصیبین کے ایلچی تھے میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے زاد و متاع مانگتے تھے۔ اپنے کھانے
پینے اور اپنے جانورون کے کھانے پینے کو مانگتے تھے تو مین نے اُن کو ہر ایک خالی ہڈی یا لید یا مینگنی اُن کی معاش دیدی (یعنی خالی ہڈی اُنکے
واسطے اور لید یا مینگنی اُن کے جانورون کیواسطے) مین نے عرض کیا کہ یہ اُنکو کیا فائدہ دیگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو ہڈی وہ پاوینگے
اُسپر ویسا ہی گوشت ہوگا جیسا اُس دن موجود تھا جس دن کھائی گئی تھی اور جو لید یا مینگنی ملیگی اُسپر وہی دانہ ہوگا جیسا کھایا تھا پس تم لوگون مین سے
کوئی شخص کسی ہڈی یا مینگنی سے استنجا نہ کرے (اسنادہ غریب جید ولکن فیہ رجل لم یسم) اور حافظ ابو نعیم نے دوسری اسناد کے ساتھ حضرت زبیر بن العوام
رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی مسجد مین ہم کو صبح کی نماز پڑھائی پھر سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ آج
کی رات جنون کے ایلچی آوینگے تم مین سے کوئی میرے ساتھ چلیگا ولیکن سب لوگ خاموش رہے پھر رات کو آپ جاتے ہوئے میری طرف سے گذرے
اور میرا ہاتھ پکڑ لیا تو مین آپکے ساتھ ساتھ ہو لیا یہانتک کہ مدینہ کے سب پہاڑون سے پار ہوگئے اور کشادہ میدان مین پہونچے تو مین نے دیکھا کہ مردان
دراز قد مانند جھنڈے کے اپنے کپڑے پہنے کھڑے ہین تو جب مین نے اُن کو دیکھا تو مجھے لرزہ چڑھ آیا پھر ویسے ہی کچھ حالات بیان کئے جیسے حدیث عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ مین مذکور ہوئے ہین (ہذا حدیث غریب) اور حافظ ابو نعیم نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ کے شاگردون مین سے کچھ لوگ حج کے ارادہ سے سفر کو گئے تھے اُن مین سے ایک شخص بیان کرتا ہے کہ مین بھی اُن کے ساتھ تھا راہ مین ایک
مقام پر ہمنے دیکھا کہ ایک سانپ سفید رنگ راستہ کے کنارے کنڈلی مارے پڑا ہے اور اُس سے مشک کی خوشبو اُڑتی ہے یہ عجیب معاملہ دیکھکر مین نے
اپنے ساتھیون سے کہا کہ آپ لوگ چلئے مین تو یہان سے نہین ہٹونگا جبتک نہ دیکھون کہ اس سانپ کا کیا معاملہ ہے پھر تھوڑی دیر نہین گذری تھی
کہ وہ مرگیا پس مین نے اُسکو ایک سفید کپڑے مین لپیٹ کر راستہ سے ہٹاکر دفن کردیا اور وہان سے روانہ ہوکر عشا کے قریب اپنے ساتھیون سے مل گیا
پھر واللہ مین ہنوز بیٹھا ہی تھا کہ یکایک مغرب کی طرف سے چار عورتین نمودار ہوئین اُن مین سے ایک نے ہم لوگون کو خطاب کیا کہ عمرو کو تم مین سے
کس نے دفن کیا ہم نے کہا کہ ہم نہین جانتے ہین کہ عمرو کون شخص ہے اُس نے کہا کہ آج تم مین سے کسی نے سانپ کو دفن کیا ہے مین نے کہا کہ ہان
ایک سانپ مرگیا تھا اُسکو مین نے البتہ دفن کردیا ہے اُسنے کہا کہ ہان کچھ مضائقہ نہین ہے اور واللہ تم نے ایسے شخص کو دفن کیا جو ہمیشہ روزے رکھتا اور

راتون کو نماز پڑھتا تھا اور کتاب اللہ کے موافق امر معروف کرتا تھا اور تمھارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا تھا [illegible] اُس نے آسمان سے تعریف سنی تھی اور اُسی وقت سے ایمان رکھتا تھا آج اُسکا انتقال ہوا پھر جب ہم لوگ [illegible] اور [illegible] ہم نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اس سانپ کا اور عورتون کا قصہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ سچ [illegible] وسلم سے سنا کہ وہ چارسو برس پہلے آپ پر ایمان لایا تھا (ہذا حدیث غریب جدا) اور حافظ ابونعیم نے کہا کہ سفیان الثوری [illegible] ابو اسحاق عن الشعبی عن رجل من ثقیف روایت کی ہے اور امام احمد کے بیٹے عبد اللہ نے اور طبرانی نے صفوان بن المعطل سے یہ روایت بیان [illegible] ہی نے اُترکر اس سانپ کو دفن کیا تھا اور اس جماعت والون نے بیان کیا ہے کہ یہ جن منجملہ اُن نو جنون کے تھا جنھون نے رسول اللہ صلی [illegible] سے ابتدا مین قرآن سنا تھا اور یہ ان سب سے آخر مین مرا ہے اور ابونعیم نے اپنی اسناد جید کے ساتھ معاذ بن عبد اللہ بن معمر سے روایت کی [illegible] عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت مین بیٹھا تھا کہ ناگاہ ایک شخص آیا اور اُسنے بیان کیا کہ اے امیر المومنین مین نے ایک عجیب بات [illegible] جنگل مین تھا اور ناگاہ مجکو اُس بیابان مین نظر آیا کہ دو اژدھے آپس مین لڑتے ہین پھر ان دونون مین سے ایکنے دوسرے کو مار ڈالا اور [illegible] جہان دوسرا مرا ہوا پڑا تھا وہان مین گیا تو مین نے دیکھا کہ وہان بہت سانپ مرے ہوئے پڑے ہین اور وہان مشک کی خوشبو آتی ہے پھر مین نے ایک ایک کو سونگھنا شروع کیا تو آخر مین ایک زرد پتلا سانپ پایا کہ اس مین سے یہ خوشبو آتی تھی پس مین نے اُسکو ایک کپڑے مین لپیٹ کر دفن کر دیا اور وہان سے چلا آیا راہ مین مجھے ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ اے بندۂ خدا تو نے اچھا کام کیا اور یہ دو گروہ جن ہین ایک بنو شعیبان ہین اور دوسرے بنو قیس ہین اور ان دونون مین باہم لڑائی ہوئی اور یہ شخص شہید ہوا تھا جسکو تو نے دفن کیا اور یہ اُن لوگون مین سے تھا جنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی سنی تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر اس شخص سے فرمایا کہ اگر تو سچ کہتا ہے تو واقعی تیںے عجیب معاملہ دیکھا ہے اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرا جھوٹ تیری گردن پر ہے (ابونعیم) اور بیہقی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو سورۃ الرحمن سنائی یہانتک کہ ختم فرمائی پھر کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ مین تم لوگون کو خاموش دیکھتا ہون تم سے بہتر جنون کا جواب تھا کہ جب مین نے اُن کو سورۃ الرحمن سنائی تو ہر بار جب مین نے فبای الاء ربکما تکذبان پڑھی تو اُنھون نے یہی کہا ولا بشیء من آلائک ربنا نکذب فلک الحمد یعنی اے رب ہم تو تیری کسی نعمت سے انکار نہین کرتے ہین اور تیرے ہی واسطے حمد و ثنا ہے (ورواہ الترمذی وقال غریب) پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اسی آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ جن مین رسول نہین ہوئے ہین جیسے مترجم نے سابق مین [illegible] کیا ہے اگر کہا جاوے کہ اس آیت مین جنون نے یہ کہا کہ انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسی۔ یعنی جیسے موسی پر توریت نازل ہوئی تھی اُسکے مانند [illegible] کے بعد اللہ تعالی نے ایک کتاب نازل فرمائی جسکو ہم سن آئے ہین انھین عیسی علیہ السلام کا ذکر نہین کیا حالانکہ بعد توریت کے انجیل بھی نازل ہوئی ہے تو مترجم نے سابق مین اشارہ کیا ہے کہ شاید جن مین سے یہ گروہ مانند یہود کے فقط توریت پر ایمان رکھتا ہو اور شیخ ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ توریت مین بیان صفات توحید و شرائع حلال و حرام مع مواعظ ہے اور انجیل مین فقط وعظ و نرم دلی کی باتین ہین تو وہ گویا توریت [illegible] اسیواسطے جنون نے صرف توراۃ کا ذکر کیا واللہ تعالی اعلم اور قرآن مین دو باتین مذکور ہین اول اخبار صدق اور دوم عدل اسیواسطے اللہ تعالی نے فرمایا وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا اور جنون کے وعظ مین بھی انھین دونون باتون کا اشارہ ہے یعنی یہدی الی الحق سے اعتقاد [illegible] ہے اور طریق مستقیم سے اعمال کا تکملہ ہوتا ہے اور آیت مین صریح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن و انس دونون گروہ کی طرف بھیجے گئے تھے پھر شیخ نے مومنین جن کے واسطے ثواب کا مسئلہ جسکو سابق مین مترجم نے مختصر بیان کیا ہے یہان مدلل ذکر کیا [illegible]

یہ ہے کہ انسان مومنون کی طرح جن کے مومن بھی جنت مین داخل ہون گے اور جس جماعت علما نے کہا کہ اُن کیواسطے ثواب جنت نہین ہے تو اس جماعت کا قول ٹھیک نہین ہے اور نہ اُنکے قول کیواسطے شرع مین کوئی دلیل موجود ہے بلکہ اُن کی دلیل فقط یہ ہے کہ یہان آیت مین فقط اسقدر مذکور ہے کہ اے قوم اگر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ بخشے اور تم کو عذاب جہنم سے نجات دے پھر اگر اُنکے واسطے ثواب جنت ہوتا تو وہ بھی مذکور ہوتا شیخ نے کہا کہ یہ کوئی دلیل نہین ہے کہ اُن کیواسطے ثواب جنت نہو کیونکہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ یغفر لکم من ذنوبکم ویؤخرکم الی اجل مسمی یعنی اگر تم اپنے رب سے مغفرت مانگو اور ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ بخشے اور وقت مقرر تک تم کو مہلت دے۔ ھ اسمین ثواب جنت کا ذکر نہین ہے۔ تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ نوح علیہ السلام پر جو آدمی ایمان لائے وہ جنت مین نہین جاوین گے اسی طرح اگر یہان جنون کیواسطے ثواب جنت مذکور نہین ہے تو اُس سے بھی یہ لازم نہین آتا کہ وہ جنت مین نہ جاوین بس یہی بات ٹھیک ہے کہ جن کے واسطے جنت کا ثواب ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب پھر اللہ تعالیٰ نے انسانی منکرین کو زندگانی آخرت پر دلالت فرمائی۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ

کیا نہین دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے بنائے آسمان اور زمین اور نہ تھکا اُن کے بنانے مین وہ سکتا ہے کہ

عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جلا وے مردے کیون نہین وہ ہر چیز کر سکتا ہے اور جس دن سامنے لائے منکرون کو

عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا

آگ کے اب یہ ٹھیک نہین بولے کیون نہین قسم ہے ہمارے رب کی کہا تو چکھو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ

مار بدلا اُسکا جو تم منکر ہوتے تھے سو تو ٹھہرا رہ جیسے ٹھہرے رہین ہمت والے رسول

وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا

اور شتابی نہ کر اُن کے واسطے یہ لوگ جس دن دیکھین گے جس چیز کا اُن سے وعدہ ہے جیسے ڈھیل نہ پائی تھی مگر

سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ع

ایک گھڑی دن پہونچا دیا اب وہی کھپین گے جو لوگ بے حکم ہین

ان آیات مین اللہ تعالیٰ نے قیامت سے انکار کرنیوالون پر صریح حجت ظاہر فرمائی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہٹ کرنے والون کے ساتھ چندروزہ کمال صبر کا حکم دیا کیونکہ منکرون کے واسطے قیامت مین عذاب شدید ہوگا تو دنیا مین چند دن اپنی خواہش کے موافق بسر کرین اور ان کو ہدایت کی راہ بتلائی بقولہ تعالیٰ۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى۔ قولہ الذی خلق السموات والارض ولم یعی بخلقھن۔ شان الٰہی سبحانہ تعالیٰ کا بیان ہے اور کلمہ ان اللہ کی خبر بقادر آئی ہے اور باء موحدہ بغرض تاکید کے زیادہ کی گئی ہے یہی ابو عبیدہ و فراء و زجاج و اخفش و کسائی نے بیان کیا کہ عرب ایسے مقام پر تاکید بلیغ کے واسطے باء داخل کرتے ہین جیسے الیس ہو بقادر یعنی اُسکو بہت زیادہ قدرت ہے تو معنی کلام الٰہی کے یہ ہوئے کیا ان لوگون نے دیکھا نہین کہ اللہ تعالیٰ جس کی یہ شان ہے کہ اُسنے آسمانون و زمین کو پیدا کیا اور اُن کے پیدا کرنے مین کچھ ماندہ نہین ہوا وہ خوب قدرت رکھتا ہے اس بات پر کہ مردون کو زندہ کرے

Marfat.com

ف یعنی اللہ تعالیٰ کی۔ تمام مخلوقات عظیمہ دیکھکر بھی ان لوگون کو عقل نہ آئی کہ جس نے یہ بڑے بڑے اجسام بنائے
کو دوبارہ پیدا کرے اور ان اجسام کے پیدا کرنے مین اُسکو کچھ تکان نہین ہوا یعنی اُس کی قدرت مین کچھ نقصان نہین ہوا
اب وہ قدرت باقی نہین رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان لم یزل و لایزال یعنی واجب قدیم ہی تو اُسکی صفت مین کسی طرح تغیر ہونا محال
پہلے بھی ویسی ہی اب ہی اور ویسی ہی ہمیشہ رہیگی پھران بیوقوفون سی تعجب کرنا چاہیئے کہ یہ اتنا بھی نہین پہچانتے ہین۔ بَلٰٓی اِنَّهٗ عَلٰی کُلِّ
کیون نہین وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہی ف اور جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اُسکا یہ حکم دیتا کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہی اور جن
قیامت سے انکار کیا اُنھون نے اپنے رب عزّ و جل کی بھی صفت نہ پہچانی کہ وہ پیدا کرنیوالا قادر ہی اور اپنے حق مین ہدایت چھوڑی اور
وغیرہ مین یہ قدرت خیال کی جو ہرگز اُن مین نہین ہو سکتی تو اُن کے تصور کرنے سے ان چیزون مین یہ صفت موجود نہ ہو جائیگی لیکن اُنھون
حق مین اپنے رب عزّ و جل کی نافرمانی اور اُس سے بے ادبی پوری کر لی تو اسی افراط کے نیچے آگ مین جاوین گے جس سے یہان انکار
وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَلَی النَّارِ۔ اور جس دن پیش کئے جائین گے جو لوگ کافر بنے ہین آگ پر ف جس سے انکار کرتے تھے
کہا جائیگا۔ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ۔ کیا یہ سچ نہین ہی ف یعنی جس آگ سے تم انکار کرتے تھے یا جس زندگی و دار آخرت سے منکر تھے اب کیا جھوٹ
نہین ہی۔ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا۔ کہین گے کیون نہین قسم ہی ہمارے رب کی ف یعنی اُسوقت اقرار کرین گے بلکہ خوف کے مارے خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کر
اقرار کرین گے تاکہ اُن کی نسبت کسی طرح انکار کرنے کا شبہہ بھی نہ ہو و لیکن وہان اقرار کی ضرورت نہین ہی کیونکہ جہنم تو اُن کی آنکھون کے سامنے
موجود ہی اور یہ اقرار لینا فقط اُن پر ملامت کرنے کی غرض سے ہی اور دنیا مین البتہ اُن سے اقرار و ایمان چاہا گیا تھا مگر وہان اُنھون نے انکار کیا لہذا
یہان اُنکو دکھلا کر ملامت کر کے کہا جائے گا۔ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ۔ کہا کہ اب یہ عذاب چکھو کیونکہ تم انکار کیا کرتے
تھے ف یا اپنے کفر کے بدلے یہ عذاب چکھو پس وہان ان کافرون کو عذاب سے کہین بچاؤ نہ ہوگا اسمین ایک قسم کی تنبیہ ہی کہ جو بندے یقین
لائے ہین وہ جب یقین کیساتھ ان کافرون و مشرکون کو دیکھین گے تو انسانی شفقت چاہتی ہی کہ ان لوگون کے حال پر افسوس کرین کیونکہ
یہی چند روز اُن کیواسطے نجات ہی پھر آخر وہ عذاب شدید ہی کہ جس سے اللہ عزّ و جل اہل ایمان کو بچا دے تو ایسی حالت مین اگر ان کافرون کی طرف
سے کوئی بیہودگی و ایذا نظر آوے تو بھی اس سے درگزر کرنا چاہیئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ فَاصْبِرْ
کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ۔ صبر کر جیسے رسولون مین سے صاحبان عزم نے صبر کیا اور کافرون کے لئے
جلد عذاب مت مانگ ف یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجکو اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم کیا ہے یعنی پیغمبری کی شان مین عزم قوی و صبر کے ساتھ
پیغام ادا کرنیوالا پس جس طرح پہلے انبیا اولوالعزم نے صبر کیا اور کافرون کی گستاخیان و بیہودگیان دیکھکر اُن کے واسطے عذاب کی جلدی نہین
کی اسی طرح تو بھی ان کافرون کیواسطے جلدی مت کیجیو کیونکہ یہ دنیاوی زندگی نہایت قلیل ہے۔ کَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا یُوْعَدُوْنَ لَمْ یَلْبَثُوْا
اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ۔ گویا یہ لوگ جس دن وہ عذاب دیکھین گے جس سے ڈرائے جاتے ہین نہین ٹھہرے تھے مگر دن کی ایک ساعت ف یعنی
کافرون کو جس دن وہ عذاب جہنم نظر آویگا تو اُن کو معلوم ہوگا کہ گویا دنیا مین ہم لوگ فقط گھڑی بھر رہے تھے اسکی یہ وجہ ہی کہ اگر ایک شخص کو
سال بھر تک کسی پہاڑ پر رکھا جاوے جہان برف گرنے سے بہت سردی ہوتی ہے پھر اُس کو وہان سے لاکر جلتے ہوئے بھاڑ مین ڈالدیا جاوے
اگرچہ وہ اُسی وقت نکل بھاگے تو بھی جلنے کی تکلیف سے اُسکو سردی و ٹھنڈک کی ساری کیفیت بھول جائے گی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ قیامت
کا دن پچاس ہزار برس ہی اور دنیا مین آدمی کی عمر خصوصاً اس زمانہ مین سو برس تک بھی شاذ نادر ہوتی ہی پھر بھلا اُس دن کے مقابلہ مین کیا

Marfat.com

زندگی ایک گھڑی بھی نہ ہوگی اور اسکے بعد قیاس کرو کہ دوزخ تو ابد الآباد ہو اعاذنا اللہ تعالیٰ من عذابہ۔ بَلٰغٌ ۔ یہ بلاغ ہے ف یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسکے رسول نے نصیحت بروجہ کمال پہونچائی اب اگر کوئی شخص نہ مانے تو اُس کے واسطے کچھ عذر نہیں ہے۔ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُونَ ۔ پھر کیا ہلاک کیے جائینگے مگر وہی لوگ جو نافرمان تھے ف یعنی اللہ عزوجل نے اپنا رسول بھیجکر کافرون کو نافرمانی پر عذاب جہنم سے آگاہ کردیا تھا اور فرمانبرداری پر نعمت جنت سے بشارت سنائی تھی پھر جو لوگ جہنم مین گئے تو یہ کوئی اور نہین سوائے ایسے لوگون کے جنھون نے بے ادبی اور سرکشی مین حد سے زیادہ تجاوز کیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو جھوٹھا بنایا اور مار ڈالنے پر آمادہ ہوئے بلکہ بہتون کو ... اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بے ادبی کیساتھ رد کردیا تو یہی لوگ ہین جو جہنم کے عذاب مین پڑے ۔ (تنبیہ) آیت مین انبیاء اولوالعزم سے کون پیغمبر مراد ہین بعض نے کہا کہ جنھون نے ادائے رسالت مین عزم قوی کے ساتھ صبر کیا اور اپنی قوم پر عذاب کی بددعا نہین کی اس قول پر ... کیا گیا کہ نوح علیہ السلام پیغمبر اولوالعزم ہین حالانکہ اپنی قوم پر بددعا فرمائی جواب یہ ہے کہ کچھ بے صبری کی وجہ سے بددعا نہین فرمائی بلکہ جب انکو معلوم ہوا کہ جو لوگ ایمان لا چکے اُن کے سوائے اب کوئی ایمان نہین لاویگا اور اللہ تعالیٰ نے یہ وحی بھیجدی پس جب انکو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انکو ہلاک کریگا اور کشتی بنانے کا حکم آیا تب اُنھون نے البتہ بددعا کی کہ اب کوئی کافر باقی نہ رکھا جائے کہ آیندہ وہ ان مسلمانون کیواسطے دشمن ہو قشیری رح نے کہا کہ صبر سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر وثوق ہو اور ثابت قدمی مین کچھ پریشانی و ناگواری نہو اور بعض انبیا کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ صاحب عزم نہ تھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اولوالعزم پیغمبرون کی تعداد مین متعدد اقوال ہین اور سب سے مشہور قول یہ ہے کہ وہ حضرت نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہم وسلم اجمعین ہین اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ احزاب و سورۂ شوریٰ کی دو آیتون مین اُنکے نام بیان فرمائے اور یہی پیغمبر صاحبان شریعت ہین یعنی ہر ایک کے واسطے ایک شریعت تھی اور بعض نے لکھا کہ سورۂ انعام مین اٹھارہ پیغمبر یعنی ابراہیم و اسحاق و یعقوب و نوح و داؤد و سلیمان و ایوب و یوسف و موسیٰ و ہارون و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و اسمٰعیل و الیاس و الیسع و یونس و لوط یہ سب اولوالعزم ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنکے چال چلن کی اقتدار کا حکم دیا ہے اور اسی قول کو شیخ حسین بن الفضل نے اختیار کیا ہے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شاید اولوالعزم سے کل رسول مراد ہون تو معنی یہ ہونگے کہ تجھے اسطرح صبر رکھنا چاہیئے جیسے رسولون کی شان ہوتی ہے کہ وہ صاحبان عزم ہوتے ہین قال ابن ابی حاتم حدثنا محمد بن الحجاج الحضرمی حدثنا السری ابن حیان حدثنا عباد بن عباد حدثنا مجالد بن سعید عن الشعبی عن مسروق قال الخ یعنی مسروق نے بیان کیا کہ مجھ سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر روزے سے رہے پھر شام کو افطار نہین کیا بلکہ دوسرے دن بھی برابر روزے سے رہے پھر افطار نہین کیا بلکہ تیسرے دن بھی برابر روزے سے رہے اور فرمایا کہ اے عائشہ یہ دنیا ایسی چیز ہے کہ محمد و آل محمد کے لائق نہین ہے اے عائشہ اللہ تعالیٰ اپنے اولوالعزم رسولون سے راضی نہین ہوا مگر اسی طور پر کہ وہ دنیا کی مکروہ چیزون پر دلیری سے قائم رہین اور دنیا کی مرغوب چیزون سے منہ موڑے رہین پھر اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی راضی نہوا مگر اسی طور پر راضی ہوا کہ جس بات کی تکلیف اولوالعزم کو دی تھی وہی حکم مجھے دیا چنانچہ فرمایا فاصبر كما صبر اولوا العزم من الرسل اور واللہ اپنی قوت و طاقت بھر مین بھی اُنھین لوگون کی طرح صبر کرونگا اور قوت تو وہی ہے جو اللہ عزوجل نے عطا فرمائی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ (رواہ ابن ابی حاتم والدیلمی)

سورۃ محمد مدنیۃ وھی ثمان وثلثون ایۃ

اس سورۃ کا نام اکثر اہل تفسیر نے سورۂ محمد لکھا ہے اور اسکو سورۃ القتال بھی کہتے ہین اور سورۃ الذین کفروا بھی کہتے ہین اور اسکی آیات

اڑتیس یا اُنتالیس ہین اور بعض نے کہا کہ پوری چالیس ہین اور یہ اختلاف دو جگہ ہو ایک قولہ تعالیٰ
اور دوم قولہ تعالیٰ لذۃ للشاربین پھر یہ سورۃ مدنیہ ہو ماوردی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سب علمائے کے قول مین مدنیہ
ہے مگر ان دونون نے کہا کہ اس مین سے ایک آیت مستثنی ہو وہ حجۃ الوداع کے بعد جب آپ مکہ سے چلنے لگے ہین اور
کو دیکھتے جاتے تھے اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی یعنی قولہ تعالیٰ کاین من قریۃ ہی اشد قوۃ من قریتک الآیۃ مترجم کہتا ہو
کچھ اختلاف نہ تھا بلکہ ابن عباس و قتادہ نے اس آیت کو مکیہ لیا جو مکہ مین نازل ہوئی ہو خواہ وہ ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہو یا ہجرت
کے بعد نازل ہوئی ہو جیسے یہ آیت کہ ہجرت کے بعد بلکہ حجۃ الوداع کے بعد وقت روانگی کے نازل ہوئی ہو اور مشہور اصطلاح کے موافق
یہ آیت بھی مدنیہ ٹھہری کیونکہ ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہو اور مشہور اصطلاح یہ ہو کہ جو سورہ یا آیات قبل ہجرت کے نازل ہوئیں وہ مکیہ ہین
اور جو بعد ہجرت کے نازل ہوئین وہ مدنیہ ہین تو یہ آیت بعد ہجرت کے نازل ہوئی لہذا مدنیہ ہو اگرچہ مکہ مین نازل ہوئی ہو پھر یہ نزول شیخ
قرطبی و ماوردی نے نقل کیا ہو اور سبب کو نزول آیت سے زیادہ مناسبت ظاہر نہین ہوتی اسواسطے کہ اس آیت سے خلاصہ مطلب یہ ہو کہ اگر
اس بستی والون کیوجہ سے تجکو بیت اللہ چھوڑنا پڑا تو اسمین اللہ تعالیٰ کی حکمت ہو ورنہ بستی والے کوئی چیز نہین ہین اور ہم نے اس بستی والون سے
زیادہ قوی لوگون کی بستیان ہلاک کر دین ہ۔ حالانکہ اسوقت آپ مکہ چھوڑ کر مدینہ کو کچھ بستی والون کی وجہ سے نہین جاتے تھے کیونکہ بستی
والے تو اسوقت سب مسلمان ہو گئے تھے بلکہ آپ اپنے ثواب ہجرت کو پورا کرنے کے واسطے جاتے تھے فافہم اور خازن و خطیب وغیرہ نے نقل کیا
بلکہ خود قرطبی نے بھی نقل کیا کہ اس آیت کا نزول اُسوقت ہوا ہی جب آپ مکہ سے بقصد ہجرت نکلکر غار حرا کی جانب روانہ ہوئے تھے یعنی
ابتدائے حال مین جب کافرون کی سرکشی و ایذا کی وجہ سے آپکو ہجرت مدینہ کا حکم ہوا تو اُسوقت تسکین کے واسطے یہ آیت نازل فرمائی
کہ ہجرت کے حکم مین بہت بڑی حکمت ہو اور کچھ اس بستی والون کا خطرہ نہین ہو کیونکہ اگر ان بستی والون کو اللہ تعالیٰ چاہے تو دم بھر مین ہلاک
کر دے کیونکہ اُس نے اُن سے زیادہ سخت و قوی بستیون کو ہلاک کر دیا بلکہ یہ لوگ فقط ظاہری حیلہ ہین اور ہجرت کرنے مین صحابہ رضی اللہ عنہم
کے واسطے کمالات ہین کیونکہ وہ لوگ گھر بار سے منقطع ہو کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے ہو جاوین گے اور مہاجرین کہلاوین گے اور
مدینہ کے اصحاب کو انصار ہونے کا فضل حاصل ہوگا کیونکہ وہ بھی اپنی جان و مال سے ہاتھ اُٹھا کر رسول اللہ و مہاجرین کے واسطے نصرت کرینگے
کیونکہ تمام عرب اُن کے دشمن ہو کر ہر طرف سے اُن پر نرغہ کرین گے حتی کہ منافقون کو اور کافرون کو یہ نظر آویگا کہ اب یہ لوگ نہین بچ سکتے
ہین مگر انصار رضی اللہ عنہم اسکی کچھ پروا نہ کرین گے اور اپنے مال و اولاد و اپنی جان سے ہاتھ اُٹھا کر خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نصرت
پر قائم رہین گے پھر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو سب کافرون پر فتح عنایت کریگا یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت ابتدائے
ہجرت کے وقت نازل ہوئی ہو۔ ثعلبی نے کہا کہ یہ سورہ مکیہ ہے اور بعض نے ضحاک و سعید بن جبیر سے بھی یہی قول نقل کیا ولیکن
یہ نقل غلط ہو اور صحیح یہ ہو کہ سورۃ القتال مدنیہ ہو۔ یہی ابن عباس و ابن الزبیر سے روایت کیا گیا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز مین ہم کو الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ پڑھاتے تھے رواہ الطبرانی فی الاوسط مترجم
کہتا ہے کہ اس حدیث سے یہ ضرور نہین کہ ہر روز مغرب کی نماز مین یہ سورہ پڑھتے ہون اور یہ بھی ثبوت نہین ہو سکتا کہ اسکا نزول مدینہ مین
ہوا کیونکہ بعض وہ سورتین جو مکہ مین نازل ہوئی تھین اُن کو بھی آپ کبھی پڑھتے تھے اور یہ بھی ثبوت نہین ہوتا کہ پورا سورہ پڑھتے تھے کیونکہ یہ
آیت بطور حوالہ مذکور ہو واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ بلکہ حدیث سے اس سورہ کی فضیلت کا اشارہ ہے

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے کھو دیئے اسنے اُنکے کیئے اور جو لوگ یقین لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ

اور کیئے بھلے کام اور مانا جو اُترا محمد پر اور وہی سچا دین اُنکے رب کی طرف سے اُن سے

سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ

اُتاریں اُنکی برائیاں اور سنوارا اُن کا حال یہ اسپر کہ جو منکر ہیں وہ چلے جھوٹی بات پر اور

ربع الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝

جو یقین لائے اُنھون نے مانی سچی بات اپنے رب کی طرف سے یون بتاتا ہے اللہ لوگون کو اُن کے احوال

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ ایسے لوگ جنھون نے کفر کیا ف یعنی آیات آلٰہی سے انکار کیا اور باوجود دلائل معجزات کے جھٹلاتے رہے۔ وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اور اُنھون نے اللہ کی راہ سے روکا ف یعنی دوسرون کو بھی اللہ تعالیٰ کی راہ پر آنے سے مانع ہوئے خواہ اس طرح کہ زبردستی خوف دلایا کہ اگر مسلمان ہوجائے گا تو مار ڈالین گے یا اس طرح کہ ان لوگون کو کچھ مال اسواسطے دیا کہ مسلمان ہونے کی طرف دھیان ہی نکرین یا اسطرح کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نشانیان اگلی کتابون توریت وانجیل مین مذکور تھین اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپ کے صحابہ مین صریح ظاہر تھین تو عوام کو اسکے برخلاف نشانیان سنائین مثلاً توریت مین مذکور تھا کہ پیغمبر آخر الزمان خوبصورت اور گداز جسم معتدل ہوگا تو بجائے اسکے یہودیون نے عوام الناس کو بتلایا کہ توریت مین آیا ہے کہ وہ پیغمبر سانولا پتلا دبلا دراز قد گھونگھروالے بال ہوگا غرضکہ جن لوگون نے خود کفر کیا اور دوسرون کو راہ حق سے روکا۔ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال گم کر دیئے ف یعنی دور کر کے مٹا دیئے اور اُنکا کچھ ثواب نہین لکھا تو صرف اُن کے پاس بد اعمال باقی رہے کہ اُن کے بدلے عذاب پاوین گے پھر ان کافرون کے برخلاف جو بندے ایمان لائے اُن کی خوبی بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اور جو بندے ایمان لائے یعنی اُن کے دلون مین یقین نے جگہ پائی کیونکہ اُنھون نے حق کو پہچان کر سب شکوک نکال ڈالے اور اپنے دل کو اسی حق پر مضبوط کیا۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اور کام کئے نیک یعنی اللہ تعالیٰ کی شریعت پر اعضاء ظاہر و باطن کو فرمانبردار کیا۔ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ۔ اور ایمان لائے اُس کلام پر جو محمدؐ پر اُتارا گیا اور وہی اُن کے رب کی طرف سے حق ہے ف یعنی ان مومنون کا خلاصہ حال یہ ہے کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا یعنی قرآن وحدیث اُسکو دل سے یقین مانا اور کیون نہ مانتے کہ یہ قرآن تو اُن کے پروردگار کی طرف سے عین حق ہے پس جو بندے اس طرح سے یقین لائے اور نیک کام کئے۔ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی برائیون کو مٹا دیا۔ اور اُن کی دلی شان کو نیک کر دیا ف ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اُن کے کام کو ٹھیک بنا دیا اور مجاہد وقتادہ وابن زید نے کہا یعنی اُن کی شان حال کو درست کر دیا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ قرآن پر ایمان لائے اور محمدؐ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مان کر جو کچھ آپ نے کہا اُسکو سچ جانا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی خطاؤن کو عفو کیا اور اُنکے دین و دنیا کے کام بنا دیئے جیسے کافرون و منکرون کے

Marfat.com

کام بگاڑ دیئے ہین ابوالسعود نے کہا کہ کافرون کے اعمال پہلے سے نیک موجود نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال کی [illegible]
وہ مٹا کر ضائع کیے جاوین تو کافر لوگ اگر مہمانون کی ضیافت کرین یا قرابتیون کے ساتھ نیکی کرین یا محتاجون کے ساتھ سلوک کرین
[illegible]ن کا کچھ اثر باقی نہین رکھا جاتا ہے کیونکہ ان مین ایمان کا لگاؤ نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ دار آخرت کے واسطے اللہ تعالیٰ کے لیے کام [illegible]
[illegible]نرہ کام ہونا چاہیئے اور کفار مردہ اور اُن کے اعمال مردہ ہین تو وہ دنیا اور جہنم کے لائق ہین لہذا دنیا مین اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو کچھ
ثمرہ مل جاتا ہے اور باقی وہ مٹا کر ریگ کی طرح لُٹا دیئے جاتے ہین تفسیر کبیر مین ہے کہ اگر کہا جاوے کہ ان کافرون سے کون لوگ مراد ہین تو
جواب یہ ہے کہ کئی وجہین ہوسکتی ہین اوّل وہ کفار مکہ جو بدر مین لڑنے کیلئے آئے تھے اور راہ مین اپنے نزدیک نیک کام سمجھکر لشکر کو کھانا کھلاتے
تھے دوم کل کفار قریش جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین خرچ کرتے تھے سوم اہل کتاب یہود ونصاریٰ چہارم ہر قسم کے کافر اس مین
داخل ہین ابوالسعود وغیرہ نے کہا کہ اُنکے اعمال باطل کرنیکے یہ معنی بھی ہوسکتے ہین جو ضحاکؒ نے بیان کئے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنکے مکر وتدبیر کو مٹا دیا یعنی جیسے مال خرچ کر کے
لشکر جمع کرتے تھے تاکہ مسلمانونکو مٹا دین تو برعکس اُنکی مراد کے اللہ تعالیٰ نے اُنکی بکا یان مٹا دین رازیؒ نے کہا کہ صدوا عن سبیل اللہ مین بھی کئی وجہین ہوسکتی ہین
ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحاب کی خدمتگزاری سے لوگونکو روکتے ہین دوم یہ کہ جہاد سے سوم ایمان سے چہارم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے روکتے
ہین اور لکھا کہ اعمال کا مٹا دینا اسوجہ سے ہوا کہ اُسکے باقی رہنے کی شرط یعنی ایمان نہین ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے عمل کو قبول نہ کیا تو وہ عمل خود ہی نیست ہوگیا کیونکہ عمل خود کوئی
باقی چیز نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہر نیک عمل کے پیچھے لکھنے کا حکم دیتا ہے کہ فلان بندے نے یہ نیک کام کیا جسکا ثواب میرے
یہان ہے تو ثواب کا باقی رہنا ہے گویا عمل کا باقی رہنا ہوا بلکہ یہ خود آدمی کے جسم سے بہتر ہے جس نے عمل کیا تھا کیونکہ جسم اگرچہ کچھ دنون
باقی رہتا ہے لیکن آخر وہ مٹ جاتا ہے اور جس نیک کام کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا وہ ہمیشہ باقی ہے اور کافر نے اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی
عمل نہین کیا تو کوئی نیکی نہین ہے جو قبول ہوکر باقی رہے مترجم کہتا ہے کہ ہر کام کے واسطے کچھ نتیجہ ہوتا ہے بس اگر خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے
ہو تو اُسکی طرف سے دنیا و آخرت مین نتیجہ ہے اور اگر دنیا کی نیت سے ہو تو دنیا مین جو کچھ نتیجہ دیا جائے وہی نتیجہ ہوگا اور لکھا کہ کافر کے
کامون کی کوئی قدر نہین ہے چنانچہ کافر نے جب اللہ تعالیٰ سے کفر کر کے صلیب یا بُت وغیرہ کے واسطے رکوع وسجدہ کیا تو اُسنے اپنی ذات
کی حرمت باقی نہ رکھی کیونکہ ان چیزون کے سامنے بندہ بنکر حقیر سے حقیر ہوگیا کیونکہ عبادت کرنے والا اپنے معبود کے سامنے حقیر سے حقیر
ہوتا ہے تو کافر کا فعل بے اعتبار ہوا اور اُسکی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص کسی سائیس کا نوکر ہے بس وہ سائیس کی خدمت کیا کرتا ہے پھر
ایک مرتبہ وہ سلطان کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوگیا تو سلطان کے نزدیک اُس کی کچھ وقعت نہین ہے کیونکہ وہ خود حقیر ہو رہا ہے اور یہی کافر کا حال
ہے کیونکہ جب وہ پتھرون ولکڑیون وغیرہ کے واسطے سجدہ کرتا پھرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اُسکے سجدہ کی کچھ قدر نہین ہے اور اگر ایک بادشاہ
سرکش ہے کہ وہ کسی کی فرمانبرداری نہین کرتا ہے تو جب اُسنے سلطان کے خلیفہ کے واسطے انقیاد کیا تو سلطان اُس کی تکریم فرما دے گا
یہی حال مومن کا ہے کہ سوائے اپنے حق سبحانہ وتعالیٰ کے کسی کے لئے اپنے نفس کو خوار نہین کرتا ہے تو اُسکا سجدہ خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے
موجب رضائے الٰہی وثواب ہے قولہ وہو الحق من ربہم یعنی حق اسی مین منحصر ہے (ابوالسعود) خلاصہ یہ ہوا کہ جن لوگون نے خود کفر کیا اور سچی راہ
الٰہی سے لوگون کو روکا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال مٹائے اور اُن کی تدبیرین خراب کر دین اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر یقین لائے
اور نیک کام کئے اور خاصکر اس قرآن پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا ہے اور یہ اُن کے پروردگار کی طرف سے آیا ہوا
عین حق ہے تو ایسے بندون کے بُرے کام کو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا اور اُن کے کامون کو نیک کر دیتا ہے اور اُنکی شان حال کو درست کر دیتا ہے

Marfat.com

ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۔ یہ بات اسوجہ سے کہ جو کافر ہیں اُنھون نے باطل کی پیروی کی اور جو لوگ ایمان لائے ہین اُنھون نے حق کی پیروی کی جو اُن کے رب کی طرف سے ہے ف یعنی یہ بات جو مذکور ہوئی کہ کفار کے اعمال مٹائے جاتے ہین اور مومنون کی بُرائیان مٹا کر اصلاح شان کر دیجاتی ہے تو اُسکی وجہ یہ ہے کہ کافرون نے تو ایسی چیز کی پیروی کی جو باطل ہے یعنی حق کے مخالف ہے تو اُن کے جتنے اعمال ہونگے وہ سب حق سے مخالف بنیاد پر ہوے اور جو حق سے مخالف ہے وہ مٹ جائیگا اور جو بندے ایمان لائے ہین اُنھون نے حق کی پیروی کی اور اُس حق کا مرتبہ شرف یہ ہے کہ وہ اُن کے رب عزوجل کی طرف سے آیا ہے یعنی قرآن ونبوت تو اُن کے اعمال جب حق کی بنیاد پر ہین تو وہ ضرور خوب ہین ۔ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۔ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ لوگون کے لیئے اُن کی مثلین ف یعنی جیسے اس بیان سے اللہ تعالیٰ نے صاف صاف کافر و مومن مین سے ہر فریق کا حال بیان کر دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ واضح مثال سے اپنی مخلوقات مین کافر و مومن کا حال بیان فرماتا ہے کیونکہ اس مثال سے کھل گیا کہ کافرون کے کامون کی جڑ و بنیاد محض باطل ہے تو اس جڑ سے جتنی بالو و شاخین و پتے پھوٹین گے سب باطل ہون گے تو کافرون کے جتنے اعمال ہین سب کی مثال آگئی اگر شیطان وسوسہ دلائے کہ کافرون مین سے بعضے یہ چاہتے ہین کہ دنیا مین غریبون کو راحت پہونچے اور صدقہ و خیرات دیتے ہین تو اُسکا جواب یہ ہے کہ یہ اسی باطل بنیاد پر شاخین نکلی ہین کیونکہ وہ لوگ سوائے دنیاوی زندگی کے اور سوائے یہان کی عزت و دولت کے کچھ یقین نہین کرتے تو اس شاخ مین فقط یہی پھل آنا چاہیئے کہ دنیا مین کچھ نام ہو اور غریبون کے ساتھ سلوک کا نتیجہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے دنیا مین انعام ہو پس اگر اسمین خالص نیت ہو تو جو کچھ مقدر ہے دنیا مین مل جاویگا اور آخرت سے انکار کا اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ شرک کا عذاب اُس کی گردن پر رہیگا اسی طرح مومنون کے سب افعال کی مثل بھی اس سے نکل آئی کہ دنیا مین غریبون کے ساتھ سلوک کرتے ہین تاکہ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو اور ان غریبون کی طرف سے شکر گذاری یا اپنی نام آوری کا خیال نہین کرتے ہین کیونکہ یہ اُن کے نزدیک چند دن کے بعد فنا ہے اور لوگون کو کمینہ پن کی خصلت سے اعلیٰ ہمت کی طرف بلاتے ہین ولیکن اُن پر کسی طرح جبر نہین کرتے پھر جب کفار و مشرکین ہی اُن پر ظلم کرتے ہین کہ اُن کو خدائے تعالیٰ کی راہ سے روکتے اور اپنے جماؤ جمع کر کے چاہتے ہین کہ مومنون کو ذلیل کرین تو اللہ تعالیٰ نے مومنون کو جہاد کا حکم دیا اور اپنی طرف سے اُن کو نصرت عطا فرمائی تاکہ کفار مغلوب ہون کیونکہ کفار تو حق کے دشمن ہو کر وہ تدبیرین کرتے ہین جس سے شرک غالب ہو اور اللہ تعالیٰ اسکو مٹاتا ہے لہذا مومنون کو حکم بھیجا کہ

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ

سو جب تم بھڑو منکرون سے تو گردنین ہین مارنی یہانتک کہ جب کُشتہ ڈال چکے ان مین تو مضبوط باندھو قید

فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۫ ذٰلِكَ ؕ وَلَوْ يَشَآءُ

پھر یا احسان کریو پیچھے اور یا چھڑوائی لیجیو جبتک کہ رکھ دے لڑائی اپنا راجھ یہ سُن چکے اور اگر چاہے

اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اللہ تو بدلا لے اُن سے پر جانچنے کو تمھارے ایک دوسرے کو اور جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ مین

فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْ...

تو نہ کھو دیگا وہ اُنکے کئے اُنکو راہ دیگا اور سنوار دیگا اُن کا حال اور داخل کریگا بہشت میں...

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا...

اے ایمان والو اگر تم مدد کروگے اللہ کی تو وہ تمھاری مدد کریگا اور جما دیگا تمھارے پاؤن اور جو لوگ منکر ہوئے انکی...

وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝

اور کھو دیئے اُن کے کئے یہ اُسپر کہ اُنھون نے پسند نہ رکھا جو اُتارا اللہ نے پھر اکارت کو دیئے اُن کے کئے

جب یہ حال کھل گیا کہ اللہ تعالیٰ حق کو بلند کرتا ہے اور ضلالت کو مٹاتا ہی تو اہل ایمان جب خالص رضائے الٰہی عزوجل کیواسطے مشرکون وکافرون پر جہاد کرین تو اللہ تعالیٰ اُن کو فتح ونصرت عطا کریگا۔ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا پس جب تم لوگ کافرون سے ملاقی ہو ف یعنی جب جہاد مین تم سے اور کافرون سے مقاتلہ واقع ہو فَضَرْبَ الرِّقَابِ۔ تو گردنون کی ضرب ف یعنی صدق نیت سے اُنکی گردنون پر وار کرو اور اُس سے گردنون کی خصوصیت مقصود نہین ہی بلکہ کافرون کو ہولناک کردیا جو اسی دنیاوی زندگی پر مرتے ہین اور مومنون کو شہادت کے شوق مین بھردیا اور مراد یہ کہ جب قتال کرنیوالے کفار تم سے بھڑ جاوین تو دلیری سے اُن کے سرون وگردنون پر وار کرو یعنی تلوار دیکے اُنکو کاٹ ڈالو حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ۔ یہانتک کہ جب تم نے اُن کو گھائل کرلیا تو مضبوط باندھو ف یعنی جب جہاد مین تم نے کافرون کی قوت توڑدی خواہ بہتیرے قتل کئے یا بھاری قوت والے مار ڈالے یا قتل وجراحت سے اُنکو بوجھل کردیا کہ اب وہ مقابلہ کے لئے نہین اُٹھ سکتے ہین تو اُن کو باندھ لو کیونکہ اصلی مقصود یہی ہی کہ اُن کی ذات سے جو ظلم وشرک کی بنیاد مضبوط ہی وہ زائل ہو جاوے اور یہ مقصود نہین ہی کہ اُن کو خواہ مخواہ قتل کیا جاوے پس اگر ابتدا مین کافرون کا قید کرنا اس غرض سے ہو کہ ان سے مال لیکر اُنکو چھوڑ دین تو یہ دنیاوی ہوسات ہون گے جو اہل ایمان سے لائق نہین ہین کیونکہ اُنکو آخرت مطلوب ہی نہ کافرون سے مال لیکر چھوڑنا بلکہ شر وفساد دور کرنا مقصود ہی تاکہ ہر قسم کے مشرکین وکفار جو اہل ایمان کے دشمن ہوتے ہین اور آپس مین مل جاتے ہین تو ان کافرون کو ایسا کمزور کردیا جائے کہ وہ اہل ایمان کی توحید مین خلل نہ ڈالین تو اُن کو گھائل وسست کرنے کے بعد ان کو قید کرو فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا۔ پھر بعد اسکے احسان کردیا فدیہ لو یہانتک کہ لڑائی اپنے ہتھیار رکھدے ف یعنی اُن کو گھائل یا ضعیف کردینے کے بعد قید کرلو پھر اسکے بعد مصلحت دیکھکر چاہو اُن پر مفت احسان کرکے چھوڑ دو اور چاہو اُن سے فدیہ لیکر چھوڑ دو اور یہ حکم برابر اُسوقت تک قائم رکھو کہ لڑائی اپنے ہتھیار اُتار ڈالے یعنی جس ملک کے کافرون سے بوجہ اُن کی سرکشی وخودمختاری کے لڑائی قائم ہے تو برابر اسی طرح اُن کو سست کرتے جاؤ یہانتک کہ لڑائی کی ضرورت باقی نہ رہے اور اللہ تعالیٰ اہلے اسلام سے اُن کے شر وفساد کو دور فرمادے خواہ اس طرح کہ وہ لوگ تابع ہو جاوین یا صلح کرین۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے اول جہاد بدر مین جب اللہ تعالیٰ نے زبردست کافرون کو مکہ سے نکال کر بدر مین بھیجا اور مومنون کی خفیف جماعت کو مدینہ سے بدر مین پہونچایا اور اُن کو بغیر ظاہری سامان کے اس کثیر قوی جماعت کفار پر غالب فرمایا حتی کہ مومنون نے بہت سے مار ڈالے اور اسی قدر قید کر لائے اور باقی بھاگ گئے اور مسلمانون نے باہم مشورہ کے بعد یہ قرار دیا کہ ان لوگون سے ان کی جان کا فدیہ لیکر چھوڑ دین یعنی مکہ سے ہر ایک شخص کے قرابتی اسکا فدیہ لاکر مدینہ مین داخل کرین پس اسطرح یہ قیدیون کو...

تو بہت لوگ اپنی جماعت کفار مین مل گئے اور وہ جماعت قوی ہوگئی پس اللہ تعالیٰ نے کافرون کے مقابلہ مین مومنون کو ادب سکھلایا کہ کافر و مومن دو فریق ہین اور دونون اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہین اور ہر ایک اپنے اپنے اعتقاد پر مراد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بخشش کسی فریق سے بند نہین ہو لیکن کافرون کے اعمال کو اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے اور مومنون کے اعمال کو درست کرتا اور اُنکو نصرت دیتا ہو پس مومنون کی اصلاح اسطرح فرمائی کہ جب تم کافرون سے معرکہ مین ملاقی ہوا کرو تو تمھاری ہمت اس جانب ہو کہ بخوف وخطر اُنکو تلوارون سے کاٹ ڈالو اگرچہ تم بھی مارے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ کرو پھر جب اُنکو کمزور کر چکو تب گرفتار کر لو اور کمزور فریق کے حق مین تمکو اختیار ہے کہ چاہو فدیہ لو یا احسان کر کے چھوڑ دو اور جبتک کہ تم نے اُنکو کمزور نہین کیا ہو تب تک چھوڑ دینا تمھارے اوپر سختی ہوگا چنانچہ فرمایا ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ واللہ عزیز حکیم۔ یعنی کسی نبی کے واسطے لائق نہین ہو کہ قیدی اُس کے پاس ہون جبتک وہ زمین مین کافرونکو سُست وگھائل نہ کرے تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو۔ھ پس اس آیت مین عتاب فرمایا کہ بے موقع اس مقام پر فدیہ لینا نہ تھا بلکہ کافرون کو سُست کر دینا چاہیئے تھا اور یہ آیت نازل کی گئی کہ جہاد مین کافرون کو جہانتک ہو کاٹ ڈالو اور گھائل کر کے کمزور کر دو پھر البتہ قیدیون کو باندھ لو اور کچھ مال دنیا کی قطعی ضرورت نہین ہو چاہو یون ہی احسان کر کے چھوڑ دو اور چاہو فدیہ لو بعض علمائے نے دعوی کیا کہ اس آیت مین قیدی کو مفت چھوڑنے یا فدیہ لینے کا اختیار دیا گیا تو یہ منسوخ ہو بقولہ تعالیٰ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم یعنی جب تعظیم کے مہینے گذر جائین تو شرک کرنیوالون کو جہان کہین پاؤ مار ڈالو۔ھ تو اس سے معلوم ہوا کہ مفت یا فدیہ لیکر چھوڑنا منسوخ کیا گیا عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے بھی یہ قول روایت کیا اور یہی قتادہ وضحاک وسدی وابن جریج سے روایت ہو غرضکہ چند علما کے نزدیک یہ حکم منسوخ ہے اور اکثر علمائے نے کہا کہ منسوخ نہین ہے بلکہ مسلمانون کے امام کو اختیار ہے چاہے قیدی کو فدیہ لیکر چھوڑ دے یا مفت چھوڑ دے رہا سوال کہ قیدی کو قتل کر سکتا ہو یا نہین تو اسمین اختلاف کیا گیا بعض نے کہا کہ قتل نہین کر سکتا اور دوسرون نے کہا کہ نہین بلکہ قتل کر سکتا ہو چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیون مین سے نضر بن الحارث وعقبہ بن ابی معیط کو قتل کر دیا اور اس کے بعد بھی جب آپکے ایک لشکر نے نجد کے سردار ثمامہ بن اثال کو گرفتار کیا تو آپنے اسکو مسجد کے ستون مین باندھا پھر اُس سے پوچھا کہ اے ثمامہ تیرے پاس کیا چیز ہے اُس نے عرض کیا کہ اگر تم مار ڈالوگے تو ایک جاندار کو مار دگے اور اگر احسان کرو تو ایسے شخص پر احسان کروگے جو شکر گزار رہیگا اور اگر آپ کو مال کی خواہش ہو تو جو کچھ مانگئے ملیگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر دوسرے روز اس سے پوچھا اور اُسنے یہی جواب دیا پھر تیسرے روز بھی اس سے پوچھا اور اُس نے یہی جواب دیا مترجم کہتا ہو کہ شاید رات مین اُسکے واسطے ایمان کی دعا کرتے ہون اور صبح کو اُس سے پوچھتے تھے تاکہ اُسکا حال ظاہر ہو واللہ تعالیٰ اعلم پھر اُسکو مفت رہا کر دیا وہ چلا گیا اور مدینہ کے گرد کسی باغ خرما مین جا کر نہایا اور پھر واپس آیا اور کہا کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمدا رسول اللہ۔ مترجم کہتا ہے کہ پہلے اُس نے کچھ اظہار نہ کیا کیونکہ اگر اُسوقت اقرار کرتا تو اُس کو جان کا خوف باقی نہ رہتا تو شاید بھید یہ تھا کہ اُسنے اہل اسلام کے تقوی وعبادات کو خوب دیکھا لیکن شیطان نے یہ شبہہ اُسکے دل مین باقی رکھا کہ مال دنیا کی لالچ سے یہ سب برتاؤ کیا جاتا ہو پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو بالکل مفت چھوڑ دیا حالانکہ وہ تمام ملک نجد کا سردار تھا تو اُسکو یقین ہوگیا کہ یہ دنیا کے واسطے نہین ہو اور اُس کے دل سے شیطان کا مکر ہٹ گیا پس وہ ایک بیک دل سے مسلمان ہوگیا الحاصل امام کو اب بھی اختیار ہو کہ چاہے قیدیون کو مفت چھوڑ دے اور شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ

چاہے اُس کو غلام بنادے قولہ تعالیٰ حتی تضع الحرب اوزارہا اسکے معنی یہ ہین کہ لڑائی کافرون کیساتھ اسی طرح [illegible]
ہتھیار اُتار دے ابوالسعودؒ نے آیتِ نفقط جنگ بدر کی لڑائی ختم جانا بھی تجویز کیا اور یہ بعید ہو شاید یہ تکلف اسوجہ سے [illegible]
[illegible]ت کا حکم منسوخ ہی اور حسن بصریؒ سے روایت ہو کہ حجاج ثقفی کے پاس کچھ قیدی لائے گئے تو اُسنے ابن عمر رضی اللہ عنہما [illegible]
[illegible]س کو قتل کیجیے تو ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم لوگون کو یہ حکم نہین دیا گیا ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا حتیٰ اذا اثخنتموہم فشدوا الوثاق [illegible]
ابی سلیمؒ نے کہا کہ مین نے مجاہدؒ سے ذکر کیا کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ قیدیون کو قتل کرنا جائز نہین ہو [illegible] اللہ تعالیٰ
نے فدیہ لینے یا مفت چھوڑنے کا حکم دیا ہو مجاہدؒ نے فرمایا کہ تو اس روایت پر کچھ اعتماد مت کر اور مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
وہ سب اس سے انکار کرتے تھے اور ہر صحابی کہتا تھا کہ یہ حکم منسوخ ہے اور یہ حکم فقط اس درمیان مین تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
و مشرکون کے درمیان مین صلح تھی اور اب یہ حکم نہین ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو اقتلوا المشرکین حیث الآیۃ یعنی مشرکون کو جہان پاؤ قتل کرو [illegible]
پس اگر وہ گرفتار ہاتھ آوین تو بھی قتل کر دیئے جائین پھر اگر وہ قیدی مشرکین عرب مین سے ہون تو اُن سے سوائے اسلام کے کچھ قبول نہین
ہے تو جب وہ اسلام سے انکار کرے قتل کیا جائیگا اور اگر سوائے عرب کے کسی قوم عجم سے ہو تو مسلمانون کو اختیار ہو چاہے اُنکو مفت چھوڑ دین
یا فدیہ لے لین یا گردن مار دین یا غلام بنا دین اور اگر مسلمان ہو جاوے تو کافرون کو فدیہ لیکر نہ دیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے منع کر دیا کہ عورت یا بچہ یا بہت بوڑھا کبھی قتل نہ کیا جاوے مُترجم کہتا ہو کہ قصداً اُن مین سے کسی کا قتل کرنا حلال نہین ہو اور اگر لڑائی مین
یا شب خون و چھاپہ مارنے مین کوئی اُن مین سے مارا جاوے تو غازیون پر کچھ گناہ نہین ہے قولہ الحرب اوزارہا لڑائی کے اوزار سے
مراد ہر وہ چیز جس سے لڑائی کا کام چلتا ہو جیسے ہتھیار و سواری و گھوڑے وغیرہ اور مراد یہ ہو کہ لوگون کو لڑائی کی ضرورت باقی نہ رہے
یعنی اسطرح کہ کافرون کے واسطے شوکت و قوت باقی نہ رہے۔ یہ بات ہر ملک کے کافرون کی بہ نسبت البتہ ہو سکتی ہو مثلاً ابتدا
مین مکہ والے مشرکون کی نسبت حکم ہوا کہ لڑائی مین مار دو اور کمزور و گھائل کر ڈالو تب البتہ گرفتار کر کے چاہو چھوڑ دو یا فدیہ لیلو
اور برابر یہی حکم ہے یہانتک کہ لڑائی موقوف ہو پس جب مکہ فتح ہو گیا تو آپ نے سب کو احسان کر کے گرفتاری سے معاف رکھا لیکن عام طور
پر سب جہان کے کافرون کی نسبت یہ ابھی تحقق نہین ہوا اسی وجہ سے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ مجاہدؒ نے فرمایا کہ یہ اسوقت ہوگا کہ
جب عیسیٰ علیہ السلام اُتر ین اور بعض نے لکھا یعنی اس زمانہ مین جب سوائے دین اسلام کے کوئی دین باقی نہ رہے اور اُسکا بھید یہی ہو کہ
حرب دو طور پر واقع ہوتی ہو ایک یہ کہ جہاد ہو اور دوم یہ کہ خلاف عدل کے کوئی قوم بغاوت کرے پس جہاد تو برابر باقی رہیگا یہانتک
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر سب کو اسلام مین لا دین چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ
زمانہ قریب ہے کہ تمھارے درمیان مین عیسیٰ ابن مریم اُتارا جاوے کہ وہ پیشوا اور ہادی ہو اور حاکم عادل ہو پس وہ صلیب توڑ دیگا اور سور
مار ڈالیگا اور جزیہ موقوف کر دیگا یعنی اسلام کے سوا کچھ قبول نہین کریگا اور اُس زمانہ مین لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دیگی (رواہ عبد بن حمید
و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ) اور سلمہ بن نفیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ لڑائی اپنے ہتھیار اُسوقت تک نہین رکھیگی
جبتک کہ یاجوج و ماجوج نکلین (ابن مردویہ ابن سعد احمد نسائی بغوی طبرانی) اور حدیث مین ہو کہ برابر میری اُمت کا گروہ حق پر [illegible]
رہیگا یہان تک کہ آخری گروہ دجال سے لڑے گا۔ اور دوسری قسم یعنی باغیون سے قتال کرنا تو یہ ہر زمانہ مین باقی رہیگا [illegible]
بن نفیل کی حدیث مین یہ امر صریح ہو اب حاصل کلام یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو جہاد کفار کا ادب سکھلایا کہ جب کافرون [illegible]

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے تمام پاؤں کی بھی طرح سست کردو پھر باقیون کو قید کرکے چاہو احسان کرو اور چاہو اُن سے فدیہ لو۔ وَلَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ
لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو کافرون سے انتقام لیتا ولیکن تاکہ تم مین تمھارے
بعض کو بعض کیساتھ امتحان مین ڈالے ف یعنی اگر اللہ تعالیٰ کو کافرون سے انتقام لینا منظور ہوتا اور کافرون سے اسکو اس قسم کی
عداوت ہوتی جیسے تم لوگ آپس مین عداوت رکھتے ہو تو وہ جب چاہتا کافرون کو ہلاک کر دیتا کچھ تمھاری لڑائی کی ضرورت نہ تھی
ولیکن اللہ تعالیٰ نے جہاد کو اسواسطے مشروع فرمایا کہ بعض تم مین ایمان کا دعوی کرتے ہین اور بعض کافر و مشرک ہین تو ان دونون فریق مین
سے بعض کو بعض کے ساتھ امتحان کرے پس دیکھے کہ دنیا کے واسطے لڑنے والے کفار زیادہ جان فدا کرنے والے ہین یا اللہ تعالیٰ پر و آخرت
پر ایمان لانیوالے مسلمان زیادہ اپنی جان فدا کرنے والے ہین پس جہاد کرنیوالے اپنے رب عزوجل کے سامنے امتحان مین اپنی جانین فدا
کرنیوالے ہوتے ہین۔ وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ اور جو بندے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین مارے
گئے تو اُن کے اعمال کبھی گم نہ کریگا ف اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو ضائع نہ کریگا بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کو اُگاتا و بڑھاتا اور اُن کو بہت گونہ
فرماتا ہے۔ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ اُن کو ہدایت دیتا اور اُن کی شان کو اصلاح فرماتا ہے ف یعنی ہر چیز کی جانب راہ پاتے ہین
اور اللہ تعالیٰ اُنکے واسطے خود متولی ہوتا ہے یہان تک کہ قیامت آوے۔ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ۔ اور اللہ تعالیٰ
اُن کو جنت مین داخل کریگا اُن کے واسطے جنت شناخت کرادی ہے ف یہ بات خود قرآن مجید مین منصوص ہے کہ شہید اس دنیا کی زندگی
سے راحت پاتا اور اللہ تعالیٰ کے یہان زندہ ہو جاتا ہے اور وہ زندگی ایسی ہے کہ برابر اُن کو رزق پہونچتا رہتا ہے اور نہایت فرحت
مین ہوتے ہین پھر اگر دنیا مین زندہ رہتا تو ہزارون طرح کے فتنے تھے مگر شاید کچھ نیک اعمال کرتا تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے آگاہ فرمادیا
کہ شہید اس سے بہت بہتر ہے کیونکہ تمام اعمال جو اس کے پاس موجود ہین سب کو اللہ تعالیٰ بڑھاتا اور اُگاتا ہے اور اُس کی مثال
یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلعم ایک مرتبہ معراج کو جاتے تھے تو آپ نے دیکھا کہ ایک قوم نے کھیتی بوئی اور وہ فوراً نکلکر بڑی ہوئی اور
تھوڑی دیر مین پک کر تیار ہو گئی اور اُنھون نے کاٹ لی جب آپ نے پوچھا تو جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ شہدا ہین کہ اللہ تعالیٰ
اُن کے اعمال بڑھاتا ہے اور برابر قیامت قائم ہونے تک اسی طرح اُن کے اعمال بڑھتے رہین گے مترجم کہتا ہے کہ اسکو حساب مین
لانا بہت مشکل ہے کیونکہ شہید کے اگر سو عمل تھے تو اُن کی زراعت کی بڑھاور اگر سات سو گونہ ہو اور یہ تو کمتر ہے تو ہر ایک عمل کے عوض
ایک بار مین ستر ہزار ہوئے پھر اس ستر ہزار کی زراعت اسی دم بھر مین سات سو گونہ بے حساب بڑھے گی پھر عالم آخرت کی پیداواری کو دنیا پر
قیاس نہین کیا جا سکتا ہے اگرچہ برزخ کو بعد قیامت کے قیاس نہ کرنا چاہیئے اور امام احمدؒ نے ایک حدیث روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شہید کو چھ باتین عطا فرماتا ہے (۱) جب اُس کے خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے کل گناہونکا
کفارہ فرماتا ہے (۲) اور وہ جنت مین سے اپنی منزل دیکھ لیتا ہے (۳) اور حور العین سے اُسکی زوجہ بنائی جاتی ہین (۴) اور فزع اکبر سے
بے خوف کیا جاتا ہے (۵) اور عذاب قبر سے اُسکو نجات ہوتی ہے (۶) اور حلۂ ایمان سے آراستہ کیا جاتا ہے (رواہ احمد متفردا) مقدام
الکندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کے واسطے اللہ تعالیٰ کے یہان چھ خصلتین ہین (۱)
اُسکے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اُس کی مغفرت کی جاتی ہے (۲) اور وہ جنت مین سے اپنی منزل دکھلا دیا جاتا ہے (۳) اور حلۂ ایمان سے
اُسکو لباس دیا جاتا ہے (۴) اور حور العین سے اُسکی زوجات بنائی جاتی ہین (۵) اور عذاب قبر سے اور فزع اکبر سے اُسکو نجات

ہوتی ہے (۶) اور اُسکے سر پر تاج الوقار مرصع بجواہر و یاقوت رکھا جاتا ہے کہ اُسمین سے ایک یاقوت اس دنیا و مافیہا سے [illegible]
ہوتی ہین اور وہ اپنے اقارب مین سے ستر مسلمانون کی شفاعت کرسکتا ہے (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ) [illegible]
ہے اور ان حدیثون سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید کو کل خطیئات بخشی جاتی ہین لیکن حدیث عبداللہ بن عمرو اور حدیث [illegible]
ہے کہ ہر چیز بخشی جاتی ہے سوائے قرضہ[1] کے (رواہ مسلم) اور حدیث ابو الدرداء رضی اللہ عنہ مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید کی
سفارش اُسکے خاندان کے ستر آدمیون کے حق مین قبول ہوتی ہے (رواہ ابوداؤد) اور شہید کی فضیلت مین بکثرت احادیث وارد ہوئی ہین
اور اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت دیتا ہے یعنی جنت کی جانب ہر نیکی کی ہدایت دیتا اور اُن کی شان کی اصلاح فرماتا ہے اور اُن کو جنت مین داخل
کریگا وہ اُن کے واسطے شناخت فرمائی ہے مجاہد نے کہا کہ ہر شہید اور ہر جنتی اپنے درجات ومنازل ومکانات جنت مین اپنی شناخت سے
جو اللہ تعالیٰ نے اُس کو عطا فرمائی ہے خود چلا جائے گا کچھ بھی خطا نہین کریگا گویا جب سے پیدا ہوا تھا وہ اسی مین رہتا تھا اُسکو لیجا دیکھ
دکھانا یا پوچھنے کی حاجت نہین پڑیگی اور اسی کے مانند زید بن اسلم نے بیان کیا اور محمد بن کعب نے کہا کہ جب لوگ جنت مین جائین گے تو ایسی
شناخت کیساتھ چلے جائین گے جیسے تم مین کوئی شخص جمعہ کی نماز پڑھکر اپنی شناخت سے اپنے گھر چلا جاتا ہے یہ معنی صحیح ہین کیونکہ خود حدیث
ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ مین آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین جب جہنم سے پار ہو جائین گے تو وہان ایک پل پر روکے
جائین گے جو جنت اور دوزخ کے درمیان ہے تاکہ دنیا مین جو مظلمہ باہم ایک دوسرے کے درمیان تھے اُن کا قصاص کردیا جاوے
حتی کہ جب نکھر کر پاک ہو جاوین گے تو اُن کو جنت مین داخل ہونے کا حکم ہوگا اور قسم اُس پاک عزوجل کی جس کے قبضہ مین میری جان
ہے کہ جسقدر دنیا مین ہر ایک اپنے گھر کو خوب پہچانتا تھا اُس سے بہت زیادہ جنت مین سے اپنا گھر پہچانے گا (البخاری) مترجم کہتا ہے
کہ اوپر کے بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات مین سے کافر ومومن بنائے ہین اور اگر وہ کافرون سے ایسی خود غرضی کی عداوت
رکھتا ہو جیسی باہم مخلوقات مین ہوتی ہو تو یہ نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندون سے محبت رکھتا ہے اور کافرون سے عداوت
رکھتا ہے مگر یہ دنیاوی خود غرضی کے معنی نہین ہین پھر مومنون کو رضائے الٰہی ودار آخرت کی توفیق دی اور کافرون کو دنیاوی زندگی
ودنیاوی دولت کی محبت دی پھر دونون کو امتحان مین مبتلا کیا تاکہ صدق وکذب ظاہر ہو اسیواسطے حضرت ابو عبیدہ وغیرہ صحابہ نے
مسلمانون کو نصیحت فرمائی کہ کفار جسقدر اپنے غرور باطل پر صبر کرتے ہین حالانکہ تم لوگ حق پر ہو تو تم لوگ لحاظ رکھو کہ وہ اپنے باطل
پر تم سے زیادہ صبر کرنے والے نہ ظاہر ہون یعنی تمھارا صبر وثبات اُن سے زیادہ ہونا چاہیئے پھر اللہ عزوجل نے مومنون کو اپنی نصرت سے سرفراز
فرمایا پس جو قوم کہ ایمان مین خالص ہوگی ہمیشہ وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت سے غالب رہیگی۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ
يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ اے ایمان والو اگر تم اللہ کو مدد دو تو وہ تم کو نصرت دیگا اور تمھارے قدم جماویگا ف یہ بات تو سب کو
معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی بندے کی محتاجی نہین ہے تو یہان مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو اگر تمھاری خالص نیت یہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ
کا کلمہ بلند ہو اور اُس کا دین حق غالب ہو جاوے اور مسلمانون کو توحید وطاعت کی فراغت حاصل ہو تو خدائے تعالیٰ تمھاری آرزو
پوری کریگا اُس کی طرف سے نصرت آدیگی اور تمھارے قدم قائم رہین گے کہ تم ہی فتح پاؤگے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ
اور وہ لوگ جو کافر ہین تو اُن کی بربادی ہے ف کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو پہچانتے نہین اور اپنے نفس وشیطان [illegible]
کرتے ہین تو اُن کو نصرت وثبات حاصل نہ ہوگا تو اُن کی بربادی ہے وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال [illegible]

[1] قرض کا [illegible] عبادی ہے اسکی معافی خداوند تعالیٰ نے اُسی کے ہاتھ مین رکھی ہے جسکا قرض ہو اس حدیث [illegible] معلوم ہوتا ہے شہدا کے فضائل بہت زیادہ ہین شہدا بعد شہادت بھی اس کے متمنی ہون گے کہ پھر زندہ ہون اور راہ خدا مین شہید ہون ۱۲ جعفر علی عفی عنہ۔

ف اگرچہ وہ بھی لڑے اور اُنھون نے جان دی لیکن باطل بنیاد پر یہ سب کیا ٹوٹ گیا۔ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ۔ یہ بات اسوجہ سے ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اُتارا تھا اُسکو ان کافرون نے ناگوار جانا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال میٹ دیئے ف اگر کہا جاوے کہ اضل اور احبط مین کیا فرق ہوا کیونکہ دونون کے معنی یہ بیان کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مٹا دیئے جواب یہ ہے کہ اضل سے مراد یہ ہے کہ جو اعمال کافرون نے کئے اگرچہ وہ جان دینے کے کام ہین مگر وہ ایسی بنیاد پر رکھے جسکو قرار نہین ہے جیسے کوئی شخص ہوا پر یا پانی پر اپنا نام لکھے اور اسکا سبب یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جو قرآن پاک اُتارا اُس کے دشمن ہو کر اُنھون نے اُس سے منھ موڑا تو حق کو نہ پہچانا اور ناحق کی بنیاد پر اپنا مدار رکھا اور جو عمارت کہ اس باطل بنیاد پر بنائی وہ کیونکر قائم رہ سکتی ہے اللہ تعالیٰ نے وہ مٹادی پس اضل سے مراد یہ ہے کہ جب کافرون نے قرآن سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بنیاد حق کی توفیق نہ دی اور احبط سے یہ مراد ہے کہ اسی بے بنیاد کو اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے پس اُنکے اعمال مٹا دیئے جب اللہ تعالیٰ نے صاف ہدایت بتلائی تو سمجھ لینا چاہیئے کہ جو جماعت اسلام ایسے حسن عقائد پر ہون تو وہ کبھی مغلوب نہ ہون گے کیونکہ غلبہ و فتح تو اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے اور وہ خالص مومنون کی طرف ہے۔

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَ

کیا پھرے نہین ملک مین کہ دیکھین آخر کیسا ہوا اُن کا جو پہلے تھے اُن سے اُکھاڑ مارا اللہ نے اُن کو اور

لِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ۝ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ ۝ ع ۱۱

منکرون کو ملتی ہین ایسی چیزین یہ اُس پر کہ اللہ رفیق ہے اُن کا جو یقین لائے اور یہ کہ جو منکر ہین اُن کا رفیق نہین کوئی

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا

مقرر اللہ داخل کریگا اُن کو جو یقین لائے اور کئے بھلے کام باغون مین نیچے بہتی اُنکے ندیان اور جو منکر ہین

يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ ۝ وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ هِيَ

برتتے ہین اور کھاتے ہین جیسے کھاوین ڈھور اور آگ ہے گھر اُن کا اور کتی تھین بستیان جو

أَشَدُّ قُوَّةً مِنْ قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝

زیادہ تھین زور مین اس تیری بستی سے جسنے تجکو نکالا ہم نے اُنکو کھپا دیا پھر کوئی نہین اُنکا مددگار

کافرون نے دنیا کو راس لمال ٹھہرایا اور قتل و قتال وغیرہ کے اعمال سب اسی بنیاد پر رکھے تو وہ سب برباد ہوے اور یہ تو اُنکے سامنے موجود ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ کیا یہ لوگ زمین مین پھرے نہین تاکہ دیکھتے کہ کیونکر ہوا انجام ان لوگون کا جو اُن سے پہلے تھے ف دنیا مین ان کافرون سے پہلے بہت مالدار و قوی جماعتین گزری ہین جنھون نے اللہ تعالیٰ سے کفر و شرک کیا اور باطل خیالات پر جمے تو آخر اُن کا کیا انجام ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے اسوقت کے کافرون کو نصیحت فرمائی کہ کیا تم نے ملکون ملکون پھر کر انکا انجام نہین دیکھا دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پر ہلاکت ڈالی ف یعنی جب اُنھون نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا اور اُس کی آیات و رسولون کو جھٹلایا جیسے قوم عاد و ثمود و قوم لوط و فرعون وغیرہ تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر ہلاکت کا عذاب ڈھانپ دیا اور انھین کافرون کے درمیان جو بندے ایمان لائے تھے اُنکو بچا لیا تو یہ حالت تمام پچھلون کیواسطے عبرت ہے کہ اگر ایمان نہ لاوین تو ان کو بھی اسی عذاب کا منتظر ہونا چاہیئے۔ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا۔ اور ان کافرون کیواسطے

گذرے ہوئے واقعات کی عبرت ہو یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تیری قوم کے یہ کفار اسی طرح کفر جاری رکھین تو [illegible]
کے مثل سزائین ہونگی چنانچہ یہ لوگ تلوار سے ہلاک کئے گئے یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اور قیامت [illegible]
ن سب کے واسطے اسی عذاب سے عبرت ہو اور جو بندے ایمان لاوین اُن کو نجات و رحمت کی اُمید ہو۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ۔ یہ بات اسوجہ سے کہ اللہ مولیٰ ہے ان لوگون کا جو ایمان لائے اور کافرون کے واسطے
کوئی مولیٰ نہین ہو یعنی یہ حال جو اوپر بیان ہوا کہ کفار ہلاک کئے گئے اور مومنون کو نجات دی گئی تو یہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ اپنے
مومن بندون کا مولیٰ ہو۔ انکا خالق مالک ناصر حافظ کارساز ہو اور رہے ایسے لوگ جو کافر ہوئے تو اُن کے لئے کوئی مولیٰ نہین ہے اگر
پوچھا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے کافرون کو بھی پیدا کیا اور وہی اُن کو رزق دیتا ہے جواب یہ ہو کہ مولیٰ سے یہان مراد یہ ہو کہ کارساز و عذاب
سے پناہ دینے والا اور یہ شان سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی مین نہین ہو پھر مومنون نے تو اللہ تعالیٰ ہی کو وحدہ لاشریک جانا اور اسی پر بھروسہ
کیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے دکھ و راحت وغیرہ جس حالت مین اُنکو رکھا ہر حالت مین اُنھون نے اپنے رب تعالیٰ سے منہ نہ موڑا اور اسی کی رحمت سے
لپٹے رہے اور شیطانی وسوسہ نہ مانا پس اُس نے امتحان مین اپنے بندون کو پورا اُتارا اور کافرون کو بھی دکھلایا پھر اپنے بندون کو دنیا مین اپنے
عذاب سے بچایا اور آخرت مین اپنے دار السلام جنت مین رکھا۔ رہے کافر تو اُنھون نے وحدانیت حق سبحانہ تعالیٰ سے کفر کیا اور ڈانواڈول ہوکر
ادھر اُدھر اپنے خدا بناتے پھرے اور جو مال و دولت ملتی جاتی تھی اسکو اپنے زعم باطل مین اپنے بنائے ہوئے خداؤن سے سمجھتے جاتے اور جسقدر
اُنکو دنیا زیادہ ملتی جاتی اسی قدر حق سبحانہ تعالیٰ سے زیادہ منقطع ہوتے اور شرک مین زیادہ بھٹکتے جاتے اور اُسکا نتیجہ یہ کہ خدائے تعالیٰ
کا غضب زیادہ کماتے جاتے تھے پس جب اُنھون نے رب تعالیٰ کو چھوڑا اور اپنے خیالی خداؤن کو اپنا کارساز سمجھا تو اللہ تعالیٰ کو اپنا مولیٰ
نہ مانا اب رہے وہ لوگ جنکو اپنے زعم مین اپنا مولیٰ مانتے تھے تو وہ درحقیقت خود مخلوق ہین پھر کافرون کے بنانے سے وہ بن نہ جاوینگے
جیسے کوئی شخص کسی ستارے کو دیکھکر اپنے خیال مین اسکو آسمان کا مالک بناوے یا کسی آدمی کو کسی ملک کا مالک بناوے تو اُس کے
بنانے سے وہ کچھ بن نہ جاویگا اسی طرح مشرکون کے بنانے سے کوئی مخلوق اُن کی کارساز نہین ہوگئی سوائے اسکے کہ انھون نے اللہ تعالیٰ
سے منہ موڑا تو صاف معلوم ہوگیا کہ مشرکون نے جنکو اپنا مولیٰ بنایا وہ تو کوئی بھی مولیٰ نہین بن سکا اور مولائے حق سے کافرون نے خود منہ موڑا
تو کافرون کا کوئی مولیٰ نہ رہا اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثم ردوا الی اللہ مولاہم الحق۔ پھر یہ لوگ اپنے مولائے حق کی طرف پھیرے جاوینگے
یعنی قیامت مین سب اُسی کی طرف لوٹ جاوینگے جواب یہ کہ ہان حقیقی مولیٰ تو اللہ تعالیٰ ہو وہی کارساز ہو مگر کافرون نے تو اُس سے انحراف
کیا اسلئے کہ جب اُنھون نے شرک کا اعتقاد کیا تو وحدہ لاشریک سے اعتقاد اُٹھ گیا پس یہ لوگ اپنے مولائے حق سے کوئی نصرت نہین پاسکتے ہین
اور بیضاوی وغیرہ نے جواب دیا کہ یہان "مولاہم الحق" سے مراد مالک خالق ہو اور "لا مولیٰ لہم" مین مراد نصرت دینے والا تو کافرون کو عذاب سے بچانیوالا
کوئی نہین ہو الحاصل عذاب سے بچانیوالا سوائے حق سبحانہ تعالیٰ کے کوئی نہین ہوسکتا ہو اور مومنون نے اسی کو پہچانا اور اپنا رب و مولیٰ مانا ہو تو وہی
اُنکا مولیٰ ہو اور کافرون نے اسکو نہین مانا اور دوسرون کو بنایا تو کوئی نہ بنا پس کافرون کا کوئی مولیٰ نہین ہو۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ غزوہ اُحد کی
لڑائی سے مسلمان امتحان مین ڈالے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مین جو صحابہ رضی اللہ عنہم ثابت قدم رہے تھے وہ پہاڑی پر
چڑھ گئے اور کفار قریش نے چاہا کہ پہاڑی پر چڑھین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی ان کافرون کے لئے یہ نہین ہو کہ ہم
اوپر سے ہو جاوین پس مشرکون کے دل خوف و رعب سے بھر گئے اور اُنھون نے مصلحت دیکھی کہ کسی طرح یہان سے چل دو [illegible]

لوٹ پڑیں تو ہم لوگوں پر آفت آئے بات یہ تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ تو یہ معاملہ کچھ اسواسطے نہ تھا کہ مشرکوں کو بلندی حاصل ہو بلکہ اہل ایمان کا
امتحان تھا کہ جو سچے ہیں وہ ہر حال میں یقین پر ثابت قدم رہیں گے کہ ہمارا مولی سب قدرت رکھتا ہے ہر حال میں اسی پر ہمارا بھروسہ ہے اور جس
حالت میں ہم کو رکھے اسمیں حکمت ہے اور کافروں کو بھی غرہ ہوا کہ اُن کے منہ بولے مولاؤں نے اُنکو غلبہ دیا اور اسی قدر اللہ تعالیٰ سے کفر
و دوری میں بڑھ گئے چنانچہ روایت ہے کہ اسوقت مشرکوں کے رئیس صخر بن حرب نے پہاڑی کے نیچے آکر پوچھنا شروع کیا کہ فلان زندہ ہیں
و فلان و فلان یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو پوچھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا تھا کہ ابھی اسکو جواب
مت دو جب جواب نہ پایا تو کہنے لگا کہ یہ لوگ مارے گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تاب نہ رہی اور فرمایا کہ اے دشمن خدا یہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے
تیرے غمناک کرنے کو باقی رکھا ہے اور تو نے جن کا نام لیا سب زندہ ہیں صخر نے کہا کہ روز بدر کا عوض ہے اور مقتولوں میں تم کو کچھ لوگ مثلہ ملینگے میں
اس کام کا حکم نہیں دیا اور مجھے ناگوار بھی نہیں ہے پھر کہنے لگا کہ۔ اعل ہبل یعنی اپنے بڑے بت کو کہا کہ اونچے ہو جاؤ میاں ہبل۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو جواب نہیں دیتے ہو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کیا کہیں آپ نے فرمایا کہ تم کہو اللہ اعلیٰ و اجل ہے۔
اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ و اجل ہے صخر نے کہا کہ ہماری ملکہ بی بی عزی ہیں۔ لنا العزی ولا عزی لکم پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جواب
دیا گیا کہ ان اللہ مولانا ولا مولا لکم۔ اللہ تعالیٰ ہمارا مولیٰ ہے اور تمھارا کوئی مولیٰ نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے ہیں ایسے باغات میں
داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ف یعنی قیامت کے روز اُن کو اپنے نیک کاموں کا یہ نتیجہ ملیگا کیونکہ جنت حاصل کرنے کی ہمت
عالی و عزم قوی انھیں بندوں کو عطا ہوا تھا۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ۔ اور جو لوگ کافر
ہوئے ہیں وہ تمتع حاصل کرتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں ف یعنی کافروں کی ہمت اس دنیا میں ایسی پست ہے کہ
دنیا کی چیزوں ہی سے نفع حاصل کرتے ہیں اور جانوروں کی طرح کھانے پینے کے سوائے کچھ ہمت نہیں رکھتے۔ حدیث میں ہے کہ مومن
ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے (الصحیح) یعنی آدمی کی چھ آنتیں ہوتی ہیں مگر کافر کو اپنی ہوس یہ ہے
کہ سات آنتوں میں کھاوے اور جانوروں سے یہ لوگ بدتر ہوتے ہیں اسلئے کہ جانوروں نے بے عقلی کی وجہ سے ایسا کیا اور کافر نے
عقل کو برباد کر کے جانوروں کا ساتھ دیا۔ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ۔ اور آگ اُن کے واسطے قرارگاہ ہے ف یعنی قیامت کے دن ان کا
ٹھکانا جہنم ہے کیونکہ انھوں نے دنیا میں ملک آخرت کی ہمت نہیں پائی بلکہ پستی کی طرف گرتے جاتے تھے یعنی انسان سے جانور ہوئے
اور جانور کسی نباتات کو نہیں پوجتے بلکہ کھاتے ہیں اور کافروں نے نباتات کی پرستش کی بلکہ جمادات کی پرستش کی تو گرتے گرتے جہنم
میں پہونچے کیونکہ یہ لوگ اہل جنت کے دشمن تھے چنانچہ مکہ کے کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنی سے آخر نکالا ابن ابی حاتم
نے بسند صحیح روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے نکلکر غار کو جانے لگے تو وہاں سے مکہ
کی طرف دیکھا اور کہا کہ تو اللہ تعالیٰ کے ملکوں میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اور تو مجھے بھی اللہ تعالیٰ کے سب ملکوں سے زیادہ
محبوب ہے اور اگر مشرکین مجھکو یہاں سے نہ نکالتے تو میں نہ نکلتا پس عداوت کرنے والوں میں سے وہ سب سے بڑھکر ہے جو ایسی زمین میں
تعدی کرے جہاں اللہ تعالیٰ نے احترام سے حفاظت کا حکم دیا ہے یا وہ ہے جو اپنے قاتل کے سوائے دوسرے کو مار ڈالے یا جاہلیت کے
دعوی پر مار ڈالے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا کہ۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ

Marfat.com

اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۔ اور بہتیرے شہر ہین جو تیرے اس شہر سے جس نے تجھکو نکال [illegible]
اُن کو ہلاک کر دیا پس کوئی اُنکا حمایتی نہ تھا یعنی مکہ والون سے بڑھکر طاقت و قوت کے شہر والے پہلے زمانہ میں [illegible]
جنھون نے حد سے تجاوز کیا تو ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا اور جن دیوتا اُن کو اپنا حمایتی سمجھتے تھے کوئی بھی اُن کا حا[illegible]
تھی ہو کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہین حالانکہ آپ سب رسولون کے سردار و خاتم النبیین ہین پھر جب اگلے انبیا علیہم السلام
کے جھٹلانے والون کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کیا حالانکہ وہ قوت و کثرت مین بہ نسبت اس زمانہ کے کافرون کے بڑھے ہوئے تھے تو ان [illegible]
کے ساتھ کیا گمان ہو کہ دنیا و آخرت مین ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور اگر دنیا مین بہتیرے کافر عذاب سے بچ گئے کیونکہ سید الانبیا صلی [illegible]
ہین تو اس برکت کے طفیل سے بچ رہے پھر آخرت مین تو ضرور ان کو بھرپور عذاب دیا جائیگا اور حمایتی نہ کوئی یہان تھا اور نہ وہان ہی کوئی [illegible]
جن لوگون کو اپنے زعم مین اپنا حمایتی سمجھتے تھے وہ اپنی خیالی تجویز تھی جس کا کچھ وجود حقیقی نہ تھا لہذا عذاب سے بچانے والا کوئی نہ تھا
اہل ایمان عین حق کی پیروی کرتے ہین ۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ۝
بھلا ایک جو چلتا ہے سوجھی راہ پر اپنے رب کی برابر ہوا اُسکے جسکو بھلا دکھایا اُسکا بُرا کام اور چلتے ہین اپنی چاؤن پر
مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ
احوال اُس بہشت کا جو وعدہ ہے ڈر والون کو اُسمین نہرین ہین پانی کی جو بو نہین کر گیا اور نہرین ہین دودھ کی
لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ
جس کا مزا نہین پھرا اور نہرین ہین شراب کی جسمین مزہ ہے پینے والون کو اور نہرین ہین شہد کی جھاگ اُتارا ہوا اور اُن کو
فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً
وہان سب طرح کے میوے اور معافی ہے اُن کے رب سے برابر اُسکے جو سدا رہتا ہے آگ مین اور پلاتا اُنکو پانی
حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۝
کھولتا تو کاٹ نکلا اُن کی آنتین

اللہ تعالیٰ نے ان آیات مین فریق مومنین و فریق کافرین کے درمیان اعتقاد و اعمال کا فرق اور آغاز و انجام کا فرق ظاہر فرماکر ہر بندہ کو نصیحت
فرمائی کہ دونون مین سے کس فریق کیساتھ بہتری ہو تو اسکے ساتھ ہوے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ
کیا جو شخص کہ اپنے رب کی طرف سے قطعی واضح راہ پر ہو وہ ایسا ہوگا جسکی نظر مین اُس کی بدکاری رچائی گئی ہو یعنی دو شخص مین ایک تو
اپنے جی سے رائے تجویز کرتا ہے اور اُس کے ساتھی بھی متفق ہوتے جاتے ہین مثلاً اُس نے غور کیا کہ آسمان فقط دھوکا ہے اور شیطان کوئی
چیز نہین ہے اور ہم اپنی عقل سے ٹھیک بات حاصل کر سکتے ہین اور ہم نے بہت سی کلین بنائی ہین اور پیدایش بھی اسی طریقہ سے
مرد و عورت سے چلی آتی ہے (آخر کب سے اور کیون) اس خیال مین نہین پڑتے کہ یہ کب سے اور کیون ہوا اور آج تک کسی نے ایسا
فیصلہ نہین کیا ہو تو ہم اس خیال مین اوقات رائگان نہین کرتے بلکہ اپنے عیش و راحت کی فکر کرتے ہین اور یہ ہم کو برائی نہین [illegible]
ہم اپنا جی خوش رکھین مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح کے خیالات نفسانی و من مانی باتین بہ ہجوم کرتی ہین اور کسی بات [illegible]

Marfat.com

ان کے پاس حقیقت قطعیہ نہین ہے اگر کہو کہ ان باتون پر خوب غور کر لیا گیا ہی اور اُسکا نتیجہ بھی دنیا مین قوت و دولت مل گیا جواب دیا جائے
کہ اے احمق آج جن باتون پر تو نے خوب غور کیا تجھ سے پہلے کروڑون گزرے کہ اُنھون نے اپنے عہد مین اپنی رائے پر خوب غور کر لیا تھا جنکو
آج تو غلط بتلاتا ہی تو رائے کی یہی چال ہی کہ لاکھون مرتبہ چکر اکر وہی خود رائی کے سوائے حق بات کا پتہ نہ پاوے پھر تو کیون مغرور ہوا کہ تو غلط کار
نہین ہی اور دنیاوی دولت جو تو نے حاصل کی اسکی نسبت بہت زمانہ دراز سے ہوشیار کیا گیا ہی کہ تو نے خون جگر کھا کر جس جمادات کو جمع
کیا یہ چند روز بعد ہی خاک ہے پھر اسمین تو کچھ شک نہین کہ تو چند روز بعد خاک ہو جاے تیرے بعد تیری قوم خوش رہے یا نہ رہے تجھے
اس سے کچھ فیض نہین ہی اب تو نے یہ کہان سے یقین کیا کہ بعد مرگ کے تجھ پر عذاب نہ ہوگا اس کے نہ ہونے پر تیرے پاس قطعی دلیل کوئی نہین ہے
اب ہم کہتے ہین کہ اگر تیری رائے غلط نکلے اور وہان عذاب مین پڑ گیا تو اس عذاب سے تیری نجات نہین ہی مگر بالفعل تو مغرور ہو کر اپنی رائے کے
اعمال مین منہمک ہی بس ایک فریق کا یہ حال ہی کہ بدون قطعی دلیل کے اپنی رائے کی بدکاریون مین منہمک ہی۔ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ۔ اور
اُنھون نے اپنے جی کے ہوسات کا پیچھا پکڑ لیا (چنانچہ انکا نتیجہ کلام یہ ہو گیا کہ انسان کو اپنا جی خوش رکھنا چاہیے اور ناچ و کھیل وغیرہ مین
اُنکی رائے مین کچھ مضائقہ نہین بلکہ اس سے بہت سے فوائد نظر آتے ہین اور یہی دنیاوی زندگی ہے اسکو ضائع نہ کرے فریق دوم وہ ہی کہ اُنھون
اِن خیالی ہوسات کے اندھیرے مین گھسنا مکروہ جانا اور اپنے آغاز و انجام کو غور کیا اور اندھے کی طرح سے غار مین گرنا پسند نہ کیا تو اُنھون نے
قطعی طریقہ ڈھونڈھا پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے پیغمبر سے ہدایت دی جسکی حقیقت اُن پر بہ معجزات و آیات بینات ظاہر کر دی اور جب اُنھون نے
پیغمبر علیہ السلام سے ہدایت و معرفت سُنی و جانی تو ان کو بُرہان قطعی حاصل ہو گئی کہ یہ آغاز و یہ انجام ہے اور اُنھون نے نفس و اس کے خیالات جی
کے ہوسات سے منھ موڑا اور عالی ہمت سے بلند رُخ کیا پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ فریق جو اپنے رب عزوجل کی طرف سے قطعی روشن دلیل
و راہ پر ہے کیا یہ ویسا خوار ہو سکتا ہی جس کے جی کی نظر مین اس کی بدکاریان رچائی گئی ہین اور اپنے خیالات کے پیچھے لگے جاتے ہین یعنی
یہ دونون فریق کسی طرح یکسان نہین ہو سکتے بھلا آنکھون والے واندھے یا زندے و مردے یا جنتی و دوزخی کہین برابر ہو سکتے ہین کیونکہ
فریق حق کا انجام جنت ہی اور فریق ہوس کا انجام جہنم ہی اور ہر ایک کا انجام بھی بیان کر کے بتلایا کہ دونون برابر نہین ہین۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ
الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ متقین جس جنت کا وعدہ دیئے جاتے ہین اُس کی صفت یہ ہی ف یعنی جسقدر بیان کیا جاتا ہے یہ اُسمین بیشک موجود ہی اور
ہر شخص عامی بھی صاف سمجھ کے ساتھ اُسکو قیاس کر سکتا ہے اور اُس سے اعلیٰ نعمتین بے انتہا ہین کہ وہ اعلیٰ درجات والون کے واسطے حاصل
ہون گی اور عام سمجھ سے عالی ہین۔ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ۔ اور اُسمین پانی کے دریا ہین جسمین بدبو نہین ہی ف پانی جب
بہت مدت تک پڑا رہتا ہے اگرچہ چینی و شیشہ کے برتن مین ہو تو بھی اسمین ایک قسم کی ہبک آجاتی ہی کیونکہ دار دنیا کی سب چیزین مادیات
ہین اور مادیات ہمیشہ بگڑتی رہتی ہین تو پانی یہان خود مادی ہی اور جہان کہین ہو ضرور کسی مادی چیز مین ہوگا خواہ کنوان ہو یا تالاب ہو یا دریا
ہو یا وہ چینی یا شیشہ کا برتن ہو تو موسمی ہواؤن کی کدورت ضرور اسمین پہونچے گی اسیواسطے مار غیر آسن کی تفسیر مین وارد ہوا کہ پاکیزہ صاف
پانی جسمین کدورت کا لگاؤ نہین ہی (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ یہ نعمتین اگرچہ ادنیٰ درجہ والون کے واسطے بھی ہون گی اور اُنھین
کی سمجھ کے لائق بھی ہین لیکن بغیر نور الٰہی کے پاکیزہ سمجھ بھی حاصل نہین ہوتی ہی تو اُس کے سمجھنے کیواسطے بھی پاکیزہ حواس چاہیے اور کمتر یہ ہی کہ دنیا مین
اسکی نظیر پیدا ہونا غیر ممکن سمجھے اور اسی سمجھ سے جنت کی سب نعمتون کو قیاس کرے۔ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ۔ اور
دودھ کی نہرین جسکا مزا نہین بگڑا ف یعنی جنت مین دودھ کی نہرین بھی جاری ہین اور اُس کے مزے مین کچھ تغیر نہین ہو سکتا کیونکہ جانورون

کے تھنون سے نہین نکلتا ہی بلکہ حق سبحانہ وتعالی نے اپنی قدرت کاملہ کا نمونہ دکھلایا کہ نہایت سفید اور بہت خوشبو [illegible]
نہرون مین جاری ہی اور ان نہرون کی صفائی وپاکیزگی کے آگے موتی جو دنیا مین ہو بے حقیقت ہی اور جانورون کے تھنون سے [illegible]
میسر آتا ہی وہ بھی اگرچہ اللہ تعالی نے عجیب قدرت سے پیدا کیا لیکن وہ اسی مادی ترکیب سے اس دار دنیا کے لائق پیدا فرمایا ہی لیکن اُس کی
پیدایش اسطرح ہوتی ہی کہ جانور جو چارہ ودانہ کھاتا ہی وہ اُس کے پیٹ مین گل کر آش کی طرح ہو جاتا ہی پھر اُس مین سے کام [illegible]
ناکارہ اُس کی غلیظ آنتون کی طرف جاکر لید وگوبر وپیشاب ہوکر بہ جاتا ہی اور رقیق ولطیف بڑھ کر کچھ تھنون کی طرف [illegible]
آتا ہی وہ دودھ ہی اور کچھ سرخ رنگ ہوکر رگون مین جاتا ہی وہ خون ہی پس یہ دودھ جس سے خون بنتا ہی اور جسم توانا ہوتا ہی اسی مادی
ترکیب سے اللہ تعالی نے پیدا کیا تو یہ بگڑ بھی جاتا ہی بلکہ جن مادیات سے پیدا ہوا وہ ذاتی تغیر سے خالی نہین ہی بخلاف اس دودھ کے جو انہار
الجنت مین جاری ہی وہ نورانی جگمگاتی ہوئی نہرین جہان ان غلیظ ونجس مادیات کا گذر بھی نہین ہی ولیکن دونون کے نام یکسان رکھے جاتے
ہین اور ان مین معنوی فرق پاکیزگی ونجاست کا اور نورانی وکدورت کا سمجھ لینا چاہیئے جیسے دنیا مین آدمی کی شکل مین موسی علیہ السلام بھی
تھے اور فرعون لعین بھی تھا مگر دونون کی معنوی حقیقت کو جو احمق یکسان سمجھے اس سے بدتر حماقت نہین ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے
کہا کہ جنت کی نہرین کوہ مشک سے جاری ہین (ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہی کہ وضع جنت واسکی اشیا خوش وضع وہموار ہین برخلاف دنیائے
ناپائدار کے کہ یہان آدمیون کی تنبیہ کیلئے اسطرح خراب وناہموار وضع ہی حالانکہ جس خالق عزوجل نے اسکو پیدا کیا وہ چاہتا تو زمین وقطعات
وباغات وغیرہ کو نہایت خوش قطع پیدا کر دیتا مگر بدیقین لوگ اسی کو مشقت سے اپنے لئے جنت بنانا چاہتے ہین فافہم۔ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ
لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ۔ اور نہرین خمر کی پینے والون کی لذت کیلئے ہین ف حدیث مین ہی کہ اسکو لوگون نے پاؤن سے انگور کچل کے
نہین نچوڑا ہے مترجم کہتا ہی کہ لوگون نے خمر دنیاوی کو اپنے خمار کے واسطے بہت شوق سے لیا ہے حالانکہ وہ تلخ وبدمزہ ہوتی ہی اور اسکے
خمار سے دردسر ہوتا اور غلیان سے قے ہوتی ہے اور وہ عقل کو مخمور یعنی مدہوش کر دیتی ہے لیکن اہل عقل یعنی اہل ایمان نے اُس کو ترک
کیا اسلئے کہ ایمان کے لئے عقل لازم ہے تو اُنھون نے ایمان کو محفوظ رکھا اور اس مزہ کو چھوڑ دیا پس اللہ تعالی نے اُسکے عوض اُن کو
آخرت مین یہ شراب عطا فرمائی جسمین خمار وغیرہ کچھ نہین ہے لیکن لوگون کے دماغ مین خمر نام معروف تھا اسلئے جنت کی شراب طہور کو بھی
"انہار من خمر" فرمایا اسمین سرور عیش ومسرت نفیس ہی جسکا حاصل ہونا دنیا مین غیر ممکن ہے بلکہ اللہ تعالی نے اس مراد کے واسطے جنت مین شراب
طہور پیدا فرمائی ہے وہ دنیاوی خمر کے مانند بدمزہ بدرنگ نہین ہے اور نہ اسمین بدبو ہے اور نہ متلی اور نہ دردسر ہے جو دنیاوی خمر کے آفات
ہین بلکہ وہ محض لذت شار ہین جس سے اُن کو لذت کے ساتھ عمدہ سرور عیش حاصل ہوگا۔ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى۔ اور شہد مصفی
کی نہرین ہین ف یعنی جنت مین شہد کی نہرین جاری ہین جسکو اللہ تعالی نے نہایت پاکیزہ پیدا فرمایا ہے برخلاف دنیاوی شہد کے جسمین
مکھیون کا گوہ وموم اور کیڑے ملے رہتے ہین اور آخر وہ مشقت وترکیب سے ٹپکا کر صاف کیا جاتا ہے اور اس مصفی کو لوگ بہت نفیس
تصور کرتے ہین تو اللہ تعالی نے آگاہ فرمایا کہ جنت کی نہرین شہد مصفی سے جاری ہین اسکے یہ معنی نہین کہ وہ موم وغیرہ سے صاف کرکے
ان نہرون مین بھر گیا ہے بلکہ جیسے خمر کا نام اُن کے عرف کے مطابق بیان کیا اسی طرح عسل مصفی کا نام لیا لیکن وہان کچھ گندی [illegible]
ہین بلکہ کمال حسن پر بقدرت الٰہیہ جاری ہین اگر دنیا مین یہ صورت ممکن ہوتی تو نہایت کامل ہوتی مگر یہان [illegible]
سے حدیث معاویہ بن حیدۃ القشیری رضی اللہ عنہم مین ہی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جنت مین [illegible]

Marfat.com

سمندر ہر اور پانی کا سمندر ہے اور شہد کا سمندر ہو اور شراب کا سمندر ہو پھر اُن سے پھوٹ کر دریا جاری ہوئے ہین (احمد والترمذی
قال حسن صحیح وابن المنذر وابن مردویہ والبیہقی) مترجم کہتا ہے کہ ان سمندرون سے دریا ہر ایک جنت بلکہ ہر ایک اہل جنت کے یہان
خوبصورت خوشنما وضع پر روان ہین عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت عدن مین سینکڑ
ہین پھر اُس سے دریا و نہرین نکلی ہین (ابن مردویہ) حدیث صحیح مین ہو کہ لے لوگو جب تم اللہ تعالی سے مانگو تو جنۃ الفردوس مانگا کرو کہ وہ
جنت مین اوسط ہے اور سب سے اعلی ہو اور اُس سے جنت کی نہرین جاری ہین اور اُس کے اوپر عرش الرحمٰن عزوجل ہو (البخاری ومسلم) لقیط
بن عامر رضی اللہ عنہ اپنی قوم کی طرف سے ایلچی ہوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے وہ بیان کرتے ہین کہ مین نے عرض کیا
کہ یارسول اللہ جنت مین کیا نعمتین دیکھنے مین آوینگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو دیکھ سکے تو شہد مصفی کی نہرین ہین اور خمر کی
ہین جس کے پینے سے نہ درد سر ہے اور نہ ندامت ہو اور دودھ کی نہرین ہین جس کا مزہ کبھی بدلتا نہین اور خوشگوار پانی کی نہرین ہین جسمین کبھی
بھبک و تغیر نہین آتا اور بیشل فواکہ ہین اور قسم ہو تیرے رب کی کہ سب ہو جو کچھ تم جانو اور اُس کے مثل بہت ہو یعنی جو تم نہ جانو اور اسمین پاکیزہ ازواج
ہین ۔ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا جنت مین ہماری ازواج صالحہ بھی ہونگی آپنے فرمایا کہ ہان نیک مردون کے واسطے نیک عورتین ہین اسمین
ایکدوسرے سے خوش عیش ہونگی جیسے دنیا مین ہین سوائے اتنی بات کے کہ وہان بچے نہین پیدا ہوتے ہین (الطبرانی) انس بن مالک رضی اللہ
عنہ نے فرمایا کہ لے لوگو شاید تمھارا گمان یہ ہو کہ جنت کی نہرین زمین کے گڑھون مین ہوکر جاری ہین یعنی جیسے دنیا مین دریا گہراؤ مین
جاری ہوتا ہو واللہ یہ نہرین جنت کی زمین پر بیرنی ہوئی بہتی ہین یعنی غار نہین ہین اُن کے کنارے موتی کے قبے ہین اور مشک اذفر اُسکی
تہ ہے (ابوبکر بن ابی الدنیا وابن مردویہ) مترجم کہتا ہو کہ بنی اسرائیل مین بھی علم نبوت سے یہ سب باتین موجود تھین اگرچہ بنی اسرائیل
نے ناسمجھی سے اُن کے معانی بیان کرنے مین خطا کی ہو کیونکہ جب ان امور مین اپنا قیاس دوڑایا جاوے تو وہ ضرور اُسکو ایسی چیز کے
مشابہ بناویگا جو کبھی دنیا مین دیکھی گئی یا سنی گئی یا اس خیال مین مصور ہو اور یہ بہت بڑی غلطی ہو اسیواسطے کہا جاتا ہو کہ عوام اپنی رائے کو
دخل نہ دین اور اہل ایمان ہمیشہ اسی شان پر رہے کیونکہ نور ایمان اُن کے واسطے ہادی ہوتا ہو کعب احبار جو علمائے یہود مین سے
عالم اعلمٰی کہلاتے تھے اپنے علم سابق سے بیان کرتے ہین کہ دریائے نیل جنت مین دریائے شہد ہے اور دریائے دجلہ جنت مین دریائے شیر اور
دریائے فرات جنت مین دریائے شراب ہو اور دریائے سیحان جنت مین آب خوشگوار ہو اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین آیا کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا ہے کہ سیحان وجیحان ونیل وفرات سب جنت کے دریا ہین (رواہ مسلم) اور دوسری حدیث مین آیا ہو کہ طوبیٰ کی جڑ سے
چار دریا جاری ہین دو باطن جنت مین یعنی کوثر وسلسبیل ہین اور دو ظاہر نیل وفرات ہین (الصحیح) شیخ نووی رح نے لکھا کہ حدیث مین
سیحان وجیحان جنکا نام لیا گیا ہے وہ سیحون وجیحون نہین ہین بلکہ یہ دونون بلاد ارمینیہ مین جاری ہین چنانچہ سیحان دریائے اردنہ ہے اور
جیحان دریائے مصیصہ ہو اور یہ دونون بڑے دریا ہین اور جیحان ان دونون مین سے بڑا ہو پھر شیخ نے کہا کہ ان دریاؤن کا دریائے
جنت مین سے ہونا دو طرح تاویل کیا گیا ہے اور صحیح تاویل یہ ہو کہ ان کا مادہ جنت سے مخلوق ہو اور یہ اہل سنت کا مذہب ہے۔
وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۔ اور جنت مین اہل جنت کے واسطے ہر طرح کے پھل و میوہ جات ہین ف یعنی ہر قسم کے فواکہ سے
دعوت ہوگی اور جس چیز کی خواہش کرین وہ طرح طرح کے مزے کے ساتھ پاوینگے ۔ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۔ اور اُن کے
رب کی طرف سے مغفرت ہو ف یعنی باوجود ان نعمتون کے رب عزوجل کی طرف سے اُنکے واسطے مغفرت عظیم ہو اور اللہ تعالی کی

Marfat.com

جانب سے رضوان سب سے بڑی نعمت ہے الحاصل اللہ تعالیٰ نے یہان دو فریق کا موازنہ بیان فرمایا فریق اوّل وہ جو کہ [illegible]
یقینی اعتقاد و صالح اعمال پر دنیا مین متقی رہا اُسکے واسطے وعدہ جنت ہے جسمین پانی و دودھ و شراب و عسل مصفّیٰ کی نہرین [illegible]
میوے و فواکہ اور مغفرت الٰہی ہے اور اُن کے مقابلہ مین فریق دوم اہل کفر و شرک ہین جو اپنی رائے و خیالات کے اعتقادات [illegible]
اٹکلتے رہے جن کے واسطے آخرت مین جہنم ہے اب ان دونون کا موازنہ کرکے بتلاؤ کہ بھلا اہل تقویٰ جو جنت مین جو ہر قسم [illegible]
عیش و عشرت مین ہین کَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ - کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہین جو ہمیشہ جہنم مین پڑا رہیگا یعنی فریق جنت اہل [illegible]
کے مانند نہین ہوسکتے ہین جو جہنم کے رہنے والے ہوئے ہمیشہ جہنم مین پڑے رہین گے - وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ
اور سخت گرم کھولتا پانی پلائے گئے کہ اُسنے اُنکی انتڑیان کاٹ دین ف لیکن اسپر نجات نہ ہوگی بلکہ دوبارہ ویسی ہی آنتین درست
ہوجاوین گی اور پھر اُن کو ویسی ہی پیاس کی شدت ہوگی اور سوائے آب حمیم کے کچھ نہین پاوین گے تاکہ اپنے کفر و انکار کو معائنہ کرین
اور پہلے جب کہا جاتا کہ عذاب الٰہی شدید ہے تو تمسخر کرتے تھے اب اُسکو آزماوین الحاصل اہل کفر و شقاوت کے مثل جانورون کے
صرف کھانے کھیلنے کے جسم و حواس ہین اور ان مین عقل و معرفت کچھ نہین ہوتی اور نہ سمجھانے سے سمجھتے ہین اور حواس سے ہمارا جیز کا ادراک کرتے ہین چنانچہ فرمایا

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ
اور بعضے اُن مین ہین کہ کان رکھتے ہین تیری طرف یہانتک کہ جب نکلین تیرے پاس سے کہتے ہین اُن کو جن کو علم ملا کیا کہا تھا اُس شخص نے

آنِفًا ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۝ وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا
ابھی یہ وہی ہین جن کے دل پر مہر رکھی اللہ نے اور چلے ہین اپنی چاؤن پر اور جو لوگ راہ پر آئے ہین

زَادَهُمْ هُدًى وَآتَاهُمْ تَقْوَاهُمْ ۝ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۖ
اُن کو اور بڑھی اُس سے سوجھ اور اُن کو اُس سے ملا بچ کر چلنا اب یہی راہ دیکھتے ہین اُس گھڑی کی کہ آ کھڑی ہو اُن پر اچانک

فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا ۚ فَأَنَّىٰ لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ ۝ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ
کیونکہ آ چکی ہین اُسکی نشانیان سو کہان ملین گی اُنکو جب وہ آ پہونچی سمجھ پکڑنی سو جان رکھ کہ کسی کی بندگی نہین سوائے اللہ کے

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ۝ ع ۸ ۲
اور معافی مانگ اپنے گناہ کی اور ایماندار مردون کے اور عورتون کیلئے اور اللہ کو معلوم ہے بازگشت تمھاری اور گھر تمھارا

وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ - اور اُن مین سے بعض ایسا شخص ہے جو تیری طرف کان لگاتا ہے ف یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھے و تیرے
اصحاب مومنین کو وحی سے بتلایا جاتا ہے کہ ان کافرون مین سے بعض کا یہ حال ہے کہ تیری مجلس مین تیرا وعظ سننے کو کان لگاتا ہے
رازی رح نے کہا کہ شاید یہ مکہ والے مشرکین مین سے بعضے لوگ ہون جنکا بیان اوپر آیا ہے یہ سورہ بھی مکیہ ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اکثر
نفرت کرتے اور کلام الٰہی سننے سے بھاگتے تھے تاکہ اُسکی آیات واضحات سنکر ایسا نہ ہو کہ اپنا اعتقاد کھو بیٹھین اور لات و عزیٰ
وغیرہ سے ہاتھ دھو بیٹھین پھر شاید اُن مین سے بعضے سننے آتے ہون - ابن کثیر وغیرہ نے یہ منافقون کا حال ذکر کیا اس قول پر اس
سورہ مین سے یہ چند آیات مدنیہ ہونگی اور حاصل یہ ہے کہ جہنمی لوگ جو دنیا مین جانورون کی طرح بے عقل و معرفت ہوتے ہین اکثر تو اللہ تعالیٰ
کی آیات سننے سے نفرت کرتے ہین اور بعضے سنتے ہین جنکا حال بیان فرمایا کہ خوب کان لگاکر تیری باتین سنتے رہتے ہین [illegible]

خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا حتی کہ جب تیرے پاس سے باہر نکلے تو جو بندے علم والے ہین اُن سے
کہتے ہین کہ ابھی یہ کیا بیان کیا ف ہم تو برابر سنتے رہے مگر کچھ ہماری سمجھ مین نہین آیا۔ ابو السعودؒ وغیرہ نے کہا کہ منافقون کا یہ کلام بطور ضحکہ
تھا کہ جو علوم سنتے تھے وہ اُن کے نزدیک کچھ بڑی وقعت کی بات نہ ہوتی کیونکہ دنیاوی مال ومتاع وثروت حاصل کرنے مین اس سے کچھ فائدہ
نظر نہ آتا تھا مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ کافر ومنافق ہمیشہ ایسے افکار وخیالات مین رہتا ہے جو اُس کے دنیاوی زندگی مین مال ودولت
وناموری وعیش وعشرت حاصل کرنے مین کار آمد ہون اور آخرت واُسکی نعمت پر اسکو یقین ہی نہین ہے اسوجہ سے عقل کی راہ مین بند
ہے اور معارف توحید وآخرت کی سمجھ بغیر اس نور کے ہرگز ممکن نہین ہے اسوجہ سے یہ منافق وکافر سب سنتے ہین اور کچھ سمجھتے نہین کیونکہ
کانون سے نفس ہی تک راہ ہے اور عقل تک راہ نہین ہے چنانچہ ان منافقون وکافرون نے خوب سنا جب باہر نکلے تو اہل العلم سے پوچھے
کہ ابھی رسول اللہ کیا بیان کرتے رہے اہل تفسیر نے روایت کیا کہ اہل علم سے صحابہ مومنین مانند عبداللہ بن مسعود وابو الدرداء وغیرہ
رضی اللہ عنہم مراد ہین اسواسطے کہ ان کو نور ایمان سے علم معرفت حاصل تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان ہدایت کو خوب آسانی سے سمجھتے
تھے اور یہ بات ہر زمانہ مین مشاہدہ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ اس زمانہ مین بچہ تھے لیکن ازلی فطرت سے ایمان کی معرفت تھی چنانچہ روایت
ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مین بھی ان لوگون مین سے ہون جنسے پوچھا جاتا کہ رسول اللہ صلعم نے ابھی کیا بیان فرمایا تھا۔ اس روایت
سے ابن عباسؓ کی فضیلت ظاہر ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ منافقین نکلکر ان لوگون سے پوچھتے جو اہل علم ہین تو ابن عباسؓ بھی
اہل العلم مین سے اُس زمانہ مین تھے ابن عباس نے خود بیان کیا کہ مجھ سے بھی پوچھا جاتا تھا اور کہا کہ اولو العلم مین سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ
ہین۔ الحاصل یہ کفار ومنافق بوجہ بے ایمانی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان ہدایت کو کچھ نہین سمجھتے اور نکلکر مومنین صحابہ
واہل العلم سے حتی کہ ابن عباسؓ سے اس کے معنی پوچھتے تھے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ۔ یہی
لوگ ہین جن کے دلون پر اللہ تعالی نے مہر کر دی اور اپنی ہوا وہوس کے پیچھے لگے ہین ف یعنی ایمان نہین لاتے بلکہ اپنی رائے سے جو کچھ
تجویز کرتے ہین اسی پر جم جاتے ہین اور وہ اُن کے نفس کے ہوسات وخیالات ہین پس اُن کو ٹھیک اعتقاد کرتے اور آیات الٰہی وحقائق
واقعی سے منکر ہوتے ہین تو اس شامت سے اللہ تعالی نے اُن کے دلون پر مہر کر دی ہے اور مترجم نے بارہا اسکو بیان کر دیا کہ راہ جنت و
اُس کے لوازم جدا ہین اور راہ جہنم واُسکے لوازم علیحدہ ہین اور دونون جمع نہین ہو سکتے ہین جیسے کفر وایمان ساتھ ہی جمع نہین ہوتے
اور بات یہ ہے کہ جب اُنھون نے کفر اختیار کیا تو اُس کے لوازم یہ ہین کہ راہ نور مسدود ہوا وعقل [illegible] کچھ نہین نہ آدین اور دنیاوی زندگی
کی محبت پیدا ہوا اور مال واسباب دنیا آنکھون مین بچ جائے اور اُس کے حاصل کرنے کی کوشش مین سرگرم ہو اور اُس کے حاصل کرنیکے
ڈھنگ اسکے خیال مین خوب آوین حتی کہ مرے تو آخرت مین اُسکے لئے جہنم ہے لہذا فرمایا کہ ان لوگون کے دلون پر اللہ تعالی نے مہر کر دی اور اپنے
ہوا وہوس کے تابع ہوگئے۔ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ۔ اور جن لوگون نے ہدایت اختیار کی
تو اللہ تعالی نے اُن کو ہدایت بڑھا دی اور اُنکا تقوی اُنکو دیدیا ف یعنی جن لوگون نے راہ ہدایت چاہی تو اللہ تعالی نے اُن کو ہدایت
کی توفیق دی اور اُن کو تقوی الہام فرمایا یعنی اُن کے دل مین نور کا راستہ کھول دیا جس سے وہ حق تعالی کی آیات ٹھیک دیکھنے وسننے وسمجھنے
لگا اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ منافق وکافر ہین وہ اہل ایمان کی راہ سے مخالف ہین اور آخرت پر یقین نہین کرتے ہین۔ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ
اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا۔ پس وہ لوگ کسی چیز کا انتظار نہین کرتے سوائے قیامت کے کہ وہ

Marfat.com

اچانک اُن پر آجاوے اُسکی نشانیان تو آچکین ف یعنی کافرون و منافقون کو اس غفلت و بے پروائی مین کس چیز کا انتظار ہے کیونکہ وعدہ تو قیامت آنیوالی ہے پس ظاہر ہوا کہ وہ کچھ انتظار نہین کرتے سوائے قیامت کے کہ وہ آیندہ اچانک اُن پر آجائے کیونکہ قیامت کے علامات ظاہر ہونا شروع ہو چکے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ چاند کا دو ٹکڑے ہونا قیامت کی علامت ہے بقولہ تعالیٰ اقتربت الساعۃ وانشق القمر چاند ٹکڑے ہوا قیامت قریب آگئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا بھی قرب قیامت کی علامت ہے کیونکہ آپ خاتم النبیین ہین اور آپکی ذات سے ہدایت کا طریقہ پورا کر دیا گیا اور حدیث مین بھی آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ کی اُنگلی اور بیچ کی اُنگلی ملا کر اٹھائی اور فرمایا کہ مین قیامت کیساتھ اس طرح بھیجا گیا ہون یعنی میرے بعد قیامت ہے (رواہ البخاری) فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ۔ کہان ہوگا اُن کے واسطے جب قیامت اُن پر آئی اُن کا نصیحت حاصل کرنا ف یعنی جب کافرون پر قیامت آگئی تو پھر اُسوقت کہان سے نصیحت حاصل کرین گے کیونکہ اُسوقت ایمان لانا مفید نہین ہے اور قیامت سے پہلے جو کوئی نیکبخت ہے اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لا کر اُس کے رسول صلعم کی ہدایت پر عمل صالح کما لیجاتا ہے۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ۔ اب جان لے کہ کوئی الوہیت والا نہین ہے مگر اللہ تعالیٰ اور مغفرت مانگ اپنے گناہ کی اور مومن مردون اور مومنہ عورتون کیلئے اور اللہ تعالیٰ تمہارا متقلب و مثوی جانتا ہے ف یعنی جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ بعد موت کے یا قیامت مین ایمان لانا کچھ مفید نہین ہے تو بالفعل ایمان لانا چاہیئے کہ لا الٰہ الا اللہ اور نیک عمل کرنا چاہیئے چنانچہ حکم دیا کہ اپنے گناہ سے استغفار کر اور مومن مردون و عورتون کے لئے استغفار کر اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے متقلب معلوم ہین یعنی معیشت حاصل کرنے و تجارت کرنے وغیرہ کامون مین جہان جہان تم ایک جگہ سے دوسری جگہ تقلب و تبدل کرتے ہو سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور اس کو تمہارا مثوی بھی معلوم ہے یعنی رات مین جہان قرار پکڑتے ہو اُسکو اللہ تعالیٰ جانتا ہے تو حاصل یہ ہوا کہ تمہارے سب حالات خواہ دن کے ہون یا رات کے ہون اللہ تعالیٰ کو معلوم ہین یہ تفسیر بقول ابن جریج ہے اور اسی کو شیخ ابن جریرؒ نے پسند کیا ہے اور ابن عباسؓ سے متقلب و مثوی کے معنی یون روایت کیئے گئے کہ دنیا مین تقلبات کو اور آخرت مین تمہارے قرارگاہ کو اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور اسی کے قریب سدیؒ نے کہا کہ مثوی سے مراد قبرین ہین اور بعض نے کہا کہ متقلب سے یہ مراد ہے کہ دن مین تمہارے کامون کو جانتا ہے اور رات مین تمہارے خواب کو جانتا ہے بعض نے کہا کہ متقلب سے مراد یہ ہے کہ کس نسب سے تمہارے نطفہ منتقل ہو کر آئے ہین اور کن عورتون کے رحم مین اُن کا قرار ہوا ہے بعض نے کہا کہ متقلب سے یہ مراد ہے کہ دنیا مین جن اعمال کیلئے یہان وہان منتقل ہو کر پھرتے ہو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور آخرت مین جس ٹھکانے قرار پکڑو گے خواہ جنت مین یا دوزخ مین وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے بالجملہ سب تفاسیر پر اسکا حاصل یہی نکلا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب حالات کو اور پوشیدہ و ظاہر اعمال و حرکات کو اور خفیہ نیات خوب جانتا ہے تو چاہیئے کہ اُس سے خوف کرتے رہو اور اپنے گناہون کی مغفرت مانگو مگر پہلے ایمان توحید کا حکم دیا کیونکہ بغیر ایمان توحید کے کوئی نیک عمل قبول نہین ہوتا ہے اور مغفرت مانگنے سے مغفرت نہین ہوتی اور حدیث مین ہے کہ جو شخص اس حالت مین مرا کہ اُسکو لا الٰہ الا اللہ کا یقین ہے تو وہ جنت مین داخل ہوا (رواہ مسلم) اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خوب جانتے تھے کہ لا الٰہ الا اللہ پھر اللہ تعالیٰ نے کیا حکم فرمایا جواب دیا گیا کہ اس سے یہ مراد ہے کہ اسی یقین پر برابر ثابت رہو اور بعض نے کہا کہ جاننے سے یہ مراد ہے کہ برابر اُسکی یاد کرتے رہو اگر کہا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گناہون سے استغفار کرنے کا حکم دیا تو وہ کیا گناہ تھے کیونکہ آپ تو پیغمبر معصوم ہین جواب یہ ہے کہ ہماری اصطلاح مین گناہ وہ چیز ہے کہ شرع مین اُسکی مذمت کی گئی ہے اور اصل لغت مین ایسی چیز کو بھی گناہ کہتے ہین جو آدمی کی شان کے

لائق نہ ہو اگرچہ شرع مین اُسکے واسطے کوئی مذمت نہین ہی پس آنحضرت صلعم کو ایسے اُمور سے استغفار کرنے کا حکم دیا اور بعض نے کہا کہ استغفار
سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگیے کہ خلاف اولیٰ بھی کوئی بات صادر نہ ہونے پاوے اور قاضی عیاض رح نے کہا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تمام مخلوقات مین سے افضل ہی تو ہمیشہ یاد آلہی بھی آپ کی شان کے لائق ہے پھر اگر کسی دم اس یاد مین فتور
ہوا تو آپکی شان کے لحاظ سے اُسکو گناہ شمار کیا اور بعض نے کہا کہ مسلمانون کیلیے مغفرت مانگنا منظور رہی تو اُسکی تمہید کے لیے حکم دیا کہ ادب سے
پہلے اپنے گناہ کی مغفرت مانگو پھر مومنین و مومنات کیلیے مغفرت مانگو اس سے ظاہر ہوا کہ اس اُمت کی بہت بڑی فضیلت ہی کہ اللہ تعالیٰ
نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت کیلیے مغفرت مانگنے کا حکم دیا تو یہ قبولیت کی دلیل ہی۔ حدیث مین آیا ہی کہ افضل ذکر لا آلہ الا اللہ ہے
اور افضل دعا استغفار ہی پھر یہ آیت پڑھی۔ فاعلم انہ لا آلہ الا اللہ۔ (الطبرانی وابن مردویہ والدیلمی) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازراہ
عبودیت و شکرانہ کیساتھ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے جس سے آپکے درجات مین انتہائے کمال متصور رہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپکے حق مین اگلے
و پچھلے سب ایسے اُمور معاف کر دیے جو آپکی شان کے لائق نہون اور سوائے آپکے دیگر انبیا علیہم السلام مین سے کسی کے واسطے یہ فضیلت
نہین ہی پھر بھی آپ اپنے رب عزوجل سے مغفرت مانگتے تو یہ ادب البتہ کمال درجات ہی اور حدیث مین ہی کہ آپ دعا مین کہتے اَللّٰھُمَّ
اغْفِرْلِیْ خَطِیْئَتِیْ وَجَھْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ھَزْلِیْ وَجِدِّیْ وَخَطِیْئَتِیْ وَعَمْدِیْ
وَکُلُّ ذٰلِکَ عِنْدِیْ یعنی آلہی مجھے بخش دے میری خطائین وجہل اور کام مین اسراف اور ہر چیز جسکو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہی آلہی مجھے
بخش دے قصد و بے قصد و بھول چوک و عمد اور یہ سب میرے پاس موجود ہین (الصحیح) اور نماز کے آخر مین دعا کرتے کہ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ
مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ اِلٰھِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ
آلہی مجھے بخشدے جو مین نے پہلے کیا اور جو مین نے پیچھے کیا اور جو خفیہ کیا اور جو ظاہر کیا اور جو اسراف کیا اور سب جو کچھ کہ تو مجھ سے زیادہ
جانتا ہی تو ہی میرا رب ہی سوا تیرے کوئی آلہ نہین ہی (الصحیح) اور حدیث مین ہی کہ آپنے فرمایا کہ اے لوگو اپنے رب سے توبہ کیا کرو کیونکہ مین ہر روز
ستر بار سے زیادہ استغفار کرتا ہون (الصحیح) عبداللہ ابن سرجس رضی اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور
آپکا مبارک کھانا بھی کھایا۔ پھر مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کو اللہ تعالیٰ بخشے آپنے فرمایا اور تجکو بھی بخشے مین نے عرض کیا کہ یا رسول
آپکے واسطے استغفار کرون آپنے فرمایا کہ ہان اور مین بھی تم لوگون کے واسطے استغفار کرتا ہون پھر یہی آیت پڑھی پھر میری نظر پڑی تو مین نے
آپکے خاتم نبوت کی زیارت پائی (کما رواہ مسلم والترمذی والنسائی وابن جریر وابن ابی حاتم) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اے لوگو تم لا الہ الا اللہ اور استغفار کو اپنے اوپر لازم کر لو اور ان کو بہت پڑھا کرو کیونکہ ابلیس نے کہا کہ مین نے
لوگون کو گناہون سے برباد کیا اور اُنھون نے مجکو لا آلہ الا اللہ اور استغفار سے مار ڈالا پھر جب مین نے یہ دیکھا تو اُن کو اُن کی رائے و خیالات
مین تباہ کیا کیونکہ وہ لوگ اب یہ سمجھتے ہین کہ ہم ٹھیک راہ پر ہین (رواہ ابو یعلی) روایت ہی کہ ابلیس نے کہا کہ اے رب تیری عزت و جلال
کی قسم ہی کہ مین آدمیون کو برابر گمراہ کرونگا جب تک اُن کی روحین اُن کے جسم مین ہین پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے بھی اپنی عزت و
جلال کی قسم ہی کہ جبتک وہ لوگ مجھ سے مغفرت مانگین گے برابر مین اُن کی مغفرت کرونگا (السنن) اور استغفار کی فضیلت مین احادیث بیشمار
ہین اور دنیاوی حالت اس طرح واقع ہوئی ہی کہ ضرور انسان غفلت مین پھنس جاتا ہی حتی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود دائمی
یاد کے مکدر ہو جاتے تھے چنانچہ حدیث مین ہی کہ میرے دل پر غبار سا آجاتا ہی اور مین ہر روز سو بار استغفار کرتا ہون (رواہ مسلم ف

فی اشارات العرائس قولہ تعالیٰ والذین اہتدوا زادہم ہدی الآیہ۔ ہدایت ابتدائیہ یہ ہے کہ کفر و ضلالت کی حجب اٹھا کر ... پر لایا جاوے اور وہ راہ اسلام ہے پھر راہ اسلام میں درجات عالیات تک رسائی کی راہیں ہیں پس جو بندے کہ ہدایت ... درجات عالیات چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے نور سے اُن کو مشاہدات تک پہونچاتا ہے اور جب سچی نیت و شوق طلب پاکیزہ ... عقل سے معرفت چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی صفات کی معرفت عطا کرتا ہے۔ شیخ ابن عطاؒ نے کہا کہ جو لوگ نیک ... کے طلب کرنے میں سچے ہوتے ہیں تو اُن کو ہدایت کا موقع مل جاتا ہے پھر جب وہاں ادب کا لحاظ رکھتے ہیں تو ہادی کو پاتے ہیں قولہ تعالیٰ فاعلم انہ لا الہ الا اللہ الآیہ۔ قرآن مجید میں جہاں ذکر مذکور ہے وہاں صفات و افعال کے ساتھ ذکر ہے سوائے اس مقام کے کہ یہاں ذات مجرد کا ذکر ہے واللہ اعلم۔ اور یہ مقتضی ہے کہ بندہ مقام توحید میں مستقیم ہو یعنی اضداد کی نفی کرے اور عین ذات کا اثبات کرے چنانچہ لا الہ سے نفی اضداد ہے اور الا اللہ سے الوہیت کا اثبات ہے اور حکم استغفار میں اشارہ ہے کہ تحقیق توحید کے واسطے فناء وجود حادث شرط ہے تو اسکے باقی ہونے سے استغفار کرنا چاہیے کیونکہ وہی باعث حجاب ہے۔ واسطیؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دعوت فرمائی کہ اسلم یعنی اے ابراہیم اسلام لاؤ یعنی ہمہ تن مطیع ہو جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت فرمائی فاعلم انہ لا الہ الا اللہ اور دونوں دعوت میں اسی قدر فرق ہے جسقدر علم و عمل میں فرق ہے واسطیؒ نے کہا کہ علم حجت ہے اور معرفت غلبۂ حال ہے اور غلبہ کے واسطے حکم نہیں دیا جاتا ہے بعض مشائخ نے کہا کہ پہلے حکم دیا کہ فاعلم انہ لا الہ الا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت کو یقین جان لے پھر اسکے بعد استغفار کا حکم دیا تو اس سے اشارہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس علم سے نفس کو خطرہ گذریگا کہ میں نے پہچان لیا حالانکہ حق عز و جل کی شان عظمت کو بطریق حقیقت کے خود اللہ تعالیٰ ہی پہچانتا ہے اور سوائے اس کے کوئی نہیں جان سکتا ہے (عس)۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو معرفت

توحید پر ثابت قدم رہنے و استغفار کا حکم دینے کے بعد شک نفاق شیطانی پر تنبیہ کی

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا

اور کہتے ہیں ایمان والے کیوں نہ اُتری ایک سورۃ پھر جب اُتری ایک سورۃ جانچی ہوئی اور ذکر ہوا اُسمیں

الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ

لڑائی کا تو تو دیکھتا ہے جن کے دل میں روگ ہے تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی بیہوش پڑا مرنے کے وقت

فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ قف فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ ۚ قف فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ

سو خرابی ہے اُنکی حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی پھر جب تاکید ہو کام کی تو اگر سچے رہیں اللہ سے تو اُن کا

خَيْرًا لَّهُمْ ۝ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا

بھلا ہے پھر تم سے یہ بھی توقع ہے اگر تم کو حکومت ہو کہ خرابی ڈالو ملک میں اور توڑ دو

أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝

اپنے ناتے ایسے لوگ وہی ہیں جن کو پھٹکارا اللہ نے پھر کر دیا انکو بہرے اور اندھی اُن کی آنکھیں۔

ویقول الذین آمنوا لولا نزلت سورۃ۔ اور جو لوگ ایمان لائے وہ کہتے تھے کہ کوئی سورت کیوں نہیں اُتاری گئی ف یعنی ایسی سورت کیوں نہیں اُتاری گئی جسمیں جہاد کا حکم محکم ہو رازیؒ نے کہا کہ بندگی ادا کرنے میں مومن و منافق کے درمیان

یہ فرق ہے کہ مومن کو اسکا انتظار ہوتا ہے کہ اُس سے بندگی کا کام لیا جاوے اور اگر حکم اُترنے مین دیر ہوتی تو اُسکو اپنی ذات پر یہ خوف پیدا ہوتا کہ شاید مین اس لائق نہین ہون اور شاید میرے ایمان مین نقص ہے اور منافقون کا یہ حال ہے کہ وہ عملی آیات اُترنے سے پناہ چاہتے۔ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ۔ پھر جب سورہ محکمہ اُتاری گئی اور اُس مین قتال کا ذکر کیا گیا تو تو ایسے لوگون کو دیکھتا ہے جن کے دلون مین روگ ہے کہ وہ لوگ تیری طرف ایسے شخص کی نگاہ سے دیکھتے ہین جسپر موت کی وجہ سے غشی ہو ف یعنی پھر جب مومنون کی آرزو کے موافق ایسی سورت نازل کی گئی جسکے احکام بہت مضبوط ہین اور اُسمین جہاد کا حکم دیا گیا تو جو لوگ سچے دل سے ایمان لائے تھے اُنھون نے اپنی مراد پائی اور جو لوگ خالی زبان سے ایمان کا دعویٰ کرتے تھے اور دل مین یقین نہ تھا یا شک تھا تو اُنکو تو اس حالت سے دیکھتا ہے کہ وہ جہاد مین جان جانے کے خوف سے تیری طرف مُردے کی طرح آنکھین پھاڑے دیکھتے ہین گویا اپنی زیست سے نااُمید ہوگئے اور موت اُن کی آنکھون کے سامنے پھر گئی۔ فَاَوْلٰى لَهُمْ۔ پس یہ اُن کے لئے اولیٰ ہے ف یہ دھمکی کا کلمہ ہوتا ہے یعنی جب اُن کو جہاد سے ثواب عظیم کی خوشی نہ ہوئی بلکہ دنیاوی زندگی رٹ جانے کے خوف سے اُن کی آنکھون مین موت نظر آنے لگی اور یقین نہ آیا کہ موت و زندگی اللہ تعالےٰ کے اختیار مین ہے تو اچھا یہی اُن کے واسطے اولیٰ ہے کیونکہ زندگی جب اللہ و رسول کی فرمانبرداری مین نہ ہو تو اُس سے موت بہتر ہے۔ واحدیؒ نے کہا کہ فاولیٰ لہم یعنی فرمانبرداری کرنا اُنکے واسطے اولیٰ تھا ابو السعودؒ نے لکھا کہ فاولیٰ لہم اے فویل لہم۔ اُن کے حق مین بربادی ہے یا بددعا کے معنی مین ہے کہ اُنکو جو چیز ناگوار ہے وہ پہونچے جوہریؒ نے لکھا کہ اولیٰ لہم دھمکی کا کلمہ ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ محاورہ عرب مین معروف تھا چنانچہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کو دیکھکر فرمایا کہ اولیٰ لک فاولیٰ ثم اولیٰ لک فاولیٰ۔ تو ابو جہل بولا کہ اے محمدؐ کس کو دھمکاتے ہو چنانچہ سابق مین یہ روایت بیان ہو چکی ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ آوے گی۔ قتادہؒ نے کہا یعنی اُن لوگون کے واسطے عذاب اولیٰ ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو آگے کی آیت سے ملایا یعنی طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۔ اے فاولیٰ لہم طاعۃ و قول معروف۔ بہتر اُن کے لئے فرمانبرداری اور نیک بولی ہے ف یعنی منافقون کے حق مین موت کے خوف سے اس طرح آنکھین پھرانی نہین چاہیئے تھا جس سے نامردی و گھبراہٹ ظاہر ہے بلکہ دلیری کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے اور اُن کے حق مین اولیٰ یہ تھا کہ حکم کے فرمانبردار ہوتے اور اچھی بولی کے ساتھ جواب دیتے کہ ہم اپنے رب عز و جل کے مطیع ہین اور ہم فرمانبرداری کر چکے اور ہماری زندگی و موت اُسی کے قبضۂ قدرت مین ہے اور جہاد سے کسی کی زندگی منقطع نہین ہو سکتی اور بغیر جہاد کے کسی کی زندگی بڑھ نہین سکتی [illegible] حالت پر قائم رہتے۔ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ۔ پھر جب کام نے عزم کر لیا ف یعنی قتال نے اپنا جھگڑا کھڑا کر لیا یعنی لڑائی سامنے آگئی۔ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ پس اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچے رہتے تو یہ امر اُن کے حق مین بہتر ہوتا ف یعنی جیسے آیت نازل ہونے کے وقت بسر و چشم فرمانبرداری ظاہر کی تھی تو قتال جہاد پیش آنے کے وقت سچی و خالص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے لڑتے تو یہ اُن کے حق مین بہتر تھا بہ نسبت اس کے کہ نامردے و بزدل اور بداعتقاد ہو جائین کیونکہ اپنی زندگی مین کسی تدبیر سے ایک گھڑی بھی بڑھا نہین سکتے ہین و لیکن آخرت کا یقین نہ ہونا اور دنیا کی زیست پر بھروسہ کرنا باعث ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر چلنے سے گھبراتے ہین اور اگر دل مین آخرت کا سچا یقین ہوتا تو شہادت تم کو زیادہ مرغوب ہوتی جیسے مومنون کو مرغوب ہے۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ پھر کیا تم اس سے قریب نہین ہو کہ اگر تم جہاد سے منہ موڑو تو ملک مین فساد مچاؤ گے اور اپنے ناتے قطع کرو گے ف یعنی جہاد کے نسبت تم نے

Marfat.com

کہا کہ لڑائیون سے ملک تباہ ہوتا ہے اور قرابتی کافرون کے مارڈالنے مین قطع رحم لازم آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کے [illegible]
جہاد کو چھوڑ دوگے تو بھی تم سے یہی فعل واقع ہوگا کہ دنیا کی حقیر متاع کے پیچھے ایک دوسرے سے لڑوگے اور ملک [illegible]
عرب کی یہ عادت مشہور ہے کہ آپس مین ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ پر چڑھ جاتا اور کشت وخون کے بعد جو کچھ پاتا سب لوٹ [illegible]
اکبیر مین ہی بعض نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہین کہ اگر تم اسلام سے منھ موڑ دا ور زمانہ جاہلیت کے طریقہ پر ہو جاؤ تو زمین مین فساد پھیلاؤ اور [illegible]
مار دا ور لڑکیون کو زندہ درگور کروگے حالانکہ جہاد سے اصلاح ملک وملت ہی (ابوالسعود) یہ سب تقریر اس بنا پر ہے کہ [illegible]
کے معنی اگر تم منھ موڑ دا ور مفسرین نے کہا کہ تولیتم بمعنی ولایت بھی ہو سکتا ہی تو معنی یہ ہین کہ تم لوگ اپنی ذات سے کیا اسکے سوائے کچھ امید
رکھتے ہو کہ اگر تم والی ملک بنائے جاؤ تو ملک مین فساد پھیلاؤ اور قرابت کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو یعنی اگر بغیر جہاد کے کافرون ومنافقون کو [illegible]
دیا جائے کہ وہ لوگ دنیا مین لوگون پر سردار بنین تو اُن سے کچھ اُمید مت کرو سوائے اسکے کہ جہالت سے دنیا کے پیچھے باہم فساد وقتال کرینگے
اور قرابت کو یہانتک قطع کرین کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے جیسے زمانہ جاہلیت مین کیا کرتے تھے مترجم کہتا ہے کہ آخر زمانہ مین جب لوگون
نے جہاد سے منھ موڑا تو کافرون کو چھوڑ کر مسلمانون پر چڑھائیان کین اور باہم بکثرت کشت وخون ہوا اور قرابت کا کچھ لحاظ نہ رکھا گیا چنانچہ ہندوستان
وخراسان وبخارا وایران وشام وروم کی تاریخون مین بکثرت یہ واقعات مذکور ہین اور ہندوستان کی نادرشاہی کو بہت زمانہ نہین ہوا
پس یہ عجب ہے کہ اُسوقت روس وغیرہ کی سلطنتین موجود تھین مگر یہ لوگ اُن کو چھوڑ کر مسلمانون پر جہاد کرتے تھے پس آیت مین ایک معجزہ
ہے کہ جن لوگون کے دلون مین ایمان وآخرت کا یقین برائے نام رہجائیگا اور اُن کے دلون مین نفاق کا روگ ہوگا تو جب ایسے لوگ
متولی اُمور یعنی بادشاہ ہون گے تو اُن سے یہی اُمید رکھو کہ ممالک اسلامیہ مین فساد برپا کرین گے اور اسلامی قرابت قطع کر کے ٹکڑے
ٹکڑے کر ڈالین گے کیونکہ اُن کو دنیاوی مال ودولت کی ہوس ہی اور اسی زندگی پر مرتے ہین۔ قطع رحم کبیرہ گناہ ہی اور اس باب مین
احادیث بہت وارد ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رحم جو کوئی تجھے ملاوے مین اُسے ملاؤن گا اور جو کوئی تجھے قطع کرے مین اُسے
قطع کر دون گا ابو ہریرہؓ نے اس حدیث کیواسطے یہی آیت پڑھی (البخاری) اور دوسری حدیث مین ہی کہ بغاوت اور قطع رحم سے بڑھکر
کوئی گناہ اس لائق نہین ہی جسکی سزا دنیا مین جلدی مل جاوے باوجود اسکے آخرت مین اللہ تعالیٰ کے یہان اُس کے عذاب کا ذخیرہ جمع
رہے (احمد وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ) جس شخص کو اچھا معلوم ہو کہ دنیا مین اُسکی میعاد مین دیر ہو اور اُس کا رزق بڑھے تو اُس کو
چاہیئے کہ اپنی قرابت کے ساتھ نیک سلوک کرے (احمد) ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے کچھ
قرابتی ہین کہ مین اُن سے صلۂ رحم کرتا ہون اور وہ قطع کرتے ہین اور مین اُن سے عفو کرتا ہون اور وہ مجھ پر ظلم کرتے ہین اور مین اُنکے ساتھ
خیر خواہی کرتا ہون اور وہ میری بدی چاہتے ہین تو کیا مین بھی اُن کے فعل کی مکافات کرون یعنی جیسا وہ کرین ویسا مین بھی کرون آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین اگر تو ایسا کریگا تو تم سب متروک کر دیئے جاؤگے بلکہ تجکو چاہیئے کہ جو کچھ تجھ سے ہو سکے اُن کے ساتھ بخشش کر
اور نیک سلوک کر اور جبتک تو اس حالت پر رہیگا تب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے ساتھ ایک پشت پناہ رہیگا (احمد) حدیث مین
ہے کہ جو لوگ رحم کرتے ہین الرحمان اُن پر رحم فرماتا ہے تم لوگ زمین والون پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم فرمادیگا (احمد وابوداؤد وترمذی)
گویا اشارہ ہی کہ اہل زمین سب باہم قرابتی ہین کیونکہ سب اولاد آدم ہین سوائے اسکے کہ دور ونزدیک کا فرق ہے تو پھر کس وناکس رحم کا مستحق
ہے۔ م۔ حدیث قدسی مین ہی کہ جو کوئی قرابت کو قطع کرے مین اسکو قطع کرون گا (البخاری واحمد وغیرہ) اور حدیث مین ہی کہ رسول اللہ [illegible]

Marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب زمانہ میں زبانی قول ظاہر ہوگا اور عمل ترک کردیا جائے گا اور زبانی لوگوں میں تکلف کی باتوں سے میل ہوگا اور دلوں میں پھوٹ ہوگی اور ہر شخص اپنی قرابت کا حق قطع کرے گا تو یہ وہ وقت ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اُن کو لعنت کریگا یعنی پھٹکاریگا اور بہرا و اندھا کردے گا (ابن کثیر) یعنی اسوقت عزت سے ذلت میں پڑ جائیں گے اور باوجود اس کے نیک نصیحت نہیں سنیں گے اور نہ خیر خواہی دیکھیں گے اور نہ اپنی ذلت کے عیوب نفس نظر آویں گے اور یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ایسے ہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ملعون کرکے اُن کو بہرا کردیا اور اُن کی آنکھیں اندھی کردیں ف یعنی ایسے منافقین جن کو دنیا و اُس کی دولت کی خواہش ہو اور آخرت کی طرف سے شک یا بداعتقادی ہے اور جہاد چھوڑ کر اہل اسلام سے قتال کرتے اور فسق و فجور و زنا و شرابخواری کے ساتھ علانیہ فساد کرتے اور اہل اسلام سے قطع رحم کرتے ہیں تو ایسے منافقوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کردیا پس اُسکا نتیجہ یہ ہو کہ اُن کے کانوں پر مہر لگی ہوئی ہو کہ حق بات سنتے نہیں ہیں اگرچہ دنیاوی لہو و لعب اور دل کی خوشی کی سب باتیں سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی آنکھیں اندھی کردیں کہ اُن کو اپنا آغاز و انجام و اپنا عیب کچھ نہیں سوجھتا ہو اگرچہ دنیا دی عیش و عشرت کی سب چیزیں سوجھتی ہیں اور دین کے نام سے بدکرداریاں کرتے ہیں اور اُن کو اچھا سمجھتے ہیں یہ سب اس وجہ سے کہ اُنھوں نے قرآن مجید پر ایمان و غور چھوڑ دیا قال تعالیٰ۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ

کیا دھیان نہیں کرتے قرآن میں یا دلوں پر لگ جاتے ہیں اُنکے قفل جو لوگ اُلٹے پھر گئے اپنی پیٹھ پر

مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ۭ وَاَمْلٰى لَهُمْ ۝ ذٰلِكَ

پیچھے اس سے کہ کھل چکی اُن پر راہ شیطان نے بات بنائی اُنکے دل میں اور دیر کے وعدے دیئے یہ اسواسطے کہ

بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ښ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۝

اُنھوں نے کہا اُن سے جو بیزار ہیں اللہ کے اُتارے سے ہم تمہاری بات مانینگے بعضے کام میں اور اللہ جانتا ہے اُنکا مشورہ کرنا

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ

پھر جب کیسا ہوگا کہ فرشتے جان لیں گے اُنکی مارتے جاتے ہیں اُنکے منہ پر اور پیٹھ پر یہ اُس پر کہ وہ

ع ۳ ۹ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝

چلے اُس راہ سے جس سے اللہ بیزار ہے اور نہ پسند کی اُس کی خوشی پھر اُسنے اکارت کردیئے اُن کے کئے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اندھے بہرے ملعونین کی علت بیان فرمائی یعنی جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ملعون کرکے بہرا و اندھا کردیا اُن پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ وہ لوگ خودہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں تو دل کی آنکھوں سے اندھے اور دل کے کانوں سے بہرے ہوئے۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔ کیوں نہیں دل دیکر قرآن کو سوچتے ہیں ف یعنی اُنکو چاہیئے تھا کہ جو کتاب مجید اُن کی اصلاح قلب کیواسطے اُتاری گئی تھی اُس کو دل دیکر دیکھتے سنتے و غور کرتے تاکہ اُن کے دل میں آنکھیں ہوتیں اور اُس کے کان کھلتے اور دل میں نور فہم حاصل ہوتا مگر ان سرکشوں نے شیطان کے کہنے سے قرآن کا نام سنتے ہی انکار کردیا حالانکہ بعضے ان میں سے اسکا حق ہونا پہلے ہی سے جانتے تھے مگر شیطان نے اُنکو دنیا کی متاع و زندگی سے لالچ و اُمیدیں دلائیں تو اُنھوں نے قرآن سے منہ موڑا اور اُس کے مواعظ و نصائح پر لحاظ ہی نہیں کرتے ہیں اَمْ عَلٰى

Marfat.com

قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ بلکہ دلون پر اُن کے قفل چڑھے ہین ف یعنی دلون کے قفل جس قسم کے ہوتے ہین وہ ایسے دلون
مین غور نہین کرتے ابوالسعودؒ نے لکھا کہ یعنی اُن کے دل مقفل ہین کہ وہ فکر و غور کے قابل نہین ہین اور یہان قلوب کی
سمجھ لیا جاوے کہ اُن مین انتہا درجہ کی قساوت و جہالت بھری ہوئی ہے جس سے معرفہ ہونے کے قابل نہین ہین یعنی وہ اُن کی
نہین سکتے ہین گویا یون کہا گیا کہ ایسے نکرہ دلون پر جنکا بدحال اندازہ نہین ہوسکتا ہے اُن کے قفل چڑھے ہین اُنکے قفل اسواسطے [illegible]
یہ سمجھ لیا جاوے کہ دلون کے واسطے دل کے لائق خاص قفل ہوتے ہین وہ ایسے قفل نہین ہوتے جیسے دروازون مین لگائے جاتے ہین [illegible]
کہتا ہے کہ شاید قلوب کو نکرہ اسواسطے فرمایا کہ ہر ایک قلب پر اُسکا قفل چڑھا ہوتا ہے اور وہ قرآن کی کنجی سے کھلتا ہے گویا ان کافرون
ومنافقون کو تنبیہ فرمائی جو قرآن مین غور نہین کرتے ہین کہ اس ظلم و شرارت کی وجہ سے اُن کے دلون پر اُن کے قفل باقی ہین رازیؒ نے
یہان یہ سوال لکھا کہ جب اللہ تعالی نے اُن کے کان بہرے اور اُن کی آنکھین اندھی کردین تو غور کرنا اُن سے کیونکر ممکن ہو اور کئی طرح سے
اسکا جواب دیا از انجملہ یہ کہ ان لوگون کی دو حالتین ہین یا تو قرآن مین غور نہین کرتے جس سے اللہ تعالی نے اُن کو ملعون و مردود کہدیا ہے یا غور
کرتے ہین مگر سمجھتے نہین ہین کیونکہ اُن کے دل مقفل ہین اور مترجم کہتا ہے کہ عمدہ جواب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے پہلے قرآن مجید نازل فرمایا اور کمال
رحمت سے سب بندون کے دلون پر یہ ہدایت پیش کی تو اہل سعادت نے کمال ادب سے اسمین غور کیا اور دل لگایا تو اللہ تعالی نے اُنکے
قفل کھولدیئے اور اُن کے دلون کے واسطے حس خوبی کے کان و آنکھین ہین وہ منور ہوئے اور اُن کے دل مین عقل آئی اور دوسرے فریق
اہل شقاوت نے محض بے ادبی کے ساتھ قرآن کو رد کیا اور کچھ غور نہ کیا بلکہ اُس سے عداوت پیدا کی تو قفل مضبوط ہو کر ہدایت جاتی رہی
اور اللہ تعالی نے اس حمت سے ان لوگون کو مردود کرکے ان کے دلون پر مہر کردی اور واضح ہو کہ ایسے بدبختون مین تین فریق ہین اول
وہ لوگ جو کسی دین آسمانی سے کبھی واقف نہین ہوئے جیسے بت پرست و مجوس وغیرہ دوم وہ لوگ جو کسی دین سماوی کو جانتے تھے مگر
دنیاوی زندگی کی لالچ مین دین کو بھی دنیاوی رسم قرار دیا جیسے یہود و نصاری سوم وہ لوگ جنھون نے زبان سے اسلام کا اقرار کیا مگر اُنکے
دل مین سچ نہین سمائی کیونکہ اُنھون نے کبھی قرآن مین غور نہین کیا جس سے اُن کے دلون کے قفل کھلتے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ
مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ۔ جو لوگ ایسے ہین کہ اُن کے لئے ہدایت ظاہر ہوئی بعد اس کے
یہ لوگ اپنی پیٹھ پھیر کر اُلٹے پھر گئے تو شیطان نے اُن کے لئے رچایا اور اُن کو اُمیدین دلائین ف یہ یہود کے عالمون اور نصرانی بادشاہون
کا حال ہے کہ پہلے اُن کو توریت و انجیل سے ہدایت ظاہر ہوئی بلکہ ان کتابون مین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور آپ کی
اُمت کی فضیلت ظاہر ہو چکی تھی پھر شیطان نے اُن کو دنیا کی عیش و لذت دکھلائی اور اسکی زینت اُن کی آنکھون مین رچائی اور یہودیون
کو اُمید دلائی کہ تمھارے باپ دادے انبیا گزرے ہین وہ تم کو اپنے ساتھ جنت مین لیجائینگے اور نصرانیون کو ہوس دلائی کہ دنیا مین
عیش کرو عیسی مسیح خدا کا بیٹا ہے وہ تمھارے گناہون کے پیچھے اپنی جان دیکر کفارہ ہو گیا پس شیطان کی تلبیس و تسویل سے مرتد ہو کر دین سے
اُلٹے پھر گئے (الرازی) شیطان کے اس فریب مین اس آخر زمانہ کے بہت مسلمان آگئے کہ اُنھون نے بھی دنیا کے پیچھے شیطان سے ڈھیل قبول
کی چنانچہ پہلے اُن کو اللہ و رسول کا یقین تھا اور اُن کے دل نے ایمان توحید کو اپنے اندر لے لیا تھا پھر شیطان نے ڈھیل دلائی کہ دنیا
کی نقد عیش مین سے بھی کچھ لینا چاہیئے پھر توبہ کر لینا یہ لوگ اُس کے دھوکے مین آئے اور دو طرح سے سخت غلطی کھائی اول تو حرام
و فسق گناہون کے مرتکب ہوئے دوسرے یہ دعوی کیا کہ ہم جب چاہین گے توبہ کرین گے اور یہ خیال نہ کیا کہ توبہ کی توفیق تو اللہ تعالی

Marfat.com

[illegible] ہے یعنی بے بوجہ گناہون کی شامت سے دل سیاہ پڑگیا اور دنیا کے مال ومتاع کی چاہت مین پھنس گئے تو دل سے نور توفیق نکلا اور بسبب تو مرتد ہوکر قفل لگ گیا اور شاید بعض کو توفیق آلہی مل گئی کہ وہ توبہ کرکے پھر نئے سرے سے ایمان لایا ولیکن جو لوگ دنیا مین مالدار و تونگر ہوتے ہین وہ اکثر دم مرگ تک اسی حالت پر رہتے ہین۔ اعاذنا اللہ من ذلک ۔ واضح ہو کہ منافقین مین بھی اقسام ہین ایک یہ کہ اول سے اُس نے کسی مصلحت دنیاوی سے اسلام کا اقرار کرلیا اور دل مین سچ نہین جانتا تھا تو یہ اول سے کافر تھا دوم وہ کہ ابتدا مین اسکی سمجھ مین آیا کہ یہ دین تو سچ وحق معلوم ہوتا ہے پس اُسنے دل مین اس اعتقاد کو اُتارا لیکن کچھ ڈرتے ڈرتے مذبذب تھا کہ شاید غلط ہو پھر اگر اُس نے اعمال صالحہ زیادہ کئے اور اللہ تعالی نے نور مین ترقی دیدی تو وہ شبہہ جاتا رہا اور قسم اول مین بھی کبھی ایسا ہوتا ہو کہ جب اُس نے غور کیا اور قرآن و وعظ سنا تو اسکو یقین آگیا کہ سچ ہو اور اُس نے دل مین لے لیا قسم سوم وہ کہ ابتدا مین مذبذب تھا پھر اُسنے بدکاریون سے شامت بڑھائی تو وہ خفیف نور بھی چھپ گیا اور مرتد ہوگیا یہ قسم بہت خراب ہو کیونکہ ایسے احمق کو جہل مرکب سما جاتا ہے کہ وہ ایمان لایا تھا مگر اُسنے تو کوئی نور نہین پایا حالانکہ غور کرو تو اس کمبخت نے پہلے بھی دل مین قبول نہ کیا اور نہ اسکے بعد اعمال صالحہ کئے تو نور کہان سے آتا بالجملہ آیت قدسی مین ان سب فرقہائے نفاق وکفر وضلالت کا حال ظاہر کیا گیا ہے کہ جو لوگ بعد ظہور ہدایت کے مرتد ہوگئے تو شیطان نے اُن کے دل کی نگاہ مین دنیاوی سامان رچایا اور اُن کی اُمیدین دراز کردین مثلاً یہ عیش حاصل کرو اور وہ نعمت ملیگی جیسے آخرت کے بارہ مین بیان ہوا غرضکہ یہ فرقہ بدتر ہے کہ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد مرتد ہوگیا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۔ یہ بات اسوجہ سے ہو کہ اُنھون نے کہا ایسے لوگون سے جن کو ناگوار ہے وہ جو اللہ تعالی نے اُتارا ہے کہ ہم بعض بات مین تمھاری فرمانبرداری کرین گے ف یعنی اس فرقہ کا مرتد ہونا اور شیطانی فریب مین پھنس جانا اسوجہ سے ہے کہ جس گروہ کو قرآن نازل ہونا گوارا نہین ہے بلکہ صاف صاف اس سے انکار کرتے ہین تو اس گروہ سے اس فرقہ نے کہا کہ ہم بھی بعض باتون مین تمھارے تابع ہین خلاصہ یہ کہ منافقون نے درپردہ جاکر یہود سے کہا کہ بعض بات مین ہم تمھارے مطیع ہین اس کا بیان خود قرآن مجید مین آیا ہے قال تعالی الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانہم الذین کفروا من اہل الکتاب لئن اُخرجتم لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدا ابدا وان قوتلتم لننصرنکم یعنی منافقون کا بھید فضیحت کرنے کیواسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب دلانے کا خطاب فرمایا کہ تو نے دیکھا نہین ان لوگون کو جو منافق بنے ہین کہ اپنے اہل کتاب بھائیون سے جنھون نے کفر کیا ہے یون کہتے ہین کہ اگر تم نکالے گئے تو ہم بھی تمھارے ساتھ نکل چلین گے اور تمھارے بارہ مین یعنی تمھاری ایذارسانی کے بارہ مین ہم کسی کی بات کبھی نہ مانین گے اور اگر تمھارے ساتھ لڑائی کی گئی تو ہم تمھارے ہی مددگار ہو جاوین گے ۔ھ ۔ اللہ تعالی نے یہان ظاہر فرمادیا کہ یہ منافق درپردہ یہودی کفار بنی نضیر و بنو قریظہ سے اس طرح کہتے ہین اور یہ بھی فرمادیا کہ یہ جھوٹے ہین نہ اُن کے ساتھ نکلین اور نہ اُن کی مدد کرسکین مگر اُن کے ساتھ ایسی محبت کرنے سے اور دین حق کی مخالفت کرنے سے خود کمبخت مرتد ہوگئے اگر کہا جاوے کہ آیت مین اس گروہ کا بیان ہو جن کو اُتارا جانا ناگوار تھا تو اسمین کفار مکہ وغیرہ بھی شامل ہین جواب یہ کہ ہان ولیکن یہان دوسری آیت سے ظاہر ہوا کہ منافقون نے جاکر یہودی کافرون سے کہا تھا اور یہود کو نزول قرآن بہت ناگوار تھا گویا وہ اپنے آپکو مستحق سمجھتے تھے ۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۔ اور اللہ تعالی اُن کے چھپے بھیدون کو خوب جانتا ہے ف تو ان کا مرتد ہونا اور بے ایمان ہونا اللہ تعالی کو معلوم ہے اور اُسنے دنیا مین بھی اُن کو فضیحت کردیا اور آخرت مین بھی عذاب مین ڈالیگا ۔ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ پھر کیا حال ہوگا جب ملائکہ ان منافقون کی جان قبض کرین گے اس حالت سے کہ اُن کے چہرے و چوتڑون پر مارین گے ف یعنی دنیا کی

چند روزہ زندگی اور حقیر مال ومتاع کے واسطے تو یہ لوگ ایسے حیلے کرتے ہیں پھر اسوقت کیا حال کرینگے جب [illegible]
ملائکہ اگر سختی کے ساتھ اُن کی روح گھسیٹین گے اور اُن کے چہروں اور پیٹھوں پر کوڑے مارینگے بعض علماء [illegible]
ہے کہ اُنکو ذلت وخواری کے ساتھ موت دینگے اور دیگر علماءؒ نے کہا کہ نہین بلکہ درحقیقت اسی طرح مارتے ہین [illegible]
سے منقول ہے اور بعض آثار مین روایت ہے اور یہی اصح ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ
اور یہ بات اسوجہ سے ہے کہ ان لوگون نے ایسی چیز کی پیروی کی جسکو اللہ تعالیٰ ناخوش رکھتا ہے اور اُن لوگون نے رضوان الٰہی کو ناگوار رکھا
پس اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال مٹائے ف یعنی ان منافقون پر اسطرح ذلت کی جان کنی وعذاب خواری اسوجہ سے لازم آئی کہ جس چیز سے
اللہ تعالیٰ ناخوش ہے یہ لوگ اُسی چیز کے پیرو ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے غضب مین پڑے اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ راضی ہے اُس کے ذریعہ سے
رضوان الٰہی حاصل کرنا اُن کو ناگوار ہوا یعنی جن اعمال کے ذریعہ سے رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے وہ اعمال اُنھون نے نفاق کیوجہ سے [illegible]
رضوان الٰہی حاصل ہونے کیواسطے نہین کئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اعمال مٹا دیئے اگرچہ یہ لوگ مسلمانون کے ساتھ نماز پڑھنے آتے اور جہاد
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کی مشقتین اُٹھائین تو یہ سب دنیا کے واسطے تھی پس دنیا مین اُن پر جہاد نہ ہوا اور جزیہ نہین لیا گیا
بلکہ مال غنیمت مین سے اُنکو بھی حصہ ملا (افادہ) شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن جریرؒ نے بسند صحیح حضرت عروۃ بن الزبیرؓ سے روایت کی کہ ایک روز
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالہا۔ تو یمن کے ایک نوجوان نے کہا کہ بل علیہا اقفالہا حتی یکون
اللہ تعالیٰ یفتحہا او یفرجہا یعنی بلکہ منافقون کے دلون پر اُن کے قفل ہین حتی کہ اللہ تعالیٰ ہی اُن کو کھولے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اسکی سمجھ بھلی معلوم
ہوئی اور برابر آپکو اُسکا خیال رہا یہانتک کہ جب آپ خلیفہ ہوئے تو اُس کو بلا کر مسلمانون کے معاملات مین اُس سے مدد لی یعنی عامل کیا۔ ع م
ف فی العرائس قولہ تعالیٰ افلا یتدبرون القرآن ۔ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگون کو ملامت فرمائی جو قرآن سے جاہل رہتے ہین اور
اسمین غور وفکر نہین کرتے ہین مترجم کہتا ہے کہ جیسے مکار فقیر کا حال ہے کہ وہ دنیا کے لئے مکر کا جال پھیلاتا ہے اور جب اُس نے دیکھا کہ بے علمی
کی وجہ سے لوگ میری بیقدری کرینگے تو علم ظاہری کی مذمت کرتا ہے اور شریعت کی توہین مین کلمات کفر بکتا ہے اور علم سینہ وعلم حقیقت کا دعویٰ
کرکے بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے شر وفساد سے دائرۂ اسلام کو پاک رکھے آمین اللہ تعالیٰ نے ان منافقون کی جہالت کا یہ سبب بیان کیا کہ اُنکے دلون پر
غفلت کا غلاف ہے اور وہ قہر کا قفل ہے۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ بعضے قلوب فہم قرآن سے مقفل ہین اور بعض بانین تلاوت سے محروم ہین اور بعضے کان
اُس کے سننے سے مردود ہین اور برخلاف انکے ایسے قلوب مقبول ہین کہ جن کے قفل کھولدیئے گئے تو اُن کی عین راحت یہی ہے کہ قرآن تلاوت کرین اور
اُسکو سنین اسمین سے معرفت حاصل کرین (عس) حدیث مین ہے کہ منافق کو دین مین سمجھ نہین ملتی ہے (الترمذی) اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۝ وَلَوْ نَشَآءُ

کیا خیال رکھتے ہین جن کے دل مین روگ ہے کہ اللہ نہ کھولے گا اُن کے چھپے کیے اور اگر ہم چاہین

لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ۝

تجکو دکھا دین اُن کو سو پہچان تو چکا ہے تو اُن کے چہرے سے اور آگے پہچان لیگا بات کے ڈھب سے اور اللہ کو معلوم ہین تمہارے کام

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ ۝

اور البتہ تم کو جانچین گے تا معلوم کرین جو تم مین لڑائی والے ہین اور ٹھہرنے والے اور تحقیق کرین تمہاری خبرین

له یعنی منافق کی پرکھ ... ۱۲

Marfat.com

یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے منافقون کو مہلت دی تاکہ اپنے باطن و ظاہر کو ٹھیک کرین اور مکرر آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اسرار و اعلان کا علم ہے اور کوئی بات اس سے پوشیدہ نہین ہے پھر جب وہ لوگ راستی پر نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو فضیحت کر دیا ۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ۔ کیا ان لوگون نے جن کے دلون مین مرض ہی یہ گمان باندھا تھا کہ اللہ تعالیٰ اُنکے اضغان کو ظاہر نہین کریگا ف اضغان جمع ضغن بمعنی خبث و حسد بقول ابن عباس بعض نے کہا کہ ہر ناگوار چیز جو دل مین مخفی ہو جوہری رح نے کہا کہ حقد و عداوت اور بعض نے کہا کہ میل کچیل مترجم کہتا ہی یہان اضغان بلفظ جمع ہی تو منافقون کے دل مین ہر طرح کا روگ جو اسلام و مسلمانون کی طرف سے تھا سب کو شامل ہی یعنی اللہ تعالیٰ نے منافقون کو تنبیہ فرمائی کہ کیا ان لوگون نے جن کے دلون مین نفاق کا روگ ہی یہ یقین کر لیا ہی کہ اُنکے دلون مین دین حق کی طرف سے جو شکوک و شبہات ہین اور اہل ایمان کی طرف سے جو حسد و عداوت وغیرہ مضمر ہین اُن کو اللہ تعالیٰ ظاہر نہ فرمائیگا یہ گمان اُنکا غلط ہے اور ان کے گمان کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اپنی جہالت سے یہ یقین نہین لاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے اسرار و احوال سے آگاہ ہی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت وحی آتی ہے اسوجہ سے وہ اپنے دل مین ٹھانے بیٹھے تھے کہ مسلمانون کی نظر سے چھپکر ہم جو کچھ چاہین کرین ہمارا اظہار نہین ہوسکتا رازی رح نے کہا کہ مفسرین رح کے نزدیک یہان کلمہ اَم منقطع ہی بلکہ منافقون نے یہ گمان کیا کہ اُن کے دلی عیوب ظاہر نہ ہونگے اور اَم استفہامیہ بھی ہوسکتا ہے تو معنی یہ ہین کہ کیا کافرون نے گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ اُن کے اسرار کو نہین جان سکتا ہے یا منافقون نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اظہار نہین کریگا یہ گمان غلط ہی بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کے اسرار جانتا ہی اور ضرور اُن کو اظہار کریگا ابن کثیر و ابو السعود رح نے لکھا کہ منافقین جن کے دلون مین روگ ہی کیا یہ گمان رکھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ اُن کے دلون کا کھوٹ اور مومنون کی عداوت سب پر ظاہر نہ کریگا یہ گمان اُن کا محض حماقت ہی بلکہ اللہ تعالیٰ اُن کے حال کو اور اُن کے اسرار و افعال کو اپنے مومنین بندون پر ظاہر کردیگا تاکہ وہ لوگ اُن سے ہوشیار رہین پس اللہ تعالیٰ نے سورۂ براۃ نازل فرمایا جسمین منافقون کے عیوب سب فضیحت کر دیئے اسیواسطے سورۂ براۃ کو سورہ فاضحہ بھی کہتے ہین حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک دو دفعہ آدمی کی بدکاری پر اُسکو فضیحت نہین فرماتا ہے یہانتک کہ اُس سے تجاوز کرے پھر جب اُس نے تجاوز کیا تو بھی مشیت الٰہی ہی کہ چاہے عام طور پر اُسکا پردہ فاش کرے یا خاص خاص لوگون کے نزدیک اُسکا عیب ظاہر ہو چنانچہ منافقون کو بھی مکرر فضیحت فرمائی اور عام طور پر اُن کا پردہ فاش نہین کیا بلکہ بعض کو مخفی رکھا وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۔ اور اگر ہم چاہین تو اُن کو تجھے دکھلائین کہ تو اُن کی علامت سے اُن کو پہچان لے یعنی اگر ہم چاہین تو منافقین کی پیشانی پر پہچان کی خاص نشانی کر دین کہ جب تو دیکھے تو اُن کو پہچان لے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی منافق نہین چھپ سکا (ف) اور آپ اُن کو اُن کی علامت سے پہچان لیتے تھے اور ہم لوگ جہاد کے ایک سفر مین تھے اور اس سفر مین ہمارے ساتھ نو منافق تھے لوگ اُن سے شاکی تھے یعنی اُن کی ایسی باتین کبھی کبھی دیکھتے سنتے کہ اُن کی طرف سے بد اعتقادی کا ملال ہوتا تھا پھر ایک رات یہ منافقین سوئے تو صبح کو ہر ایک کی پیشانی پر لکھا تھا کہ یہ منافق ہی (ابو السعود) بالجملہ سب منافقون کی پیشانی پر ایسی علامت پیدا کر دینا مشیت الٰہی سبحانہ تعالیٰ نہین ہوئی تاکہ بندون کو پردہ پوشی کی نصیحت ہو اور ظاہری حالت پر اکتفا کرین اور باطنی حالات کو اللہ تعالیٰ کے علم پر چھوڑ دین ۔ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۔ اور بیشک تو ان منافقون کو اُن کی طرز گفتگو مین پہچان لیگا ف یعنی منافقین جب تجھ سے کسی معاملہ مین باتین کرینگے تو اللہ تعالیٰ نے تیرے واسطے یہ صفت عطا فرمائی کہ اُن کی گفتگو سے تو سمجھ جائیگا کہ یہ منافق ہین مفسرین رح نے کہا کہ اُس کے بعد جب کوئی منافق کوئی بات

کہنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس سے شناخت ہو جاتی کہ یہ منافق ہے اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ [illegible]
امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض ہو وہ منافق ہے اور لحن القول یہی بغض ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ [illegible]
کو ظاہر ہو سکتا ہے اور شاید کہ ماخوذ از حدیث (یعنی بغض ۱۲) ہو کہ آپ نے علی رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا کہ علی سے وہی محبت کریگا جو مومن ہے اور
عداوت کریگا جو منافق ہے واضح ہو کہ محبت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ اُتاری ہے اور وہ ایک لفظ ہوتا ہے جیسا کہ [illegible]
قولہ تعالیٰ یحبہم ویحبونہ الآیہ اور والذین آمنوا اشد حبًا۔ وغیرہ مقامات مین گذرا ہے اور اُسکی پہچان یہ ہے کہ محبوب کے قدم بقدم اُس کی مرضی
کے موافق چلنا عین مراد ہوگا برخلاف ہوا و ہوس کے جس کو عوام اپنے زعم مین محبت کہتے ہین اور ہر فسق و فجور مین اسکو استعمال کرتے ہین
تو یہ شہوات نفس ہین فاحفظہ۔ الحاصل اللہ تعالیٰ منافقون کو اُن کے لحن القول سے ظاہر فرماویگا۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَعْمَالَکُمْ۔ اور اللہ تعالیٰ
تمھارے اعمال کو جانتا ہے ف اُسپر ظاہر و مخفی سب ظاہر ہے تو ہر ایک پر اُسکے عمل کا اثر دنیا مین بھی ظاہر فرماویگا لہذا حضرت امیر المومنین
عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص نے کوئی خصلت نیک ہو یا بد ہو اپنے نفس مین چھپائی تو ضرور اُسکو اللہ تعالیٰ اُسکے چہرہ و گفتگو
سے ظاہر فرماویگا اور حدیث مین ہے کہ جس شخص نے کوئی خصلت چھپائی تو اللہ تعالیٰ اُسکو ایک چادر اوڑھاتا ہے اگر نیک ہو تو اچھی چادر
ہے اور اگر بد ہو تو بُری چادر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ لباس التقوی ذلک خیر ذلک من آیات اللہ یعنی لباس تقوی بہتر لباس ہے یہ اللہ تعالیٰ کی
بزرگ آیات قدرت مین سے ہے۔ ھ اس آیت کی تفسیر مین توضیح گذر چکی ہے بس جیسے نیک سیرت کا لباس ہے اُسی طرح بد خصلت کا لباس بھی
ہے اور اللہ تعالیٰ نے منافقون مین سے ایک جماعت کثیر کو نام بنام فضیحت کر دیا قال الامام احمد حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن سلمۃ عن عیاض
بن عیاض عن ابیہ عن ابی مسعود عقبۃ بن عمرو قال خطبنا رسول اللہ صلعم الخ یعنی حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم
نے ہم لوگون کو خطبہ سنایا پس حمد و ثنائے الٰہی کے بعد بیان فرمایا کہ اے لوگو تم مین بعضے منافق ہین بس مین جسکا نام لون وہ اُٹھ جاوے پھر
کہا کہ او فلانے کھڑا ہو اور او فلانے کھڑا ہو اور او فلانے کھڑا ہو حتی کہ آپ نے چھتیس ۳۶ آدمیون کے نام لئے پھر فرمایا کہ تم مین سے یا تمھارے
درمیان مین بعضے منافق ہین بس تم اللہ تعالیٰ سے تقوی کرو۔ ابو مسعود رضی نے کہا کہ پھر جن لوگون کو نام بنام بیان فرمایا تھا اُن مین سے ایک شخص
جاتا تھا اور عمر رضی اُس طرف سے آتے تھے (کیونکہ جمعہ کا وقت تھا) تو عمر رضی نے دیکھا کہ وہ سر سے چادر لٹکائے ہے عمر رضی اُسکو پہچانتے تھے اُس سے
پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے اُسنے قول رسول اللہ صلعم سے سب قصہ بیان کیا تو عمر رضی نے کہا کہ ہمیشہ کیلئے رحمت سے دور ہو (ہذا حدیث صحیح الاسناد)
واضح ہو کہ ابتدا مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعضے منافقون کو پہچانتے تھے اور بعضے مکار مشاق منافقون کو نہین پہچانتے تھے چنانچہ سورہ براۃ
مین فرمایا لاتعلمہم اللہ یعلمہم۔ تو ان کو نہین جانتا ہے اللہ تعالیٰ اُن کو جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقون کے لحن القول
مین ایک معرفت دیدی جس سے آپ فوراً پہچان لیتے تھے اور آپ نے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو اس فیض سے سرفراز کیا تھا تو یہ بھی پہچان
لیتے تھے اور سوائے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے کسی صحابی جلیل کو یہ شناخت نہ تھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین قرآن سے معروف تھا کہ یہ
منافقین ہین خصوصًا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اُن لوگون کے حق مین ظاہر نہو برخلاف ایسے صحابہ رضی کے جن سے
آپ راضی تھے اور اُس سے بڑھکر یہ کہ اُن کے لئے رضائے الٰہی و جنت کی بشارت دیدی یا بیعۃ الرضوان سے سرفراز ہوئے اور [illegible]
اُسکے اسیواسطے جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم مین خلفائے اربعہ و باقی عشرہ مبشرہ و اہل بدر وغیرہ صاف ممتاز تھے اور اُن مین کسی [illegible]
مجال نہ تھی اگر کہا جاوے کہ کیا ان لوگون کو اپنی ذات پر کچھ خوف خدا نہین رہا تھا جواب دونگا کہ اے احمق یہ کیا سوال ہے اسواسطے [illegible]

یہ لوگ اس درجۂ عالی پر اسیوجہ سے پہونچے کہ اُن کو خوف الٰہی بہت تھا کیونکہ یہ تو عین ایمان ہے اسیوجہ سے اہل بدر وا کا برحتیٰ کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ خائف تھے کہ اُن مین نفاق کا کچھ لگاؤ نہو اور معنی یہ ہین کہ اعتقاد مین تو نفاق نہ تھا مگر اعتقاد کے موافق عمل نہ ہو تو یہ بھی نفاق
ہے بقولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون۔ اے ایمان والو تم کیون کہتے ہو جو کرتے نہین ہو پس یہ لوگ عمل مین نفاق سے ڈرتے
تھے اور یہ کمال تقویٰ ہے۔ رازیؒ کی تفسیر لحن القول مین ہے کہ اسمین بہت صورتین ظاہر ہین منافقین اپنے بول چال سے پہچانے جاتے
جیسے فتح حاصل ہونے کے وقت مومنون سے کہتے کہ ہم بھی تمھارے ساتھ تھے یعنی اُن کے دلون کا جدا ہونا اس سے ٹپکتا ہے اور کہتے کہ
لئن رجعنا الی المدینۃ الآیۃ یعنی اگر ہم مدینہ پہونچ جاوین تو جو گروہ ہم مین سے عزت والا ہے وہ ذلت والون کو نکال دیگا۔ یہ صریح نفاق
ہے اسیواسطے آگے آیت مین آیا ہے کہ عزت تو اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول و مومنون کی شان ہے و لیکن منافقین جانتے نہین ہین منافقین غزوۂ
احزاب مین کہتے ان بیوتنا عورۃ یعنی ہمارے گھر بے در ہین اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا کہ گھر بے در نہین و لیکن چھوڑ بھاگنا چاہتے ہین اسی طرح قولہ
تعالیٰ انما المومنون الذین آمنوا باللہ و رسولہ و اذا کانوا معہ علی امر جامع لم یذہبوا۔ یعنی مومنین تو وہی لوگ ہین جو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول
پر ایمان لائے اور جب رسول کے ساتھ کسی جماعت کے کام پر یکجا ہوئے تو چلے نہین گئے اسی طرح قولہ تعالیٰ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت
قلوبہم یعنی مومنین تو وہی لوگ ہین کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل ہل جاتے ہین امام رازیؒ نے کہا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معرفت عطا کی گئی ہو کہ منافقون کا قول جس ارادی قلب سے صادر ہوتا تھا اُس سے آپ کو معنی نفاق سمجھ مین آجاتے
ہون اور سوائے آپکے دوسرے کو یہ معرفت حاصل نہ تھی مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک بھی یہی معنی قوی ہین اور یہ حکمت الٰہیہ کو لطیف بھید سے ظاہر ہوتے
ہین اور اسکا بیان یہ ہے کہ اقوال و افعال کی اصل وہ اعتقاد قلبی ہوتا ہے جو قائل کے دل مین پیدا کیا گیا ہے یعنی مومن کے افعال و اقوال
اُس کے ایمان کی بنا پر ہوتے ہین کیونکہ ایمان اصل ہے اور قول و فعل اُس کی شاخین ہین اسی طرح کافر و منافق کے اقوال اُس کے
اعتقاد پر مبنی ہوتے ہین پس منافق کا قول جو اُس کے نفاق کے اعتقاد سے ظاہر ہوتا تھا اسمین وہی نفاق کی رنگت و بو تھی جسکو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پہچان لیتے تھے اور اُس شناخت مین آپ کی اُمت کے بعض اولیا ربھی خاص کئے جاتے ہین چنانچہ ہمارے شیخ عارف رحمہ اللہ
فی الارض رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شیخ امام عارف مولانا اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت فرمایا کہ ایک مرتبہ نماز جمعہ کیواسطے تشریف
لیگئے اور مین بھی آپکے ساتھ تھا جب جامع مسجد مین قدم رکھا تو فرمایا کہ مجکو فلان شخص کی بدبو آتی ہے یہ سنکر ہم لوگون نے سکوت کیا
کیونکہ شخص مذکور تو پنجاب کے ایک شہر مین رہتا تھا لیکن اُسکی مشیخت کا آوازہ دہلی تک پہونچا تھا اور یہان بھی ہزارون آدمی اُس کے مرید
تھے اور جب کبھی وہ اُس نواح مین آتا تھا تو اُسکی آمد آمد کا بہت بڑا شہرہ ہوتا تھا چونکہ اسوقت اُسکی آمد کی کوئی خبر نہ تھی لہذا ہم لوگون
نے سکوت کیا اور ہماری سمجھ مین نہ آیا کہ حضرت شیخ نے کیا فرمایا جب نماز سے فارغ ہو کر ہم لوگ ایک دروازے سے باہر جانا چاہتے تھے
کہ ناگاہ ہم نے صدر دروازہ کی جانب لوگون کا بہت بڑا ہجوم دیکھا اور دریافت سے ظاہر ہوا کہ وہ پیر پنجابی اسی وقت ریل سے
اُتر کر جامع مسجد مین داخل ہوا تھا پس ہم کو معلوم ہوا کہ ہمارے شیخ قدس سرہٗ کو حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ معرفت عطا فرمائی تھی رازیؒ
نے لکھا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقون کی شناخت بخوبی حاصل تھی و لیکن آپ اُن کے حال کو اظہار
نہین فرماتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اظہار کا حکم دیا بلکہ اُن کے جنازون پر نماز پڑھنے سے اور اُن کی قبرون پر کھڑے
ہونے سے منع فرمایا مترجم کہتا ہے کہ یہ دلیل قطعی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل منافقین کے حال سے آگاہی عطا کی گئی تھی

کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اُس حکم کی تعمیل ممکن نہوتی یعنی اگر آپ منافق کو نہ پہچانتے تو جب اُسکا جنازہ لایا جاتا تو کیونکر اُس سے انکار
فرماتے اگر کہا جاوے کہ سورۂ براۃ مین فرمایا۔ مردوا علی النفاق لا تعلمہم اللہ یعلمہم الآیہ۔ یعنی بعضے اعراب و بعض اہل مدینہ نفاق پر
ایسے مشاق ہین کہ تو اُن کو نہین پہچانتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کو جانتا ہے۔ ھ۔ یہ آیت دلیل ہے کہ آپ کو بعضے منافقین کا علم نہ تھا پھر
کیونکر تم کہتے ہو کہ آپ سب منافقین کو پہچانتے تھے جواب یہ کہ اسکی تاویل مین دو صورتین ہین اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو کسی شخص کی قلبی حالت یعنی ایمان یا نفاق کا پہچاننا اُسی وقت حاصل ہو سکتا تھا جب آپ اُس کی جانب توجہ کرین کیونکہ جس شخص
کی صورت سے آپ واقف نہون اسکی حالت سے بھی واقف نہون گے کیونکہ غیب کو سوائے حق سبحانہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے
پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ بعضے ایسے مشاق منافق ہین جنکی صورت سے بھی تجکو آگاہی نہین ہے اور اللہ تعالیٰ اُن کو بخوبی جانتا ہے پس
اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ اگر وہ خود یا اُسکا جنازہ آپکے سامنے آتا تو آپ اسکو نہ پہچانتے کیونکہ ایسی توجہ کے وقت تو اللہ تعالیٰ
نے آپکو شناخت عطا فرمائی تھی دوسرا طریقہ تاویل یہ ہے کہ پہلے آپکو منافقون کا بالکلیہ علم نہین دیا گیا تھا جیسے پہلے آپکو منافقون کے
جنازے پر نماز پڑھنے سے اور اُن کی قبرون پر کھڑے ہونے سے منع نہین کیا گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آپکو یہ معرفت عطا فرمائی اگر
کہا جاوے کہ یہان بھی فرمایا فلعرفتہم بسیمٰہم یعنی اگر ہم کو منظور ہوتا تو ہم منافقون کو تجھے دکھلا دیتے کہ اُن کی علامت پیشانی سے تو اُنکو
پہچان لیتا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپکو کلیۃً شناخت نہ تھی جواب یہ کہ نہین بلکہ اُس کے تو یہ معنی ہین کہ اگر ہم کو منظور ہوتا تو ہم اُنکی
پیشانی پر ایک داغ دیدیتے یا بحکم قولہ ولو نشاء لمسخنہم۔ ہم اُن کی صورت مسخ کر دیتے پس اس سے اسقدر ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے
منافقون کی ظاہری صورت نہین بگاڑی اور نہ اُنکی پیشانی پر داغ دیا بلکہ دوسرے طور پر اُن کی معرفت آپ کو عطا کر دی بلکہ دارِ
امتحان مین لاکر مومنون کو ثابت قدم کیا اور منافقون کو نکال دیا چنانچہ فرمایا۔ ولنبلونکم اور ضرور ہم تم کو آزمائش مین لاوین گے
ف یعنی جہاد کا حکم دیکر جان و مال فدا کرنے سے آزما دینگے جس سے مال دنیا سے انقطاع ہونا اور حیات دنیا کا لوث نہ ہونا
کھل جاوے حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِیْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ۔ تاکہ تم مین سے جہاد کرنیوالے اور صبر کرنیوالے
ہم کو معلوم ہو جاوین اور تمھارے اخبار کو ہم آزما دین گے ف یعنی اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے آغاز و انجام کا علم ہے کیونکہ اسی نے ہر ایک
کو پیدا فرمایا ہے ولیکن اسکا اظہار ہر شخص پر نہین ہوا چنانچہ مثلاً بعد موت کے ایک شخص پر ملائکہ عذاب مسلط ہو کر کہتے کہ تو اللہ تعالیٰ کا
حکم ماننے والا نہ تھا تو وہ جھگڑتا کہ نہین مین ضرور حکم مانتا لہذا اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایسے طور پر آزمایا کہ جس سے ظاہر ہو جاوے کہ ایمان کا دعوٰے
کرنے والون مین سے کون سچے ہین اور کون جھوٹے ہین پس جہاد کا حکم فرمایا کیونکہ جہاد مین مال خرچ کرنا پڑتا ہے تو جو شخص منافق ہے
وہ اسی مال کے واسطے سب کوشش کرتا تھا تو خرچ کرنے سے نکل جائیگا اور اگر اُس نے خرچ بھی کیا اس امید پر کہ غنیمت مین سے اس سے
دس گونہ مل جائیگا تو بھی وہ جہاد مین موت سے بھاگے گا کیونکہ اُس کو دنیاوی زندگی کے سوائے کچھ یقین نہین ہے پس جہاد وغیرہ سے
آزمائش مین سچے مجاہدین و صابرین معلوم ہو جاوینگے اور اللہ تعالیٰ اُن کے اخبار کو بھی آزمائش مین ڈالتا ہے مثلاً منافق نے عہد
کیا کہ مین ایمان لایا اور اللہ تعالیٰ کی شریعت پر عمل کرون گا پھر جب شرعی تکلیفات پیش آئین تو عہد توڑ دیا پس اُن کے نیک اعمال و بداعمال
سے مومن و منافق کا امتیاز ہو گیا جیسے قولہ لقد کانوا عاہدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار یعنی پہلے ان لوگون نے اللہ تعالیٰ سے یہ
عہد باندھا تھا کہ پیٹھ نہ پھیرین گے۔ ھ۔ پس مومن صادق نے اپنا عہد پورا کیا کہ وہ صف جہاد مین ایسے استوار رہے جیسے مضبوط

دیوار ہوتی ہی اور منافق کا قدم متزلزل ہوتا ہی یحسبون کل صیحۃ علیھم یعنی ہر آواز کو وہ اپنے ہی اوپر گمان کرتے ہین جیسے وحشی جانور کہ ذرا سی آواز سے بھڑک کر بھاگتا ہے اور واضح ہو کہ اس آیت سے یہ فائدہ بھی حاصل ہوا کہ مومنون کی روایات سچی و صادق ہون گی ۔ چنانچہ اہل السنت ثقات رحمہم اللہ تعالیٰ اپنی روایات حدیث مین صادق ہین بخلاف اہل بدعت کے کہ وہ اپنے ہوائے اعتقادات کیواسطے تقیہ کرنا و جھوٹ بولنا جائز جانتے ہین (تنبیہ) کمال ایمان یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ و رسول و دار آخرت و شرع حقیقت کا اعتقاد جسطرح دل مین رکھتا ہو اُسی کے موافق اُس کے اعمال و اقوال بھی مطابق ہون اور اس کمال سے صحابہ رضی اللہ عنہم موصوف تھے پھر اگر اعتقاد مین کچھ فتور ہو تو وہ نفاق کفر ہے اور اگر اقوال و اعمال مین فتور ہو تو یہ نفاق کفر نہین ہو مگر نفاق عملی ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہمیشہ خائف رہتے ہین اور اپنے رب عزوجل سے استغفار کرتے رہتے ہین حسن البصری رح نے فرمایا کہ جو شخص اس نفاق سے خوف کرتا ہے وہ مومن ہو اور جو شخص اس سے بیخوف ہو وہ منافق ہو فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہو کہ جب اس آیت کو پڑھتے تو روتے تھے اور عاجزی سے دعا کرتے کہ الٰہی ہم اس درجہ کے لائق نہین ہین کہ ہمارے اخبار کو آزمایش مین ڈالا جاوے بلکہ اس سے پہلے ہم کو بخش دیا جاوے الٰہی اگر تو نے ہم کو آزمایش مین لیا تو ہماری فضیحت ہوگی اور ہمارا پردہ فاش ہوگا اور ہم عذاب مین ڈالے جاوینگے مترجم کہتا ہے کہ گویا ایک حدیث سے ترحم چاہا اور حدیث یہ ہو کہ قیامت مین اللہ تعالیٰ بعضے مومن کو اپنے پردۂ رحمت مین لیکر اس سے فرمائے گا کہ اے بندے تو نے چھپکر فلان وقت یہ کام کیا تھا وہ عرض کریگا کہ اے رب مین اقراری ہون اسی طرح حدیث مین اُسکے چند اعمال ذکر فرمائے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ مین نے دنیا مین تیری پردہ پوشی فرمائی تھی اور آج مین تجھے بخشتا ہون (الصحیح) واضح ہو کہ مترجم نے سابق مین بھی بیان کیا ہو کہ منافقون کی پردہ پوشی مین نکتہ لطیف یہ بھی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مع اصحاب رضی اللہ عنہم کے اگر منافقون کو پہچانتے تھے تو یہ سلسلہ پچھلے لوگون مین مستقیم نہین رہ سکتا تھا اسواسطے کہ کمال موافقت ظاہر و باطن خود مومنون مین مفقود کے مانند ہی تو ہر شخص اپنے نفس پر مغرور ہوکر دوسرون کو منافق کہتا اور اب بھی جو بندہ مومن ہی نفاق سے متنبہ ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کا انجام فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ

جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے اور خلاف ہوئے رسول سے پیچھے اس کے کہ کھل چکی

لَہُمُ الْہُدٰی ۙ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ؕ وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَہُمْ ۝ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا

اُن پر راہ نہ بگاڑین گے اللہ کا کچھ اور وہ اکارت کریگا اُنکے کئے اے ایمان والو

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَکُمْ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا

حکم پر چلو اللہ کے اور حکم پر چلو رسول کے اور ضائع مت کرو اپنے کئے جو لوگ منکر ہوئے اور روکا

عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتُوْا وَہُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَہُمْ ۝ فَلَا تَہِنُوْا وَتَدْعُوْۤا

اللہ کی راہ سے پھر مر گئے اور وہ منکر ہی رہے تو ہرگز نہ بخشے گا اُن کو اللہ سو تم بودے نہ ہو جاؤ اور پکارنے

اِلَی السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰہُ مَعَکُمْ وَلَنْ یَّتِرَکُمْ اَعْمَالَکُمْ ۝

لگو صلح اور تم ہی رہوگے اوپر اور اللہ تمھارے ساتھ ہے اور نقصان نہ دیگا تمھارے کامون مین

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى لَنْ يَضُرُّوا اللهَ شَيْئًا
وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ جن لوگون نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اور رسول سے پھٹ چلے بعد ازان کہ اُن کو ہدایت کی راہ
ظاہر ہو چکی ہے تو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہین بگاڑینگے اور عنقریب اُن کے اعمال میٹ دیئے جاوینگے ف اس آیت مین اُن
لوگون کی چند قبیح خصلتین بیان فرمائین ایک یہ کہ اُن کو راہ مستقیم ظاہر ہو گئی خواہ اس طرح کہ پہلے وہ لوگ اسلام لائے اور اُسکے
اعتقادات پاکیزہ دریافت کئے اور شریعت کے اخلاق حسنہ و اعمال مطہرہ دیکھے یا ان کے سامنے دوسرے مومنون کے اخلاق جمیلہ
و اعمال حسنہ نظر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات قاہرہ سے حقیقت کھل گئی یا اس طرح کہ اگلی کتابون سے خاتم النبیین
کے جو اوصاف معلوم تھے وہ سب اُنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب مین و آپ کی شریعت مین دیکھ لئے پھر اس کے بعد
اُنھون نے کفر کیا یعنی توحید الٰہی کا یقین دل مین نہ لیا خواہ نفاق رکھا یا یہود و نصاریٰ کی طرح منکر ہوئے یا ظاہر مین مرتد ہو گئے اور
اُنھون نے راہ الٰہی سے روکا یعنی لوگون کو دین اسلام سے مانع ہوئے خواہ اس طرح کہ صریحًا ان لوگون سے کہا کہ اگر تم اسلام لاؤگے
تو ہم تم کو مار ڈالین گے جیسے مکہ والے بت پرست کرتے تھے اور شام کے نصرانیون نے کیا یا روکنے کے ڈھنگ عمل مین لائے جیسے منافقون
نے نفاق کا شیوہ اختیار کیا تھا کہ لوگ اُن کی بدکاریان دیکھکر خیال کرتے کہ اسلام مین کوئی خوبی نہین ہے اور مرتدون کو دیکھکر کہتے
کہ اگر اسلام مین کوئی خوبی ہوتی تو یہ کیون مرتد ہو جاتا اور یہود اس طرح روکتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت کو جو توریت مین
مذکور تھی عوام سے ظاہر نہین کرتے تھے بلکہ بدل کر اُس کے برعکس صفتین بیان کرتے تھے اور رسول سے پھٹ چلے یعنی رسول کی راہ سے
پھٹ کر عداوت و مخالفت کرتے اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے مخالفت و عداوت ہے تو اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ ایسے لوگون کا نتیجہ
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہین بگاڑ سکتے ہین اور عنقریب اُن کے اعمال میٹ دیئے جائین گے تو اپنا ہی بگاڑ کرتے ہین اور اُن کے اعمال سے
مراد یہ ہے کہ جیسے فقیر و محتاج کو کھانا دینا یا نفاق پر نماز روزہ کرنا یا لشکر کفار کو کھانا دینا و مانند اُس کے جن اعمال کو وہ اپنے اعتقادات
کے موافق نیکی سمجھتے تھے وہ مٹائے جائین گے اور درحقیقت یہ اعمال فی الحال ہی مٹے ہوئے ہین ولیکن فی الحال یہ لوگ اُن کو اپنے واسطے
ذخیرہ سمجھتے ہین اور جب قیامت مین ذرہ برابر نیکی کے لئے ہزار جان سے محتاج ہون گے تو اُسوقت اُن کے سامنے اُن کے یہ اعمال
مثل خاک کے اُڑائے جائین گے اور شیخ ابن کثیر رح نے اس آیت کو مرتدون کے حق مین محمول کیا جنھون نے ارتداد سے پہلے شریعت
اسلام کے موافق اعمال کئے تھے چنانچہ اپنی تفسیر مین لکھا کہ اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ جس نے کفر کیا اور راہ الٰہی سے اُس کے بندون کو
روکا اور اُس کے رسول سے مخالفت کر کے دوسری راہ پھٹ چلا اور ہدایت ظاہر ہونے کے بعد دین اسلام سے مرتد ہو گیا تو وہ اللہ تعالیٰ
کا کچھ نہین بگاڑ سکتا ہے بلکہ اپنا ہی ضرر کریگا اور اپنی ہی جان کو قیامت کے روز عذاب مین خوار کریگا کیونکہ ان بدکاریون کا وبال اُسی کی
جان پر ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اُن کے عمل کو میٹ دیگا تو مرتد ہونیسے پہلے اُسنے جو اعمال کئے تھے اُن مین سے کسی پر ذرہ برابر بھی ثواب
نہ دیگا بلکہ ان بدکاریون سے وہ بالکلیہ مٹ جاوین گے جیسے ایمان لانیوالون کے اگلے گناہ مٹ جاتے ہین حتیٰ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم
پہلے سمجھتے تھے کہ ایمان کے بعد بھی کوئی گناہ مضر نہین ہوتا ہے چنانچہ ابو العالیہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم پہلے یہ خیال کرتے تھے کہ لا الٰہ الا اللہ کا یقین کرنیکے بعد کوئی گناہ کچھ ضرر نہین کرتا ہے جیسے شرک کیساتھ مین کوئی طاعت مقبول نہین
ہوتی ہے پھر اُنکو معلوم ہوا کہ نہین بلکہ گناہ مضر ہین جب یہ آیت نازل ہوئی يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

Marfat.com

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ یعنی اے ایمان والو مطیع رہو اللہ کے اور مطیع رہو رسول کے اور اپنے اعمال مت مٹاؤ (ف) پس صحابہ رضی اللہ عنہم کو خوف ہوا کہ گناہ کرنے سے عمل نیک مٹ جاتا ہی مترجم کہتا ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنیکی ممانعت تھی سوائے ایسے امور کے جس کی ضرورت پیش آوے پس صحابہ رضی اللہ عنہم خود ہی کلام الٰہی میں غور وفکر کیا کرتے تھے اور محمد بن نصر المروزی نے دوسری اسناد سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ہم لوگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھتے تھے کہ نیکیوں میں سے کوئی نیکی ہو وہ مقبول ہی ہوتی ہے یہان تک کہ یہ آیت نازل ہوئی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولاتبطلوا اعمالکم۔ تو ہم نے اپنے دل مین کہا کہ اعمال کو مٹانے والی کیا چیز ہوتی ہے تو ہم نے نکالا کہ وہ ایسے کبیرہ گناہ ہین جو جہنم کی سزا لازم کر دیتے ہین یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء۔ پھر جب یہ آیت اُتری تو ہم نے اس بارہ مین خود گفتگو کرنا چھوڑ دیا پس یہ حالت رہی کہ جو شخص فحش وکبائر گناہ مین مبتلا ہوتا اُس کے حق مین ہم کو خوف ہوتا تھا اور جو امین مبتلا نہ ہوا اُسکے حق مین ہم لوگ اُمید رکھتے تھے (ع) پھر بعد اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مواعظ ونصائح مین اس مسئلہ کو بھی ظاہر کر دیا اور خلاصہ یہ ہے کہ نیکی کی نیت کرنے سے ایک نیکی لکھی جاتی ہی پھر اُس نیکی کو عمل مین لانے سے دس نیکیان لکھی جاتی ہین اور کبھی اُس کے مانند بُرائیان مٹا دی جاتی ہین اور بدی کی نیت کرنے سے کچھ نہین لکھا جاتا اور بدی کو عمل مین لانے سے ایک ہی بدی لکھی جاتی ہی ہان اگر وہ مرتد ہو جاوے تو اُسکے اعمال مٹ جاتے ہین اسوجہ سے کہ ان اعمال کا مرجع جنت ہی اور مرتد کبھی جنت مین نہ جائے گا کیونکہ کسی کافر ومشرک کیواسطے جنت کبھی نہین ہی تو لامحالہ اس کے اعمال مٹ جائین گے لہذا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ لاتبطلوا اعمالکم۔ یعنی مرتد ہوکر اپنے اعمال مت مٹاؤ پس اللہ تعالیٰ نے ارتداد سے منع فرمایا کہ یہی عملون کا مٹانے والا ہی اور تاکید کی کہ اللہ تعالیٰ واسکے رسول کی اطاعت کرو اور یہ علیحدہ علیحدہ دو چیزین نہین ہین بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت یہی ہی کہ اُس کے رسول کی اطاعت کرو پس اسی سے تمہاری دنیا وآخرت کی بہتری وسعادت ہی اور جو کوئی ایمان سے مرتد ہوا وہ برباد ہوا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ البتہ جن بدبختون نے کفر کیا اور راہ الٰہی سے روکا پھر مر گئے ایسی حالت مین کہ کافر تھے تو اللہ تعالیٰ اُن کو کبھی نہین بخشنے گا ف اس سے ظاہر ہوا کہ مغفرت نہونا اسی شرط پر ہی کہ وہ کافر مر جاوے اور اگر مرتد ہونے کے بعد اُس نے توبہ کر لی تو اُسکی توبہ قبول ہی کیونکہ توبہ کا دروازہ بند نہین ہوتا ہی جبتک موت نہ آوے پھر اگر مرتد ہونے کے بعد ایک شخص نے توبہ کی اور اسلام لایا تو سوال یہ ہی کہ کیا اُس کے وہ اعمال جو ارتداد سے پہلے بجا لایا تھا پھر مل جائین گے جیسے ایمان مل گیا یا وہ مٹ چکے تو جواب یہ ہی کہ اس بارہ مین بعض علماء کے نزدیک وہ مٹ چکے اور بعض کے نزدیک پھر مل جائین گے اور یہی قول اقوی ہی انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ اس آیت مین لاتبطلوا اعمالکم [illegible] اللہ تعالیٰ نے مومنون کو اعمال مٹانے سے منع فرمایا یعنی کسی عمل خیر کو ایسے طور پر کر دینا جس سے اُسکا ثواب مٹ جاوے ممنوع ہی پس سوال یہ ہی کہ اگر ایک شخص نے نفل نماز یا نفل روزہ شروع کیا پھر اُس کو پورا کرنے سے پہلے بے وجہ توڑ دیا تو لازم آیا کہ اُسنے مٹا دیا اور اگر اُس نے کسی وجہ سے توڑا تو کیا اُسپر قضا کر دینا لازم ہے تاکہ یہ لازم نہ آوے کہ اُسنے عمل خیر مٹا دیا تو شافعیؒ نے کہا کہ اُسکو توڑ دینا جائز ہی اور قضا کرنا بھی ضرور نہ ہوگا کیونکہ آیت مین مراد یہ ہی کہ ارتداد یا نفاق سے اپنے اعمال مت مٹاؤ اور نوافل مین یہ بات نہین ہی کیونکہ حدیث مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے نفل روزہ رکھا وہ اپنی ذات کا خود مختار ہی یا فرمایا کہ خود ہی اپنا امانت دار ہے چاہے اُسکو پورا کرے اور چاہے توڑ دے اور دوسری حدیث مین یہ بات ثابت ہوئی کہ ایک روز حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپکے سامنے حلوائے حیس پیش کیا آپنے

Marfat.com

فرمایا کہ مین تو صبح کو روزہ دار اُٹھا تھا مگر خیر لاپس آپ نے تناول فرمایا (صحیحین وغیرہ) تو اس سے معلوم ہوگیا کہ یہ صورت آیت کے تحت مین ممنوع ہو و امام ابو حنیفہ وغیرہ نے کہا کہ نہین بلکہ یہ بھی اعمال کے مٹانے مین شامل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اعمال کے مٹانے سے مطلقاً منع فرمایا ہے تو اسمین مرتد ہو کر مٹانا بدرجۂ اولیٰ داخل ہو کیونکہ وہ ایسا سخت ہو کہ اُس سے ایمان تک مٹ جاتا ہو اور اس آیت قدسی مین درحقیقت مومنون کو تنبیہ ہو کہ مرتدون کی طرح اپنے اعمال نہ مٹاوین بلکہ اللہ و رسول کی اطاعت کرین اور اگر مقصود یہ ہوتا کہ مرتد ہو کر اعمال مت مٹاؤ تو یہ خطاب - یا ایہا الذین آمنوا نہ ہوتا کیونکہ مرتد تو مومن نہین رہتا ہے اور مسلمانون کی طرف سے بھی بعض اعمال ایسے ہین جن سے اعمال مٹ جاتے ہین جیسے صدقہ دیکر احسان رکھنا بقولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی - اے ایمان والو اپنے صدقات کو احسان رکھکر اور اذیت دیکر مت مٹاؤ - اسی طرح ریاکاری یعنی دکھلانے سنانے کو کام کرنے سے بھی عمل مٹتا ہے پس جبکہ آیت مین مومنون کو خطاب ہے اور بعضی صورتین بھی ایسی نکلین کہ مومن کے اعمال مٹ جاتے ہین تو آیت کو مرتدون کی طرف خطاب نہین کیا جائے گا کہ یہ بے وجہ خلاف ظاہر ہے بلکہ مومنون کو خطاب ہو کہ مرتدون کی طرح اپنے اعمال کو کسی ایسی وجہ سے نہ مٹاوین جس سے عمل مٹتا ہو اب ہم کہتے ہین کہ نفل نماز یا روزہ توڑنے کا مسئلہ بھی اسی مین داخل ہو کیونکہ اگر وہ قضا نہ کرے تو لازم آیا کہ اُس نے یہ عمل ایسی حالت پر کر دیا کہ جس کا کچھ ثواب نہین اور مٹانے کے یہی معنی ہین تو ایسی حالت پر کر دینا منع ٹھہرا پھر تم اس قول کو جن حدیثون سے مخالف سمجھتے ہو تو یہ تمھاری سمجھ کا قصور ہو یعنی آیت سے ہم نے تم کو یہ قول سمجھایا پھر تم نے گمان کیا کہ آیت کو ظاہر حقیقت پر نہ رکھنا چاہیئے بلکہ اسمین کچھ تاویل کرنا چاہیئے تاکہ حدیثون سے موافقت ہو کیونکہ حدیثون سے قرآن کے معنی ظاہر ہوتے ہین تو ہم کہتے ہین کہ تم نے کس حدیث سے مخالفت سمجھی - اگر نفل روزہ دار کی حدیث دیکھو تو اُس سے کچھ مخالفت نہین ہو کیونکہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ روزہ دار چاہے یہ روزہ توڑ دے تو حدیث کے موافق ہم بھی کہتے ہین کہ اسکو اختیار ہو چاہے روزہ توڑ دے - پھر حدیث مین یہ مذکور نہین ہو کہ اُس کی قضا نہ کرے اور آیت سے یہ نکلا کہ پھر جب چاہے اُس کو قضا کرے تاکہ عمل نیک کا باطل کرنا لازم نہ ہو اور یہی ہم بھی کہتے ہین کہ نفل روزہ دار چاہے اپنا روزہ پورا کرے اور چاہے توڑ دے لیکن اُسکو مٹائے نہین بلکہ پھر کسی روز اُس کی قضا کرے اور حدیث حضرت ام المومنین عائشہؓ و حفصہؓ سے ظاہر ہوتا ہو کہ نفل روزہ ان دونون نے توڑ دیا تھا پھر آنحضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مضائقہ نہین ہو و لیکن بجائے اس کے ایک روزہ قضا کر لیجیو (ابو داؤد و طحاوی وغیرہ) اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اُسکی قضا کر لینی چاہیئے اور حدیث صحیحین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود روزہ کھول دیا تو اس سے بھی یہ لازم نہین آیا کہ آپ نے پھر کبھی نفل روزہ نہ رکھا ہو ہان اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرو جس سے یہ ثابت ہو کہ نفل روزہ توڑ کر اُس کی قضا بھی نہین ہے تو البتہ وہ بات ثابت ہو جو تم فرماتے ہو ہان یہ بات البتہ ظاہر ہوگئی کہ روزہ رکھنے والا خود سردار یا امین ہو اس کو اختیار ہے کہ چاہے آج ہی تمام کرے یا توڑ دے پھر جب چاہے تمام کرے یعنی اُسکے واسطے خفیف عذر بھی کافی ہو جیسے دعوت مین مہمان یا میزبان کی یہی خوشی ہو کہ ساتھ شریک ہو کر کھانا کھائے تو اپنا روزہ توڑ کر اُن کے شریک ہو جاوے پس کسی عذر قوی کی ضرورت نہین ہو جیسا کہ مشائخ حنفیہ مین سے ایک جماعت نے زعم کیا ہو بلکہ خفیف عذر بھی کافی ہو اور یہی شیخ حاکم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور اسی کو شیخ ابن الہمام نے ترجیح دی ہو تمام بحث فتح القدیر مین ہو - فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ - پس تم لوگ سست مت ہو اور مت بلاؤ صلح کی جانب درحالیکہ تم زبردست ہو اور اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ ہے اور وہ کبھی تمھارے اعمال ضائع نہین کرے گا - ف

یعنی جب تم کو معلوم ہو گیا کہ کفار و منافقین کے اعمال مٹ جاوینگے اور وہ لوگ دین آلہی مین کچھ ضرر نہین پہونچا سکتے ہین بلکہ اپنا ہی بگاڑ
کرتے ہین اور اللہ تعالی تمھارے اعمال مین تم کو آزمائش فرماتا ہے اور اللہ تعالی نے خبر دیدی کہ۔ ان جندنا لہم الغالبون۔ ہمارے ہی لشکر
غالب ہونیوالے ہین پس جب تم نے ان سب باتون کا یقین کر لیا تو تم کو چاہیئے کہ سُست مت ہوا ور کافرون کو صلح کی جانب مت بلاؤ
مگر یہ اُس حالت مین کہ تم زبردست ہو یہ جمہور مفسرین کا قول ہے اور اس سے نکل آیا کہ اگر مسلمانون مین کمزوری ہو یا کوئی مصلحت ہو تو
کافرون سے صلح کر لینا جائز ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سال حدیبیہ مین کفار مکہ سے صلح کر لی تھی حالانکہ اُسوقت حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ کیا ہم لوگ حق پر نہین ہین فرمایا کہ کیون نہین تم حق پر ہو پھر عرض کیا کہ کیا یہ لوگ باطل پر نہین ہین فرمایا کہ
کیون نہین باطل پر ہین تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ پھر کیون ہم لوگ اپنے دین مین صلح کی ذلت پسند کرین آنحضرت نے فرمایا کہ مین
رسول اللہ ہون اور اللہ تعالی میرے اعمال ضائع نہین کریگا بعض مفسرین نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ تم لوگ سست مت ہوا ور کافرون
کو صلح کی جانب مت بلاؤ اور تمھین زبردست رہوگے اور اللہ تعالی تمھارے ساتھ ہے یعنی اللہ تعالی کی نصرت ہر حال مین تمھارے ساتھ ہے تو
کافرون کی کثرت سے کچھ نہ ہوگا کیونکہ جس کے ساتھ اللہ تعالی کی نصرت نہ ہو وہ حقیر و ذلیل ہوتا ہے اور تمھاری قلت تم کو مضر نہین ہے
کیونکہ جس جماعت کے ساتھ اللہ تعالی کی نصرت ہو وہ قلیل و ذلیل نہین ہوتی اور اللہ تعالی تمھارے اعمال کو ضائع نہین کریگا بلکہ تمھین مظفر و منصور
ہوگے اگر کہا جاوے کہ رسول اللہ صلعم نے حدیبیہ مین کفار مکہ سے صلح کر لی تھی تو جواب یہ ہے کہ کچھ اپنی قلت کی وجہ سے صلح نہین فرمائی بلکہ قریش
کو باقی رکھنا منظور تھا اسی واسطے بعد صلح کے سورۂ انا فتحنا نازل ہوا یعنی یہ صلح عین فتح تھی چنانچہ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے
آپنے فرمایا کہ ہان چنانچہ اس کے چندروز بعد ہی مکہ فتح ہوا اور قریش کے اسلام لاتے ہی تمام عرب کے لوگ اسلام مین داخل ہوگئے
اور یہ قلت کی وجہ سے صلح نہ تھی اور اُسپر دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی عرب کے گیارہ قبیلے مرتد ہوگئے اور
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس مومنین انصار و مہاجرین کی جماعت قلیل باقی رہ گئی باوجود اس کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
نے مرتدون سے صلح نہ کی اور عزم قوی کے ساتھ اُن پر جہاد کر کے فتح پائی اسی طرح جب رومیون و ایرانیون پر جہاد کیا تو بھی اُنکی
جماعتین ہر موقع پر دس گونہ سے زیادہ تھین اور جنگ کا سامان ان کافرون کے پاس بہت زبردست تھا باوجود اس کے صحابہ رضی اللہ
عنہم نے اللہ تعالی پر بھروسہ کر کے قتال کیا بلکہ وہ لوگ پے درپے صلح کی درخواست کرتے تھے اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اُس کو منظور نہ کیا پس اللہ تعالی نے اُن کو فتح و نصرت دی اور اُن کے اعمال ضائع نہین فرمائے (تنبیہ) مترجم کہتا ہے کہ علمائے
ربانی رحمہم اللہ تعالی نے بیان کیا ہے کہ اگر مسلمانون مین ضعف و قلت ہو اور امام نے مصلحت سے کافرون سے ایک مدت کے لئے قتال
موقوف رکھکر صلح کر لی تو یہ جائز ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو کافرون سے کسی موقع پر صلح نہ کی تو اسمین اللہ تعالی کے اسرار تھے
ازانجملہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفانے کافرون کو دین اسلام کی دعوت فرمائی اور نصرت آلہی کا وعدہ بیان کیا جب اُنھون
نے نہ مانا تو اُن کو اللہ تعالی کا معجزہ دکھلایا کہ دیکھو اس طرح اللہ تعالی اپنے رسول کی مدد فرماتا ہے۔ ازانجملہ قرآن کا وعدہ پورا کر دیا کہ
صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہم روئے زمین مین اپنا خلیفہ بنادینگے ازانجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق تھے کہ اُن کو معجزہ کے طور پر
فتح دی اور ثبوت ہو گیا کہ امام کی پیروی کرنے مین جو کوئی صادق ہو وہ بھی امام کا فیض پاتا ہے تاکہ روافض و خوارج وغیرہ شرمندہ ہو کر
اپنی غلطی سے آگاہ ہون کہ جو کوئی خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب سے جلن رکھے وہ کفار مین شامل ہے جیسا کہ سورہ

Marfat.com

انا فتحنا سے صاف ظاہر ہے اور اس کے سوائے بہت سے اسرار ہین جو اسی تفسیر مین جا بجا مذکور ہوئے ہین اور ان میں سے اصل یہ ہے
کہ صدق یقین ان ابرار صالحین یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا یہان تک کامل تھا کہ دنیاوی زندگی سے وہ شہادت کی موت
کو زیادہ محبوب رکھتے تھے بس نفاق کا وہان دخل نہ تھا۔

اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ

یہ دنیا کا جینا تو کھیل ہے اور تماشا اور اگر تم یقین لاؤگے اور بچ چلوگے دیگا تم کو تمہارے نیگ اور نہ مانگے گا تم سے مال تمہارے

اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ۝ هٰاَنْتُمْ هٰۤؤُلَاۤءِ تُدْعَوْنَ

اگر مانگے تم سے وہ مال پھر تنگ کرے تو بخیل ہوجاؤ اور کھول دے تمہارے دل کی خفگیان سنتے ہو تم لوگ تم کو بلاتے ہین کہ

لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

خرچ کرو اللہ کی راہ مین پھر تم مین کوئی ہے کہ نہین دیتا اور جو کوئی نہ دیگا سو نہ دے گا آپ کو

وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۤءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ۝ ۴ ع ۱۰

اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج اور اگر تم پھر جاؤگے بدل دے گا کوئی لوگ سوائے تمہارے پھر وہ نہ ہون گے تمہاری طرح کے

جب ایمان اپنے مرکز مین تحقیق ہوا اور دل مین یہ یقین جم گیا کہ جو کچھ اللہ و رسول نے فرمایا سب واقع ہے اور نفاق و اُسکے آثار سب مٹ گئے تو بندہ جوش دل سے آخرت کی طرف جھکتا ہے اور جان و مال خدا کے آخرت کے اعمال ساتھ لینا چاہتا ہے اور حیات دنیا سے موت اُس کو زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ۔ یہ دنیا کی زندگی تو کچھ نہین سوائے اس کے کہ لعب و لہو صرف دنیاوی متاع مین کھیلتا رہتا ہے اور اپنے آغاز و انجام سے لہو یعنی غفلت مین پڑ جاتا ہے غور سے دیکھو تو اللہ تعالیٰ نے زمین مین چیزین پیدا کردین اور سب جگہ آدمی پھیلائے جو اپنی زندگی کی قدر پھل و اناج لیتے ہین پھر یہ چیزین دوسرون کو دیکر اُن کے ہاتھ سے کمیاب چیزین مانند سونا و چاندی کے حاصل کرتے ہین پھر جب وہ بہت جمع ہوگیا تو اس خیال مین سرگردان ہوتا ہے کہ کسی کے ہاتھ سے بہت کمیاب لعل و زمرد حاصل کرے پھر وہ بھی محنت و مشقت حاصل کرکے جمع کرتا ہے یا اپنے بدن پر لاد لیتا ہے پھر اتنے مین موت آجاتی ہے تو سب چھوڑ کر چلا جاتا ہے اور دوسرے اسمین اسی طرح لہو و لعب سے بیفائدہ غافل ہوکر عمر برباد کرتے ہین اور یہ دنیا کسی کے ساتھ وفا نہین کرتی ہے اور جو یہان سے خالی ہاتھ گیا وہ وہان جاکر عذاب دائمی مین پڑ گیا یہ اُن غافلون کا حال ہے جو اپنے آغاز و انجام سے نادان ہین اور جس نے نظر نورانی سے آغاز و انجام دیکھ لیا تو وہ ان چیزون کے چکر مین نہین پڑتا بلکہ اُن چیزون سے دار آخرت کا سامان کرتا ہے اور وہ ثواب جمیل عظیم بے مثال ہے جو اسکو صدق یقین سے طلب کرے پاوے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ۔ اور اگر تم یقین لاؤ اور پرہیزگاری رکھو تو تم کو اللہ تعالیٰ تمہارے ثواب دیگا اور وہ نہین مانگتا ہے تم سے تمہارے مال ف یعنی اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ و اُس کی آیات پر یقین لاؤ اور انکار و نافرمانی سے پرہیز کرو تو دنیا کے لہو و لعب سے رائگان نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اُن چیزون کے ذریعہ سے تم کو تمہارے ثواب عطا فرماویگا اور تمہارے اعمال ضائع نہین کریگا اور وہ تم سے تمہارے کل مال نہین مانگتا ہے بلکہ تمہارا امتحان لیتا ہے کہ تم دنیا کے مال و متاع سے لگاؤ تو نہین رکھتے ہیں بقدر مال نکالنے کا حکم دیا جیسے بارش مین سے ایک جھیلا ہوتا ہے چنانچہ دو سو درم مین سے پانچ درم زکوٰۃ ہین بعض مفسرین نے کہا کہ معنی یہ ہین

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ کا رسول تم سے مال نہین مانگتا ہے کیونکہ اسکو زکوٰۃ وصدقہ مین سے کچھ حلال نہین ہو ولیکن تمھارے ہی ثواب کے واسطے تمھاری
طبیعت کو اس لہو ولعب سے ہٹاتا ہے کیونکہ انسان کا جسم اسی خاک سے پیدا ہوا ہے تو اُس کی جبلت مین زمین کی پیداوار سونا وچاندی وغیرہ
سے بالطبع محبت ہی۔ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ۔ اگر وہ تم سے تمھارے مال مانگے پس سب سمیٹے تو
تم بخل کر جاؤ اور وہ تمھاری کھوٹ ظاہر کرے ف یعنی اگر اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو حکم دے کہ وہ تمھارے مالون کو تم سے یہانتک
طلب کرے کہ احفا کرے یعنی سب نچوڑے تو تم بخل کی خصلت ظاہر کرو اور وہ اس امتحان سے تمھارے چھپے ہوئے ضغان یعنی کھوٹ نکالکر
ظاہر کردے قتادہؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ مال نکالنے مین آدمی کے کھوٹ کھل جاتے ہین قتادہؒ نے سچ کہا کیونکہ آدمی کی
جبلت مین مال کی محبت سمائی ہوئی ہو تو وہ مال کو جبھی نکالتا ہے کہ مال سے زیادہ محبوب اسکو حاصل ہو پس اگر ایمان سچا ہو تو ثواب
آخرت اسکو دنیاوی مال سے زیادہ محبوب ہوگا لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
سنو اے لوگو تم اسی واسطے بلائے جاتے ہو تا کہ اللہ کی راہ مین خرچ کرو ف اور اللہ تعالیٰ نے سب کچھ پیدا کر دیا اسکو تمھارے مال کی کچھ
حاجت نہین ہو بلکہ تم اپنے صدقات کو اپنے فقیر بھائیون کو دو تاکہ تمھارا صدق ظاہر ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اُس کے
ثواب کو محبوب رکھتے ہو پس تم کو حکم دیا گیا کہ راہ الٰہی مین خرچ کرو۔ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ۔ پس تم مین سے بعض شخص ایسا ہو کہ بخل کرتا ہو
ف تو ظاہر ہو جاتا ہو کہ اُن لوگون کو یقین نہین ہو اور ثواب الٰہی نہین مانگتے ہین بلکہ اُسی سونا چاندی وغیرہ کو اپنے دل سے لگائے
رکھنا پسند کرتے ہین۔ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ۔ اور جو کوئی بخل کرتا ہے تو اس کے سوائے کچھ نہین کہ وہ اپنی جان ہی سے
بخل کرتا ہو ف کیونکہ اگر وہ اپنی جان کے حق مین ثواب آخرت و دائمی راحت چاہتا تو اُس خاکی چیزون کو دیکر دائمی جنت لیتا
اور وہ احمق بھی ہو کیونکہ چند ہی روز کے بعد وہ اُن چیزون کو چھوڑ مریگا پھر یہ چیزین بھی اُس کے ساتھ نہ گئین اور نہ ثواب ملا
بلکہ مال کے پیچھے اُس نے وبال کمایا اور اللہ تعالیٰ کو اُس کے مال کی حاجت نہ تھی بلکہ وہ ثواب دیتا تھا جسکو اُس احمق بخیل نے
نہ لیا تو اپنی ہی جان پر برا کیا۔ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ اور اللہ ہی کی صفت ہو کہ وہ ہر چیز سے بے پروا ہو اور تمھین خود محتاج
ہو ف اور تمھاری محتاجی کبھی تم سے نہین چھوٹ سکتی جبتک دنیا مین زندہ ہو تو کھانے پینے اور روٹی کپڑے اور مال ومتاع کیلئے
اُسی کی عطا کے محتاج ہو اور جن لوگون کو تم مین سے ہدایت حاصل ہوئی تو آخرت مین اُسی کے ثواب کے محتاج ہو پھر جو کچھ تم کو حکم دیا
ہے وہ اسی واسطے ہو کہ تمھاری محتاجی دور فرمادے پھر جس نے ہدایت نہ لی وہ دنیا ہی مین چند دن کی زندگی مین تونگری ومحتاجی دیکھتا
ہے اور جس نے ہدایت پائی وہ آخرت کی محتاجی سے پناہ مانگتا ہے تو دنیا مین سے وہ آخرت کا سامان لیجاتا ہو اور اللہ تعالیٰ کے دین
مین کچھ کمی نہین ہے تو وہ وہان بھرپور پاتا ہے اور جس احمق نے دنیا کے پیچھے آخرت کو نہ مانا تو وہ وہان خالی ہاتھ محتاج جاتا ہے پس تم لوگ
کفر ونفاق کو چھوڑو اور ثواب حاصل کرنے کی راہ سے منھ نہ موڑو اور مغرور مت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق بہت ہو۔ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا
يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ۔ اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھارے سوائے دوسری قوم بدل دیگا
پھر وہ لوگ تمھارے مثل نہون گے ف یعنی اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے اور اس کے رسول کی اتباع شریعت سے پیٹھ پھیرو گے
تو اللہ تعالیٰ تمھاری جگہ ایسی قوم کو بدل دیگا کہ وہ تمھارے سے نافرمان نہ ہون گے بلکہ سمع وطاعت کے ساتھ حاضر رہین گے
لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کون قوم ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ

یہ اور اُسکی قوم ہے اور اگر ثریا کے پاس دین ہوگا تو فارسیون مین سے ایسے مرد ہون گے جو اُسکو حاصل کرلاوین [illegible]
وابن جریر) اور اسکی اسناد مین شافعی کے شیخ مسلم بن خالد الزنجی راوی ہین جن مین بعض علمائے حدیث نے کلام کیا ہے مترجم کہتا ہے [illegible]
معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بن خالد ثقہ ہین واللہ تعالیٰ اعلم اور اصل یہ حدیث تو صحیحین مین موجود ہے اور ظاہر حدیث سے ثابت ہوتا ہے [illegible]
امام ابوحنیفہ و امام بخاری وغیرہ علمائے محدثین و محققین سے اس فضیلت کے مستحق ہین واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (تنبیہ) [illegible]
لہو لعب اسکو کہتے ہین جسمین آدمی مشغول ہو ولیکن فی الحال اسکی کچھ ضرورت نہو اور نہ انجام کار مین اسکا کچھ نفع مترتب ہو پھر اگر اس شغل سے
اُس کے عمدہ کامون مین خلل نہ ہوا تو یہ لعب ہے اور اگر اس سے اسکے عمدہ کامون مین خلل پڑا تو وہ لہو ہے اور آیت مین دلیل ہے کہ جہاد مین
خرچ کرنا ضرور ہے بخل آدمی کی جبلت ہے اور ابوہاشم زاہدؒ نے کہا کہ پہاڑ کو سوئی سے کاٹنا آسان ہے بہ نسبت بخل دور کرنے کے اور اللہ تعالیٰ
کو مخلوق کی حاجت نہین ہے اور وہ چاہے تو دوسری مخلوق پیدا کر دے۔

سورۃ الفتح مدنیۃ وھی تسع وعشرون آیۃ

سورۃ الفتح مدنیہ ہے یعنی ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہے قرطبیؒ نے کہا کہ اسمین سب علماء کا اتفاق ہے اور یہی ابن عباسؓ و ابن الزبیرؓ سے
صریح روایت ہے اور مسور بن مخرمہ و مروان سے روایت ہے کہ یہ سورہ مکہ و مدینہ کے درمیان نازل ہوا ہے در بارۂ صلح حدیبیہ کے اور مجموعہ
سورہ کا یکبارگی اُترا ہے اور اس قول سے اجماع مذکور مین کچھ خلل نہین ہے کیونکہ اصطلاح مین مدنیہ وہ ہے جو بعد ہجرت کے کہین نازل ہوا اور
یہ سورہ سب کے نزدیک بعد ہجرت کے نازل ہوا ہے پھر مسور بن مخرمہ نے نزول کا مقام بتلایا کہ جب رسول اللہ صلعم غزوۂ احزاب یعنی غزوہ
خندق کے بعد اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو لیکر خانہ کعبہ کا عمرہ ادا کرنے کے قصد سے مکہ کو چلے اور قریب مکہ پہونچے تو قریش کے
قبائل لڑنے پر مستعد ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم اگرچہ لڑنے نہین آئے ہین لیکن اگر کافرون نے قتال کیا اور
ہم کو عمرہ ادا کرنے نہ دیا تو اُن سے قتال کرو اور چاہا کہ جدھر کافرون کی فوج پڑی ہے اودھر سے راستہ بدل کر مکہ مین داخل ہو جاوین لیکن
آپکا ناقہ بیٹھ گیا اور آگے نہ بڑھا تو آپنے فرمایا کہ اس ناقہ مین سرکشی کی عادت نہین ہے ولیکن یہ حکم الٰہی ہے اور آپنے قصد کیا کہ اگر مکہ والے
مجھسے ہدایت کا کوئی طریقہ دریافت کرین گے تو مین منظور کرونگا اور آپکو خبرین پہونچین کہ اوباش قریش آمادۂ قتال ہین تو آپنے صحابہ سے
بیعت لی کہ قتال سے منہ نہ موڑین اور سب نے بیعت دی کہ ہم ہرگز منہ نہ موڑین گے اگرچہ سب مارے جاوین اسی کو بیعۃ الرضوان کہتے ہین اور بیعت
کرنیوالون کے حق مین جنت کی بشارت ثابت ہوتی ہے پھر لوگون نے جانبین سے مصالحہ چاہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے
معلوم ہے کہ لڑائی کی وجہ سے قریش کی حالت ابتر ہوگئی ہے اور وہ مرمٹے ہین اگر وہ چاہین تو مین منظور کرتا ہون کہ لڑائی موقوف کرون اور اس
عرصہ مین ہم لوگ دوسری قومون پر جہاد کرین گے بعد اس کے اگر قریش کو سمجھ آجائے تو ایمان لاوین ورنہ مدت صلح کے بعد لڑین بالآخر قریش
نے اپنی درخواست بھیجی کہ آپ امسال عمرہ کا احرام کھول دیجیئے کیونکہ عرب مین ہماری ہتک عزت ہوگی کہ ہم نے مجبور و مغلوب ہو کر آپکو
مع اصحاب کے عمرہ ادا کرنے دیا اور سال آئندہ مین آپ تشریف لاوین ہم تین روز کے لئے مکہ خالی کر کے پہاڑون پر چلے جاوین گے چنانچہ صلح کے
موافق آپنے دوسرے سال قضا کرنا منظور کیا اور امسال مقام حدیبیہ مین قربانیان کر کے احرام سے باہر ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ و بعض دیگر
صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ صلح مرغوب نہ تھی پھر جب آپ مدینہ کو روانہ ہوئے تو آپنے حضرت عمرؓ کو آگاہ کیا کہ رات مجھ پر ایک سورہ نازل ہوا

Marfat.com

کہ مجھے دنیا و ما فیہا سے زیادہ محبوب ہے وہ انا فتحنا لک فتحا مبینا الخ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ صلح کیا فتح ہی آپنے فرمایا کہ ہاں واللہ روایت ہی کہ جب یہان صلح ہوئی تو اسی درمیان مین ہرقل شاہ روم نے نجوم مین غور کیا تو بہت سست و غمناک تھا کہ فارس کو اسکو جب فتح حاصل ہوئی یہ فقط چند روزہ ہے اور نجوم مین نظر آیا کہ شام مین ایسی قوم کی بادشاہت ہی جو ختنہ کرتے ہین یہ دیکھکر اُسکو فارس پر فتح کی خوشی جاتی رہی اور آخر اُسکو معلوم ہوا کہ یہ قوم عرب ہی اور واضح ہو کہ توریت و انجیل مین حضرت خاتم النبیین کے بشارات مین کی یہ بھی آیا ہی کہ اسکا مولد مکہ ہی اور دار ہجرت مدینہ ہی اور اُس کی اُمت کی سلطنت ملک شام ہے فتدبر راد عنقریب واضح ہوگا کہ آپنے مشرکون سے کچھ دبکر یہ صلح نہین کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت اسمین عظیم تھی اور یہ قریش کے حق مین بھی عنایت تھی کہ اس طریقہ سے اُنکو ہدایت دی کیونکہ جبتک آپ مکہ مین تھے تو مشرکین ایسے بھڑکے کہ قرآن مجید سننے کو ناپسند کرتے تھے جب آپنے ہجرت کی اور لڑائیون مین اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی نصرت بجانب مسلمین دیکھی تو متحیر ہوئے اور اگر اُن کو کبھی غلبہ ہوا تو اپنے بتونکی طرف سے سمجھے حالانکہ مقابلہ مین مسلمانون کی تعداد سے بہت زیادہ آئے تھے پھر اُسکا بھی کوئی نتیجہ نہ تھا اور مسلمانون کی فتوحات باوجود قلت و بے سامانی کے البتہ نصرت آلٰہی کے سوائے کچھ نہین ہو سکتی تھین اور اگر کبھی مسلمانون کو کچھ شکستگی ہوئی تو اُس کا بھید حکمت آلٰہیہ مین دوسرا تھا جو قرآن مین نازل فرمایا ہے لیکن مشرکین کو قرآن سننے سے نفرت تھی اب البتہ اُن کے کان کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے تھوڑا عذاب دیکر اُن کے جہنمی سرکش سب جہنم کو بھیجدیئے اور باقیون کو اُس سچائی و امانت کے بدلے قبول فرمایا اور وہ اس طرح کہ جب صلح ہوئی تو کافرون نے مسلمانون کی صحبت پائی اور جب اسلام کے عقائد اور قرآن کے اسرار توحید سے آگاہ ہوئے تو سمجھے کہ واقعی نصرت صریح انھین کو دی گئی اور اگر احد مین مشرکون کو کچھ غلبہ ہوا تو وہ اُن کے لات و ہبل وغیرہ پتھرون کی طرف سے نہ تھا بلکہ مسلمانون کو اللہ تعالیٰ نے پہلے سے مطلع فرمایا تھا کہ فدیہ لیکر چھوڑو گے تو اسی قدر تم مین سے شہید ہون گے اور اُحد مین گھاٹی کے تیراندازون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے معنی غلط لگائے اور دنیاوی مال غنیمت کیلئے گھاٹی خالی چھوڑکر چلے آئے تب اُن کو یہ ادب دیا گیا کہ کبھی ایسا نہ کرین اور یہ کافرون کو غلبہ دینا منظور نہ تھا دلیل اسیر یہ ہی کہ کافرون نے باوجود کثرت بیشمار کے مسلمانون مین سے صرف اسی قدر شہید کئے جسقدر بدر کے دن اُنھون نے کفار مارے تھے اور مسلمانون نے بدر کے روز باوجود بہت قلت کے کافرون مین سے بہت لوگ قید کئے تھے جن کو فدیہ لیکر آخر چھوڑ دیا اور کافرون نے کسی جماعت کو قید نہ کیا غرضکہ صلح سے کافرون نے کان کھولکر قرآن سنا اور بہت کثرت سے مسلمان ہوگئے پھر باقیون نے دو برس بھی گذرنے نہ دئے کہ بدعہدی شروع کی اور اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کردیا اور عنقریب اُسکا بیان آتا ہے معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ مین نے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سال فتح مکہ مین (صلح حدیبیہ سے دو برس بعد) رفتار کی حالت مین اپنے ناقہ پر سورۃ الفتح تلاوت فرمائی پس تلاوت مین ترجیع فرمائی (یعنی قرأت کے مدات۔ ۱۰۱۔۱۱۱) اور معاویہؒ نے کہا کہ مجھے یہ ناگوار معلوم ہوتا ہے کہ لوگ اِدھر اُدھر سے جمع ہوجاوینگے ورنہ مین قرأت ترجیع کو نقل کرتا (صحیحین وغیرہ) اور اس سورۂ مبارک مین اسرار معارف و برکات بہت ہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ

ہمنے فیصلہ کردیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے تجکو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے

وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝

اور پورا کرے تجھ پر اپنا احسان اور چلائے تجھکو سیدھی راہ اور مدد کرے تجھکو اللہ زبردست مدد

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۔ ہم نے تجھکو فتح ظاہر عطا فرمائی ف کیونکہ بندون سے جو افعال صادر ہوتے ہین سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہو
یہ فتح بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے پیدا ہوئی بعض نے کہا کہ اس سے فتح خیبر مراد ہے کیونکہ صلح حدیبیہ سے واپس ہوکر آپ نے ملک خیبر
فتح کیا جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آسودگی حاصل ہوئی اور فقر و فاقہ سے چھوٹ گئے اور جہاد کا سامان بھی زیادہ ہاتھ آیا اور اکثر اہل تفسیر نے کہا
کہ فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے جو مشرکین قریش کے ساتھ واقع ہوئی تھی۔ کما فی صحیح البخاری۔ اور یہی قول اصح ہی چنانچہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ
مفصل معلوم ہوگا زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جملہ فتوحات مین سے صلح حدیبیہ سے بڑھکر کوئی فتح نہ تھی اسواسطے کہ اس صلح کی وجہ سے
مشرکین مسلمانون کے ساتھ خلط ملط ہوگئے اور اُنھون نے مسلمانون کی وعظ کو اچھی طرح سنا اور کلام مجید کے معانی اُن سے سمجھے تو اُن کے دلون
مین اسلام کی خوبی سما گئی پس چندہی روز مین بکثرت لوگ مسلمان ہوگئے اور جماعت اسلام قوی ہوگئی اور فتح خیبر کا بھی موقع ملا کیونکہ قریش کی طرف
سے دغدغہ باقی نہ تھا اور فتح خیبر سے لشکر آسودہ ہوگیا پس مجاہدین اسلام کا ایک لشکر مع ہتھیار و سامان کے مہیا ہوگیا شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
کہا کہ صلح حدیبیہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کرامت حاصل ہوئی وہ کسی جہاد مین نہین ملی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ
مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ تیرے واسطے تیرے ذنوب ما تقدم و ما تاخر بخشدے ف مجاہد و سفیان الثوری و
ابن جریر و واحدی وغیرہ نے نقل کیا کہ اس کے یہ معنی ہین کہ تیرے زمانۂ رسالت سے پہلے جو کچھ لغزش ہوا اور رسالت کے بعد جو کچھ لغزش
ہو سب اللہ تعالیٰ نے بخش دی اور یہ بات کسی پیغمبر کے واسطے سوائے آپ کے حاصل نہین ہوئی چنانچہ آیندہ اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ
بیان ہوگی پس اس صلح کے سفر مین ایک تو آپ کو یہ مغفرت حاصل ہوئی اور دوسرے یہ کہ بیعۃ الرضوان حاصل ہوئی اور تیسرے یہ کہ
ملک خیبر دیا گیا چہارم یہ کہ قربانیان اپنے محل پر پہونچ گئین اور اسی زمانہ مین اہل کتاب رومیون کو فارس کے مجوسیون پر غلبہ حاصل ہوگیا
زجاج نے کہا کہ فتح حدیبیہ مین بعضے معجزات عظیمہ ظاہر ہوئے چنانچہ جس کنوین پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا لشکر اُترا تھا اُس کا پانی بالکل ٹوٹ
گیا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا تو آپ نے دہن مبارک سے ایک کلی پانی اُسمین ڈالدیا پھر اُس کنوین مین برابر خوشگوار
پانی بکثرت موجود رہا یہانتک کہ لشکر نے کوچ کیا۔ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ اور اسواسطے کہ تجھپر اپنی نعمت پوری فرمادے ف کہ تیرا دین سب پر
غالب ہوجائے وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا۔ اور تجکو اس سے راہ مستقیم کی ہدایت دی ف بیضاوی نے کہا یعنی رسالت پہونچانے
مین اور دین حق کے ارکان قائم کرنے مین ٹھیک راہ دکھلائے۔ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا۔ اور تجکو اللہ تعالیٰ نصرت عزیز عطا فرمادے
ف جسکی قوت کے بعد ذلت نہین اور یہ برکت آپکی اُمت مین تا قیامت باقی رہے گی چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ میری اُمت مین سے ایک
گروہ ہمیشہ غالب رہیگا اگر کوئی اُن کی مدد نہ کرے تو بھی اُن کو ضرر نہ ہوگا (الصحیح) شیخ ابن کثیر رح کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہو کہ یہ سورۂ قدسیہ اسوقت
نازل ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن چھ ہجری کے ماہ ذی قعدہ مین صلح حدیبیہ سے بجانب مدینہ منورہ واپس ہوئے کیونکہ اس سال
آپنے خانۂ کعبہ کا عمرہ ادا کرنے کے واسطے قریب ڈیڑھ ہزار صحابہ کی جماعت سے احرام باندھکر قصد فرمایا تھا اور خانۂ کعبہ کا حج یا عمرہ ادا کرنے سے
زمانۂ کفر مین بھی کوئی روکا نہین جاتا تھا مگر مشرکین اپنی جاہلیت کے جوش مین آکر پہلے مانع ہوئے پھر صلح کی درخواست کی اور یہ بھی شرط کی کہ
آپ اس سال لوٹ جاوین اور دوسرے سال تشریف لاوین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی درخواست قبول فرمائی باوجودیکہ کچے

Marfat.com

اصحاب مین سے حضرت عمر بن الخطاب وغیرہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو ناگوار تھا چنانچہ آیندہ اسکی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آوے گی پھر جب آپ قربانیان کر کے احرام کھولنے کے بعد روانہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس صلح کے نتائج مین یہ سورہ مبارک نازل فرمایا اور اس صلح کو فتح قرار دیا کیونکہ اس سے قریش وعرب کے حق مین بہت بہتری ہوئی اور انجام کار مین فتح حاصل ہوئی چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اے لوگو تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو حالانکہ ہم لوگ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم صلح حدیبیہ کو فتح مبین شمار کرتے تھے اور اسی کے مانند جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو وہ بیشک فتح ہے ولیکن ہم لوگ حدیبیہ کے دن بیعۃ الرضوان واقع ہونے کو فتح شمار کرتے تھے اور اُس دن ہم لوگ ایک ہزار چار سو آدمی تھے اور حدیبیہ مین ایک کنوان ہے جب ہم اُسپر اُترے تو پانی کے خرچ سے اُسمین ایک قطرہ نہ رہا جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپ آکر اس کنوین کے کنارے بیٹھے پھر پانی منگوا کر وضو کر کے ایک کلی اسمین ڈالی اور دعا فرمائی پھر کچھ دیر نہین گزری تھی کہ پانی اُبل آیا حتی کہ اُس نے ہمارے جانورون ولشکر کو سیراب خصت کیا (البخاری) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر مین تھے پھر مین نے تین بار آپ سے ایک بات پوچھی مگر آپنے کچھ جواب نہ دیا تو مین نے اپنے جی مین کہا کہ اے ابن الخطاب تو نے تین بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے مین ہٹ کی اور آپنے تجھے جواب نہ دیا پس مین خوفناک ہو کر اپنے اونٹ کو آگے بڑھا لے گیا کہ ایسا نہ ہو میرے حق مین کچھ عتاب نازل ہوا تنے مین مین نے ایک منادی کی آواز سنی جو مجکو پکارتا تھا تو مین فوراً لوٹا اور میرا گمان یہی تھا کہ میرے حق مین کچھ عتاب نازل ہوا ہے جب مین آپ کی خدمت مین آیا تو آپنے مجھ سے فرمایا کہ آج رات مجھ پر ایک سورہ نازل ہوا جو مجکو دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہے انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر (احمد والبخاری والترمذی والنسائی) انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے لوٹے تو نازل ہوا قولہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ مجھ پر آیت نازل ہوئی جو مجکو دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہے پھر آپنے یہی آیت تلاوت فرمائی تو آپکے اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نعمت خوشگوار آپ کو مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے آپکی شان مین بیان فرمادیا اب ہمارے واسطے کیا ہوگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا قولہ تعالیٰ لیدخل المومنین والمومنات جنات تجری من تحتہا الانہار تا قولہ تعالیٰ فوزاً عظیما (بخاری ومسلم واحمد) مجمع بن جاریۃ الانصاری رضی اللہ عنہ جو منجملہ حفاظ قرآن ہین روایت کرتے ہین کہ جب ہم لوگ حدیبیہ سے لوٹے تو ایک رات اتفاق ہوا کہ لوگ اپنے اونٹ بھگاتے تھے یہ دیکھکر بعض نے بعض سے پوچھا کہ یہ کیا حال ہے اور لوگون مین کیسی ہل چل ہے اُنھون نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوتی ہے تو ہم بھی لوگون کے ساتھ اپنی سواری بھگاتے چلے پس ہمنے پایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کراع الغمیم کے پاس کہ اپنی سواری پر کھڑے ہین جب آپکے گرد لوگ جمع ہوئے تو آپنے انا فتحنا لک فتحا مبینا یعنی یہ سورہ اُن کو سنایا پس آپکے اصحاب مین سے ایک نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہان قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ مین محمد کی جان ہے کہ یہ عین فتح ہے پھر آپنے خیبر کو انہین لوگون پر تقسیم کیا جو حدیبیہ مین حاضر تھے اُن کے ساتھ کسی کو نہین ملایا پس آپنے خیبر کے اٹھارہ حصہ کئے اور لشکر کی جماعت ایک ہزار پانچسو تھی جن مین تین سو سوار تھے پس آپنے سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا (احمد وابوداؤد) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ جب ہم لوگ حدیبیہ سے معمول کے موافق رات کو روانہ ہوئے تو صبح ہوتے پڑاؤ پر اُتر کر سوئے مگر کسی کی آنکھ نہ کھلی الا اسوقت کہ آفتاب نکل آیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سوگئے پس ہم لوگ خوفناک ہوئے اور آپسمین کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگاؤ اتنے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگے اور ہم لوگون کو گھبراہٹ سے تسکین فرمائی کہ بے اختیاری سوجانے مین گناہ نہین ہے (مسلم) پھر فرمایا کہ جسطرح تم لوگ عمل کرتے تھے اسی طرح کرو یعنی وضو کر کے نماز پڑھو اور جو شخص سوجائے یا بھول جائے وہ

Marfat.com

یون ہی کرے گا۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ وہان ناقہ رسول اللہ صلعم گم ہوگیا اور ہم لوگ اسکی تلاش مین نکلے تو ہم نے پایا کہ نکیل [illegible] ایک شاخ مین
اٹک گئی ہے پس مین اُس کو آپکے پاس لایا تو آپ اسپر سوار ہوگئے پھر ہم لوگ چلے جاتے تھے کہ ناگاہ آپ پر وحی آئی اور جب وحی آتی تھی تو
آپ پر بہت سختی ہوتی تھی (یعنی مثل مردہ کے حالت ہوجاتی اور سخت جاڑے مین آپ کی پیشانی مبارک سے فصد کی طرح پسینا جاری ہوجاتا
تھا البخاری) پھر جب وحی مرتفع ہوئی تو آپنے ہم کو سنایا۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا (احمد وابوداؤد والنسائی وابن جریر) مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ
کہتے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد مین یہان تک قیام فرماتے کہ آپکے قدم مبارک شق ہوگئے تھے تو آپسے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپکے
واسطے تو اللہ تعالی نے ماتقدم وماتأخر سب بخش دیا (پھر آپ کیون اسقدر مشقت اُٹھاتے ہین) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر کیا مین
بندہ شکرگزار نہ ہون (الصحاح) یعنی جیسے اللہ تعالی نے مجھ پر یہ انعام کیا ہے ویسے ہی اُسکا شکر یہ یہ ہے کہ مین کمال طاعت مین کوشش کرون اور
اسی کے مثل حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے بروایت صحیح مسلم اور حدیث انس رضی اللہ عنہ سے بروایت ابن ابی حاتم مروی ہے
شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صلح حدیبیہ مین بڑی ایمان کی فتوح بہت حاصل ہوئی اور آپس مین مومنین ومشرکین مل گئے جس سے مومنون کو کفار کے
حق مین نصیحت کا موقع ملا اور علم قرآن پھیل گیا اور اس سے مشرکون کو سمجھ حاصل ہوئی تو بہت لوگ ایمان لائے اور اللہ عزوجل نے خیر کثیر
نازل فرمائی ازانجملہ قولہ تعالی لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتأخر اور یہ کرامت صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص ہے اسمین
کسی فرد بشر کو آپکے ساتھ شرکت نہین ہے اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت وشرافت تمام اولین وآخرین پر ثابت ہے مترجم
کہتا ہے کہ علمائے ربانی اس آیت قدسی سے آنحضرت صلعم کی کمال شرافت سمجھتے ہین اور اہل ضلالت وجہالت سے تعجب ہے کہ اُن کو سمجھ نہین ہے
چنانچہ بکثرت مشرکین ومبتدعین اس سے نکالتے ہین کہ ذنب کے معنی گناہ ہین تو لازم آیا کہ انبیا علیہم السلام سے گناہ صادر ہوتے ہین مترجم
کہتا ہے کہ ان جاہلون کو اپنی سمجھ پر رونا چاہیئے اور جو سمجھتے ہین وہ محض باطل ہے اور اُس کا بیان یہ ہے کہ ذنب ہر ایسے خیال وخطرے وقول
وفعل کو کہتے ہین جو اُس شخص کی شان کے لائق نہ ہو اور یہ امر بلحاظ ہر شخص کے مختلف ہوتا ہے اور اُس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً راستہ مین چلتے
ہوئے کوئی چیز کھانا اگر کسی شخص عامی سے سرزد ہو تو ایسا گناہ نہین ہے جسپر وہ آخرت مین عذاب کیا جاوئے بلکہ اُسپر عتاب بھی نہ ہوگا کیونکہ
یہ مباح فعل ہے اور اولی یہ ہے کہ ایسا نہ کرے اور اگر کرے تو کچھ مضائقہ نہین ہے لیکن اگر کسی عالم وپیشوا نے یا مثلاً خلیفہ روقت وسلطان نے
ایسا فعل کیا تو یہ اُس کی شان کے لائق نہین ہے تو اُس کے حق مین اس حرکت کو ذنب یعنی گناہ قرار دین گے ولیکن یہان گناہ کے یہ معنی
نہین ہین کہ جسپر عذاب یا عتاب کیا جاوے جیسے چوری یا بدکاری یا جھوٹ بولنا یا شراب خواری یا قماربازی وغیرہ ہوتی ہے کیونکہ یہ گناہ
جن پر عذاب جہنم رکھا گیا ہے یہ ایسے گناہ ہین جو شرک وکفر کی حد مین داخل ہین اور جو شخص ایمان لایا وہ کفر کی حد سے اوپر ہوگیا ہے پس اگر وہ
ایسے افعال کا مرتکب ہو تو گویا اُسنے حد کفر مین اپنا قدم پیچھے ہٹایا اور اُن افعال کا مرتکب ہوا ولیکن جب تک اُسکا اعتقاد توحید قائم ہے
تب تک وہ کافر نہ ہوگا اگرچہ اُسنے یہ کام وہی کیا جو کفر کی حد مین داخل ہے پھر ایمان جب ٹھیک ہوجاتا ہے تو بندہ درجہ صالحین مین ترقی کرتا ہے اور
اُس سے ایسے گناہ کی نسبت ہونا محال ہے جو حد کفر مین داخل ہین کیونکہ اگر چوری وشراب خواری وغیرہ اس سے سرزد ہو تو وہ درجہ صالحین
پر نہ ہوگا اور جب ہم اُسکو صالحین مین سے فرض کرتے ہین تو اس سے کافرین کے افعال سرزد ہونا محال ہے بلکہ اس سے وہ افعال سرزد ہونگے
جو صالحین سے سرزد ہوتے ہین اور وہ اللہ تعالی کی عظمت وتوحید کا ادب لحاظ رکھے گا لیکن اللہ تعالی کی شان عظمت تو بے انتہا ہے پھر بندہ
صالح بھی اپنے درجہ کے لائق ادب پاویگا اور جب اُس نے ترقی کی اور درجہ شہدا پر پہونچا تو یہان معرفت توحید کا اعلی مرتبہ ہے اور اس کے

Marfat.com

لائق ادب کا بھی اعلیٰ طریقہ ہے پس اگر وہ اپنے اعلیٰ طریقہ کے ادب مین قصور کرے اور وہ طریقہ ادب لحاظ رکھے جو صالحین لحاظ رکھتے ہین تو شہید کے حق مین یہ بے ادبی و ذنب شمار ہوگا اور جب درجۂ شہید سے اُس نے ترقی کی اور درجۂ صدیقین پر پہونچا تو یہان اگر درجۂ شہید کا ادب رکھے تو یہ اُس کے حق مین بے ادبی شمار ہوگا پھر اس سے اعلیٰ درجۂ نبوت ہے پھر اگر ابتدائے درجہ کا پیغمبر ہو اور وہ اپنے درجہ کے ادب مین قصور کرے تو کمتر یہ کہ وہ صدیقین کا ادب لحاظ رکھے گا حالانکہ صدیقین خود جنت کے اعلیٰ درجہ مین ہین تو یہ ذنب وہ نہین ہے جو عوام الناس کے دماغ مین سمایا ہے کہ اس ذنب سے عتاب یا عذاب ہوتا ہے اور سوال یہی ہے کہ عامی جاہل نے جس کو ذنب و گناہ تصور کیا ہے وہ کسی پیغمبر سے سرزد ہو سکتا ہے یا نہین اسکا صریح جواب معلوم ہوگیا کہ ہرگز ممکن نہین ہے بلکہ پیغمبری تو اعلیٰ درجہ ہے وہ صدیقین سے ممکن نہین ہے بلکہ شہداء سے ممکن نہین بلکہ صالحین سے ممکن نہین ہان صالحین مین سے سب سے کمتر درجہ مین جو مومن ہے اُس سے البتہ سرزد ہو سکتا ہے اب اسقدر صاف سمجھانے کے بعد بھی اگر غبی گمراہ نہ سمجھے تو وہ جہنمی بد دن سزائے جہنم کے اپنے پیشوا ابلیس احمق کی راہ نہین چھوڑیگا یعنی حق بات نہ مانے گا اور نہ وہ سمجھے گا ولیکن اہل ایمان جن کو اللہ عزوجل نے عقل عطا فرمائی ہے وہ اس مقام پر غور کرین کہ اس آیت قدسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ کس قدر اعلیٰ ثابت ہوتا ہے اور اس کے واسطے حدیث شفاعت پر غور کرنا چاہیے جسمین ہر ایک پیغمبر نفسی نفسی کہکر اپنے ذنب کا عذر پیش کریگا مثلاً حضرت آدم علیہ السلام نے شیطان سے دھوکا کھایا حالانکہ ہم لوگ دن مین ہزارون مرتبہ شیطان سے دھوکا کھاتے اور مغفرت مانگتے ہین اور مواخذہ نہین ہوتا اور حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی بزرگ شان کی وجہ سے یہ خوف ہے کہ شاید اللہ سبحانہ تعالیٰ آج کے روز یعنی قیامت کے روز جبکہ غضب کا پورا ظہور ہوا ہے کہین مواخذہ نہ فرماوے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے قبطی ظالم کو مارڈالا تھا حالانکہ مباح تھا تو خوف کرین گے کہ شاید مواخذہ ہو اسی طرح کل انبیا علیہم السلام کو خطرہ ہوگا کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے کسی کے واسطے عفو و مغفرت کا ظہور نہین کیا ہے سوائے حضرت سید الانبیا خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ حضرت ارحم الراحمین جل جلالہ نے آپکو بالکل مطمئن کردیا اسی واسطے آپ شفاعت کے لئے کھڑے ہو جاوین گے پس غور کرو کہ یہ کس قدر اعلیٰ مرتبہ ہے اور اس آیت قدسی کی شان قیاس کرو کہ کس درجہ انتہا رحمت ہے پس حق سبحانہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کا خطاب عطا فرمایا اسی طرح کمال رحمت کو بھی پورا کردیا والحمد للہ رب العالمین ف۲ فی اشارات العرائس قولہ تعالیٰ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر واضح ہو کہ فتح کے معنی ہین کھولنا و کشائش دینا اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار مین ہے کیونکہ وہی ہر چیز کو ایجاد فرماتا ہے اور مفتوحات کی دو قسمین ہین اول وہ کہ جو محسوسات ظاہری ہون جیسے لڑائی فتح ہونا و دار الحرب فتح ہونا و مانند اُس کے اور دوم یہ کہ خود انسان کی ذات مین فتوحات ہون جیسے ہدایت کے لئے آنکھین کھول دین و کان کھول دیئے پھر ظاہری فتوحات کا بیان تفسیر مین ہوچکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے واسطے خیبر و مکہ وغیرہ ملک فتح کردیئے جہان کافرون کا قبضہ تھا بلکہ آپکی خلافت مین صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی روم و شام وغیرہ بہت سے ملک فتح کرادیئے اور فتح دوم یعنی فتوح ہدایت تو اسکو اہل اشارات نے بیان کیا ہے چنانچہ شیخ نے لکھا کہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کرامات عظیمہ انعام فرمائین اور اسمین ایک سر عجیب ظاہر ہوا کہ ظہور ازل کے ابواب جملہ مخلوقات پر مسدود تھے مگر بہ سلسلۂ نبوت انکا انکشاف ہوا لیکن اس انکشاف مین یہ کمال نہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے عطا ہوا بلکہ فتح تھا اور یہان فتح مبین ہے علاوہ اس کے حق سبحانہ تعالیٰ نے جمیع ابواب کو مفتوح فرمایا پس دیدار نصیب فرمایا جو مخلوقات کی عقل و قیاس سے باہر ہے اور سماع کو کشادہ فرمایا کہ بلا واسطہ کلام الٰہی سنایا اسی طرح باب قلب و روح کو مفتوح فرماکر معرفت ذات قدس عطا کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مین بال بال کھولدیا کہ انوار توحید و تحقیق سے آپنے جمیع عیون ذات سے دیدار پایا اور یہ نور برکت آپکے بشرہ سے بالکل ظاہر تھا

Marfat.com

حتی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم : اس ذریعہ سے جو دیدار نصیب ہوا وہ غوث و قطب کو تمام عمر کی محنت میں بھی حاصل نہیں ہو سکتا ہے لیکن ...
جمیع ابواب کے ظہور نہ ہوگا اور جس جہت سے ظہور ہو اُسکا مظہر یہ ذات پاک یعنی ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوگی کیونکہ آپ تو ...
یہاں سے ہر مومن عاقل قیاس کر سکتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے جو کمال حاصل ہوا ...
وہ بعد اُس کے لاکھوں و کروڑوں برس کی عبادت سے بلکہ شب و روز چلہ کشی سے بھی کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا ہے ولیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے اُس شخص کی آنکھیں کھول دی ہوں تاکہ وہ دیکھ سکے اور کان کھول دیے
ہوں تاکہ وہ آپ کا کلام سن سکے کیونکہ بدون اسکے آپ کا دیدار ہی حاصل نہ ہوگا اور خالی ان آنکھوں سے دیکھنا جن سے دور کی محسوس چیز نظر
نہیں آتی ہے اور پاس سے جادوگر کا تماشہ نہیں دکھلائی دیتا ہے بلکہ ہیرے و کانچ میں بہت لوگوں کو فرق نہیں سوجھتا ہے تو ایسے لوگوں کا کچھ
اعتبار نہیں ہے جن کی یہی آنکھیں و یہی کان ہوں جن پر شیطانی مہر لگی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تجلیات کے پردہ میں
رکھا تھا تو جن کافروں کے حق میں فرمایا ہے لا یکلمہم اللہ ولا ینظر الیہم الآیہ۔ تو یہاں بھی ان کو کلام رسول اللہ جو تجلی کلام الٰہی سبحانہ تعالیٰ تھا نہیں سنائی دیتا
تھا پس خلاصہ یہ نکلا کہ کافروں و مشرکوں و منافقوں کو اللہ تعالیٰ نے دیکھنے کی آنکھ نہیں دی تو اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا اور
اللہ تعالیٰ نے اُن کو کان نہیں دیئے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں سنتے تھے اور مومنوں کے قلب و کان و آنکھ سے پردہ اُٹھا دیا
گیا تھا پس اُن کو تجلیات حق سبحانہٗ نظر آتی تھیں اور دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے حق میں فرمایا۔ تراہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون یعنی تو
ان لوگوں کو دیکھتا ہے کہ تیری طرف آنکھیں پھاڑے دیکھتے ہیں حالانکہ تجکو نہیں دیکھ سکتے اگر کہا جائے کہ اہل تفسیر نے بیان کیا کہ یہ بتوں کی مذمت ہے
جن کو کفار پوجتے تھے اور اُن کی آنکھیں بنائی تھیں گویا وہ ہماری طرف دیکھ رہا ہے مگر اُس کو نظر کچھ بھی نہیں آتا تھا پھر تم نے یہاں کافروں کے
حق میں کیونکر لیا جواب یہ ہے کہ تراہم میں ضمیر عقلا موجود ہے یعنی تو ان لوگوں کو دیکھتا ہے کہ وہ تیری طرف آنکھیں پھاڑے ہیں الخ تو اس سے
مراد خود مشرکین ہیں جیسا کہ بعض اہل تفسیر نے بیان کیا ہے کیونکہ اگر بت مقصود ہوتے تو تراہم کی جگہ تراہن یا تراہا ہوتا بلکہ مترجم کے نزدیک تحقیق
جواب یہ ہے کہ سننے و دیکھنے وغیرہ کی نعمتیں دو طرح پر ہیں ایک یہ کہ چند روزہ زندگی کے لئے حسی محسوسات نظر آویں جیسے جانوروں میں موجود ہے
اور دوم یہ کہ بر وجہ کمال ہوں جس سے آیات حق نظر آویں پس کافروں میں قسم اول موجود ہے جیسے سور و بندر وغیرہ جانوروں میں موجود
ہے حتی کہ کافروں کو ان حواس کی قوت سے کوئی فخر نہیں ہے اور غایت یہ کہ انسان میں چند حواس کا مجموعہ کر دیا ہے اور یہ مجموعہ دیگر جانوروں
میں موجود نہیں ہے اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہر جاندار کو اپنا جسم پالنے کے لائق حواس دیئے ہیں اور انسان کی پرورش کے لئے جانوروں سے
بھی کام لینا چاہیے لہذا انسان میں بعض حواس ایسے زائد ہیں جن کے ذریعہ سے وہ دوسرے جانوروں کو اپنے قبضہ میں لا سکتا ہے بہر حال
اُن حواس کی وجہ سے آدمی کو جانوروں سے امتیاز نہیں ہے سوائے اسکے کہ کسی قدر کمی و بیشی ہو ہاں عقل کی وجہ سے امتیاز ہے اور عقل اسوقت
حاصل ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ مہر کھول دیتا ہے اور پردہ توڑ دیتا ہے تو اُسوقت وہ اپنے مانند مخلوقات کو چھوڑ کر اپنے خالق عز وجل کی عبادت
کرتا ہے اور اگر یہ عقل نہیں کھلتی ہے تو آدمی جانور سے بھی بدتر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے سے کمتر مخلوق کو اپنا معبود بناتا ہے بلکہ مشرکوں نے جاندار
کو چھوڑ کر پتھر کو اپنا معبود بنا لیا ہے اور تم خوب جانتے و اقرار کرتے ہو کہ پتھر کو دیکھنے سننے کی فضیلت نہیں حاصل ہے تو جب کافروں
کے معبودوں میں یہ کمال نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تجلیات حق عز وجل دیکھیں تو بھلا ان کافروں کو یہ لیاقت کہاں سے حاصل ہوگی
پس اگر تراہم ینظرون میں بتوں ہی کی جانب ضمیر مانی جاوے اور یہ معنی ہوں کہ بتوں کو رسول اللہ سے انوار تجلی نظر نہیں آتے ہیں اگرچہ ...

صورت مین آنکھین پھاڑے ہون تو بتون کی عبادت کرنے والے کافرون و مشرکون کو بدرجہ اولی یہ بات حاصل نہ ہوگی کیونکہ عبادت کرنیوالا اپنے معبود سے کچھ نسبت ہی نہین رکھتا ہے بس خلاصہ یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک مین فتح مبین بدرجہ کمال تھی حتی کہ آپکے بشرۂ مبارک بلکہ بال بال سے ظہور تجلی ذوالجلال تھا ولیکن اس تجلی کو وہی دیکھ سکتا تھا جسکی آنکھ اللہ تعالی نے کھول دی تھی تو کفار و مشرکین اُس سے محروم رہے اور مومنون کو اللہ تعالی نے یہ کرامت عطا فرمائی شیخ رح نے لکھا کہ اسی فتح مبین سے آپکے گناہ اول و آخر کی بخشش ہے اور نکتہ یہ ہی کہ گناہ اول یہ کہ نور فعل سے نور صفت تک آئے کیونکہ اول الاول مین حدوث سے ساحت ازل مین آئے مگر ازلیت کے حقوق پورے طور پر ادا نہین ہو سکتے ہین اسلئے کہ قدیم کا حق کسی حادث سے ادا ہونا ممکن نہین ہے لہذا جب حقوق ربوبیت بروجہ کمال ادا ہونے مین قصور ہوا تو یہ گناہ اول ہے اور رہا گناہ آخری تو اُسکا بیان یہ ہی کہ دریائے ربوبیت مین غوطہ مارکر خطاب ازلیت کے ساتھ مدارج عبودیت پر توقف کیا حالانکہ شرط حق یہ تھا کہ رسوم سے بالکل خارج ہو جاوے لیکن یہ غیر ممکن ہی پس اللہ تعالی نے اس فتح مبین سے ذنب اول و ذنب آخر دونون بخش دیئے اور محض اتصاف کے ساتھ رکاب قدم مین سیر ربوبیت کے ساتھ پہونچا کر توحید مین کامل کیا لہذا فرمایا ویتم نعمتہ علیک ویہدیک صراطا مستقیما۔ پس یہ توحید کمال ہدایت ہی اور راہ بانوار تجلی و قرب ہی یہی ہدایت بصراط مستقیم ہے یہ راہ حق کے واسطے ہے اور خلق کے واسطے نہین ہے اسواسطے کہ حق کی روانی راہ حدوث مین غیر ممکن ہے یعنی یہ اوصاف ربوبیت بر سبیل حدوث نہین چل سکتے ہین تو یہ راہ ضرور راہ حق ہے نہ حدوث فافہم اور حدوث کو مجال نہین کہ راہ قدیم مین سالک ہو کیونکہ ساحت کبریائی ازل ہر حدوث سے پاک ہی پس اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس راہ کے سرے پر کھڑا کیا اور آپ نہین جانتے تھے کہ کیونکر جاوین پس حق تعالی نے ظہور انوار تجلیات سے ہدایت فرما کر منزل کمال کو پہونچا دیا کما قال تعالی سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الآیہ۔ لیکن غلبۂ وحدانیت کی تاب لا محدود کی مجال سے باہر ہے لہذا حق سے حق کی جانب فریاد کی کما فی الحدیث اعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک۔ پس اللہ تعالی نے قوت تجلی ربوبیت سے نصرت فرمائی چنانچہ فرمایا۔ وینصرک اللہ نصرا عزیزا۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ اللہ تعالی نے اس آیت مین اپنے رسول کے واسطے متعدد نعمتین جمع فرمائین اول فتح مبین اور وہ قبولیت کی آیت ہی دوم مغفرت اور وہ نشان محبت ہی سوم تمام نعمت اور وہ اختصاص کی علامت ہے چہارم ہدایت اور وہ حق کے ساتھ تحقق ہے یعنی باطل کا نشان بھی نہین رہا اقول یشیر الیہ قولہ تعالی قل جاء الحق وزہق الباطل الآیہ۔ پنجم نصرت اور وہ ولایت کے اعلام سے ہی اور جاننا چاہیئے کہ مغفرت کا اثر یہ ہی کہ عیوب حدوث سے پاک کر دیا اور تمام نعمت یہ ہی کہ حق کے درجۂ اعلی پر پہونچا دیا مترجم کہتا ہے یعنی نبوت کے مراتب مین سے سب سے اعلی منزلت پر پہونچایا اور ہدایت سے مقصود مشاہدہ ہی اور نصرت سے مراد یہ کہ رجوع بحق سبحانہ تعالی بالکلیہ حاصل ہوا اور اس کے باوجود حق سے دیدار کل حاصل ہو یعنی مشاہدہ توحید مین کثرت مانع نہ ہو بلکہ عین الجمع حاصل ہو۔ شیخ واسطی رح نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے قوت توحید عطا فرمائی معراج مشاہدہ مین فتح مبین عطا فرمائی یعنی آنکھ کھولدی جس سے دیدار حاصل ہوا اور فہم خطاب کے واسطے کان کھولدیئے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے جو ذنوب و گناہ سرزد ہوئے اُن کو اللہ تعالی نے ندا فرمائی کہ یہ کیون کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذنوب کو پوشیدہ کر کے بخشدیا مترجم کہتا ہی کہ ذنوب و گناہ کا استعمال ہم لوگون کی عرف و زبان مین ایسے معنی مین ہو گیا ہی جسکا تحقق انبیاء علیہم السلام کی شان مین غیر ممکن ہے چنانچہ سابق مین اُسکا بیان ہو چکا اور یہی شیخ کی عبارت مین بھی مقصود ہی شیخ ابو یزید رح نے کہا کہ صراط مستقیم سے شب معراج کی راہ مراد ہے جہان جبرئیل علیہ السلام پیچھے رہ گئے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ جب آپ سدرۃ المنتہی پر پہونچے تو جبرئیل علیہ السلام ٹھہر گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ

Marfat.com

تم یہاں کہاں مجکو تنہا چھوڑتے ہو گویا جبرئیل کی جانب سکون ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس گناہ پر عتاب فرمایا [illegible] من ذنبک ماتأخر۔ اور کہا کہ راہ مستقیم کے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی کر دیا کہ جس نے آپ کو پیشوا بنایا [illegible] اقتدا نہ کی وہ گمراہ ہو گیا (ملخص العرائس) شیخ ابن العربی رحمہ اللہ نے اپنے اشارات میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ۔ انا فتحنا لک فتحا [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے فتوح تین قسم کے ہیں یعنی معارف قلبی کے فتوح درجہ بدرجہ تین طور پر واقع ہوئے ہیں [illegible] قولہ تعالیٰ فجعل من دون ذلک فتحا قریبا سے اسی جانب اشارہ ہے اور فتح قریب یہ ہے کہ مقام نفس سے عروج ہو کر باب قلب [illegible] اور اسکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ قلب میں غیبی مکاشفات و یقینی انوار حاصل ہوتے ہیں اور یہ فتح مخصوص بشان [illegible] اکثر مومنین اس قلب میں شریک ہوتے ہیں چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ واخری تحبونہا نصر من اللہ و فتح قریب سے یہ اشارہ ظاہر ہے یعنی اس فتح قریب میں مومنوں کو بھی خطاب فرمایا ہے جیسے قولہ تعالیٰ۔ فانزل السکینۃ علیہم واثابہم فتحا قریبا۔ میں بھی اس جانب اشارہ ہے اور اس فتح کے ساتھ لازم ہوتا ہے کہ انوار ملکوتیہ سے بشارت حاصل ہو اور تجلیات صفاتیہ سے عزت حاصل ہو اور معارف یقینیہ وحقائق [illegible] کرامت ہوں اور یہی مغانم کثیرہ ہیں قسم دوم فتح مبین ہے یعنی قلب سے ترقی ہو کر مقام روح تک پہونچے کہ انوار روح ظاہر ہوں اور اس مرتبہ پر نفس بھی ترقی کر کے مقام قلب تک پہونچ جاتا ہے اور نفس کے عیوب و تاریکیاں جو اس کے ذاتی لوازم ہیں روپوش ہو جاتی ہیں اور ان پر انوار قلبیہ طاری ہوتے ہیں حتیٰ کہ وجود شیطانی بالکل مضمحل ہو جاتا ہے اسیواسطے فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک یعنی گناہ متقدمہ سے وہی عوارض نفس مراد ہیں جو نفس کے ذاتی صفات ہیں اور انکا مغفور یعنی مستور ہونا اسی طور پر ہوتا ہے کہ ان میں غلاف پر انوار قلبیہ طاری ہو جاتے ہیں مگر درحقیقت یہ بھی ذنوب میں داخل ہے کیونکہ باطن میں وہی نفس کی ہیئات ہیں اور لباس نوری کی وجہ سے انکی حالت مخفی ہے بلکہ طرح طرح کے رنگ بدل کر وہ میدان عبودیت میں ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی مغفور فرمایا بقولہ تعالیٰ وما تأخر۔ تو حاصل یہ ہوا کہ ذنوب سے یہاں نفس و اس کے ذاتی عیوب مراد ہیں جس سے خالی ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ وہ ہر بشر کا وجود ہے لیکن اللہ تعالیٰ اسکو مغفور فرماتا ہے اور مغفور کے معنی بلا خلاف یہ ہیں کہ مستور فرماتا ہے پس ما تقدم کا مستور کرنا اس طرح ہے کہ ابتدائے پیدائش میں نفس کے ذمائم اخلاق و قبیح ہیئات کو قلب کا نور ظاہر کر کے مستور کر دیا کیونکہ جب نور قلب ان ہیئتوں پر پڑا تو ان کا عیب چھپ گیا لیکن ابھی فی الجملہ ظہور ہے تو یہی ذنوب ما تأخر ہیں پس مقام روح کا نور کھول دینے سے یہ بھی مٹ جاتے ہیں اور بغیر نور روحی کے فقط فتح اولیٰ سے یعنی فتح قریب سے ذنوب ما تأخر نہیں مٹتے ہیں بلکہ ذنوب ما تقدم البتہ مٹ جاتے ہیں یعنی وہ قبائح نفس جو ابتدائے ایجاد میں ہیں۔ نور قلب کے ظہور سے مستور ہو جاتے ہیں اور اسکا بھید یہ ہے کہ جبتک روح کی جانب فتوح نہ ہو تب تک قلب کو کمال حاصل نہیں ہوتا ہے پھر جب مقام روحی کھلا اور قلب پر اس کے انوار ظاہر ہوئے تو اسوقت قلب میں البتہ خوبیاں کی [illegible] حاصل ہوتی ہے اور ذمائم نفس کی تلوین مٹجاتی ہے پس ابتدا میں انسان کا نفس طرح طرح کے رنگ بدلتا ہے اور آدمی اس کے دام فریب سے کسی طرح نہیں بچ سکتا ہے کیونکہ انسان اس کو اپنی جان سمجھتا ہے اور اپنی جان کا مارنا ہر شخص کو ناگوار ہے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وہ اس بھید کو سمجھا اور اس نے حق کو دبایا اور ہدایت آلہی کی راہ پر لگایا یہانتک کہ قلب کا دروازہ کھلا تو اس کے نور سے نفس جو طرح طرح کے رنگ بدلتا تھا مستور ہو گیا و لیکن ابھی نور قلب میں اتنی قوت نہیں ہے کہ اس [illegible] نفس اب نور کے لباس میں طرح طرح کے رنگ بدلے گا مثلاً زاہد عابد کے سامنے غازی کے لباس میں ظاہر ہو گا [illegible]

Marfat.com

چونکہ جہاد کی فکر میں گھوڑا و ہتھیار خریدتا پھرے اور بالفعل تو وہ عبادت سے محروم ہو جائے گا آیندہ معلوم نہیں کہ جہاد نصیب ہو کہ نہو اور معرفت کی راہ سے اُس کے واسطے صدق نیت و سہولت چاہیئے تھی یعنی جہاد کے واسطے سچی نیت رکھنا اور اپنے خرچہ میں سے تھوڑا تھوڑا جمع کرنا تاکہ جسوقت اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا اُسوقت اس کو جہاد کا سامان میسر آتا ورنہ اپنی عبادت سے محروم نہ ہوتا بس اس لباس نورانی میں اس کے نفس نے رنگ بدلا مگر نیکی کے لباس میں آیا کہ غازی بنو بخلاف اس کے ابتدا میں وہ شہوات کے لباس میں رنگ بدلتا ہے کبھی اس کو میخواروں کی طرف اُبھارتا ہے اور کبھی جیاروں کی طرف لاتا ہے اور کبھی عیاشوں کے مزے دکھلاتا ہے غرضکہ ہر نفس جسکو جس لائق پاتا ہے اُنھیں شہوات کو اُسکی نظر میں رچاتا ہے اور آدمی اُس کے تابع ہو کر گمراہی میں پڑجاتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو وہ ایمان لایا اور اُس نے تقویٰ کیا یہان تک کہ باب قلب مفتوح ہوا تو نور قلب سے وہ لباس فسق و فجور مخفی و مستور ہو گیا مگر اب نفس کے لباس میں کبھی عالم کی شکل اور کبھی درویش کی صورت اور کبھی غازی بنکر غرضکہ نیک ہیئت میں اس کو اُبھارتا ہے اور یہ آخری گناہ ابھی تک نہیں مٹا پھر اگر بندہ ثابت قدم رہا یہانتک باب روح مفتوح ہوا تو اُس کے نور سے قلب کو کمال و تقویت حاصل ہوتی ہے اور اب یہ آخری ذنب بھی مغفور ہو جاتا ہے اب تیسری قسم فتوح کا نام فتح مطلق ہے جس کا اشارہ قولہ تعالیٰ اذا جاء نصر اللہ والفتح۔ میں آیا ہے اور یہ فناء مطلق و استغراق ذاتی و ظہور احدیت سے باب وحدت کھلنے سے ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ اگر بندہ فتوح روحی کے بعد دنیاوی زندگی میں یہ فناء مطلق نہ پاوے تو اُسکی موت ہی اُسکے واسطے فناء مطلق ہو جاتی ہے یعنی اپنی موت سے ضرور فناء مطلق پر پہونچ جاتا ہے اسیواسطے اذا جاء نصر اللہ والفتح کی تفسیر میں حضرت عمرؓ و ابن عباسؓ وغیرہ سے صحیح ہوا کہ یہ سورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہے اور صحابہ کے متعدد روایات سے ثابت ہوا کہ جب یہ سورہ نازل ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نفس کو موت کی خبر دیگئی ہے اور یہان سے ہر شخص قیاس کرسکتا ہے کہ موت کس قدر مرغوب و محبوب نعمت ہے کہ اس سے یہ منزلت رفیع حاصل ہوتی ہے۔ شیخ نے لکھا کہ اس فتح سے چار امور مترتب ہوتے ہیں اول مغفرت مذکورہ دوم اتمام نعمت صفاتیہ و مشاہدات جمالیہ و جلالیہ بذریعہ تکمیل مقام القلب سوم ہدایت بوحدت ذاتیہ اسطرح کہ حجاب نوریہ سیر فی الصفات میں طے کر جاوے حتی کہ (مین) باقی نہ رہے چہارم نصرت عزیز یعنی بعد فناء کے وجود حقانی نصیب ہوتا ہے سبحان اللہ وبحمدہ وہو العلیم الحکیم پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر انعامات بیان فرمائے بقولہ تعالیٰ

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ

وہی ہے جس نے اُتارا چین دل میں ایمان والوں کے کہ اور بڑھے اُن کو ایمان اپنے ایمان کے ساتھ

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ لِّيُدْخِلَ

اور اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ ہے خبردار حکمت والا تا پہونچا دے

الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ

ایمان والے مردوں کو اور عورتوں کو باغوں میں نیچے بہتی اُن کے نہریں سدا رہیں اُن میں اور اُتارے

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۙ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ

اُنسے اُن کی بُرائیاں اور یہ اللہ کے یہان بڑی مراد ملنی اور تا عذاب کرے دغاباز مردوں کو

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ

اور دغاباز عورتوں کو اور شرک کرنیوالے مردوں کو اور عورتوں کو جو اٹکلتے ہیں اللہ پر بُری اٹکلیں اُن ہی پر پڑے

دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ۚ وَسَآءَتْ

پھیر مصیبت کا اور غصے ہوا اللہ اُن پر اور اُن کو پھٹکارا اور رکھا اُن کے واسطے دوزخ اور بہت

مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

بُری جگہ پہونچے اور اللہ کے ہین لشکر آسمانون اور زمین کے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا

سکینہ۔ طمانینت و نیز بمعنی رحمت اور یہ دونون قول ابن عباسؓ سے منقول ہین اور قتادہؒ نے فرمایا کہ سکینہ بمعنی وقار ہین اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل و امتنان ظاہر فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ وہی ہے جس نے مومنون کے دلون مین سکینہ اُتاری ف یعنی اللہ تعالیٰ ہی جامع کمال ہے و صفات اُلوہیت اُسی کے واسطے ہین جس نے اپنی قدرت سے مومنون کے دلون مین سکینہ نازل فرمائی یعنی اُن کو سکون و طمانیت ہوئی اور وقار کے ساتھ بھاری بھرکم رہے کچھ سبکی و اضطراب ظاہر نہین ہوا مترجم کہتا ہے کہ بات یہ تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی تعداد چودہ سو سے کچھ زیادہ تھی خانہ کعبہ کا عمرہ یعنی حج اصغر ادا کرنے گئے اور قربانی کے جانور بھی ساتھ لے گئے اور عرب مین زمانہ قدیم سے معروف تھا کہ خانہ کعبہ کے حج و عمرہ سے کسی کو نہین روکتے تھے اور جو کوئی حرم مین داخل ہوگیا اُسکو کسی طرح کا آزار نہین پہونچا سکتے تھے اگرچہ اُسنے کسی کے باپ کو مار ڈالا ہو اور عرب اس بارہ مین عہد کے امانت دار تھے پھر جب صحابہ رضی اللہ عنہم قریب حرم کے پہونچے تو کفار مکہ نے روکا کہ ہم تم کو عمرہ ادا نہین کرنے دین گے یہ بات قریش کی طرف سے عجیب تھی اور احابیش وغیرہ سب جمع ہوگئے کہ ہم قتال کرین گے اور ابھی معلوم ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد بہت قلیل تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلون مین سکینت اُتاری اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم کافرون سے ہرگز منہ نہ موڑین گے چاہے مار ڈالے جاوین پس اللہ تعالیٰ نے بھی سکینت و طمانینت اُن کے دلون مین اُتاری کہ وقار کے ساتھ ساکن رہے اور مضطرب نہین ہوے کیونکہ اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی نصرت پر یقین کیا۔ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ تاکہ یہ لوگ اپنے ایمان کے ساتھ مین اپنا ایمان بڑھالین ف یعنی مومنین اپنے یقین کے ساتھ مین نصرت الٰہی کا یقین زیادہ کرین رازیؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر سکینت و اطمینان نازل فرمایا تو اُنھون نے صبر کے ساتھ عین الیقین پایا اور پہلے علم الیقین حاصل تھا تو اُس ایمان غیب کے ساتھ مین یہ ایمان بڑھ گیا مترجم کہتا ہے کہ اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کو خیال کیا تو یاد الٰہی سے اُن کے دلون کو اطمینان ہوا کہ فتح و نصرت کچھ اسباب کثرت پر موقوف نہین ہے بلکہ کثرت و قلت امتحان کے واسطے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت پر کون ایمان لایا پس کافر کثرت سامان پر نظر کرکے اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے کیونکہ وہ ان چیزون کو موثر سمجھتا ہے اور مومن اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان لایا تو وہ اُن چیزون کو موثر نہین جانتا بلکہ موثر اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے نصرت کا وعدہ دیا تو وہ جس طرح چاہے فتح دیگا بس اُن کا یقین بڑھ گیا ہے۔ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ اور اللہ ہی کے ہین لشکر آسمانون و زمین کے اور اللہ تعالیٰ علیم و حکیم ہے ف یعنی آسمانون مین ملائکہ اور زمین مین انسان و ملائکہ وغیرہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت مین فوج فوج مسخر ہین وہ جس فوج کو چاہے نصرت دے اور جس فوج کو چاہے ہلاک کرے اور اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ علیم حکیم ہے پس وہ اپنے علم سے ہر ایک بندہ کی نیت و اُس کی لیاقت جانتا ہے تو مومنون کو اطمینان ہے کہ ہمارے حال کو دیکھتا اور جانتا ہے تو ہماری قلت کچھ مضر نہین ہے جبکہ وہی نصرت دینے والا ہے ولیکن اُس نے نصرت مین حکمت رکھی ہے تاکہ مومنین

بتطرایمان یقین کے سچے ظاہر ہون لہذا آسمانی لشکرون کو ظاہر مین ساتھ نہین کیا ورنہ اُسکا ایمان غیب ظاہر نہ ہوتا بلکہ حکمت کے ساتھ اُسکو مخفی فرمایا جس سے منافقین مضطرب ہوگئے اور کفار دلیر ہوکر آگے بڑھے کیونکہ اُن کو غیب پر ایمان نہین پس اس طریقہ حکمت مین مومنین مین اور منافقین مین امتیاز ہوگیا۔ لِیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَیُکَفِّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَکَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ تاکہ داخل کرے اللہ تعالیٰ مومن مردون اور مومنہ عورتون کو ایسے جنات مین جن کے نیچے نہرین جاری ہین اس شان کے ساتھ کہ یہ لوگ یہان ہمیشہ رہین گے اور تاکہ اُن بندون کے گناہ کفارہ فرمادے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے یہان فوز عظیم ہےف عین مراد ہے اگر کہا جائے کہ مومنین تو جہاد مین ثابت قدم رہے اور منافقون وکافرون سے اُن کا امتیاز ہوگیا لیکن مومنات کی طرف سے یہ بات ظاہر نہین ہوئی جواب دو طرح ہے اول یہ کہ جہاد مین مومنات کا یقین بھی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ عورت اپنے خاوند کے شہید ہونے سے یا اپنے باپ و بیٹے کے شہید ہونے سے مضطرب ہوکر لوگون کو پریشان نہین کرتی ہے چنانچہ ایک صحابیہ بی بی کا اکلوتا لڑکا جہاد مین شہید ہوا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئین اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپکو معلوم ہے کہ جیسی محبت مجکو اپنے اکلوتے فرزند کے ساتھ تھی پس آپ مجھکو فرمادین کہ اگر وہ جنت مین ہے تو مین صبر وشکر کرون اور اگر ایسا نہین ہے تو مین دنیا مین اُسپر یادگار رونا رووُن آپنے فرمایا کہ کیا تو ایک ہی جنت سمجھتی ہے وہان بہت جنتین ہین اور تیرا بیٹا سب سے اعلیٰ جنت الفردوس مین ہے تب وہ بی بی بہت خوش ہوئین اور اُنھون نے کہا کہ اب کچھ غم نہین ہے کما فی الصحیح اور جواب دوم بھی اسی سے ظاہر ہوگیا کہ جنت مین داخل ہونے کا ثواب عظیم اسی معنی مین ہے کہ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کی آیات پر صدق یقین ہو اور جو مشقت و امتحان پیش آوے اسمین سکون و اطمینان ہو تو اسمین مومنین و مومنات دونون یکسان ہین پس دونون کو جنت مین فوز عظیم حاصل ہے جیسے اُس کے برخلاف منافقین ومنافقات اور کافرین وکافرات کا حال ہے لہذا مومنین ومومنات کا انجام بیان فرماکر ان کے مخالفین کا بد انجام بھی بیان کیا بقولہ تعالیٰ۔ وَیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَالْمُشْرِکٰتِ۔ اور تاکہ عذاب کرے منافق مردون کو اور منافقہ عورتون کو اور مشرک مردون اور مشرکہ عورتون کو ف جو اللہ تعالیٰ کی آیات پر یقین نہین لاتے ہین جن کی یہ صفت ہے کہ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ۔ یہ لوگ گمان رکھنے والے ہین اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمان ف جو ایمان سے مخالف ہے اور اُن کی بدگمانیون مین سے ایک یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر یقین نہ لائے تو مسلمانون کو قلیل دیکھکر تکبر کیا کہ عنقریب یہ لوگ خواری و بربادی مین مبتلا ہوجائینگے اور بُری گردش مین پھنس جائینگے اللہ تعالیٰ نے اُن بدگمانیون کو رد کردیا اور فرمایا عَلَیْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ اُنھین لوگون پر بری گردش ہےف بس یہی لوگ عنقریب قتل وگرفتار وخوار ہونگے یا اسلام لاوینگے اور مومنین کے واسطے عزت و ثروت ہے پس منافقون وکافرون کی بدگمانی اُنھین کی جان پر واقع ہوئی۔ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر غضب اُتارا اور اُن پر لعنت کی اور اُن کیلئے جہنم کو مہیا کیا اور وہ بُرا ٹھکانا ہے ف جہان لوٹ جاوینگے اور اُن کی جماعتون وسامان نے اُن کو کچھ نفع نہ دیا۔ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا۔ اور اللہ ہی کے ہین آسمان وزمین کے لشکر اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہےف جو چاہے کرے اُسکو کوئی روک نہین سکتا ہے اور جس کو وہ ذلت دے اُس کو کوئی عزت نہین دے سکتا ہے ولیکن اُس کے سب کام حکمت کے ساتھ ہین پس مومنین تو اُسکی اُلوہیت پر ایمان لائے اور اطمینان کے ساتھ ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو دنیا مین بھی غالب کیا اور آخرت مین بھی فوز عظیم اُن کو دیا بخلاف اُن کے منافقون و

مشرکون نے اپنے گمان کی پیروی کی تو دنیا مین بھی ذلیل ہوئے اور آخرت مین بھی اُن کے واسطے جنہم ہے اللہ تعالیٰ کا
امام بخاری رح نے اس آیت سے استدلال کیا کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے لقولہ تعالیٰ لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم اور اُس کے ساتھ اسی قسم کی
آیات پیش کین اور ایک جماعت کثیر علماء سے نقل کیا کہ یہ جم غفیر اسی بات کے قائل تھے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے اور شافعیہ مین سے
ایک جماعت نے کہا کہ جس شخص سے پوچھا جاوے کہ تو مومن ہے تو وہ کہے کہ ہان انشاء اللہ تعالیٰ مین مومن ہون امام ابوحنیفہ رح وایک جماعت
نے کہا کہ ایمان گھٹتا بڑھتا نہین ہے کیونکہ وہ یقین ہے اور اگر یقین مین قصور ہو تو نفاق ہوگا اور ان آیات مین مراد یہ ہے کہ جن چیزون پر یقین
کیا جاتا ہے وہ چیزین بڑھتی جاتی ہین وقولہ تعالیٰ لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم یعنی سکینت جو اللہ تعالیٰ نے اُتاری تو پہلے ایمان سے یہ سکینت
ملا کر ایمان بڑھ گیا ابن مسعود رض نے کہا یعنی ان کی تصدیق کے ساتھ مین تصدیق بڑھ گئی وکلبی رح نے کہا کہ بات یہ ہے کہ جب آسمان سے کوئی آیت
اُتری اور مومنون نے اُس کی تصدیق کی تو تصدیق سابق پر یہ تصدیق بڑھ گئی ربیع بن انس رح نے کہا کہ خشیہ پر خشیہ بڑھ گیا یعنی ایمان تو خوف
و اُمید ہے پس اُمید ملی ہوئی خوف پر اُس کے مثل زائد ہو گیا ضحاک رح نے کہا یعنی اپنے یقین کے ساتھ مین یقین بڑھا لیا۔ ابن عباس رض نے کہا کہ بات
یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا کہ لوگ دل سے اقرار کرین کہ لا الٰہ الا اللہ پھر جب مومنون نے اس کلمۂ طیبہ کی تصدیق
کی تو اللہ تعالیٰ نے نماز اُن پر زیادہ کی پھر جب اُنھون نے نماز کی بھی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر روزہ بڑھایا پھر جب روزہ کی بھی
تصدیق بڑھائی تو اُن پر زکوٰۃ زیادہ کی جب اُنھون نے زکوٰۃ کی تصدیق بڑھائی تو اُن پر حج زیادہ کیا جب اُنھون نے اُس کی تصدیق
کی تو اُن پر جہاد بڑھایا پس اُنکا دین کامل کر دیا چنانچہ حج مین اُتارا کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔
ابن عباس رض سے یہ بھی روایت ہے کہ آسمان والون و زمین والون کے ایمان مین سے زیادہ وثوق کی چیز اور سب سے اعلیٰ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ
کی شہادت ہے (ف) اور محققین علمائے حنفیہ وشافعیہ نے اتفاق کیا ہے کہ درحقیقت کچھ اختلاف نہین ہے کیونکہ تصدیق کا نقص سب کے نزدیک
نفاق وکفر ہے تو تصدیق مین کمی بیشی غیر ممکن ہے اور یہی حنفیہ کی مراد ہے اور شافعیہ وغیرہ جس سے زیادتی وکمی لیتے ہین وہ یہی معنی ہین کہ تصدیق
کے لئے جو اُمور دین ہین وہ کم وبیش ہوتے ہین جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول مین گذرا ہے اور کمی کی مثال یہ ہے کہ ابتدا مین مثلاً روزہ
عاشورہ فرض تھا پس فرضیت کا یقین تھا پھر وہ منسوخ ہوا تو یہ تصدیق کم کر دی گئی حنفیہ بھی اس سے انکار نہین کرتے ہین رازی رح نے
کبیر مین لکھا قولہ لیزدادوا ایمانا۔ اسمین زیادت کی صورت کئی طور پر ہو سکتی ہے اول یہ کہ مومنون کو اعمال دین مین رفتہ رفتہ ایمان ویقین لانے کا
حکم دیا گیا اور ہر ایک پر ایمان لاتے گئے مثلاً لا الٰہ الا اللہ کا حکم ہوا تو اُس کی تصدیق کی پھر قتال وحج کا حکم ہوا تو ایمان لا کر مطیع ہوئے یعنی
جس طرح ابن عباس رض کے قول مین اوپر مذکور ہو لہے تو اپنے ایمان پر ایمان بڑھایا دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن پر سکینت نازل فرمائی تو اُنھون
نے اطمینان سے صبر وسکون کیا تو علم سے جو یقین جانا تھا یعنی ایمان غیب سے جو علم الیقین حاصل کیا تھا اب اسپر عین الیقین مشاہدہ ہو کر ایمان
بڑھ گیا سوم یہ کہ ایمان اصول حاصل تھا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے رسول نے ہم کو دیا و بتلایا سب برحق ہے پھر ہر ایک
فرع نازل ہوئی تو اصول کے یقین کے ساتھ فروع کا یقین بڑھ گیا مثلاً اُنھون نے اول یقین کیا کہ اللہ واحد ہے اور رسول اللہ برحق ہین اور
دار آخرت وحشر قیامت ٹھیک ہے چہارم یہ کہ ایمان فطری کے ساتھ ایمان شرعی بڑھ گیا اور اس وجہ چہارم پر میرے نزدیک ایک معرفت لطیفہ حاصل
ہوئی جسکا بیان یہ ہے کہ کفر فطری نہین ہوتا ہے کیونکہ فطرت پر جو پیدا ہوتا ہے وہ دین توحید پر ہوتا ہے اسی واسطے
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انما نملی لہم لیزدادوا اثما یعنی ہم کافرون کے لئے اسواسطے ڈھیل دیتے ہین کہ اثم یعنی گناہ بڑھا دین اور یہ نہین فرمایا کہ

Marfat.com

کفر پر کفر بڑھا دین اسواسطے کہ فطرت کا کفر نہ تھا جو اب سپر یہ کفر بڑھتا بلکہ کفر تو ہمیشہ عنادی ہوتا ہے ہان مومنون کے حق مین البتہ ایمان پر ایمان
بڑھتا فرمایا یعنی ایمان فطری پہلے حاصل تھا اور اب ایمان طاعت بڑھ گیا اور یہ بھی واضح ہوا کہ جو شخص طاعت نہ کرے اسکا ایمان نہ بڑھے گا مثلاً
ایک شخص کو ایمان فطری حاصل ہی تو نماز کو ٹھیک مانتا ہی مگر اطاعت نہ کرنے سے اُسکا ایمان نہین بڑھتا ہے مترجم کہتا ہے کہ بہرحال رازیؒ کے
نزدیک بھی نفس تصدیق مین کمی بیشی نہین ہوتی ہی بلکہ وہ دوسری وجوہ سے ہی جس سے حنفیہ بھی انکار نہین کرتے ہین اور امام غزالی وغیرہ نے بھی
تصریح کی ہی کہ درحقیقت علما کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہی اب یہان لوگون پر یہ اشکال سخت پیش آیا کہ اگر نفس تصدیق مین تفاوت نہ ہو
تو ہم کہتے ہین کہ کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ایمان جبرئیلؑ و ایمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہر مسلمان کا ایمان ہے کیونکہ تم تو سب کو برابر کہتے ہو
مترجم کے نزدیک یہان اشکال اسوجہ سے زیادہ دشوار ہوگیا کہ زیادت بلحاظ عین الیقین وغیرہ کے سب کو مسلم ہی تو پھر کیونکر کوئی شخص دعوی
کر سکتا ہی کہ برابری ہی علاوہ برین ایمان قلبی ایک امر مخفی ہی جس سے اللہ تعالی خوب آگاہ ہے کہ ایمان دل مین داخل ہوا ہی یا ظاہر مین موجود ہی
اگرچہ آدمی سمجھتا ہی کہ میرے دل مین آگیا ہی ہان اگر اللہ تعالی نے آگاہ فرمایا کہ اولئک ہم المؤمنون حقا جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین نص
صریح بھیجدی تو اُن کے حق مین کچھ شبہہ نہین رہا اور وجہ یہ ہی کہ آدمی کے حواس مین جو چیز مرتکز ہوجاتی ہی تو اسکو وہ امتیاز نہین کر سکتا کہ دماغ کے
حواس مین مرتکز ہے یا دل مین داخل ہو چکی لہذا فرمایا۔ قالت الاعراب آمنا الخ یعنی اعراب نے کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہین کہدے کہ تم ابھی ایمان
نہین لائے ولیکن کہو کہ ہم اسلام لائے ہین اور ایمان ابھی تک تمھارے دلون مین سمایا نہین ہے"۔ اس آیت مین قیامت تک سب کے واسطے
تنبیہ ہی کہ آدمی ہمیشہ دعا مانگے کہ اہدنا الصراط المستقیم الخ تا کہ اہل انعام انبیا و صدیقین و شہدا و صالحین کے مانند اس کے دل مین ایمان
داخل فرمایا جاوے اس بیان سے نکل آیا کہ "مین انشاء اللہ تعالی مومن ہون" یہ مسئلہ بھی دو طریقہ پر ہے اول بندہ کا حال۔ مثلاً ایک مشرک
نے کفر چھوڑا اور اسلام لایا تو وہ کافرون سے جدا کر لیا جاوے اور مسلمان اسکو اپنی برادری مین لے لین اور اس کے ساتھ نکاح بیاہ کرین اور اسکا
ذبیحہ کھا دین اور اسکی جان و مال مثل مومنون کے محترم ہی اور وہ جس قوم کفار کو امان دیدے تو اُس کی امان سب مسلمانون پر نافذ ہوگی پس
ایسی صورت مین اسکے تیقن مین جو امر ہوا اسکو قطعی بیان کرے یعنی میرے یقین مین ہی کہ مین ایمان لایا ہون حتی کہ اگر ایک مشرک آیا اور اُسنے
کہا کہ "انشاء اللہ مین مومن ہون"، تو سلطان متحیر ہوگا کہ اسکے ساتھ کیا معاملہ کرے کیونکہ اگر وہ درحقیقت کافر ہو اور کہے کہ واللہ مین انشاء اللہ مومن
ہون تو بھی قسم مین جھوٹا نہ ہوگا اسواسطے کہ اسکے تو معنی یہ ہوے کہ مین قسم کھاتا ہون کہ اگر اللہ تعالی کی مشیت مین ہوگا تو مین مومن ہون
یہ صحیح ہے کہ جس کافر کے حق مین یہ مشیت ہوگی وہی مومن ہوگا اگرچہ بالفعل نہ ہوا اسواسطے علمائے حنفیہ نے اُسکو ذکر دیا کہ اس طرح وہ جماعت
اسلام و اس کے احکام مین قبول نہ کیا جائے گا وجہ دوم یہ کہ وہ اپنا یقین ہی بیان کرتا ہے کہ مین مومن ہون اب با علم آلہی تو ہر مومن اُمیدوار
ہے کہ انشاء اللہ تعالی ایمان اس کے دل مین داخل کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے ہر مومن کو نفاق سے خوف عظیم لگا رہتا ہے چنانچہ بخاریؒ
نے صحیح مین ذکر کیا کہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے اوپر نفاق سے خائف رہتے تھے اور مترجم کے نزدیک اس مقام پر ایک تحقیق لطیف
ہے اور اسکا بیان یہ ہی کہ اللہ تعالی نے ہر نبوت مین جو پیغمبر بھیجا تو اپنی معرفت توحید کا حصہ اس اُمت والون سے ہر شخص کے قلب
پر پیش کیا لقولہ تعالی فاما ثمود فہدیناہم فاستحبوا العمی علی الہدی یعنی ثمود پر وہ معرفت توحید جو اس اُمت کے لائق تھی پیش فرمائی مگر اُنکے
دلون نے معرفت کو قبول نہ کیا بلکہ ضلالت و اندھے پن کو پسند کیا پھر جب یہ نعمت پیش ہوتی ہے تو قلوب تین قسم کے ہین اول وہ قلوب
جو اس حق سے بالکل اندھے رہتے ہین اور اُس کو سمجھتے بھی نہین ہین جیسے اس اُمت مین ابوجہل وغیرہ تھے کہ اُنھون نے حق کو حق نہ جانا

Marfat.com

اسوجہ سے کہ اُن مین عناد اسقدر بڑھ گیا کہ اُنھون نے عناد سے اُس طرف رُخ ہی نہ کیا قسم دوم ایسے قلوب ہین کہ اُنھون نے جانا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیشک سچے رسول ہین لیکن عناد سے اُن کے دلون نے قبول نہ کیا جیسے علمائے یہود اور ہرقل بادشاہ روم اُنھون نے غور و فکر سے خوب جانا کہ بیشک یہ وہی پیغمبر آخر الزمان ہین چنانچہ ہرقل نے مشرکین عرب کے قافلہ کو بلا کر اُن سے خوب دریافت کیا اور آخر مین کہا کہ مجھے اپنی کتابون سے معلوم تھا کہ یہ پیغمبر پیدا ہوگا لیکن یہ مجھے گمان نہ تھا کہ وہ تمھاری قوم مین سے ہوگا چنانچہ یہ حدیث بخاری مین بارہا گزر چکی ہے پس اُن بدبختون کا یہ حال تھا کہ دنیاوی لالچ و تکبر و رعونت سے جان بوجھکر جب اپنے دلون پر پیش کرتے تو دے قبول کرنے سے بچ جاتے تھے اسی کو قرآن کہتے ہین جسکا بیان قولہ تعالیٰ کلا بل ران علی قلوبہم مین آیا ہے اور قولہ تعالیٰ ختم اللہ علی قلوبہم الآیہ کی تفسیر مین گذرا ہے مجاہدؒ نے اُس کی مثال دی کہ جیسے مٹھی بند کر کے بھینچ لیتے ہین اور فرمایا کہ جب زیادہ سخت ہو تو وہ مہر ہے اور جب اس سے بھی زیادہ سخت ملعون ہو جائے تو وہ قفل ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ ام علی قلوب اقفالہا مین گذرا ہے برخلاف ان کے قسم سوم وہ قلوب ہین کہ جب اُن پر ہدایت پیش کی گئی تو اُنھون نے قبول کیا اور کھل گئے جیسے مٹھی کھل جاتی اور یہی حضرت مجاہدؒ نے مثال دی ہے بدلیل قولہ تعالیٰ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام اسلام کے واسطے جسکا سینہ کھول دیا وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے برخلاف اس کے جسکو یہ نصیب نہ ہوا تو فرمایا یجعلہ حرجا ضیقا اللہ تعالیٰ اُس کے سینے کو بھچا ہوا تنگ کر دیتا ہے پس مومن یہی دل ہین جو ایمان کے واسطے کھل گئے اور واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دل کو جانتا ہے کہ وہ کس مقدار معرفت کے لائق ہے تو معارف توحید مین تفاوت ہوتا ہے اگرچہ توحید مین سب یکسان ہین پس قلب نبوت پر جو حصہ تھا وہ بقدر استعداد نبوت پیش ہوا اور صدیق کے قلب پر اُس کے لائق ہے اور شہید کے قلب پر اُس کے لائق ہے اور صالح کے قلب پر اُس کے لائق ہے اور یہی چار مراتب ہین پھر ہر ایک کے اعمال نماز روزہ وغیرہ کا ثواب بھی اس تفاوت پر ہوتا ہے جیسے اُن کے مراتب اصول مین تفاوت ہے حتیٰ کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو رکعت نماز کی برابری صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عمر بھر کی نماز نہین کر سکتی ہے اور مترجم نے یہ دقیق گفتگو پیش کی ہے جو شخص اُسکو نہ سمجھے وہ یہان خیالات مین قدم نہ رکھے بلکہ سکوت کر کے اپنے اصلی مطلب کو غور کرے یعنی جب بندۂ سعید کے قلب پر توحید پیش ہوئی تو اُسنے قبول کیا اور کھل گیا پھر انوار معارف و طاعات سے نور بڑھتا جاتا ہے اور وہ مٹھی برابر کھلتی جاتی ہے یہانتک کہ سب کشادہ ہو جاوے اور واضح ہو کہ سابق مین حدیث گذر چکی ہے جسمین قلوب چار قسم کے بیان ہوئے ہین اُنمین سے اعلیٰ قسم یہ ہے کہ سب کشادہ ہو جاوے اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ ایمان کی کمی بیشی اُسی راہ سے ہے اور یہان کوئی اعتراض نہین اور نہ کوئی شک و امنگیر ہوتا ہے اور جاننا چاہیئے کہ منافق کے دل مین اور مومن کے دل مین ذاتی فرق یہ ہے کہ منافق و کافر کے دل بھچنے مین اُسی قدر متفاوت ہوتے ہین بعضے بھچے ہوئے ہین کہ اُن پر رین کی حالت ہے اور بعضے زیادہ سخت ہین کہ اُن پر ختم ہے اور بعضے اُس سے بھی زیادہ ہین کہ قفل ہے اور مومن نے جب دل مین یقین لے لیا تو کھل گیا پس بعضے ادنیٰ درجہ پر ہین اور بعضے اپنے نور طاعات سے زیادہ ہین اور بعضے بالکل صاف کشادہ ہین پس ابتدائے قبول جس تصدیق سے کشادگی ہوتی ہے اُسمین کمی بیشی کچھ نہین ہے کیونکہ وہان کیسی ہی کمی ہو تو بھچ جانا غیر ممکن ہے ورنہ وہ مومن ہی نہ ہوگا اور جب تک ایمان کی ضروریات مین سے کسی بات کا منکر ہو اُس کا قلب کبھی نہ کھلے گا مثلاً کسی پیغمبر سے منکر ہو یا کسی حرام کو حلال سمجھے یا مانند اُن اُمور کے جو کفر ہین تو کافر و منافق کا دل بھچا ہوگا اور جب یقین مجمل لایا تو دل کھل گیا پھر طاعات سے نور بڑھتا ہے یہی اُس کی غذا ہے پس کمی بیشی ہے جیسے اصل نوعیت مین تفاوت ہوتا ہے فافہم والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

Marfat.com

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَ

ہم نے تجکو بھیجا احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سناتا تا تم لوگ یقین لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اُسکی مدد کرو اور

تُوَقِّرُوهُ ۚ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ

اُس کا ادب رکھو اور اُسکی پاکی بولو صبح اور شام جو لوگ ہاتھ ملاتے ہین تجھسے وہ ہاتھ ملاتے ہین اللہ سے

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ

اللہ کا ہاتھ ہے اوپر اُن کے ہاتھ کے پھر جو کوئی قول توڑے سو توڑتا ہے اپنے بُرے کو

وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

اور جو کوئی پورا کرے جس پر اقرار کیا اللہ سے وہ دے گا اُسکو نیک بڑا

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماتا ہے کہ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا - ہم نے تجکو بھیجا ہو شاہد کرکے اور بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا الف سورۂ احزاب مین ان صفات کی تفسیر گذر چکی ہے اور یہان بھی تبرکاً مفسرین نے افادہ فرمایا جس کا حاصل یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین تین صفات بیان فرمائین اول شاہد بمعنی شہادت دینے والا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا یعنی خلق پر شاہد بھیجا ابو السعودؒ نے کہا یعنی اسوقت سے قیامت تک جو مخلوقات جن والانس ہونگی سب پر پیغام الٰہی پہونچانے کے شاہد ہین مترجم کہتا ہے کہ اسکا حاصل یہ ہوا کہ جب آپ نے پیغام الٰہی عزوجل پہونچایا تو جو لوگ ایمان لائے اُن پر آپ شہادت دین گے کہ اُنھون نے یقین کیا اور اطاعت کی اور جن لوگون نے کفر کیا اُن پر کفر کی گواہی دین گے اگر کہا جاوے کہ آپ کی وفات مبارک کے بعد جو لوگ ایمان لائے یا جو لوگ کافر ہوے اُن پر آپ کیونکر شاہد ہوسکتے ہین تو بعض علما رنے تکلف کیا کہ آپ پر ایمان پیش کئے جاتے ہین تو آپ اُن کے کفر و ایمان کو پہچانتے ہین اور جمہور علمائے محققین نے کہا کہ نہین بلکہ اُسی قرن کے لوگون پر شاہد ہین جو آپ کے سامنے موجود تھے اس دلیل سے کہ حجۃ الوداع مین آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حوض کوثر کی طرف کچھ لوگ لائے جاتے ہون گے پھر وہ درمیان راہ سے گرفتار ہو کر دوسری راہ کی جانب جو جہنم کو گئی ہے موڑے جاوین گے تو مین پکارون گا کہ اے رب یہ لوگ تو چھوٹے درجہ کے صحابی ہین یعنی یہ لوگ اگر میرے ہاتھ پر اسلام لاکر چلے گئے تھے تو ارشاد ہوگا کہ تمھارے پیچھے ان لوگون نے جو طریقہ نکالا وہ تم کو نہین معلوم ہے جب سے تم نے اُن کو چھوڑا یہ برابر اُلٹے پاؤن پھرتے گئے تب مین کہون گا اُن کی خواری ہو اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ کو بعد وفات کے اُن کا حال معلوم نہین ہوا اور واقعہ یہ تھا کہ جب مکہ فتح ہوا تو دور دراز کے اعراب جو پہلے قریش کے منتظر تھے اب گروہا گروہ آتے گئے اور اسلام لاکر اپنے دیہات و پہاڑون کو جاتے گئے اور اُس کے ایک ہی سال کے بعد آپ نے وفات فرمائی پھر جب اعراب کو یہ خبر پہونچی تو مسیلمہ کذاب و سجاح جو ایک عورت تھی اور اسود عنسی نے جابجا نبوت کا دعویٰ کیا اور ان خبیثون نے شیطان کی وحی سے گمان کیا کہ ہم بھی پیغمبر ہین اور شہوات نفس کی بہت باتین حلال کردین تو اعراب مذکورین جن کے دلون مین ہنوز ایمان داخل نہ ہوا تھا بلکہ قریش کو دیکھکر تقلیدی اسلام لائے تھے اُن جھوٹے مدعیون کے تابع ہوگئے چنانچہ یمن کے بکثرت قبائل مرتد ہو کر اسود عنسی کے تابع ہوگئے اور یمامہ کا قبیلہ بنو حنیفہ جن کی تعداد ساٹھ ہزار سے زیادہ تھی مسیلمہ کذاب کے تابع ہوئے اور غسانی وغیرہ مع قوم مالک بن نویرہ کے مع بعض قبائل بنی تمیم کے سجاح عورت کے تابع ہوگئے اور اسی طرح طلیحہ بن خویلد الاسدی کے دعوے پر

بنواسد وغیرہ تابع ہو گئے مگر قریش ساکت رہے اور قبیلہ طے وغیرہ وبعض قبائل مین البتہ اسلام پر ثابت [illegible]
رضی اللہ عنہم بجماعت قلیل باقی رہ گئے اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تردد ہوا کہ کیونکر اس قلیل جماعت سے اُن سب [illegible]
[illegible] ادکیا جائے ولیکن خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب صحابہ سے تنہا ہو کر یہی وعظ فرمایا کہ اُن سے قتال [illegible]
اُن سے عذرات دیکھے تو خشمناک ہو کر تن تنہا جہاد کا قصد کیا اور چند میل گئے تھے کہ صحابہ مہاجرین و انصار نکل کر دوڑے اور اُن کو روکا اور
عرض کیا کہ اگر آپ کا یہی حکم ہے تو ہم لوگ آپ کی بیعت سے منحرف نہین ہوتے ہین آپ ٹھہر جایئے کہ ہم لوگ مسلح ہو کر روانہ ہوں پس
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ راضی ہوئے اور کمال صدق سے اللہ تعالی پر بھروسہ کر کے اُسی قلیل جماعت کے ٹکڑے کر کے ہر طرف
مرتدون پر روانہ کئے اور رب عزوجل پر بھروسہ کیا پس اللہ عزوجل نے اپنی طرف سے ایسی نصرت عطا فرمائی کہ جسکو دیکھکر اہل ایمان
کے قلوب پُرنور ہوجاتے ہین آخر چند روز مین سب قبائل دوبارہ اسلام کے تابع کئے گئے اور جھوٹے مدعی اسود و مسیلمہ وغیرہ مارڈالے
گئے اور طلیحہ بھاگ گیا پھر آخر مین وہ نادم ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین واپس آیا اور صدق دل سے مسلمان ہوا اور سجاح بھی
ایک روایت کے موافق توبہ کر کے مسلمان ہوگئی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث مین اُنھین مرتدون کی جانب اشارہ فرمایا
ہے جو کچھ دیر کیواسطے آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر اسلام لائے تھے پھر آپکے بعد مرتد ہو کر صحابہ رضی اللہ عنہم کی لڑائیون مین مارے گئے
اس سے ثابت ہوا کہ آپنے اُن کو نہین پہچانا حتی کہ آپسے کہا گیا کہ یہ لوگ آپکے بعد مرتد ہوگئے اور اسی حالت پر مارے گئے ہین تو ثابت
ہوا کہ آپ کا شاہد ہونا اُنھین لوگون پر ہے جو آپ کی حضور مین موجود تھے اسیواسطے جناب احد مین جو لوگ شہید ہوئے آپنے اُن پر
نماز پڑھی اور دفن کیا اور فرمایا کہ مین ان لوگون پر گواہ ہون مترجم کہتا ہے کہ اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہت بڑی فضیلت ظاہر
ہوئی اسلئے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شہادت سے اُن کے صدق ایمان کو بیان فرمادین گے تو وہ لوگ تمام اُمتون پر
گواہ عادل بنائے جاوین گے چنانچہ قولہ تعالی لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا الآیہ۔ شرح سیقول کی تفسیر مین
مفصل بیان گذرا ہے اور پارہ والمحصنات قولہ تعالی جئنا بک علی ہؤلاء شہیدا الآیہ۔ کی تفسیر مین بھی توضیح گذر چکی ہے پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے اعلی طبقے کے واسطے شاہد ہین تو اس طبقہ مین سے جو ایمان لائے اُن کے واسطے آپ کی شہادت کمال
رحمت ہے بخلاف اُن کے اُسوقت جو لوگ کافر و منافق ہوئے اُن کے حق مین آپ کی شہادت سے کمال ذلت و عذاب ہے۔ رازی رح
نے کہا کہ میرے نزدیک اولی یہ ہے کہ شاہد کے یہ معنی ہین کہ آپ گواہی دیتے ہین کہ لا الہ الا اللہ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ شہد اللہ انہ لا الہ
الا ہو والملائکۃ واولوا العلم الآیہ پس اولوا العلم مین انبیا علیہم السلام کی شہادت ہے کہ لا الہ الا اللہ اور اللہ تعالی نے فرمایا فاعلم انہ لا الہ
الا اللہ یعنی دلی یقین سے گواہی دے کہ اللہ تعالی کے سوائے کوئی الوہیت والا نہین ہے پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی توحید کے واسطے شاہد کیا مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ اس صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کیونکر نکلی
تو جواب یہ ہے کہ اُس سے بے انتہا مدح نکلی کہ جسکا قیاس نہین ہوسکتا ہے اسکا بیان یہ ہے کہ کسی بات پر شاہد ہونا جبھی ہے کہ شہود وحضور
ہو یعنی جو شخص حاضر نہ ہو وہ شاہد نہین ہوسکتا ہے پس تمام مخلوقات تو علم پر شاہد ہین یعنی اُن کے دل مین یقین ہے کہ لا الہ الا اللہ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضوری کے ساتھ شاہد ہین کہ لا الہ الا اللہ صفت دوم یہ کہ آپ کو بشارت دینے والا فرمایا یعنی جو لوگ
لا الہ الا اللہ پر ایمان لائے اور فرمان بردار ہوئے تو اُن کے حق مین درجات عالیات جنت کی بشارت آپ کی زبان مبارک سے

قطعی ہے سوم یہ کہ آپ کو نذیر کیا یعنی جسنے آپ کی شہادت کو نہ مانا اُس کے حق مین درکات جہنم کا عذاب سنانا آپ کی زبان پر ٹھہرے قطعی ہے
اسی واسطے توریت وانجیل مین اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ مین خاتم النبیین پیغمبر بھیجنے والا ہون پھر آپ کے صفات بیان کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
اپنا کلام اُسکے منھ مین ڈالیگا وہ جو کچھ کہے گا اللہ تعالیٰ ہی کا کلام کہے گا کچھ اپنی طرف سے نہین بولے گا اور آخر مین بیان ہے کہ اُس کی
زبان سے اللہ تعالیٰ بہت بندون کو جنت سے سرفراز کریگا اور بہت منکرون کو جہنم مین ڈالے گا مترجم کہتا ہے کہ جس نے دیدۂ انصاف
کھول کر اس بشارت کو دیکھا تو وہ فوراً یقین کر لیتا ہے کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ کسی پیغمبر کے واسطے صادق نہین ہے اور اس بشارت
مین جتنی صفتین مذکور ہین سب قرآن مین جابجا موجود ہین اور وحی الٰہی آپ ہی کی زبان سے پہونچائی گئی اس طرح کہ خالص وحی پہونچی
بخلاف انبیائے سابقین کے کہ اُن پر کتاب کے لباس مین وحی آتی تھی الحاصل اللہ تعالیٰ نے مومنون کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
حاضر کر کے خطاب فرمایا اور یہ مومنون کے واسطے بہت بڑا فخر ہے یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا مین حاضر
کر کے یون خطاب کیا کہ اے محمد ہم نے تجکو شاہد و مبشر و نذیر بھیجا ۔ لِتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ ۔ تاکہ اے مومنو
تم لوگ اللہ و اسکے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی نصرت مین تعظیم سے یکدل ہو جاؤ اور رسول کی توقیر کرو ف ابن عباس وغیرہ رضی اللہ عنہم نے
فرمایا کہ تعزروہ اے تعظموہ یعنی رسول کی تعظیم کرو اور توقروہ یعنی اُسکی جلالت شان کی توقیر و احترام رکھو پس اہل ایمان کے واسطے بہت بڑا
انعام ہے کہ ایسا رسول پاک اُن پر مبعوث فرمایا جسکی پاکیزہ صفات شاہد و مبشر و نذیر ہین تاکہ مومنون کو یہ کرامت حاصل ہو کہ یکدل اسکی
نصرت کرین مگر کمال تعظیم کے ساتھ اور ہمہ تن اُسکی توقیر کرین مگر کمال تبجیل و ادب کے ساتھ کیونکہ جبتک یہ بات نہو تب تک ایمان ٹھیک نہو گا
کیونکہ شان الٰہی سبحانہ تعالیٰ ایسی اعلیٰ و اجل ہے کہ وہان مخلوقات کا وہم و خیال بھی نہین پہونچتا ہے تو اپنی الوہیت کمال اور عظمت و بزرگی
کا ظہور اپنے حبیب رسول سے فرمایا کہ اُس کو شاہد و مبشر و نذیر کر کے بھیجا تاکہ اُسپر ایمان لا کر وہ اُس کی تعظیم و توقیر کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان پاوین لہذا
فرمایا وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔ اور تسبیح کرو اللہ تعالیٰ کی دن کے اول مین اور آخر مین ف پس یہ تسبیح عین ایمان سے مقبول بارگاہ
کبریائی ہے اور نکتہ یہ ہے کہ تسبیح الٰہی بعد اس بیان کے لاحق فرمائی اور تسبیح کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ کا پاک ہونا ہر وہم و خیال سے بیان
کرے چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ظہور صفات کو بیان فرمایا تھا تو شاید یہان وہم و خیال مانند یہود و نصاریٰ کے غلبہ کرتا
کہ حلول ہے یا تشبیہ ہے لہذا تنبیہ فرمائی کہ اس ظہور کمال کی تعظیم و توقیر کے باوجود اللہ سبحانہ تعالیٰ کی تسبیح کرو کہ وہ مخلوق کے لگاؤ سے
پاک ہے اور تمھارا وہم و خیال جو کچھ تمھارے ذہن مین لاوے وہ سب تمھارے تصور مین پیدا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی
تصور مین پیدا ہو مترجم کہتا ہے کہ یہ بہت لطیف و باریک نکتہ ہے جسکو یہود و نصاریٰ وغیرہ بالکل نہ سمجھے اور حلولیہ فرقہ و مشبہہ فرقہ سب گمراہ
ہوئے اگر اتنا سمجھ لیتے کہ ہم لوگ مخلوق ہین اور جو کچھ ہمارے تصور و خیال مین آوے وہ ہمارے اندر مخلوق ہے پھر بھلا وہ اللہ تعالیٰ کی صفت
کیونکر ہو سکتی ہے کیونکہ وہ مخلوق ہونے سے پاک ہے لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر اس کے مثل کوئی چیز نہین ہے اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے
پس پہلے اُن کو ہوشیار کر دیا کہ خوب یقین کر لو کہ اُس کے مثل کوئی چیز نہین ہے پھر اپنی صفت سے آگاہ فرمایا کہ وہ سمیع و بصیر ہے تاکہ بندے
یہ یقین کر لین کہ سمیع و بصیر ہونا اُس کی صفت ہے ولیکن تصور نہ باندھین کیونکہ اُن کے تصور مین جو کچھ آیا وہ تو اُن کا حقیر تصور ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ
نے پہلے آگاہ کر دیا تھا کہ اُس کے مثل تو جہان مین کوئی چیز نہین ہے پھر مومن ایسا احمق نہین ہوتا ہے جو اپنے تصور کی حقیر چیز کو اللہ تعالیٰ کی
شان تصور کرے کیونکہ یہ محض احمق کا کام ہے اور احمق وہی ہوتا ہے جو ایمان سے محروم ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

تکریم فرمائی اور مومنون کو شرافت عطا فرمائی بذریعہ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ [illegible] کرتے ہین وہ سوائے اس کے کچھ نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہین ف یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ [illegible] تیرے ہاتھ کے نیچے اپنا ہاتھ رکھتے ہین (ہم نے بیعت قبول کی تو اس بیعت کی یہی شان ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہین [illegible] ان لوگون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے نیچے بیعت کرتے ہین یہ شرف اعلیٰ حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے بیعت پائی۔ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ۔ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھون پر ہے ف پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ فقط ظاہری واسطہ ہے اور درمیان [illegible] کچھ چیز نہین ہے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے وہ اُن کے اقرار کو سنتا ہے اور اُن کی ہیئت دیکھتا ہے اور اُن کی دلی اور ظاہری حالت کو جانتا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانی واسطہ ہین اور حقیقت مین بیعت لینے والا اللہ تعالیٰ ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے مومنون کی جانین و مال خریدے بعوض جنت کے اور بعض علماء کا کہنا [illegible] آیت قدسی کی تاکید سے یقین معلوم ہوا کہ ید اللہ اُن کے ہاتھون پر ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان سے ہوا ظاہر لیکن یہ ظہور اس انتہائے کمال پر ہے کہ بندے کو اُس کی برداشت نہین ہوسکتی ہے کیونکہ بندہ سراسر نقص ہے پس مظہر تجلی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ دیکھا ہے پس یقین یہ ہے کہ ید اللہ فوق ایدیہم ولیکن وہم و خیالات یہان بیکار ہین چنانچہ اس کی توضیح اوپر گذر چکی پس ہم ایمان لاتے ہین کہ جو کچھ فرمایا وہ عین حق ہے ولیکن تصور و خیال نہین باندھتے کیونکہ وہ تو ہمارے خیالات ہین اور یہان اللہ تعالیٰ نے اپنی شان پاک بیان فرمائی ہے پس اسکی شان قدس حق ہے اور جو کچھ کوئی شخص خیال دوڑاوے وہ باطل ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے خالص اللہ تعالیٰ کا کلمہ توحید بلند ہونے کے لئے اُس کی راہ مین تلوار کھینچی یعنی خالص جہاد کی نیت سے تلوار کھینچی تو اُسنے اللہ تعالیٰ سے بیعت پائی (ابن ابی حاتم) ابن عباس رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کے بارہ مین فرمایا کہ واللہ اس پتھر کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس شان سے اُٹھاوے گا کہ اُسکی دو آنکھین ہون گی جن سے دیکھتا ہوگا اور زبان ہوگی جس سے بولے گا اور جس شخص نے خالص نیت سے اسکو چوما ہے اُسپر صدق ایمان کی گواہی دیگا تو جس شخص نے اُس کا بوسہ لیا اُس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت پائی پھر آنحضرت نے یہی آیت پڑھی۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیہم۔ (ابن ابی حاتم) فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ۔ پھر جس شخص نے بیعت توڑی تو اُس کا توڑنا اُسی کی ذات پر ہے ف یعنی جس نے بیعت کا عہد پورا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو اسکی کچھ پروا نہین اور نہ اسکو کچھ ضرر ہے بلکہ اُسکا وبال بیعت توڑنیوالے کی جان پر ہے۔ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ اور جس نے پورا کیا یہ سب کام جسپر اللہ تعالیٰ سے عہد باندھا تھا تو نزدیک ہے کہ اللہ اسکو اجر عظیم عطا فرماویگا اور ایک قرأت مین فسنؤتیہ بصیغہ متکلم ہے یعنی نزدیک ہے کہ ہم اُس کو اجر عظیم عطا فرماوینگے اور اجر عظیم سے مراد جنت ہے لیکن اُسکو بیان نہین فرمایا کیونکہ اگر بیان کیا جاوے تو آدمی اُسکا نام ہی نام سمجھتا ہے یا انتہا درجہ جہانتک اُسکا قیاس کام کرے وہ نعمت خیال کرتا ہے اور مترجم نے چودھوین پارہ مین بہت توضیح کے ساتھ یہ مضمون بیان کر دیا کہ انسانی خیال و قیاس مین جو اعلیٰ سے اعلیٰ نعمت متصور ہو وہ تو جنت مین خواہ مخواہ حاصل ہے ولیکن اُس سے بھی بے انتہا اعلیٰ جو خیال و قیاس مین نہین سما سکتی ہو وہان موجود ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اجر عظیم فرمایا اور رب عزوجل جس کو عظیم فرماوے اسکو بندے کی مجال نہین کہ قیاس مین لاوے اور حاصل یہ ہے کہ جن باتون پر مومنون نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی

Marfat.com

زندگی کے چند دن تک لیری کے ساتھ اُن باتوں کو پورا کیا تو پھر اس کو ثواب عظیم عطا فرماویگا اور یہ وقت بہت قریب ہے اور یہاں چند فوائد
ہین فائدہ اول قولہ تعالیٰ تعزروہ اس کی تفسیر بمعنی تعظیم گذر چکی ہے لیکن اس تعظیم کے ساتھ مترجم نے یکدل ہوکر نصرت و مدد کے معنی بھی شامل
کئے اسواسطے کہ اس بارہ مین ایک حدیث روایت کی گئی ہے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت
نازل ہوئی وتعزروہ تو آپنے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اس سے کیا مراد ہے اُنھون نے عرض کیا کہ اللہ و رسول ہی کو خوب معلوم ہے
آپنے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اسکی نصرت کرو (ابن عدی و ابن مردویہ و خطیب و ابن عساکر) اور ظاہر کلام بھی اسکو شاہد ہے کیونکہ تعظیم کے معنی آگے
خود منصوص ہین اور ابن عباس و غیرہ رضی اللہ عنہم نے تعزروہ بمعنی تعظیم و تفخیم لینے سے اشارہ کیا کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مددگاری
و نصرت کرنے مین یہ خیال مت لائیو کہ جیسے آپس مین کسی کو مغلوب کمزور سمجھکر اسکی نصرت کرتے ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کو تن تنہا وہ عزت عطا فرمائی ہے کہ تمام جہان کو اُس کے مقابل ہونے کی طاقت نہین ہے چنانچہ جنگ بدر وغیرہ مین سب کو
آنکھون دکھلادیا کہ ایک مشت خاک سے لشکر کفار بھاگا اور اگر وہ کروڑون ہوتے تو بھی تاب لاتے اب سمجھنا چاہیئے کہ نصرت مین کیا حکمت
ہے تو ضرور اسکے یہی معنی ہین کہ تم لوگ رسول کی توقیر و تعظیم کے لئے اُس کے گرد و پیش اپنی جانین فدا کرو اور صحابہ رضی اللہ عنہم یہ معنی خوب سمجھتے
تھے چنانچہ جب خبیب رضی اللہ عنہ کو غدر کرنیوالے کافرون نے دھوکے سے گرفتار کرکے بعض کفار مکہ کے ہاتھ بیچا تاکہ وہ اپنے باپ و بھائی کے
عوض اُن کو مار ڈالے اور کفار نے جمع ہوکر خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر چڑھایا تو ان سے اس حالت مین قسم لی کہ سچ بتلاؤ تمہارا ابھی اس امر کو منظور کرتا
ہے کہ تم رہا ہوجاؤ اور بجائے تمہارے محمد ہون حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ او کمبختو واللہ مین یہان ہون اور کسی طرح میرا دل
گوارا نہین کرتا ہے کہ وہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک مین ایک کانٹا بھی چبھے کافرون نے یہ سنکر بہت تعجب کیا اسی طرح جنگ
احد مین ابن الربیع رضی اللہ عنہ مع ایک جماعت انصار کے شہید ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا کہ ابن الربیع
رضی اللہ عنہ کو میرا سلام کہدے یعنی آپ کو علم نبوت سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ ابھی تک اُن مین ایک رمق جان باقی ہے جب وہ شخص آیا تو
واقعی اُس نے دیکھا کہ وقت نزع ہے جب اُس نے آواز دی تو ابن الربیع رضی اللہ عنہ نے آنکھ کھولی اور روئے اور کہا کہ میری طرف سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین سلام کے بعد عرض کیجیو کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اُس کے بعد کہا کہ تو جا کر میری
قوم انصار کو بھی سلام کے بعد کہیو کہ اے لوگو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤن مین کانٹا لگا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا کچھ عذر نہ ہوگا اسکے
بعد ایلچی سے کہا کہ میرے عیش مین تم زیادہ خلل نداز مت ہو اور میرا سلام لو یہ کہکر آنکھ بند کرلی رضی اللہ عنہ اسی طرح طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ
عنہ نے احد کے روز جب کافرون نے نرغہ کیا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائین بائین چارون طرف سے پروانہ
کی طرح کافرون کو دفع کرتے تھے اور زخمون کے صدمے سے گر پڑتے پھر اُٹھکر سب طرف سے کافرون کو مارتے تھے رضی اللہ عنہ فائدہ دوم آیت
قدسی مین کس مقام کی بیعت کا بیان ہے اور بیعت کے کس قدر اقسام ہین اور اس زمانہ مین جو بیعت معروف ہے اس کا کیا حکم ہے شیخ ابن کثیر رح
نے لکھا کہ یہان جس بیعت کا ذکر ہے یہ بیعۃ الرضوان ہے اور یہ مقام حدیبیہ مین ببول کے درخت کے نیچے کھڑے ہوکر آپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے
یہ بیعت لی تھی مترجم کہتا ہے کہ بعض علمائے رح نے کہا کہ اس بات پر بیعت لی کہ کفار کے مقابلہ سے نہ بھاگین گے اور بعض نے کہا کہ مرجانے پر بیعت لی
اور بعض علمائے کہا کہ ایک جماعت سے نہ بھاگنے پر بیعت لی اور اسی جماعت مین معقل بن یسار رضی اللہ عنہ ہین اور ایک جماعت سے موت پر
بیعت لی اور اسی جماعت مین سے سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ ہین مترجم کہتا ہے کہ موت پر بیعت نہین لی گئی اگرچہ سلمہ رضی اللہ عنہ سے

Marfat.com

صحیح مین روایت ہی کہ ہم نے موت پر بیعت کی ولیکن دوسری روایت صحیح مین جب سلمہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ [illegible] خود ظاہر ہی اسواسطے کہ موت پر بیعت دینے کے کچھ معنی نہین ہو سکتے ہین کیونکہ اگر یہ مراد ہو کہ ہم ضرور اس لڑائی مین مرجاوینگے تو [illegible] اختیار مین نہین ہی اور نہ کوئی شخص اسکا وقت جانتا ہے اور اگر یہ معنی ہین کہ ہم برابر لڑینگے اگرچہ مرجاوین تو اسکا یہی حاصل ہے کہ ہم ہرگز [illegible] بھاگینگے پس معلوم ہوا کہ اصل بیعت یہی تھی اور اسکے واسطے یہ بات لازم ہی کہ موت سے کچھ خطر باقی نہ رکھا جاوے اسیواسطے سلمہ رضی اللہ عنہ نے کبھی یون کہدیا کہ ہم نے موت پر بیعت کی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم اور واضح ہو کہ حدیبیہ ایک چھوٹا گاؤن ہے اور وہان سے مکہ تک ایک مرحلہ یا اُس سے کم ہے اور وہان ایک کنوان ہے اُسی کے نام سے حدیبیہ مشہور ہی پھر اسمین اختلاف ہی کہ مکہ کے گرد جسقدر زمین حرم ہی آیا حدیبیہ اسی حرم مین سے ہی یا خارج ہی تو امام مالک نے کہا کہ وہ داخل حرم ہی اور ابن القصارؒ نے کہا کہ تھوڑا حرم ہے اور تھوڑا حل ہی اور طحاویؒ نے بھی ظاہرا اسپر اقتصار کیا واللہ تعالیٰ اعلم۔ م۔ شیخ کی تفسیر مین ہی کہ اس روز صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت ایک قول مین ایک ہزار پانچ سو تھی اور ایک قول مین ایک ہزار چار سو تھی اور یہی صحیح ہی مترجم کہتا ہی کہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہی کہ چار سو سے کچھ زیادہ تھے لہذا کبھی یہ کسر چھوڑدی تو ایک ہزار چار سو روایت کیئے اور کبھی اس کسر کو بھی پورا کر کے ایک ہزار پانچسو روایت کئے واللہ تعالیٰ اعلم پھر شیخ نے ان احادیث کو بالاستیعاب بیان فرما کر کیا جو اس بارہ مین وارد ہوئی ہین لیکن مترجم کے نزدیک پسندیدہ نظر آیا کہ انکا خلاصہ مع زائد فوائد کے درج کیا جاوے صحیح بخاری مین حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے آیا کہ حدیبیہ مین ہم لوگ ایک ہزار چار سو تھے (مسلم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہ حدیبیہ مین اپنا ہاتھ رکھا تو آپ کی اُنگلیون کے درمیان سے پانی کا فوارہ جوش مارتا تھا یہانتک کہ سب لشکر سیراب ہوگیا (صحیحین) مترجم کہتا ہی کہ اس کی توضیح دوسری روایت مین اسطرح مذکور ہی کہ جب چاہ حدیبیہ پر لشکر اُترا تو اسقدر پانی کھینچ لیا کہ اُس مین قطرہ نہ رہا اور لوگون کو پیاس کی اور وضو کرنے کی ضرورت پیش آئی تو آپنے مانگا کہ کسی برتن مین کچھ پانی ہے پس آپ کے سامنے ایک لوٹا آیا جسمین کسی قدر پانی تھا پھر آپنے کچھ کلمات فرمائے اور لوٹے کے منھ پر ہاتھ رکھکر بٹھایا اور آواز دی گئی کہ جس کو حاجت ہو وہ پانی لے پس لوگ اپنے برتنون مین بھرتے جاتے اور بعضے اُس سے لیکر وضو کرتے جاتے اور بعضے پیتے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی آپ کی اُنگلیون سے مثل فوارہ کے جوش مارتا ہے بعض صحابہ کو سب سے زیادہ یہی خواہش تھی کہ اس برکت کے پانی سے جہانتک ہو سکے سیر ہون حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ ایک ہزار چار سو تھے اور اگر ہم ایک لاکھ ہوتے تو بھی ہم کو کافی ہوتا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر دیا کہ چاہ حدیبیہ مین ڈالدیا جاوے پھر تھوڑی دیر گذری تھی کہ پانی نے جوش مارا حتی کہ برابر اُن کے واسطے کافی رہا یہانتک کہ حدیبیہ سے کوچ کیا گیا اور صحیحین کی ایک روایت مین حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگ ایک ہزار پانچسو تھے اور صحیح بخاری کی ایک روایت مین ہے کہ قتادہؒ نے سعید بن المسیبؒ سے پوچھا کہ بیعۃ الرضوان مین کتنے لوگ حاضر تھے فرمایا کہ پندرہ سو تھے مین نے کہا کہ جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ چودہ سو تھے فرمایا کہ جابر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ رحمت فرماوے اُن کو وہم ہوگیا ہوگا کیونکہ انھون نے خود مجھ سے روایت فرمائی کہ ہم لوگ پندرہ سو تھے اور عوفی نے بھی ابن عباس سے روایت کی کہ پندرہ سو تھے ولیکن جابر رضی اللہ عنہ سے مشہور روایت یہ ہے کہ چودہ سو تھے یہی بیہقی وحاکم نے سعید بن المسیب کے والد سے روایت کی اور یہی حضرت سلمہ بن الاکوع ومعقل بن یسار وبراء بن عازب رضی اللہ عنہم نے روایت کیا اور یہی عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کمافی الصحیحین مترجم کہتا ہے کہ بقول بعض علماء کے موافقت روایات کی یہی صورت ہی کہ تعداد مین چودہ سو اور پندرہ سو کے درمیان مین تھے

(بیعۃ الرضوان کا بیان) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہونچی کہ کفار مکہ اس بات پر آمادہ ہین کہ رسول اللہ صلعم اور آپکے اصحاب کو

خانہ کعبہ کا عمرہ ادا کرنے سے روکین اور قتال کرین تو آپ حدیبیہ پر ٹھہر گئے اور منافقون کو یقین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی جن کی تعداد بہت قلیل ہے اُن مین سے ایک بھی بچ کر اپنے گھر نہ آئے گا محمد بن اسحاق نے مغازی مین ذکر کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بلا کر چاہا کہ مکہ بھیجین تاکہ سرداران قریش کو آگاہ کرین کہ ہم لڑائی کے واسطے نہین آئے بلکہ ہم خانہ کعبہ کا عمرہ ادا کرنے آئے ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے تعمیل ارشاد مین کچھ عذر نہین ہے ولیکن قریش میرے جانی دشمن ہین اور میری قوم والے بنی عدی بن کعب بھی کوئی میری حمایت کرنیوالے نہین ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ مین نے اسلام لاکر قریش پر کس قدر سختی کی اور کیسی عداوت میرے اُن کے درمیان پڑ گئی ہان مین آپ کو ایسا شخص بتلاؤن جس کے حمایتی مجھ سے بہت زیادہ ہین اور وہ عثمان بن عفان ہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو پسند فرمایا اور عثمان کو ابوسفیان و سرداران قریش کے پاس بھیجا تاکہ اُن کو آگاہ کرین کہ آپ لڑنے نہین آئے بلکہ خانہ کعبہ کی زیارت و تعظیم و حرمت کے لئے آئے ہین پس عثمان رضی اللہ عنہ روانہ ہو کر مکہ کے کنارے پہونچے یا مکہ مین داخل ہو گئے کہ ناگاہ ابان بن سعید بن العاص سے ملاقات ہوئی تو اُنھون نے سامنا کیا پھر کہا کہ اچھا مین تم کو اپنی پناہ مین لیتا ہون یہان تک کہ تم اپنے سردار کا پیغام پہونچاؤ پس عثمان رضی اللہ عنہ روانہ ہو کر ابوسفیان و دیگر سرداران قریش تک پہونچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ادا کیا وہ لوگ یہ سنکر بڑبڑائے ولیکن عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور کہا اگر تم کو خانہ کعبہ کا طواف کرنا منظور ہے تو طواف کر لو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ مین ایسا نہین ہون کہ تنہا طواف کرون جبتک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا طواف نہ کرین قریش یہ سنکر غصہ ہوئے اور عثمان رضی اللہ عنہ کو محبوس کر لیا پس یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مسلمانون کو پہونچی کہ قریش نے عثمان رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے مار ڈالا جب یہ خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عثمان قتل ہوا تو مین یہان سے نہین ہٹونگا یہانتک کہ قریش سے قتال کرون اور آپ نے قوم کو تیار رہنے کا حکم دیا پھر لوگون کو بیعت کے واسطے بلایا پس یہی بیعۃ الرضوان ہے جو ایک درخت کے نیچے واقع ہوئی مترجم کہتا ہے کہ بیعت کرنے والون پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی نازل فرمائی کیونکہ انھون نے باوجود اسقدر قلت کے اپنے یقین مین اللہ تعالیٰ کے واسطے جان دینے مین دریغ نہین کیا اور آیندہ آیت مین انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے۔ و راوی نے کہا کہ لوگون مین یہ مشہور تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے موت پر بیعت لی اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ موت پر بیعت نہین لی تھی بلکہ ہم لوگون سے اس بات پر بیعت لی تھی کہ ہم نہین بھاگین گے پھر لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیعت دی و جسقدر لوگ اس لشکر مین حاضر تھے کوئی بھی باز نہین رہا سوائے ایک شخص کے جو قبیلہ بنو الانصار کے بنو سلمہ مین سے تھا جسکا نام جد بن قیس تھا جابر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ واللہ گویا مین اسکو دیکھ رہا ہون کہ وہ لوگون سے چھپکر اپنے ناقہ کے پیٹ مین چپٹا ہوا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہونچی کہ عثمان زندہ ہین اور مقتول ہونے کی خبر باطل تھی اور ابو الزبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے جابر رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند روایت کیا اور آخر مین بیان کیا کہ قریش نے عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس روک لیا اور اپنی طرف سے مکرز بن حفص کو اور حویطب بن عبدالعزیٰ کو اور سہیل بن عمرو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا یہ لوگ گفتگو کر رہے تھے کہ اتنے مین بعضے مسلمانون و بعضے مشرکون مین کچھ سخت کلامی واقع ہوئی یہانتک کہ باہم تیر و پتھر بھی مارے اور دونون فریق نے قتال کے واسطے باہم پکار دیا اور ہر فریق نے ایلچیون کو اپنے پاس روک لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آواز دی کہ اے لوگو ابھی روح القدس نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے بیعت کا حکم دیا پس تم لوگ اللہ تعالیٰ کے نام پر اُٹھو اور بیعت کر لو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے

کھڑے تھے کہ مسلمان سنتے ہی جوش کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بیعت کرنے کیلئے دوڑے اور اپنے ہاتھ بیعت دی کہ ہم
ہرگز نہین بھاگین گے یہ دیکھکر مشرکون پر رعب چھا گیا اور اُنھون نے عثمان رضی اللہ عنہ کو فوراً چھوڑ دیا اور صلح کی خواہش کی بیہقی
نے انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی ہو اُسوقت عثمان رضی اللہ عنہ
آپ کی طرف سے ایلچی ہوکر اہل مکہ کے پاس تھے پس جب لوگون سے بیعت لی تو بلند آواز سے فرمایا کہ الٰہی عثمانؓ تیرے رسولؐ کے
کام پر گیا ہے اور یہ عثمان کا دست بیعت ہے پس آپنے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھا انس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ سبحان اللہ عثمان
کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ سب لوگون کے ہاتھ سے کس قدر افضل ہوا ابن عمرؓ نے بھی روایت کیا کہ رسول اللہ صلعم نے عثمانؓ کیلئے
اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھا مترجم کہتا ہے کہ یہ صحیحین کی روایت مین متواتر ہے شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلعم
نے اس بیعت کیواسطے لوگون کو بلایا تو سب سے پہلے جو شخص آپ تک پہونچا وہ ابوسنان الاسدیؓ ہین کہ اُنھون نے پہونچکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ
ہاتھ بڑھایئے مین آپ کو بیعت دیتا ہون آپنے فرمایا کہ تو کس بات پر مجھے بیعت دیتا ہے ابوسنان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ چاہتے
ہین اور جو کچھ آپکے دل مین ہو مین نے سب پر آپکو بیعت دی بخاریؒ نے روایت کی کہ نافع رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ لوگون مین مشہور ہے کہ
عبداللہ بن عمر اپنے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے یہ کلام بطور حقیقت نہین ہے یعنی بطور مجاز کے ایک لطیفہ ہے اور اسکا
منشا یہ واقع ہوا کہ جب قتال کے واسطے سامان کا حکم ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر کو بھیجا کہ فلان انصاری کے پاس
جا کر میرا گھوڑا لاؤ تا کہ اُسپر سوار ہوکر قتال کرون جب عبداللہ روانہ ہوئے تو اُنھون نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت
کے نیچے کھڑے ہوئے بیعت لیتے ہین اور بیعت کا منادی پکارتا ہوا ابھی تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک نہین پہونچا تھا اور عبداللہ رضی اللہ
عنہ کو درمیان مین یہ معلوم ہوگیا تو اُنھون نے پیش قدمی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیعت دیدی پھر جا کر وہ گھوڑا لے کر حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے اور دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سامان جنگ پہن رہے ہین پس اُن کو آگاہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم اُس درخت کے نیچے بیعت لیتے ہین تو فوراً جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیعت دی پس اسی سے لوگون نے یہ لطیفہ نکالا کہ عمر سے
پہلے ابن عمر اسلام لائے مترجم کہتا ہے کہ دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے دور سے ہجوم دیکھا تھا تو عبداللہ بن عمر کو
بھیجا کہ دیکھ یہ ہجوم کیسا ہے اور گھوڑا لیتے آنا چنانچہ بخاریؒ نے خود عبداللہ بن عمر سے روایت کی کہ اس میدان مین لوگ دور تک درختون کے سایہ مین
متفرق تھے کہ ناگاہ نظر آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپکے صحابہ گھیرے ہوئے ہین پس عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عبداللہ جا کر دیکھ کہ
کیا بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد لوگ جمع ہین عبداللہ جب وہان پہونچے تو دیکھا کہ لوگ بیعت کر رہے ہین پس عبداللہ نے بھی بیعت
کرلی پھر لوٹ کر عمرؓ کو آگاہ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر بیعت کی وقد رواہ البیہقی جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بیعت حدیبیہ کے روز ہم لوگ ایک ہزار
چار سو تھے پس ہم سب نے بیعت کی اور عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور آپ ایک ببول کے درخت کے نیچے تھے
مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنی یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لینے کے واسطے اپنا مبارک ہاتھ بڑھایا تھا اور ایک ایک کر کے لوگ بیعت
کرتے جاتے تھے پس عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو اپنے دونون ہاتھون سے تھام لیا تا کہ آپکے ہاتھ کو تکلیف نہ ہو
کیونکہ بہت دیر تک ہاتھ بڑھائے رکھنا پڑا اس روایت سے یہ فائدہ بھی ظاہر ہوگیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اگرچہ عبداللہ بن عمر کے بعد آئے لیکن
حضرت جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے پہلے آگئے تھے کیونکہ اُنھون نے ہجوم ہوتے ہی خبر پائی تھی اور جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم نے اس بات پر

Marfat.com

بیعت کی تھی کہ نہین بھاگین گے اور ہم نے مرجانے پر بیعت نہین کی تھی رواہ مسلم۔ اور معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے بھی بیان کیا کہ بیعۃ الرضوان
کے دن مین درخت کیکر کی شاخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے اوپر کھینچکر ہٹائے ہوئے تھا تاکہ آپکے عمامہ مین نہ اوبھے) اور ہم لوگ
چودہ سو تھے اور کہا کہ ہم نے موت پر بیعت نہین کی تھی بلکہ ہماری بیعت یہ تھی کہ ہم نہین بھاگین گے (صحیح مسلم) اگرچہ ہم مار ڈالے جاوین قال البخاری
حدثنا المکی بن ابراہیم عن یزید بن ابی عبید عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ الخ سلمہؓ نے کہا کہ مین نے درخت کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
بیعت کی تو یزید بن ابی عبید نے پوچھا کہ اے ابو مسلم اُس روز تم کس بات پر بیعت کرتے تھے فرمایا کہ مرجانے پر بیعت کرتے تھے مترجم کہتا ہے
یعنی نہ بھاگین گے اگرچہ مر جاوین اور یہ حدیث ثلاثی ہے یعنی فقط تین ثقات راوی ہین قال البخاری حدثنا ابو عاصم حدثنا یزید بن ابی عبید
عن سلمۃ رضی اللہ عنہ الخ سلمہؓ نے کہا کہ حدیبیہ کے روز مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی پھر ایک طرف کھڑا ہو گیا پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیانی لوگون مین مجھ سے خطاب فرمایا کہ اے سلمہ تو بیعت نہین کرتا ہے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین تو بیعت
کر چکا ہون فرمایا کہ پھر پیشقدمی کر کے بیعت کر تو مین نے قریب ہو کر دوبارہ بیعت کی یزیدؒ نے پوچھا کہ آپ کس بات پر بیعت کرتے تھے
فرمایا کہ موت پر رواہ مسلم ایضاً بیہقیؒ نے اپنی اسناد کے ساتھ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم لوگ چودہ سو کی جماعت سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چاہ حدیبیہ پر آکر اُترے اور اس کنوین سے پینے والی پچاس بکریان تھین وہ بھی سیراب ہوتی تھین پھر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے کنارے بیٹھے اور مجھے یاد نہین کہ آپنے دعا فرمائی یا آمین اپنا لب مبارک ڈالدیا (یا ایک تیر ڈالدیا)
پس اُسکا پانی اُبل آیا کہ ہم لوگون نے خود پیا اور اپنے جانورون کو پلایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کیلئے درخت کے نیچے لوگونکو
بلایا پس مین نے اول گروہ مین شامل ہو کر بیعت کی پھر آپ بیعت لیتے رہے یہان تک کہ جب درمیانی لوگون نے بیعت شروع کی تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے سلمہ مجھ سے بیعت کر مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین تو اول گروہ مین بیعت کر چکا ہون آپنے فرمایا کہ اور
ابھی بس مین نے دوبارہ بیعت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو بغیر ڈھال دیکھا تو مجکو چمڑے کی ڈھال یا پوری ڈھال عنایت
فرمائی پھر آپ لوگون سے بیعت لیتے رہے یہانتک کہ آخری لوگون کی بیعت مین مجھ سے فرمایا کہ اے سلمہ تو بیعت نہین کرتا ہے مین نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ مین تو اگلے لوگون مین اور درمیانی لوگون مین بیعت کر چکا ہون فرمایا کہ ابھی سہی پھر مین نے تیسری بار آپسے بیعت کی پھر
آپنے مجھ سے پوچھا کہ اے سلمہ جو ڈھال مین نے تجھے دی تھی وہ کیا ہوئی تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے اپنے چچا عامر کو دیکھا کہ اُنکے
پاس ڈھال نہین پھر تو مین نے یہ ڈھال اُن کو دیدی یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیئے پھر فرمایا کہ تیری وہ مثل ہے جو اگلون مین سے
کسی نے کہی تھی کہ الٰہی مجھے ایسا حبیب دیدے جو مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب ہو سلمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر مشرکین مکہ نے صلح کے لئے ہمارے
پاس ایلچی بھیجے حتی کہ دونون طرف سے آمد و رفت ہو کر صلح قرار پائی سلمہؓ نے کہا کہ مین اپنے اہل و مال کو چھوڑ کر اللہ و رسول کی طرف ہجرت
کر آیا تھا تو یہان طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے ایک گھوڑے کی خدمت کرتا اُس کو پانی پلاتا اور اُس کی پرداخت کرتا اور طلحہ رضی اللہ عنہ کے
ساتھ مین کھانا کھایا کرتا تھا پھر جب ہم نے اور اہل مکہ نے صلح کی تو باہم بخوف ہو کر اختلاط ہو گیا پھر مین ایک درخت کے نیچے آیا اور اُس کے کانٹے
جھاڑ ڈالے اور اُس کی جڑ مین ذرا سا سایہ پا کر لیٹ رہا اتنے مین مکہ کے چار مشرک آئے اور میرے قریب ایک جگہ بیٹھکر اپنی باتون مین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کرنے لگے پس مجھے ان لوگون سے غصہ آیا (یعنی صلح کی وجہ سے بدعہدی نہین کر سکتا تھا) اور مین وہان سے ہٹ کر دوسرے
درخت کے نیچے جا کر لیٹا اور ان لوگون نے اپنے ہتھیار ٹانگ دیئے اور لیٹ رہے اتنے مین مین نے سنا کہ نشیب وادی کی طرف سے ایک شخص پکارتا ہے

یا آل المہاجرین آگاہ ہو جاؤ کہ وہ ہشیم شہید کیا گیا پس میں نے اپنی تلوار کھینچ لی اور اُنھیں چاروں پر جو اسوقت سوتے تھے حملہ کیا اور
اُن کے ہتھیار لیلیئے اور اُن کو ساخون کے گھٹے کی طرح سب کو ایک سنی میں لپیٹ کر لیچلا اور میں نے اُن سے کہدیا کہ قسم اُس پاک ذات کی جس نے
چہرہ مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مکرم فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کسی نے سر اُٹھایا تو اُس کی اسی کھوپڑی پر مار کرون گا جسمیں اُسکی دونون آنکھیں
چمکتی ہین پھر میں کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور میرے چچا عامر بھی مشرکین میں سے ایک شخص کو جسکا نام مکرز تھا کھینچتے
ہوئے لائے یہانتک کہ ہم نے ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا کیا اور کل ستر مشرکین گرفتار کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے حاضر کیے گئے (وہ لوگ اپنی جان سے مایوس ہو کر بدحواس تھے) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مشرکون کو دیکھکر فرمایا کہ ان لوگون
کو چھوڑ دو تاکہ بدعہدی کی ابتدا انھین کی طرف سے ہو اور انتہا بھی انھین پر ہے یعنی انھین پر اسکا وبال ہو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اُنکو عفو کر دیا اور اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ ہو الذی کف ایدیہم عنکم و ایدیکم عنہم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیہم الآیۃ یعنی اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے
جس نے تم کو بطن مکہ میں مشرکون پر قابو دینے کے بعد تمھارے ہاتھون کو مشرکون سے روکا اور مشرکون کے ہاتھون کو تم سے روکا۔ رواہ مسلم سعید
بن المسیبؓ نے فرمایا کہ میرے والد رضی اللہ عنہ بھی اُن لوگون میں سے تھے جنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درخت کے نیچے بیعت دی تھی
اُنھون نے بیان کیا ہے کہ پھر جب ہم لوگ دوسرے سال حج کے لیے گئے تو وہ درخت متبرک جس کے نیچے بیعۃ الرضوان واقع ہوئی تھی ہم پر پوشیدہ
کر دیا گیا پھر اگر اب تم لوگون کے لیے وہ ظاہر ہوگیا ہے تو تم خوب جانو (الصحیحین) مترجم کہتا ہے کہ زمانہ تابعین میں کچھ لوگون نے ایک درخت کو
متبرک ٹھہرایا تھا اور دعوی کرتے تھے کہ یہی وہ درخت ہے جسکے نیچے بیعۃ الرضوان واقع ہوئی تو مسیب رضی اللہ عنہ نے اُن کی اس حرکت پر انکار
کیا اور فرمایا کہ تم لوگ بڑے جاننے والے ٹھہرے حالانکہ ہم لوگ جنھون نے اس درخت کے نیچے بیعت کی تھی ہمارا تو یہ حال ہوا کہ بیعۃ الرضوان کے
دوسرے ہی سال ہر چند وہ مقام تلاش کیا مگر متعین نہ ہوا کیونکہ وہ ہم پر مخفی کر دیا گیا پھر اتنی مدت کے بعد اب تمھارے لیے کہان سے ظاہر کیا گیا
ہے ور جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو بیعت کیواسطے بلایا تو ہم نے انصار میں سے ایک شخص جد بن
قیس کو دیکھا کہ وہ اپنے اونٹ کی بغل کے نیچے چھپا ہوا ہے (رواہ مسلم) یعنی یہ شخص منافق تھا۔ جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ
بیعت حدیبیہ میں چودہ سو تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ آج تم لوگ سب روئے زمین والون سے بہتر ہو جابر رضی اللہ
عنہ نے کہا کہ اگر میری آنکھون کی بینائی باقی ہوتی تو میں تم کو اس درخت کا ٹھکانا دکھلا دیتا جس کے نیچے بیعت واقع ہوئی تھی (الحمیدی)
سفیان نے کہا کہ لوگون نے اس درخت کے بارے میں اختلاف کیا تھا تو جابر رضی اللہ عنہ نے اسی کے متعلق یہ بیان کیا کہ اگر میری بینائی
برقرار ہوتی تو میں تم لوگ اُسکا ٹھکانا ٹھیک بتا دیتا اگر کہا جاوے کہ مسیب رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ہم لوگون پر مخفی کر دیا گیا تھا تو پھر جابر رضی اللہ
عنہ کیونکر بتلا دیتے مترجم کے نزدیک جواب یہ ہے کہ اصل مقصود الٰہی اس درخت کی نسبت اخفا تھا نہ آنکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھلا دیا جاوے پس
جو لوگ دیکھتے تھے اُن کو بھلا دیا گیا اور جابر رضی اللہ عنہ کو بھلایا نہیں گیا لیکن وہ دیکھتے نہ تھے تو بھی اخفا ہو گیا اور شاید حکمت اسمین یہ تھی کہ طبقہ صحابہ
و تابعین جو اہل معارف ہین یہ تو اس درخت سے برکات کا قصد کرتے لیکن جب زیادہ زمانہ گذرتا تو عوام الناس اسکو پرستش گاہ بناتے اور جہال عرب
مین شرک کی جو رسومین زمانہ کفر مین جاری تھین ویسی صورت پیدا ہو جاتی اور اُس سے تبرک کی منفعت اتنی نہ ہوتی جتنی مشرکون کو اس سے شرک
کی مضرت ہوتی اسیواسطے فقہاء اُمت نے اتفاق کیا ہے کہ جس امر مستحب سے ثواب کی اُمید ہو اگر یہ دیکھا جاوے کہ لوگ اپنی بیہودگیون سے اسمین
بدعتین نکالین گے تو اسکو ترک کرنا چاہیئے کیونکہ ثواب کے واسطے نہایت اعلیٰ طریقے موجود ہین (فضائل بیعۃ الرضوان) اُس کی فضیلت

خود قرآن مجید مین منصوص ہے اور رضوان الٰہی سے بڑھکر کیا چیز چاہیئے وقال تعالیٰ رضوان من اللہ اکبر یعنی جنت کی تمام نعمتون کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضوان سب سے بڑھکر ہے۔ھ لیکن رضوان کی شان اسوقت انسان کے وہم وقیاس سے اسقدر بالا ہے کہ وہ کسی طرح نہین خیال کر سکتا ہے اور جب جنت مین نیک بندے کو حاصل ہوا تو اُسوقت جانے گا والحمد للہ رب العالمین جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگون نے اس درخت کے نیچے بیعت کی ہے کوئی اُن مین سے جہنم مین داخل نہوگا امام احمد بسند صحیح۔ اور جابر رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس درخت کے نیچے جن لوگون نے بیعت کی سب جنت مین داخل ہونگے سوائے سرخ اونٹ والے کے پس ہم لوگ جلدی دوڑے کہ اس شخص کو سمجھاوین تو ہم نے دیکھا کہ اُسکا اونٹ گم ہو گیا ہے پس ہم نے اُس سے کہا کہ چل کر بیعت کرلے وہ بولا کہ اگر مجھے میرا اونٹ مل جاوے تو اُس سے بہتر ہے کہ مین چلکر بیعت کرون (ابن ابی حاتم) حاشیہ مین یہ مراد نہین ہے کہ جسکا اونٹ سُرخ ہو وہ خارج ہے بلکہ یہ خاص شخص تھا جسکو آپنے تعیین فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو اس لفظ سے پہچانتے تھے کیا نہین دیکھتے ہو کہ سب اُس کی طرف دوڑے اور یہ شخص منافق تھا اور چونکہ وہ اس قابل نہ تھا تو بیعت سے بھی محروم کیا گیا اور اس آفت مین پھنسا دیا گیا کہ اُسکا اونٹ گم گیا اور شاید یہ وہی شخص ہے جسکا نام جد بن قیس بیان کیا گیا ہے کیونکہ وہ بھی مشہور منافق تھا واللہ تعالیٰ اعلم اور اسی طرح سُرخ اونٹ والا دوسرے موقع پر بھی جب شان رحمت کا نزول تھا وہ کمبخت محروم رہا چنانچہ وہ بھی جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مرار گھاٹی پر چڑھ جائے تو اُس کی بُرائیان ویسی ہی ساقط کردیجاوین گی جیسے بنی اسرائیل سے ساقط کی گئین تھین۔ یعنی قولہ قولوا حطۃ نغفر لکم خطایاکم الآیہ پس سب سے پہلے انصار خزرج مین سے ایک گروہ چڑھ گیا پھر اُن کے بعد دیگر لوگون نے مبادرت وجلدی کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ سب بخشدیئے گئے سوائے اُس سُرخ اونٹ والے کے تب ہم نے جاکر اس شخص سے کہا کہ چل تیرے واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار کردین گے وہ بولا کہ واللہ اگر مجھے اپنا گما ہوا اونٹ مل جاوے تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ تمھارے صاحب میرے لئے مغفرت مانگین (رواہ عبد اللہ بن احمد) ام مبشر انصاریہ کہتی ہین کہ مین حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی کہ وہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انشاءاللہ تعالیٰ جن لوگون نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے اُن مین سے کوئی بھی آگ مین داخل نہ ہوگا حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیون نہ داخل ہوگا پس آپنے حفصہ رضی اللہ عنہا کو جھڑکا حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ میری غرض یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وان منکم الا وارد ہا یعنی تم مین سے کوئی نہین بچیگا مگر جہنم پر ضرور وارد ہوگا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو ورود ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیہا جثیا یعنی بعد ورود کے ہم متقین کو بچالین گے اور ظالمون کو جہنم مین گھٹنون کے بل پڑا ہوا چھوڑ دین گے (رواہ مسلم) جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک غلام شکایت کرتا ہوا آیا اور اپنی شکایت مین یہ بھی بولا کہ یا رسول اللہ یہ حاطب ضرور آگ مین جائے گا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جھوٹا ہے وہ آگ مین نہین جائیگا کیونکہ وہ بدر مین حاضر ہوا اور حدیبیہ مین حاضر ہوا ہے (رواہ مسلم) اور نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن مومنون کو بدر کی توفیق دی یا بیعۃ الرضوان کی توفیق دی تو وہ اپنے بندون کا علیم ہے کہ ان لوگون سے دنیا مین کوئی ایسا گناہ نہ ہوگا جس کا کفارہ جہنم مین ہو بلکہ اگر کچھ خطیئات واقع بھی ہوئین تو دنیا مین اُن سے کفارہ کر لیا جائے گا اور وہ ثابت قدم رہین گے کیونکہ جان دینے کا موقع سب سے زیادہ اہم ہوتا ہے اور بدر مین بھی اور بیعۃ الرضوان مین بھی ظاہری نظر کے سامنے یہی موقع تھا کہ آج ہم نے اپنے رب عزوجل کے لئے اپنی جان قربان کی کیا نہین دیکھتے ہو کہ سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے اس بیعت کی نسبت کہا کہ ہم نے

Marfat.com

موت پر بیعت کی تھی فافہم واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ (بیان اقسام بیعت) اس آیت میں دلیل ہے کہ بیعت [illegible]
اور باجماع امت ثابت ہے کہ بیعت امر شرعی ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے [illegible]
کسی فعل کے عمل کرنے پر بیعت لی گئی اور کبھی بعض ممنوعات کے ترک کرنے پر بیعت لی گئی چنانچہ احادیث میں وارد ہے کہ کبھی
لی اور کبھی جہاد پر اور کبھی نماز و روزہ وغیرہ ارکان اسلام ٹھیک ادا کرنے پر اور کبھی کفار کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے پر بیعت لی اور کبھی
و فواحش چھوڑ دینے پر بیعت لی اور کبھی بیعت عام سب کے واسطے ہوئی اور کبھی خاص حاضرین کے واسطے ہوئی اور کبھی ایک قوم خاص کی
بیعت لی اور کبھی کسی شخص خاص کی بیعت لی اور کبھی عورتوں سے حکم قرآن کے موافق خاص بیعت لی مثلاً انصار کی عورتوں نے بیعت کی
کہ ہم نوحہ نہ کریں گے اور مہاجرین جو گھر بار چھوڑ کر بالکل خالی ہاتھ آئے تھے اُن سے بیعت لی کہ تم کسی شخص سے سوال مت کرو چنانچہ اسکے
وہ لوگ اپنی بیعت پر قائم تھے اگرچہ فتوحات سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو توانگر کر دیا تھا تب بھی اُن کی یہ کیفیت تھی کہ اگر اُن میں سے کوئی
شخص اپنے گھوڑے پر سوار جاتا ہے اتفاق سے اُسکا کوڑا گر گیا تو وہ گھوڑا روک کر اُتر کر اپنے ہاتھ سے خود اُٹھاتا اور کسی سے سوال نہ کرتا کہ
تم مجھے اُٹھا دو (رواہ ابن ماجہ) اور جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے بیعت لی اور یہ بھی شرط کی کہ ہر مسلمان کے واسطے خیر خواہی
کرے کما فی الصحیح چنانچہ جریر رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت تھی کہ جب کسی شخص سے کوئی چیز خریدتے یا اُسکے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرتے تو
اُس سے کہتے تھے کہ اے برادر عزیز جس چیز میں لینا چاہتا ہوں وہ میرے نزدیک تیری نسبت اس کے اچھی ہے جو دینا چاہتا ہوں پھر اب
تم اپنی پسند سے جو مناسب سمجھو وہ کرو مترجم کہتا ہے کہ یہ بمقتضائے بیعت تھا کیونکہ خیر خواہی کے یہ معنی ہیں کہ جو اپنے واسطے پسند کرے
وہی اپنے بھائی کے واسطے پسند کرے اور جس چیز کو خود ناگوار سمجھے اُسکو اپنے بھائی کے واسطے بھی ناگوار رکھے پس جریر رضی اللہ عنہ نے
خرید و فروخت میں بھی یہ نکتہ ادراک کیا کہ خریدنے میں لامحالہ خریدار کو اپنے داموں سے زیادہ اُس مال کی غبطت ہوتی ہے تو خیر خواہی
یہ ہے کہ بائع سے آگاہ کر دے تاکہ جو کچھ وہ پسند کرے وہ اختیار کرے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار میں سے ایک
قوم سے بیعت میں یہ شرط فرمائی کہ شان الٰہی میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں اور ہر موقع پر جہاں کہیں ہوں حق
بات کہیں چنانچہ ان بزرگوں کی یہ کیفیت تھی کہ خلفاء و امراء سے اگر کوئی ایسی بات دیکھتے جو انکے نزدیک شرع میں ناگوار ہے تو فوراً اُسکو رد کر دیتے تھے اور بر موقع بر حق
بات کہدیتے تھے اگرچہ جان کا خطرہ ہو بالجملہ اقسام بیعت میں سے (۱) بیعت خلافت ہے یعنی اہل ایمان متفق ہو کر صدق و صلاح کی
نیت سے اپنے درمیان میں سے ایسے شخص کو منتخب کریں جو دیانت و تقوی میں ممتاز ہو اور باوجود اس کے اُسکو رائے و لیاقت دربارۂ انتظام
مملکت کے مضبوط ہو اور اُس کی ہیبت یا اُسکی محبت و تعظیم لوگوں کے دلوں میں جمی ہو تاکہ امر سیاست جاری رہے پس ایسے شخص کو منتخب کر کے
سب لوگ اُس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں کہ آپ جو کچھ امر شرعی میں سے ہم کو حکم فرما دیں گے جہاں تک ہم سے ممکن ہے ہم بجا لاویں گے
اور اگر ظلم و معصیت و خلاف شرع اُمور ہوں تو ہم آپ کی بیعت سے باہر ہیں اور اُسوقت آپ کی فرمانبرداری ہم پر واجب نہ ہوگی۔ دوم
بیعۃ الاسلام یعنی کسی شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہونا سوم بیعۃ التقوی یعنی ایک مرد صالح کے ہاتھ پر بیعت کی کہ آپ میرے واسطے دعا کریں کہ
اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے اور مغفرت فرماوے اور جن اُمور شرعی کو آپ تقوی بتلادیں میں بیعت کرتا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اُس پر عمل کروں گا
اور اگر اللہ تعالیٰ آخرت میں آپکی مغفرت فرماوے تو آپ میرے واسطے بھی شفاعت کریں گے پس اُس بزرگ نے منظور کیا اور نہایت
امانت داری وغیرہ سے اس مرید کے حق میں اپنی رائے دوڑائی کہ اس کے نفس میں کس قسم کی برائی نظر آتی ہے تاکہ اسی لائے [illegible]

Marfat.com

نفس کو تقوی کی جانب موڑ جاوے پس وہ اُسکی صلاحیت کے بارے مین دل سے کوشش کرتا ہے بشرطیکہ مرید راغب ہو اگر کہا جاوے کہ یہ قسم بیعت اگر
بطریق سنت ہوتی تو زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم مین جاری رہتی حالانکہ جاری نہ تھی اسکا جواب یہ ہے کہ سنت کے دو معنی آتے ہین ایک وہ
فعل جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات کرتے رہے جیسے فجر کی سنت وظہر کی سنت وغیرہ ہین اور دوم وہ فعل جو کبھی آپ نے کیا یا اُسکی
ترغیب دی ولیکن اُسپر مواظبت نہین فرمائی جیسے عصر اور عشا سے پہلے سنتین پڑھنا اور اصطلاح فقہا مین اسکو مستحب یا نفل کہتے
ہین پس یہ بیعت از قسم دوم ہے اور خلفاء راشدین کا ترک کرنا اسوجہ سے بھی تھا کہ اس عہد مین کثرت سے صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی فیض صحبت و آداب حضرت سے منور ہو رہے تھے تو ان کو اس بیعت تقوی کی حاجت نہ تھی پھر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
کے بعد نیک لوگ مغلوب ہوگئے اور حجاج و مروانی ظالمون نے غلبہ پایا اور یہ اللہ عز و جل کی تقدیر تھی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا بالجملہ ان ظالم بادشاہون نے جبراً سب لوگون سے اپنی خلافت پر بیعت لی یعنی تم لوگ مجھ سے بیعت کرو بطریق سنت
رسول اللہ و سنت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پس بخیال مسلمانون کے کشت و خون کے لوگون نے بیعت کرلی اگرچہ یہ لوگ کچھ سنت رسول اللہ و سنت ابوبکرؓ و عمرؓ کے موافق
نہین چلتے تھے تاہم کافرون پر جہاد کیلئے اور کفر کو مغلوب کرنے کیلئے کفایت تھی لیکن بعضے متقین اہل بیت رضی اللہ عنہم نے لوگون کو اپنی بیعت کیواسطے بلایا بلکہ کوفہ
والون نے اکثر یہ حرکت کی کہ اولاد رسول مین سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کی پھر جب خلفائے مروانیہ سے مقابلہ ہوا تو ہر دفعہ ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے اور ذریت طیبہ
آل رسول کو مقتول چھوڑ دیا تو اس زمانہ مین جہان کسی شخص نے دوسرے سے بیعت لی اگرچہ وہ بیعت خلافت نہو تب بھی حکام وقت نے کان کھڑے کئے اور فوراً گرفتار کرکے
قید کیا تاکہ ایسا نہو کہ در پردہ خلافت کیواسطے کروڑون آدمیون سے بیعت لین پھر یکبارگی نکلکر غالب ہوجاوین اسوجہ سے خلفائے راشدین کے بعد بھی عرصہ تک بیعت
تقوی متروک رہی ولیکن علما اور مشائخ وقت فرصت تلاش کرتے تھے تاکہ اس طریقۂ سنت کو زندہ کرین اور ہر وقت مین ایک ایک دو دو
آدمیون کو بیعت ارشاد مین ملاتے تھے یہان تک کہ جب یہ خوف جاتا رہا تو علانیہ بیعت کی رسم جاری ہوگئی (بیان بیعت صوفیہ) واضح ہو
کہ علامہ نسفی رحمہ اللہ تعالی نے اہل تصوف کے بارہ اقسام بیان کئے یعنی جو لوگ دعوی کرتے ہین کہ ہم صوفی ہین اُن کے بارہ اقسام
ہین۔ ان مین سے گیارہ کے عقائد و حالات کی تفصیل بیان کرکے سب کو گمراہ و شیطانی فرقہ بیان کیا اور بارھوین فرقہ کو لکھا کہ وہ لوگ
اہل قرآن و حدیث ہین اور اہل سنت و جماعت کے اعتقاد مین راسخ ہین اور دنیا کو آخرت کیلئے ترک کرتے ہین اور اللہ تعالی کے مطیع
و متواضع و آداب سنت پر عامل اور خلق خدا کے ساتھ نیکی کرنیوالے جامع صفات کمالات ہین اُن کی خدمت مین بیٹھنا نوافل پڑھنے
سے بہتر ہے اور اُن کی خدمت کرنے مین طاعت ہے اور دیگر مشائخ نے بیان کیا کہ جس شیخ سے بیعت کی جاوے اُس کی صفت یہ ہونا
ضرور ہے کہ علم تفسیر و حدیث سے واقف ہو اور فقہ مین سے بقدر ضرورت جانتا ہو اور سنت کے موافق عامل ہو اور دنیا سے زاہد ہو یعنی
دنیا کی رغبت نہ رکھتا ہو اور لوگون سے اپنی تعظیم نہ چاہے اور نہ اُن کے مال نذر کی خواہش کرے پس ایسے شیخ سے بیعت کرنا مفید ہے
پھر یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے شیخ سے خلاف سنت ظاہر نہوگا بالجملہ کلمات مشائخ بالاتفاق تاکید کرتے ہین کہ جس شیخ سے بیعت کیجاوے
اسمین پانچ باتین ضروری ہین اول یہ کہ علم قرآن و حدیث جانتا ہو تاکہ وہ مرید کو امر معروف و نہی منکر فرماوے اور کمالات ظاہری سے
آراستہ کرسکے اور اخلاق رذیلہ سے پاک کرے اور معارف کی جانب ارشاد کرے اور یہ کلمات خود قرآن و حدیث سے استنباط کرے چنانچہ
شیخ ابو سلیمان الدارانی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ بسا اوقات مجکو کوئی نکتہ ظاہر ہوتا ہے تو چالیس دن تک مین اسکو اپنے قلب
مین گھسنے نہین دیتا جبتک کہ اسکو قرآن و حدیث کے حضور مین پیش نہین کرتا پھر اگر قرآن و حدیث نے اجازت دی تب قبول کرتا ہون

Marfat.com

مراد یہ ہے کہ اس نکتہ معرفت کو قرآن وحدیث میں تلاش کرتا ہون کہ یہ کہان مذکور ہے کیونکہ قرآن وحدیث کے علاوہ کوئی چیز حجت نہین
عارف نہین ہے جو اُن کو پاوے پھر اگر اللہ تعالےٰ کے فضل سے کسی عارف کے قلب پر کوئی معرفت ظاہر ہوئی تو وہ اُس کو تلاش کرتا ہے حتیٰ کہ
پاتا ہے کہ اسکی مثال یہ ہے کہ مثلاً عارف کو ظاہر ہوا کہ کافرون مین عقل نہین ہوتی ہے اور جو دانائی وہوشیاری ان لوگون مین ہے وہ
حواس ہین اور حواس جانورون مین بھی موجود ہوتے ہین مگر جانورون مین سب حواس پیدا نہین کئے گئے ہین چنانچہ خیال وتمیز وغیرہ
ان مین نہین ہین اور آدمی مین ان حواس کا مجموعہ ہے اگرچہ بعضے حواس بعض جانورون مین ایسے قوی ہین کہ وہ انسان مین نہین ہین
مثلاً گدھ بہت دور سے دیکھتا ہے اور بلّی اندھیرے مین دیکھتی ہے اور بیا اپنے پنجہ وچونچ سے ایسا گھونسلا بناتا ہے کہ آدمی نہین بنا سکتا
ہے باوجود اس کے ان جانورون مین مجموعی حواس نہین ہین تاکہ وہ تدبیر سے نتائج نکالین بلکہ جانورون کی طرح گرفتار ہوکر آدمی کے
تابع ہوجاتے ہین اور آدمی اپنے مجموعی حواس کے ذریعہ سے طرح طرح کی تدابیر نکالتا ہے ولیکن یہ عقل نہین ہے چنانچہ انھین حواس کے
ذریعہ سے کبھی اللہ تعالیٰ کی معرفت نہ پاویگا جبتک قلب کا دروازہ کھل کر نور عقل ظاہر نہ ہو جب یہ نکتہ ظاہر ہوا تو عارف کو قبول
نہ کرنا چاہیئے جبتک کہ قرآن وحدیث سے دلیل نہ پاوے پھر اس نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن یرغب عن ملة ابراہیم الامن سفہ نفسہ یعنی
ملت ابراہیمی سے وہ برگشتہ ہوگا جو عقل نہین رکھتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ جو ملت ابراہیم پر ہو وہ عاقل ہوگا لہٰذا امام ابوحنیفہؒ نے کہا کہ
مومن کبھی بے عقل نہین ہوتا ہے حالانکہ دنیاوی معاملات مین کبھی مومن کی رائے ایسے کید ومکر پر نہین پہونچتی جو ایک ہوشیار کافر کو حاصل
ہے ولیکن وہ معرفت الٰہی سے ایسا مطمئن ہے کہ ہوشیار کافر اس معرفت تک بالکل نہین پہونچتا تو ظاہر ہوگیا کہ حواس کا نام عقل نہین ہے اگر
کہا جاوے کہ دنیا مین تو سبھی لوگ اسکو عقل کہتے ہین تو جواب یہ ہے کہ کفار بڑے بڑے ہوشیار گذرے تو کیا وہ لوگ اپنے آپ کو بے عقل کہتے تھے
بلکہ اُنھون نے عقل اسی کا نام رکھا تھا کیونکہ مرتے دم تک اُن کو سوائے ہوشیاری کے کبھی نور عقل ظاہر ہی نہین ہوا تاکہ وہ امتیاز کرکے
پہچانتے کہ یہ عقل ہے اور وہ حواس ہین لہٰذا اُنھون نے اپنی اصطلاح مین حواس ہی کو عقل کہا اور ہماری غرض یہ نہین ہے کہ ہم اُن کی اصطلاح
کو توڑ دین بلکہ ہماری غرض یہ ہے کہ جس قوت سے معارف حاصل ہوتے ہین وہ کیا چیز ہے تو ہم کو کلام الٰہی سے مل گیا کہ وہ قلب مین ایک نور ہے
کہ جبتک قلب بھچا ہوا بند رہتا ہے تب تک وہ ظاہر نہین ہوتا بس آدمی اپنے حواس ورائے سے طرح طرح کے شرک وتوہمات مین سرگردان
ہوتا ہے اور جب ایمان سے قلب کھلا تب وہ نور ظاہر ہوتا ہے۔ وقد قال تعالیٰ فتکون لہم قلوب یعقلون بہا یعنی یہ لوگ ایمان کیون نہ
لائے تاکہ انکو ایسے دل حاصل ہوتے جن سے عقل پاتے۔ ۂ وقال تعالیٰ وما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ ویجعل الرجس علی الذین لا یعقلون
یعنی کسی نفس کو یہ قدرت نہین ہے کہ وہ اپنے اندر ایمان پیدا کرے مگر جبھی کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور پلیدی شرک وکفر کو اللہ تعالیٰ ایسے ہی لوگون پر
ڈالتا ہے جو عقل والے نہین ہین۔ ۂ پس جب کافر سرکش نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو تکبر سے رد کیا تو اپنے خیالات واعتقادات کو اپنے نزدیک
ایمان سمجھا اگرچہ وہ ہرحال مین پلیدی شرک مین لتھڑا ہوا ہے مگر بے عقلی سے پہچانتا نہین ہے وقد قال تعالیٰ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن
والانس تا قولہ تعالیٰ اولئک کالانعام بل ہم اضل۔ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے مصرح فرمایا کہ جن وانسانون مین جہنم کے واسطے بکثرت ایسے ہین
ایسے دل ہین کہ عقل وفہم نہین رکھتے ہین اور آخر مین فرمایا کہ یہ لوگ جانورون سے بھی بدتر ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ جانورون کو حق تعالیٰ نے معرفت
کے واسطے امتحان نہین فرمایا بلکہ بعضے جانورون کو جو موذیات ونجاسات ہین شیطان کی جانب پھیر دیا ہے پس وہ اہل ایمان کے دشمن ہین
لیکن اُن کی دشمنی کے یہ معنی نہین ہین کہ وہ اہل ایمان کے مقابلہ مین عداوت باندھتے ہین بلکہ اُن مین ذاتی ضدیت ہے

دسا ہی دمیٹر یا غیرہ کو کھانا حلال نہین ہے اور بعضے جانور ون کو اللہ تعالی نے اپنی تسبیح و معرفت دیدی ہی ولیکن اُن کی معرفت واُن کی
تسبیح واُن کی ذات کی استعداد پر ہے چنانچہ حدیث خضر و موسیٰ علیہما السلام مین بیان ہو چکا کہ جب دونون کشتی پر سوار تھے تو ایک چڑیا
آئی اور سمندر مین چونچ ڈبو کر پانی پی کر بادبان کشتی پر بیٹھکر ترنم سرائی کرنے لگی خضر نے کہا کہ اے موسیٰ آپ جانتے ہین کہ یہ چڑیا کیا کہتی ہے یہ
اپنے پروردگار کی مخلوقات بیان کر کے تعریف کرتی ہو کہ تو پاک ہی تو نے آسمان پیدا کیا اور زمین پیدا کی اور یہ پیدا کیا اور وہ پیدا کیا اور ہم
کشتی مین تیرے دو بندے ہین کہ اسوقت روے زمین پر سب سے بہتر ہین پھر خضر نے فرمایا کہ اے موسیٰ تم دیکھتے ہو کہ اس بحر زخار سمندر مین سے اس
چڑیا کی چونچ مین کتنا پانی آیا ہو گا یون ہی مجکو تم کو جو کچھ علم دیا گیا ہے وہ علم آلہی کے مقابلہ مین اتنا بھی نہین ہے جتنا سمندر کے مقابلہ مین اس
چڑیا کی چونچ کا پانی ہی پھر واضح ہو کہ یہ بات کچھ جانورون پر موقوف نہین ہی بلکہ جمادات مین بھی بلکہ تمام آسمان و زمین سب تسبیح کرتے ہین
ولیکن جو کوئی حواس ہی حواس رکھتا ہے وہ انکار نہ کرے تو تعجب ہے لہذا علماے ربانی ہم سے ایسے مسائل ہی نہین بیان فرماتے ہین اور
حدیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ اُحد کو دیکھکر فرمایا کہ یہ پہاڑ ہم لوگون کو پیار کرتا ہے اور ہم بھی اسکو دوست رکھتے ہین اور
مکہ مین جہان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا گھر تھا وہان ایک پتھر تھا حدیث مین ہی کہ جس زمانہ مین مجھ پر وحی نازل ہوئی تو وہ پتھر مجکو سلام کیا کرتا
تھا مترجم کہتا ہی کہ اگر مین سب روایات کو لکھنا چاہون اگرچہ وہ اسی قدر ہون جسقدر مجکو معلوم ہین تو بھی ایک دراز کتاب ہو جاوے اور یہان جو مقصود
ہے وہ جاتا رہے پھر واضح ہو کہ جمادات کی تسبیح سے حیوانات کی تسبیح افضل ہے اور حیوانات سے انسان کی تسبیح افضل ہی بلکہ نجس جانورون سے مظہر
غضب یعنی کفار کی تسبیح اعلی ہے حتی کہ پاکیزہ جانورون کو خوشی سے یہ تمنا ہوتی ہے کہ ہم ذبح ہو کر کسی مومن کی غذا ہون تاکہ تسبیح اشرف سے
سرفراز ہون بالجملہ اس بحث کو چھوڑ کر پھر مترجم یاد دلاتا ہے کہ جب اُس نے یہ دلیل پائی کہ حواس کا نام عقل نہین ہے تب اُس نے ان آیات و
احادیث پر اعتماد کر کے اسکو قبول کیا اسی طرح شیخ کے واسطے یہ ضرور ہی کہ علم قرآن و حدیث سے آگاہ ہو ورنہ وہ اپنے خیالات سے شیطانی
وحی قبول کر کے اپنے ساتھ اپنے مریدون کو بھی گمراہ کر دیگا بلکہ مرید پہلے تو ایمان پر مضبوط تھا اب اس جاہل شیخ کی صحبت مین وہ بھی کھو بیٹھا
سعدی علیہ الرحمۃ نے خوب کہا ہے ؎ خیالات نادان خلوت نشین ؛ بہم بر کند عاقبت کفر و دین ؛ بلکہ مشائخ اولیا میں یہ مقولہ معروف ہی
کہ جاہل صوفی شیطان کا مسخرہ ہوتا ہی پس شیخ کیلئے منجملہ پانچ باتون کے سب سے اول یہ بات فرض ہی کہ وہ قرآن و حدیث کا عالم ہو دوم یہ بات
ہے کہ ثقہ عادل متقی صادق ہو پس کبیرہ گناہون سے پرہیز کرے اور اگر صغیرہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرے سوم یہ کہ دنیا سے بے رغبت ہو
اور آخرت کی جانب راغب ہو اگرچہ آخرت کی رغبت بھی اسیواسطے ہوگی کہ جنت مین رضوان آلہی حاصل ہو گا چہارم یہ کہ اسکو سب سے زیادہ اپنے رب عز و جل سے
محبت ہوتی ہے اور اُسکی شناخت یہ ہو کہ جب اللہ سبحانہ تعالی کا ذکر آتا ہے تو سر سے پاؤن تک لرز جاتا ہے اور کلام حق سبحانہ تعالی سے اسکو
جذب شوق ہوتا ہے حتی کہ وہ تلاوت قرآن مین از خود رفتہ ہوتا ہے اور کمتر یہ ہے کہ اُسپر جوش گریہ کا ظاہر ہو مترجم کہتا ہے کہ پھر تم لوگ جن جاہل
صوفیون شیطانی مسخرون کو دیکھتے ہو کہ اگر اس کے سامنے سارا قرآن پڑھ جاؤ تو اُسکے کان پر جیونٹی نہ رینگے اور اگر ذرا سا راگ سناؤ تو اُچھل کر
چھت پر پہونچے اور حال آجاوے پھر تم لوگ کس راہ چلتے ہو کیا یہ راہ سنت کے خلاف نہین ہے کیا یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی راہ سے مخالفت نہین ہے
کیا یہ اکابر دین اور اولیا یقین سے عداوت نہین ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا بہتیرے نادان کہین گے کہ ہم نے تو
اس عمل کی کرامتین دیکھ لین اب ہماری نظر اس کے بھید کو کہان پہونچ سکتی ہے اگر وہ گانا سنے تو معرفت کی تان سنتا ہے اور اگر شراب پئے تو
وہ وجد ہے اور اگر چرس پئے تو فلک سیر ہے کیونکہ ہم تو اُس کی کرامت دیکھ چکے مترجم کہتا ہے کہ ان لوگون کے حال پر افسوس ہے کہ

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکابر اُمت نے اُن کو جو راہ بتلائی اُسکو اُنھون نے اپنی رائے سے چھوڑ دیا [illegible]
و جس کو نہین پہچانتے پھر یہ بھی دعویٰ کیا کہ ہم اسکو ولی پہچان گئے حالانکہ یہ قول مشہور ہے کہ ولی را ولی می شناسد یعنی ولی کو ولی پہچانتا
ہے سو یہ لوگ خود ولی ہین نہین بلکہ اسکی کرامت دیکھکر پہچانا مگر یہ نہ سمجھے کہ یہ شیطانی کرشمہ ہے یا اولیا کی کرامت ہے کیونکہ اُن کو [illegible]
طان کی بھی معرفت نہین ہے بس اگر ایسی ہی کرامتین ہین تو شیطان و دجال وغیرہ مین اُن سے کہین بڑھکر [illegible]
شیطان نے تمھارے اس گمراہ پیر پر اپنا مرید سمجھکر ایک پرتو ڈال دیا تو تم کو شرم نہین کہ تم اُس کے چیلے بن گئے اور جسکو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے صاف گمراہ فرمایا ہے اُس کو تم نے اپنا پیشوا بنایا نعوذ باللہ من الضلال شرط چہارم یہ کہ شیخ عالم و متقی و زاہد ہمیشہ اپنے مریدون
وغیرون کو نیک باتون کی راہ بتلاوے اور بُری باتون سے فوراً منع کرے پنجم یہ کہ قبل اس کے وہ علمائے حقانی کی صحبت مین زمانہ دراز تک
ادب سیکھ چکا ہو اور اُن سے علم ظاہر اور نور باطن حاصل کر چکا ہو اگر کہا جاوے کہ کیا خرق عادات بھی ظاہر ہونا شرط ہے جواب یہ کہ ہرگز نہین
ہان اگر اللہ تعالیٰ اُس سے کوئی خرق عادت ظاہر فرماوے تو یہ کرامت ہے برخلاف اسکے اگر ایسی ہی بات کسی فاسق فاجر سے ظاہر ہو تو وہ
کرامت نہین بلکہ استدراج ہے جیسے شیطان و دجال وغیرہ کو استدراج دیئے گئے ہین بس استدراج کو دیکھکر ولی نہین پہچانا جاتا ہے اگر کہا جاوے
کہ کیا وہ ترک تعلق کرکے ایک گوشہ مین بیٹھ رہا ہو جواب یہ ہو کہ ہرگز نہین اسواسطے کہ رزق حلال حاصل کرنے کیواسطے پاکیزہ پیشہ و کمائی
کا ذریعہ چاہیئے اور سب سے عمدہ ذریعہ جہاد ہی پھر اگر یہ ذریعہ میسر نہو تو کسی دوسرے پیشہ سے وہ اپنے واسطے اور اپنے عیال کے واسطے
رزق حاصل کرے کیونکہ اُسپر اپنے اہل و عیال کو روزینہ پہونچانا فرض ہی اور دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہان یہ شرط ہے کہ وہ دنیا جمع کرنے
کے واسطے نہ کماتا ہو بلکہ قلیل پر بھی کفایت کرے اور شبہات سے پرہیز کرے اگر کہا جائے کہ قلیل سامان کس قدر ہے تو جواب یہ ہو کہ اُسکی ضرورت
کے لائق رہنے کو گھر ہو ولیکن پختہ محل مکروہ ہے اور صبح و شام کے واسطے قدر کفایت غذا ہو اور یہ بظاہر شناخت ہو اور مرد نیک اپنے
معاملات کی صفائی کو اپنے رب عزوجل کے ساتھ ملتجی رہتا ہے واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ف فی اشارات العرائس قولہ تعالیٰ ہو الذی انزل السکینۃ
فی قلوب المومنین حق سبحانہ تعالیٰ نے جس نور سے انبیا علیہم السلام کو مخصوص فرمایا اُس سے مومنین کو محروم نہین رکھا اور وہ سکینت ہے اور
اُسکے واسطے مومنین کے مراتب ہین پس عوام مومنین کو جو سکینت عطا ہوتی ہے وہ ایمان پر یقین و اطمینان ہے اور اعلیٰ درجہ والون کے دلون
پر نور مشاہدہ نازل ہوتا ہے تاکہ امتحانات کے اوقات مین اُن کو دفعیہ کی قوت مل جاتی ہے مثلاً جہاد کی سختی مین فرمایا فانزل اللہ سکینتہ علی
رسولہ وعلی المومنین۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سکینت نازل فرمائی اُسکا اندازہ کوئی غوث و قطب بھی نہین کر سکتا ہے
کیونکہ آپ کو استعداد نبوت بلکہ سب سے اعلیٰ درجہ نبوت حاصل تھا اور اُمتیون مین اعلیٰ درجہ صدیقیت ہی تو صدیق کو البتہ استعداد درجہ
نبوت کی فہم کچھ حاصل ہوتی ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ اکابر کو کچھ استیناس ہوگا پھر اس کے بعد ہر زمانہ مین اپنی اپنی استعداد
ہے تو پھر کیونکر اسکا اندازہ ہو سکتا ہے ہان مومنون پر کشف حضور سے سکینت نازل فرمائی لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم تاکہ [illegible]
مشہود بڑھ گیا مترجم کہتا ہے کہ اہل ایمان کو اس مقام پر اسطرح سمجھنا چاہیئے کہ حضرت سرور عالم صلعم باوجود اس شان [illegible]
الٰہی مین مشقتون و تکلیفون کو کس سکون و اطمینان کے ساتھ برداشت فرماتے تھے اور اس سکینت سے قریب تر استعداد [illegible]
اس کے واسطے مین ایک روایت کا اشارہ لکھتا ہون کہ جب رسول اللہ صلعم نے غزوہ تبوک کا قصد فرمایا تو مدینہ سے بہت دور [illegible]
راہ مین بیابان اور ریگستان بہت پڑتے ہین اور اسوقت مین شدت سے گرمی پڑتی تھی پس جب آپ روانہ ہوئے [illegible]

Marfat.com

لوگ بیتاب ہوگئے حضرت عمرؓ روایت فرماتے ہین کہ گرمی کی شدت یہ تھی کہ آدمی اپنے اونٹ کو ذبح کرکے اُسکا پانی اپنے سینہ وجگر پر چھڑکتا
آخر ایک منزل مین لوگون نے یہ حال بیان کیا تو مین حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور اُن سے یہ حالت بیان کی تو وہ حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین حاضر ہوکر سامنے کھڑے ہوے جب آپنے پوچھا تو عرض کیا کہ یارسول اللہ لوگون پر یہ حالت ہے کہ وہ گمان کرتے ہین کہ اُن کی گردن
جدا ہوجائے گی کیونکہ پیاس وگرمی کی شدت ہے اور اللہ تعالیٰ نے دعا مین آپکے واسطے برکت رکھی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ کیا تم لوگ یہی چاہتے ہو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ لوگون کی حالت نازک ہورہی ہے مترجم کہتا ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا اشارہ یہ تھا کہ اس سختی پر صبر کرنا لوگون کے واسطے اجرعظیم تھا پھر بھی کچھ مواسات فرمائی جبکہ صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حال عرض کیا آپ
آپنے دعا کیواسطے ہاتھ اُٹھائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ واللہ اسوقت شدت طپش سے آسمان مین شعلے نظر آتے تھے اور سنگستان
کے ذرے چمک رہے تھے وہان کہین بادل کا گمان بھی نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنوز دعا سے ہاتھ نہین جھکائے تھے کہ ناگاہ بالشت
بھر بادل نمودار ہوا اور ایک دفعہ پھیل کر اُسنے تمام لشکر کے حلقہ پر خوب پانی برسادیا کہ لوگ سیراب ہوگئے اور اپنے مشکیزے وبرتن بھر لئے اور
مین اُس بادل کے پیچھے دوڑا کہ دیکھون یہ کہان جاتا ہے جبتک مین لشکر کے حلقے مین تھا تب تک وہ بادل مجکو نظر آتا تھا جب مین حلقہ سے
باہر ہوا تو مجکو کچھ بھی بادل نظر نہ آیا اور مین نے لوگون کو دکھلایا کہ سرحد لشکر سے باہر ایک قطرہ بھی نہین برسا ہے مترجم کہتا ہے کہ دیکھو
حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس شدت مین کس سکینت کے ساتھ تھے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپکے فیض برکت سے اپنی استعداد پر
مطمئن تھے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم اسی طرح جاڑے وگرمی وبھوک پیاس مین سکینت عالیہ حاصل تھی اور غور کے واسطے غزوہ احزاب کی حدیث
حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مطالعہ کرو۔ شیخ رح نے لکھا کہ سکینت سے اہل کمال کے دلون مین کشف جمال ظاہر ہوتا ہے اور بصیرت سے اُن کے
اسرار مین انس پیدا ہوتا ہے جس سے نوادر غیبی وعجائب قلبی نظر آتے ہین واسطی رح نے فرمایا کہ بصیرت تو ظاہر ہے اور سکینت مستور ہے پس سکینت
ہی سے بصیرت پیدا ہوتی ہے اور سکینت عین ہدایت ہے اور بصیرت عنایت ہے اور جس بندے کو اللہ تعالیٰ سکینت دیتا ہے تو اُسکے نزدیک
مفقود موجود ہوتا ہے اور موجود مفقود ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہین کہ اُس کے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا اطمینان و
سکون ہوتا ہے کہ اُسمین کسی وجہ سے اضطراب نہین آتا ہے حتی کہ اگر کوئی چیز گم جائے تو اُسکے قلب مین ایسی ہی کیفیت رہتی ہے کہ گویا وہ موجود
ہے اور موجود سے بھی اُسکو ایسا ہی تعلق ہوتا ہے کہ گویا وہ گم ہے یعنی سوائے حق تعالیٰ کے ہر چیز کا عدم وجود اُسکے نزدیک برابر ہوتا ہے
بعض مشائخ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون کو کس ترتیب سے مکاشفہ عطا فرماتا ہے فرمایا کہ اول معارف عطا ہوتے ہین پھر وسائل
کشف ہوتے ہین یعنی اول اُسکو معرفت دیجاتی ہے تاکہ وہ اسکو طلب کرے کیونکہ جس چیز کا تصور آدمی کے ذہن مین نہین آتا تو وہ اُس کو طلب
بھی نہین کرسکتا ہے اور جب بندے کو مثلاً یہ انکشاف ہوا کہ یہان قلب مین کچھ وجدان ہوا کرتا ہے تب وہ اُس کا طالب ہوا پھر متحیر ہوگا کہ کس
ذریعہ سے اس مراد تک پہونچون تو اُس کے وسائل کشف ہوجاتے ہین پھر اللہ تعالیٰ سکینت عطا فرماتا ہے پھر بصیرت ظاہر ہوتی ہے جیسے
ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے کلام مین خطا نہین کی شیخ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ سکینت نور یقین ہے جسکے ذریعہ سے عین الیقین تک پہونچتے ہین
اور عین الیقین ہی سے حقائق حاصل ہوتے ہین اور اسی کا نام حق الیقین ہے بعض مشائخ رحمہ اللہ نے کہا کہ سکینت ایک نفحہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ اپنے
اولیا کے دلون مین ڈالدیتا ہے پھر اسکے سبب سے اُن کے نفوس کو یہ جرأت باقی نہین رہتی کہ معارف یقین کے ساتھ معارضہ کرین یعنی شک و
شبہہ پیدا کرنیکی گنجائش نہین رہتی قولہ تعالیٰ وللہ جنود السموات والارض بندۂ عارف کے تمام انفاس بھی جنود الٰہی ہین کیونکہ اُس کی

Marfat.com

ہر سانس بصفت توحید آتی جاتی ہے اور ہر تسبیح کے واسطے ایک ہیئت نورانی ہے پس وہ سب جنود الٰہی ہیں اور عارف نے اگر کافرون نے مقابلہ کیا تو اُسوقت جسقدر انفاس ہون وہ لشکر ملکیہ ہیں کیا نہیں دیکھتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاہت الوجوہ ہوا۔ اور یہ ایسی صورت مین ہے کہ بندۂ صدیق کو اعدائے الٰہی کی طرف سے دل گرفتگی پہونچے تو کافرون کے حق مین یہ لشکر قہر ہو جاتے ہیں اور اسی وجہ سے کہا گیا کہ عارف تنہا نہین ہوتا ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بقولہ۔ ان ابراہیم کان اُمۃ قانتا۔ ابراہیم کو ایک اُمت مطیع بیان فرمایا اور عرش سے تحت الثریٰ تک ہر ذرہ جنود الٰہی ہے حتیٰ کہ اگر ایک چیونٹی اژدہے پر مسلط فرمائے تو وہ اُس کا مغز چاٹ جاوے اور اگر مچھر کو نمرود پر مسلط فرماوے تو وہ اس مردود کا بھیجا کھا جائے اور یہ ظہور قوت الٰہیہ ہے کیونکہ کسی مین کوئی قوت یا قدرت نہین ہے سوائے قوت حق سبحانہ وتعالیٰ کے لہذا حدیث مین آیا کہ کلمۂ لاحول ولا قوۃ الا باللہ خزانہائے جنت مین سے ایک خزانہ ہے کما فی الصحیح اس کے معنی یہ ہین کہ اس کلمہ سے ایک بار ذکر کرنے سے جو ثواب حاصل ہو وہ خزانۂ جنت ہے۔ شیخ سہل رح نے کہا کہ جنود الٰہی متعدد ہین پس جنود سماوی ملائکہ ہین اور جنود ارضی مجاہدین ہین مترجم کہتا ہے کہ جنود الٰہیہ بیشمار ہین کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جان سکتا ہے بقولہ تعالیٰ وما یعلم جنود ربک الا ہو۔ بعض مشائخ رح نے کہا کہ جس شخص پر جو چیز مسلط ہو وہ اُسکا لشکر ہے پس آدمی کو ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اگر اسپر اُس کا نفس مسلط کیا گیا تو خود اپنے ہی آپ کو ہلاک کریگا اور اگر تیرے اعضا مین سے کوئی تجھ پر مسلط ہو تو وہ نفس کے اعضا ہین یعنی خود ہی اپنے آپکو ہلاک کرین گے اور اگر تیرا قلب تیرے نفس پر مسلط کیا گیا تو وہ البتہ تیرے نفس کی ناک مین مہار ڈالے گا کہ اُسکو عبادت مین لگا دیگا تاکہ بندگی بخلوص ادا ہو قولہ تعالیٰ انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کی توحید ومعرفت ومحبت پر بھی شاہد فرمایا کہ بنور الٰہی اُن کے قلوب واسرار کو دیکھتے تھے مترجم کہتا ہے کہ اسکی دلیل یہ ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگون کو مال تقسیم کیا از انجملہ ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا جو میرے نزدیک اچھا مومن تھا پس مین نے اُٹھکر خفیہ آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ فلان شخص محروم رہا حالانکہ مین اُسکو مومن جانتا ہون یعنی دلی یقین والا جانتا ہون آپنے فرمایا کیا یون کہے ہین بظاہر اسکو مسلمان جانتا ہون پس مین خاموش ہو کر بیٹھ رہا پھر آپ تقسیم کرتے رہے یہانتک کہ پھر میرے دل پر اُسی خیال نے غلبہ کیا اور مین نے خفیہ آپ سے وہی کلمہ عرض کیا اور پھر وہی جواب پایا پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا آخر مین فرمایا کہ اے سعد مین بارہا ایسے شخص کو چھوڑ دیتا ہون جس کے دل مین اللہ تعالیٰ نے ایمان راسخ کر دیا اور ایسے شخص کو دیتا ہون جو ضعیف ہے تاکہ ایسا نہو کہ یہ اُلٹے منہ جہنم مین جاوے یہ حدیث دلیل ہے کہ مقامات قلوب واسرار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاہد تھے اور سعد رضی اللہ عنہ کو اس کلمہ سے روکا اور جاننا چاہیئے کہ آپکی شہادت متعلق بایمان ہے اور اس سے یہ لازم نہین ہے کہ ہر ایک کے دل مین جسقدر خیالات ہون سب پر آپ شاہد ہو جاوین بلکہ ایسا نہ ہوگا اسواسطے کہ اگر ایسا ہوتا تو مکدر خیالات سے آپ دل گرفتہ ہوتے واللہ تعالیٰ اعلم شیخ سہل رح نے کہا کہ آپ اپنے اصحاب پر توحید کے شاہد تھے اور معرفت کی خوشخبری دینوالے تھے اور بدعت وضلالت سے اُن کو خوف دلانیوالے تھے قولہ لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ الآیہ۔ شیخ سہل رح نے کہا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لائے اُس کی تصدیق کرو اور حق رسول کی تعظیم اپنے دلون مین رکھو اور اُسکی فرمانبرداری سے اُسکی توقیر کرو قولہ تعالیٰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ واسطی رح نے کہا کہ بیعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقصود ہے اور درمیانی واسطہ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقط عاریت ہے۔ شیخ حسین رح نے کہا کہ حقائق ثابت کرنے پر درمیانی وسائط کو ساقط کر دیا پس ظاہری صورت باقی رہگئی تو جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اُس نے درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کی کیونکہ حقیقتاً یہ بیعت الٰہی ہے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ

درمیان مین عاریت ہے شیخ قاسم نصر آبادیؒ نے جب جہاد روم کا اعلان کیا گیا اُسوقت کہا کہ گویہ اُس بیعت کا وقت ہے جسمین واسطہ نہین رہتا اب ایسی بیعت کیواسطے رغبت کرنیوالے کہان ہین ۔ یداللہ فوق ایدیہم بعض مشائخ نے کہا کہ یہ بیعت اُن پر بڑی نعمت ہے اور اس نعمت کی ہدایت کرنا اس سے بھی بڑھکر نعمت ہے (عس) بالجملہ اس بیعت الرضوان کی صورت یہ واقع ہوئی کہ آنحضرت صلعم نے عمرہ کا قصد فرمایا اور مومنون مین کر صادقین نے آپکی اتباع کی اور منافقون کو خوف ہوا کر وہان سب مارڈالے جاوینگے تو وہ محروم رہے

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ج

اب کہین گے تجکو پیچھے رہنے والے گنوار ہم لگے رہ گئے اپنے مالون مین اور گھرون مین سو تو ہمارے گناہ بخشوا

يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ط قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا

کہتے ہین اپنی زبان سے جو نہین اُن کے دل مین تو کہہ کس کا کچھ چلتا ہے اللہ سے تمہارے واسطے

إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ط بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ○ بَلْ ظَنَنْتُمْ

اگر وہ چاہے تم پر تکلیف یا چاہے تم کو فائدہ بلکہ اللہ ہے تمہارے کام سے خبردار کوئی نہین تم نے خیال کیا

أَنْ لَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ

کہ پھر نہ آوے گا رسول اور مسلمان اپنے گھر کبھی اور بھلا نظر آیا تمہارے دل مین

وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُورًا ○ وَمَنْ لَمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

اور اٹکل کی تم نے بُری اٹکلین اور تم لوگ تھے کھپنے والے اور جو کوئی یقین نہ لائے اللہ پر اور اُس کے رسول پر

فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ○ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ط يَغْفِرُ

تو ہم نے رکھی ہے منکرون کے واسطے دہکتی آگ اور اللہ کا ہے راج آسمانون کا اور زمین کا بخشے

لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ط وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ○

جس کو چاہے اور مار دے جسکو چاہے اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان

جب اللہ تعالیٰ نے اصحاب بیعۃ الرضوان کے فضائل بیان فرمائے تو جو لوگ اس مقام پر حاضر نہ ہوئے اُن کی محرومی ظاہر ہوگئی ولیکن انین دو قسم ہین ایک وہ لوگ جو بوجہ لنجے اپاہج و نابینا وغیرہ عذر ہونے کے حاضری سے معذور رہے اور اُن کی نیت صادق تھی کہ اگر قوت پاتے تو حاضر ہوتے پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو معذور فرمایا اور اُن کی نیت پر اُن کو ثواب دیا اور دوسرے وہ لوگ جو بغیر عذر کے پیچھے رہے مجاہدؒ وغیرہ نے فرمایا کہ وہ قبیلۂ غفار و مزینہ و جہنیہ و اسلم و اشجع وغیرہ کے دیہاتی تھے جو مدینہ کے گرد رہتے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے عمرہ کیلئے مکہ کا قصد فرمایا تو عام طور پر پکار دیا گیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلین اور آپ کو خیال یہ تھا کہ شاید کفار قریش معترض ہون پس ان لوگون نے کہا کہ ایسی قوم پر جاتے ہین جنھون نے چڑھائی کرکے مدینہ کے دروازے پر مقام احد مین صحابیون کو قتل کیا تھا پھر جب وہ لوگ ان کو اپنے دروازے پر پا دین گے تو سب طرف سے گھیر کر مارین گے اور اُن مین سے کوئی بھی صحیح سلامت بچکر اپنے گھر نہ پہنچیگا یہ رائے ان لوگون کے دل مین جم گئی اور ساتھ جانے سے پیچھے رہے پھر جب بیعۃ الرضوان کے بعد آپنے مدینہ کی طرف کوچ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پیچھے رہنے والون کے حال سے اپنے رسول کو آگاہ فرمایا بقولہ تعالیٰ سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا

فَاسْتَغْفِرْ لَنَا عنقریب کہین گے تجھ سے گنوارون مین سے وہ لوگ جو پیچھے رہے ہین کہ ہم کو مشغول کر لیا ہمارے مالون نے اور اہل و عیال نے پس ہمارے لئے استغفار کر دے ف یعنی جو اعراب تیرے ساتھ آنے سے اپنے خیال کے موافق بیٹھ رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ رسول اللہ و ان کے ساتھی مین سے کوئی بھی صحیح سلامت پھر کر نہ آوے گا وہ لوگ اب آکر تجھ سے یہ عذر کرین گے کہ ہم لوگ اپنے مالون کی پرداخت مین اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت مین ایسے پھنسے کہ آپ کے ساتھ جانے سے محروم رہے پس اگرچہ ہم لوگ معذور تھے تاہم ہمارے لئے آپ استغفار کر دیجئے چونکہ ان لوگون نے منافقانہ جھوٹ کہا لہذا اللہ تعالیٰ نے اُن کی فضیحت کھول دی بقولہ تعالیٰ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۔ اپنی باتون سے ایسی بات کہتے ہین جو اُن کے دلون مین نہین ہے ف یعنی دلون مین تو بد اعتقادی یہ تھی کہ وہان کوئی زندہ نہین بچے گا اور ہم کو جان دینے سے کیا فائدہ ہے مگر ظاہر مین جھوٹھ بہانہ نکالا اور خاصکر رسول اللہ سے یہ عذر بیان کرنے مین نکتہ یہ تھا کہ وہ لوگ جانتے تھے کہ آپ شدت سے رحمت و شفقت کرتے ہین اور جو بات کہی جاتی ہے اُسکی زیادہ تفتیش نہین فرماتے بلکہ قبول کر لیتے ہین لہذا اکابر صحابہ مانند حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے اپنے دروغ عذر بیان کرنے کی جرأت نہ پائی بلکہ رسول اللہ صلعم سے عذر کرنے کا قصد کیا قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۔ تو کہدے کہ پھر وہ کون شخص ہے جو تمہارے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مختار ہو اگر اللہ تمہارے ساتھ ضرر چاہے یا تمہارے ساتھ نفع چاہے کوئی نہین بلکہ اللہ تعالیٰ خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو ف یعنی اگر تم نے اپنے مال و اہل و عیال کی حفاظت کا بھی قصد کیا ہوتا تو بھی تم بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے مال و اولاد مین ضرر پہونچانا منظور ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے اس ارادے کو تم پر سے روکنے والا کون تھا اور اگر اُسکو یہ منظور ہوتا کہ تمہارے مال و اولاد صحیح سلامت رہین تو کون اُس کو ضرر پہونچا سکتا تھا پھر جب تم کو یہ یقین تھا تو تم کس وجہ سے بیٹھے رہے کیونکہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا حکم نہین چل سکتا ہے تو یہ عذر غلط ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے حرکات خوب معلوم ہین تو تمہارا پیچھے رہنا اس عذر سے نہ تھا بلکہ تم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہین کیا اور شیطانی بدگمانی کو جی مین جما لیا چنانچہ فرمایا بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا ۔ بلکہ تم نے گمان باندھا کہ ہرگز نہین لوٹین گے رسول و مومنین اپنے لوگون کی طرف کبھی ف یعنی تم نے یہ گمان باندھا کہ وہان جا کر رسول اللہ و مومنین ہرگز پھر کر اپنے لوگون کی طرف واپس نہ آوین گے بلکہ مشرکون کے ہاتھون سے سب ہلاک ہو جاوین گے ۔ وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ ۔ یہ بات تمہارے دلون مین مزین کی گئی ف کیونکہ جب تم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ چھوڑا تو شیطان تم پر مسلط ہوا اور اُس نے یہ رائے تمہارے دلون مین خوب رچائی ۔ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۔ اور گمان باندھا تم نے گمان بد ف کیونکہ شیطان جب مسلط ہوتا ہے تو دل مین ایسی ہی بدگمانیان ڈالتا ہے اور منافقون کے دلون مین سکینت کا نور نہین ہوتا ہے تا کہ وہ سمجھین کہ جب اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت مین ہر چیز ہے تو اضطراب کیا فائدہ ہے ایسا ہی تمہارا حال ہوا ۔ وَكُنتُمْ قَوْمًا بُورًا ۔ اور تم لوگ برباد قوم تھے ف یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے افعال سے خوب آگاہ ہے اُس کے نزدیک تم لوگ برباد تھے پس تم نے اس نعمت کی توفیق نہ پائی کیونکہ یہ نعمت انھین لوگون کے واسطے خاص تھی جنکا یقین اللہ و رسول پر ٹھیک ہے ۔ وَمَن لَّمْ يُؤْمِن بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا ۔ اور جو کوئی اللہ و رسول پر یقین نہین لایا تو ہم نے منکرون کے واسطے دہکتی آگ مہیا کی ہے ف یعنی جسکو اللہ و رسول پر یقین نہ ہوا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو نہ مانے جو رسول نے بتلائی ہے تو وہ منکر ہے اور منکرون کے واسطے ہم نے دہکتی آگ جہنم سے سزا تیار کر رکھی ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنے رسول کی مددگاری مین منکرون کی ضرورت نہین ہے ۔ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۔ اور اللہ ہی کی ہے بادشاہت آسمانون اور زمین کی ف جو وہ چاہے وہی واقع ہوگا مشرکون کو یہ قدرت نہین ہے کہ وہ رسول و مومنون کو ہلاک کر سکین لہذا اللہ

Marfat.com

بھی یہ اختیار نہین ہے کہ جس کو چاہے بخشدے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی قادر مختار ہے۔ یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وہی بخشتا ہے جسکو چاہے ف اور جس کی مغفرت چاہتا ہے اُس کو سچے دل سے توبہ کی توفیق دیتا ہے۔ وَیُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ۔ اور عذاب کرتا ہے جسکو چاہے ف اور جس کو حق مین عذاب چاہتا ہے وہ ایسے ہی لوگ ہین جو دل مین یقین نہین لاتے اور جھوٹی باتین بناتے ہین تو رسول سے استغفار چاہنے سے اُنکا کچھ فائدہ نہ ہوگا جبتک سچے دل سے حاضر نہون۔ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا۔ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ف جو لوگ سچے دل سے ایمان لائے ہین یا لاوین اُنکے پچھلے گناہ بخشتا ہے اور اپنی رحمت سے سرفراز فرماتا ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے منافقون کو اپنی قدرت کا نمونہ دکھلایا کہ منافقون نے یقین کیا تھا کہ یہ سب ہلاک ہوجاوینگے اور اُن کے اہل وعیال ومال سب برباد ہونگے تو برخلاف ان کے زعم شیطانی کے اللہ تعالیٰ نے اُن کو عزت و سلامت کیساتھ واپس بھیجا اور فتح مبین عنایت کی اور منافقونکو البتہ محروم کردیا۔

سَیَقُوۡلُ الۡمُخَلَّفُوۡنَ اِذَا انۡطَلَقۡتُمۡ اِلٰی مَغَانِمَ لِتَاۡخُذُوۡهَا ذَرُوۡنَا نَتَّبِعۡكُمۡ

اب کہین گے پیچھے رہ گئے جب چلوگے غنیمتین لینے کو چھوڑو ہم چلین گے تمھارے

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّبَدِّلُوۡا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلۡ لَّنۡ تَتَّبِعُوۡنَا كَذٰلِكُمۡ قَالَ اللّٰهُ مِنۡ قَبۡلُ ۚ

ساتھ چاہتے ہین کہ بدلین اللہ کا کہا تو کہہ ہمارے ساتھ نہ چلوگے یون ہی کہدیا اللہ نے پہلے سے

فَسَیَقُوۡلُوۡنَ بَلۡ تَحۡسُدُوۡنَنَا ؕ بَلۡ كَانُوۡا لَا یَفۡقَهُوۡنَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۝

پھر اب کہین گے نہین تم جلتے ہو ہمارے بھلے سے کوئی نہین پر وہ سمجھتے نہین رہے مگر تھوڑا

اللہ تعالیٰ نے اس سفر حدیبیہ مین علاوہ رضوان وبرکات کے فتح مبین عطا فرمائی اور اکثر علمائے کہا کہ مراد اس سے صلح حدیبیہ ہے اور بعض نے کہا کہ فتح خیبر ہے کیونکہ اسی فتح سے مومنون کو غنائم کثیرہ حاصل ہوئے اور اسلام کا لشکر قوی ہوگیا اور اُنھون نے اسی آیت سے استدلال کیا مترجم کہتا ہے کہ عند التحقیق دونون قول مین کچھ مخالفت ظاہر نہین ہوتی کیونکہ صلح حدیبیہ سے یہ فائدہ عظیم حاصل ہوا کہ اہل ایمان کو فساد قریش کا خوف نہین رہا بلکہ خزاعہ وغیرہ بہت سے قبائل مومنون کے ساتھ صلح مین مددگار ہوگئے حتی کہ اگر قریش کے شرکین مین سے کوئی مدینہ کا قصد کرتا تو پہلے وہی لوگ مانع ہوتے پس مومنون نے فراغت کے ساتھ فتح خیبر کا قصد کیا اور اللہ تعالیٰ نے مومنون کو وعدہ دیا کہ خیبر کو اللہ تعالیٰ تمھارے واسطے فتح کردیگا اور حکم بھیجا کہ اُسکے غنائم فقط اُن مومنون کے واسطے خاص ہونگے جو حدیبیہ کے بیعۃ الرضوان مین حاضر تھے یعنی جو لوگ اعراب مین سے پچھڑ رہے تھے اُن کو کچھ نہین ملیگا اور قصہ یہ ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے چھٹے سال ماہ ذی الحجہ مین صلح حدیبیہ سے واپس آئے [illegible] ذی الحجہ ومحرم تک مدینہ مین قیام کیا اور فتح خیبر کا وعدہ قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے پچھڑنے والون کے حال سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالیٰ سَیَقُوۡلُ الۡمُخَلَّفُوۡنَ اِذَا انۡطَلَقۡتُمۡ اِلٰی مَغَانِمَ لِتَاۡخُذُوۡهَا ذَرُوۡنَا نَتَّبِعۡكُمۡ یعنی جب تم لوگ مغانم کی جانب چلوگے تاکہ ان اموال غنیمت کو لیلو تو پچھڑنے والے تم سے کہین گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمھارے پیچھے چلین ف کیونکہ ان لوگون کی مراد یہی مال ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان غنائم کو تمھارے واسطے ایسا آسان کردیا ہے کہ جاکر لیلو گویا اسمین کچھ مشقت نہین ہے پس جب تم لینے چلوگے تو مال کی حرص مین یہ لوگ تم سے درخواست کرین گے کہ ہم کو بھی ساتھ چلنے دو۔ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّبَدِّلُوۡا كَلٰمَ اللّٰهِ۔ چاہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کا کلام بدل دین۔ ف کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غنائم خیبر کو بیعۃ الرضوان والون کیواسطے خاص کیا تو یہ لوگ چاہتے ہین کہ اس حکم خاص کو بدل کر سب کے واسطے عام کرین یہ اُنکا خیال

Marfat.com

باطل ہے ۔ قُل لَّن تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِن قَبْلُ ۔ کہدے کہ ہرگز تم ہمارے ساتھ مت آؤ اللہ تعالیٰ نے یون ہی تمہارا حال پہلے [illegible]
ف کہ خیبر کی غنیمت فقط انھین لوگون کے واسطے ہی جو بیعتہ حدیبیہ مین حاضر تھے یہی تفسیر قتادہ و مجاہد و جمہور مفسرین کی ہی بیان کی [illegible]
شیخ ابن جریرؒ نے اعتماد کیا ہے فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۔ اب پیچھے رہنے والے کہین گے کہ کچھ نہین بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو [illegible]
تمھارے منع کرنے کا باعث یہ حسد ہی کہ ہم غنیمت مین تمھارے شریک نہون اور اس بارے مین اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم نہین ہی [illegible]
یہین سے نکتہ ظاہر ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ان آیات کو کیون نازل فرمایا تھا نکتہ یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کو پہلے [illegible]
کردیا تھا کہ متخلفین اسطرح کہین گے تاکہ کسی شخص کے دل مین شیطانی وسواس نہ آنے پاوے اور پیچھے رہنیوالون کو سب مل کر قائل کرین کہ [illegible]
پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے تمھارے حال سے آگاہ کردیا تھا اور تمھارا حصہ منقطع کردیا تھا پس یہ امر ان کے حق مین زیادہ تر ایمان کا باعث ہوگیا کہ
اللہ تعالیٰ نے علم غیب سے پہلے ہی آگاہ کردیا تھا پس متخلفین کا یہ گمان کرنا کہ تم حسد کرتے ہو محض باطل ہے بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا
بلکہ وہ لوگ سمجھ نہین رکھتے ہین مگر بہت کم ف دنیاوی معاملات مین تھوڑی سمجھ رکھتے ہین اور دین مین کچھ کچھ سمجھنے لگے ہین پس جب انکو معلوم
ہوجائیگا کہ درحقیقت یہ حکم پہلے ہی سے نازل ہوا تھا تو اپنی حالت پر افسوس کرین گے اور آئندہ اُن کے دلون مین ایمان کی سمجھ آنے لگے گی

لہذا ان کو آیندہ کے واسطے وعدہ دیا بقولہ تعالے ۔

قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ

کہدے پیچھے رہ گئے گنوارون کو آگے تم کو بلاوین گے ایک لوگون پر بڑے سخت لڑنے تم اُن سے لڑوگے

أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن

یا وہ مسلمان ہون گے پھر اگر حکم مانوگے دیگا تم کو اللہ نیگ اچھا اور اگر پلٹ جاوگے جیسے پلٹ گئے

قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى

پہلی بار ماردیگا تم کو ایک دُکھ کی مار اندھے پر تکلیف نہین اور نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ

الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ

بیمار پر تکلیف اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اُسکے رسول کا اُس کو داخل کریگا باغون مین جنکے نیچے بہتی ہین ندیان ۔

وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

اور جو کوئی پلٹ جاوے اُس کو ماردے دُکھ کی مار

چونکہ پیچھے رہنے والے قوم غفار و مزینہ و جہنیہ وغیرہ بالکل منافق نہ تھے بلکہ گنوار ہونے سے ناسمجھ تھے اور آیندہ علم الٰہی مین اُن کے حق مین خیر
موعود تھی تو ان کو فی الجملہ اُمید دلائی کہ اگر بالفعل تم اس غنیمت سے محروم رہے تو آیندہ کے واسطے صدق دل سے توبہ کرکے مطیع ہوجاؤ
اور ارشاد کیا کہ قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ پیچھے رہنے والے گنوارون سے کہدے کہ
عنقریب تم لوگ لڑنے کو بلائے جاؤگے ایسی قوم سے جن کی لڑائی سخت ہے ف یعنی اہل مکہ کی لڑائی سے تم نے تخلف کیا اور اب [illegible]
زمانہ کے بعد ایسی قوم سے لڑنے کو بلائے جوجنگ جو قوم ہین ۔ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ تم اُن سے لڑتے رہوگے یا وہ مسلمان ہوجاوینگے
ف یعنی دونون باتون مین سے ایک بات واقع ہوگی کہ یا وہ لوگ مسلمان ہوجاوین یا اُن سے لڑائی جاری رہے [illegible]

کہ تم لوگ اُن سے لڑتے رہو گے یہان تک کہ وہ لوگ اسلام لاوین بعض علمانے کہا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس قوم جنگجو کا بیان فرمایا وہ لامحالہ عرب مین سے ہی اسواسطے کہ عرب سے سوائے اسلام کے جزیہ قبول نہین ہے بخلاف عجم کے کہ اُن سے جزیہ قبول کیا جاتا ہے یعنی اگر مطیع ہوکر جزیہ دینا منظور کرین تو اپنے دین پر چھوڑ دیئے جاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر اُسوقت درست ہو کہ اسلام سے شرعی معنی مراد ہون اور میرے نزدیک یہان اسلام سے لغوی معنی مراد ہین یعنی فرمانبرداری کے واسطے گردن جھکانا تو معنی یہ ہوئے کہ تم لوگ برابر اُن سے لڑتے رہو گے یہان تک کہ وہ لوگ فرمانبرداری سے گردن جھکاوین اور مطیع ہو جاوین پھر یہ گردن جھکانا دو طرح ہے اول یہ کہ مسلمان ہو جاوین تو بھی قتال موقوف ہو جاتا ہی بلکہ دین مین بھائی ہو جاتے ہین اور دوم یہ کہ مسلمان نہون بلکہ مطیع ہو جاوین جیسے عجم کے یہود و نصاری و مجوس وغیرہ سے جزیہ قبول کیا گیا اس تقریر کے موافق کچھ ضرورت نہین ہے کہ یہ قوم جنگجو فقط عرب مین سے ہو اور عنقریب یہ بیان انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے اور یہان مقصود یہ ہی کہ اعراب مین جو لوگ پیچھے رہے تھے جب وہ لوگ نادم ہو کر فتح خیبر مین ساتھ چلنے پر مصر ہوئے تو ان کو منع کیا گیا اور بطور خبر غیب کے اُنکو آگاہ کیا گیا کہ عنقریب ایک زمانہ آتا ہے کہ تم لوگ سخت جنگجو قوم سے لڑنے کو بلائے جاؤگے اُن سے برابر لڑتے رہو یہانتک کہ وہ گردن جھکاوین پس تم لوگ اُسوقت کیواسطے آمادہ رہو۔ فَاِنۡ تُطِیۡعُوۡا یُؤۡتِکُمُ اللّٰہُ اَجۡرًا حَسَنًا پس اگر تم نے اُسوقت اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تم کو نیک اجر عطا کرے گا ف یعنی اسوقت امام اسلام تم کو اس قوم شدید پر جہاد کرنے کیلئے بلاویگا اگر تم نے اُسکا حکم مانا تو اللہ تعالیٰ تم کو دنیا مین غنیمت کثیرہ دیگا اور آخرت مین جنت عطا کرے گا۔ وَاِنۡ تَتَوَلَّوۡا کَمَا تَوَلَّیۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا۔ اور اگر تم نے اسوقت بھی پیٹھ پھیری جیسے قبل اسکے تم پیٹھ پھیر چکے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو دکھ دینے والا عذاب دیگا ف یعنی تمھارے پیٹھ پھیرنے سے کچھ ضرر نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا حامی ہی پس تم لوگ خود ہی عذاب مین مبتلا کئے جاؤگے چنانچہ دنیا مین گرفتار و مقہور ہوگے اور آخرت مین عذاب الیم پاؤگے چنانچہ پیٹھ پھیرنے کا یہی انجام ہے لیکن اسمین سے ایسے لوگ مستثنیٰ ہین جنکو یہ استطاعت نہین ہے کہ جہاد کے واسطے نکلیں سیوطی نے کہا کہ طبرانی نے بسند حسن روایت کی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھتا تھا اور حکم جہاد نازل ہوا تو ہنوز قلم میرے کان مین تھا کہ ناگاہ اندھا آیا اور اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین کیا کرون پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لَیۡسَ عَلَی الۡاَعۡمٰی حَرَجٌ۔ اندھے پر کچھ تنگی نہین ہے ف کیونکہ جب وہ اس کی استطاعت نہین رکھتا تو اپنی جان مہلکہ مین ڈالنا مقصود نہین ہے اور اُسکا عذر ٹھیک ہی لہذا جو لوگ حدیبیہ مین نہین گئے اُن مین سے بھی ایسے عذر والے معذور ہین کہ اندھے پر حرج و مشقت نہین ہے وَلَا عَلَی الۡاَعۡرَجِ حَرَجٌ۔ اور لنگڑے پر بھی کچھ حرج نہین ہے ف کیونکہ وہ لڑائی کے داؤن گھات مین بچا نہین سکتا ہے تو جو شخص لنگڑے سے زیادہ اپاہج ہو وہ بدرجہ اولیٰ معذور ہے اور ایسے لوگون کا عذر دائمی ہے۔ وَلَا عَلَی الۡمَرِیۡضِ حَرَجٌ اور بیمار پر بھی حرج نہین ہے ف یعنی جو شخص بالفعل بیمار ہو تو وہ بالفعل جہاد مین جانے سے معذور ہوگا پھر جب وہ اچھا ہو جاوے تو تندرست لوگون مین شامل ہوگا اور مرض سے ایسا مرض مراد ہے جس سے قتال کرنا آسان نہو کیونکہ جو شخص تکلیف کے ساتھ قتال کر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اُسپر قتال فرض نہین فرمایا ہے کیونکہ اسمین حرج ہے اور حرج و مشقت کو اللہ تعالیٰ نے دور فرمایا ہے اور آیت قدسی مین اشارہ ہے کہ وہ اپنی نیت کے ثواب سے محروم نہون گے کیونکہ حرج بالکل دفع کر دیا ہے پس اگر وہ اپنی نیت پر ثواب نہ پاوین تو اُن پر حرج پیش آوے اور حدیث مین بھی ثابت ہی کہ ایک سفر مین فرمایا کہ مدینہ مین ایک قوم ہے کہ جب تم کوئی جنگل طے کرتے ہو اور کسی گھاٹی سے چڑھتے اُترتے ہو تو وہ ہر حال مین تمھارے ساتھ ہین صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے ساتھ ہین اور مدینہ مین رہتے ہین

Marfat.com

آپنے فرمایا کہ ہان یہ وہ لوگ ہین جن کو عذر نے روک لیا ہے یعنی اپنی نیت کے ثواب مین تمہارے ساتھ ہین سو معنی مطیع اللہ و رسولہ یدخلہ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۔ اور جو شخص اللہ و اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اللہ اسکو ایسے جنات مین داخل کریگا جن کے نیچے نہریں جاری ہین ف اور اطاعت ہر شخص سے بقدر اُسکی استطاعت کے ہے پس جو شخص معذور ہے مثلاً اندھا و لنجا و بیمار ہے تو اُس سے شرعی احکام اسی قدر متعلق ہین جو اُس سے ادا ہو سکتے ہین پس اسی قدر اُس کے حق مین پوری شریعت ہے اور باقی اُمور جہاد وغیرہ کا ثواب اپنی نیک نیتی پر پاویگا کیونکہ اسکی نیت خالص یہ تھی کہ اگر استطاعت ہوتی تو مین جہاد کرتا یا مال ہوتا تو زکوٰۃ دیتا اور جو شخص تندرست مفلس ہو وہ اگر سواری پاوے تو جہاد کرے مگر زکوٰۃ مین اپنی نیت پر ثواب پاوے گا اور جس کو پوری استطاعت ہو وہ پورا ثواب پاویگا اور اُس کا ثواب بہ نسبت معذور کے زیادہ ہوگا اسواسطے کہ معذور کو فقط نیت پر ثواب ملا تھا اور اُس کو نیت کا بھی ثواب ہے اور عمل کا دس گونہ ثواب ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ الغرض جس بندے سے جہانتک شرعی استطاعت کے موافق اطاعت خدا و رسول ہو اُسکو اللہ تعالیٰ جنتون مین اُس کے درجے کے موافق داخل فرماویگا وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔ اور جو شخص پیٹھ پھیرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو دُکھ دینے والا عذاب کریگا ف عذاب خود ہی دُکھ ہے پھر یہ دُکھ دینے والا عذاب بہت سخت ہو گیا کہ اس عذاب مین سوائے دُکھ کے کوئی چیز نہین ہے (تنبیہ) اعراب مخلفین کو آگاہ فرمایا کہ تھوڑے دنون کے بعد تم لوگ ایک جنگجو قوم سے لڑنے کو بُلائے جاؤ گے علماء نے کلام کیا کہ بلانے والا کون ہو گا آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود ہون گے یا آپ کے خلیفہ جن کو خلافت نبوت ہے خازن رح نے زعم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بلانے والے ہون گے لیکن یہ زعم بلا دلیل ہے کیونکہ دعوت جہاد تو قیامت تک باقی ہے اور آیندہ اُس کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ آتی ہے اور دوسرا موقع کلام یہ ہے کہ اس قوم جنگجو سے کون قوم مراد ہے کیونکہ یہان دو معنی بن سکتے ہین اول یہ کہ قوم کوئی خاص قوم ہے اور دوم یہ کہ اُس کے معنی یہ ہون کہ اے اعراب مخلفین آیندہ تم کو جہاد کے واسطے بلایا جائیگا تو برابر ایسی قوم سے تمہارا مقابلہ ہوگا جن کی لڑائی سخت ہے اُن سے لڑتے رہو گے یہانتک کہ وہ مطیع ہون پس اس امتحان کو برداشت کرو اگر برداشت کرو گے تو ثواب پاؤ گے ورنہ عذاب کیے جاؤ گے خازن رح نے اپنے زعم کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے والا سمجھا تو اس قوم سے مراد قوم ہوازن قرار دی جن سے فتح مکہ کے بعد لڑائی ہوئی اور اُن کی سخت تیراندازی کی وجہ سے نواح مکہ کے نومسلم لوگ بھاگ کھڑے ہوئے پھر جب مہاجرین و انصار وہان پہونچے تو اُنھون نے اُتر کر ہوازن پر حملہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد اُن کو رسیون مین باندھکر ڈال دیا مترجم کہتا ہے کہ کیا اسی سخت جنگجو قوم کا حال بیان کیا ہے یہ خیال ٹھیک نہین ہے واللہ تعالیٰ اعلم بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکے خلیفہ برحق رضی اللہ عنہ نے ان اعراب کو جہاد کیواسطے بلایا زہری رح نے کہا کہ قوم بنو حنیفہ یعنی اہل یمامہ جو مسیلمہ کذاب کی پیغمبری مانکر مرتد ہو گئے تھے اُن پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی سرداری مین لشکر بھیجا اور بنو حنیفہ کی تعداد بہت زیادہ تھی چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے لشکر سے وہ لوگ کسی حال مین چوگنے سے کم نہ تھے اور دس گونے تک روایات مختلف ہین اور اُن کے پاس ہندی تلوارین تھین اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ بڑی سخت قوم تھی کہ تلوارون کے گہرے زخم برداشت کرتے تھے اور نہین بھاگتے تھے یہان تک کہ مسلمان اعراب کئی مرتبہ پیچھے ہٹ گئے حتی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے خالد رضی اللہ عنہ کو آواز دی کہ اے خالد ہم کو ان اعراب سے علیحدہ کرو کیونکہ یہ لوگ ہماری جماعت کو پریشان کرتے ہین پس خالد رضی اللہ عنہ نے اصحاب مہاجرین و انصار کو علیحدہ کیا اور اعراب کو بسرداری بعض صحابہ کے علیحدہ کیا پس

Marfat.com

اُنھوں نے مرتدان مسیلمہ کذاب پر متواتر حملے کئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی زخمی و شہید ہوتے گئے لیکن ہم نے قوم بنی حنیفہ سے زیادہ سخت نہیں دیکھا کہ برابر زخم پر زخم کھاتے تھے اور نہیں ہٹتے تھے یہانتک کہ خالد رضی اللہ عنہ مع اکابر اصحاب مہاجرین و انصار کے یکبارگی حملہ آور ہوئے اور سخت قتال کے بعد کافروں کا سردار محکم بن الطفیل مارا گیا اور مسیلمہ کذاب جو نبوت کا دعویٰ کرتا تھا بھاگ کر ایک قلعہ بند باغ میں گھس گیا اور آخر وہاں مارا گیا اور بنو حنیفہ بھی اُس کے ساتھ بکثرت فی النار ہوئے **واحدی**ؒ نے کہا کہ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور اُس پر یہ بھی دلیل ہے کہ یہی عرب ایسے لوگ ہیں کہ اُن سے سوائے اسلام یا قتال کے کچھ مقبول نہیں ہے اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے اور عطاء اور مجاہد و ابن ابی لیلیٰ و عطا خراسانی نے کہا کہ وہ اہل فارس ہیں کیونکہ فارس کی لڑائی میں بھی فوج اسلام کو سختی پیش آئی لیکن یہ سختی کچھ فارسیوں کی ذاتی شجاعت سے نہ تھی بلکہ اُن کے پاس ہاتھیوں کی بہت بڑی جماعت تھی اور سامان جنگ بہت عمدہ تھا یعنی تلواریں بہت نفیس جو خود و زرہ کو کاٹ ڈالتی تھیں اور فوج بہت کثرت سے تھی کہ ہر موقع پر صحابہ رضی اللہ عنہم سے چوگنے دس گونے ہوتے تھے بعض صحابہ رضؓ نے کہا کہ جب فارسیوں کی لڑائی پیش آئی تب ہم سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے ستدعون الیٰ قوم اُولی باس شدید سے اسی قوم کو مراد لیا ہے اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ پہلے کہا کرتے کہ اس آیت کی تاویل تعبیر ابھی نہیں آئی ہے پھر اسکے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس قوم سے مراد قوم کرد ہے (رواہ ابن ابی حاتم) اور ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ ابھی قیامت قائم نہ ہوگی یہانتک کہ تم ایسی قوم سے مقابلہ کرو جن کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی اور ناک چپٹی پھیلی ہوئی اور اُن کے چہرے گویا چمڑہ دی ڈھال ہے الصحاح ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس قوم سے کوئی خاص قوم معین نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آیندہ تم کو ایسی جنگجو قوم سے مقابلہ کرنا پڑیگا جو سخت و باسامان ہیں لہذا ایک جماعت تابعینؒ نے کہا کہ وہ فارس کے لوگ ہیں اور کعبؒ و حسنؒ و ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ وہ روم ہیں اور حسن سے روایت ہے کہ وہ فارس و روم دونوں ہیں اور یہی ابن عباسؓ سے روایت ہے مجاہد نے فرمایا کہ یہ مشرک قوم ہیں اور ایسے لوگ ہیں کہ لڑائی میں قوت و سامان سے سخت شدید ہیں یعنی مجاہدؒ نے کسی فرقے کو معین نہیں فرمایا اور یہی ابن جریج کا قول ہے اور اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے (ابن کثیر وغیرہ)، اور بہر تقدیر اس آیت میں صریح دلیل ہے کہ خلافت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ برحق تھی کیونکہ بلاخلاف انھوں نے ان اعراب کو جہاد کیواسطے قوم جنگجو پر بھیجا تھا اور اس سے نکل آیا کہ اعراب کو بھی اللہ تعالیٰ نے ثواب نیک عطا فرمایا رازیؒ نے کہا کہ یہ استدلال صاف ظاہر ہے اور لکھا کہ اولی باس شدید یعنی صاحب سلاح حدید ہوں گے لان الحدید فیہ باس شدید کیونکہ لوہے میں حدت سخت ہے پس جو لوگ ہتھیاروں سے زیادہ آراستہ ہوں اُن کی لڑائی میں زیادہ سختی ہوگی مترجم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ روم و فارس ہیں کیونکہ انھیں کے پاس ہتھیار و سامان کی کثرت تھی اور یہی قول بعید ہے اور یہ ظاہر ہے کہ روم و فارس کے قتال کیواسطے اوّلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اور ثانیاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعراب کو بلایا تھا اور اُنھوں نے قبول کیا اور سخت لڑائیاں لڑے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا اور کفر کو مغلوب کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اہل بیعۃ الرضوان کی فضیلت پر تنصیص فرمائی بقولہ تعالیٰ

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ

(اللہ خوش ہوا — ایمان والوں سے — جب ہاتھ ملانے لگے — تجھ سے اُس درخت کے نیچے — پھر جانا جو اُن کے)

قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ

(جی میں تھا — پھر اُتارا — اُن پر چین — اور انعام دی اُن کو ایک فتح نزدیک — اور بہت)

كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

غنیمتین جو اُن کو لین گے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا

شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جن صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی تھی اللہ تعالیٰ نے اُن سے اپنی رضامندی ظاہر فرمائی ہے بقولہ تعالیٰ ۔ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۔ تحقیق راضی ہوا اللہ تعالیٰ مومنون سے جب وہ تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے ف پہلے بیان ہوا کہ یہ درخت ببول کا تھا حدیبیہ میں تھا اور صحابہ کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی اور بخاریؒ نے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں حج کو جاتا تھا تو میرا گذر ایک قوم کی جانب ہوا جو ایک مقام پر نماز پڑھ رہے تھے میں نے پوچھا کہ یہ کیسی مسجد ہے لوگون نے کہا کہ وہی درخت ہے جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے بیعۃ الرضوان لی تھی پھر میں سعید بن المسیب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آیا اور مین نے اُن سے یہ حال بیان کیا تو سعید نے کہا کہ میرے باپ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے بیعت کی تھی اور مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ جب ہم لوگ دوسرے سال قضائے عمرہ کے واسطے گئے تو وہ درخت بھول گئے اور ہر چند ہم نے کوشش کی وہ درخت ہم کو نہ ملا پھر سعید نے کہا کہ محمدؐ کے اصحاب تو اس درخت کو نہین جانتے تھے اور تم نے اسکو جان لیا تو تم بڑے جاننے والے ٹھہرے (الصحیح) اگر کہا جائے کہ بیعت اسواسطے ہوتی ہے کہ جو عہد کیا جاوے وہ وفا کیا جائے اور وفاء عہد کے وقت رضامندی ہوتی ہے ولیکن بالاتفاق یہ معلوم ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے قتال واقع نہین ہوا حالانکہ بیعت یہی تھی کہ اگر قتال واقع ہو تو ہم لوگ نہین بھاگین گے اگرچہ مارے جاوین اور یہان اللہ تعالیٰ نے فقط بیعت سے رضامندی ظاہر فرمائی جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے ۔ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ پس اللہ تعالیٰ نے جان لیا جو کچھ اُنکے دلون مین تھا ف یعنی بسر وچشم فرمانبرداری کرنا اور صدق نیت سے بیعت کرنا اور اس کو وفا کرنے کا قطعی قصد کرنا ان اصحاب کے دلون مین مستحکم تھا وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا ۔ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ پس اللہ تعالیٰ نے اُن پر سکینت نازل فرمائی ف پس اُن کو اضطراب نہین ہوا ۔ باوجودیکہ اُن کی تعداد بہت قلیل تھی اور ہر طرف سے کافرون کے ہجوم مین گھرے ہوئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلون کو ثابت قدم رکھا اور کافرون کو مضطرب کر دیا ۔ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۔ اور فتح قریب اُنکو نصیب فرمائی ۔ ف یعنی بہت آسانی سے فتح حاصل ہوئی چونکہ اُنکو لڑائی کی مشقت مین نہین ڈالا تو فتح اُن کو لڑائی کی صورت مین نہین دی بلکہ صلح کی صورت مین عطا فرمائی چنانچہ مشرکین قریش نے صلح کر لی اور اس صلح کے ساتھ ہی فتوحات متصل ہوئین چنانچہ پہلے خیبر فتح کیا پھر دو برس کے بعد اہل مکہ نے بدعہدی کی تو مکہ فتح ہو گیا پھر طائف وغیرہ فتح ہوئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین مرتدون کو مغلوب کرنے مین یمامہ وغیرہ فتح ہوا پھر عراق وشام فتح ہوتا چلا گیا حتی کہ آٹھ برس کے عرصہ مین تمام سلطنتین مسلمانون کے تابع ہو گئین ۔ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۔ اور غنائم کثیرہ دیئے جن کو لیتے ہین ف یعنی ایسے آسانی سے حلال مال غنیمت اُن کو دیئے کہ گویا لڑائی برائے نام تھی بلکہ جس ملک پر جاتے وہان کے غنائم لے لیتے تھے چونکہ اُنھون نے موت پر بیعت کی تھی تو حیات سے اُنکا جی نہین لگتا اور نہ غنائم سے تعلق خاطر پیدا ہوتا تھا اور اسی مین کہا گیا کہ مومن کی دلی نیت اس کے کام سے بہتر ہوتی ہے وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ غالب حکمت والا ہے ف پس اُسنے مومنون کو اُن کے حسن نیت پر اپنے نام عزیز سے عزت دی اور اپنی حکمت سے معرفت دی ابن ابی حاتم نے سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حدیبیہ مین ہم لوگ قیلولہ کرتے تھے کہ ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے پکارا کہ اے لوگو

Marfat.com

بیعت کرو بیعت کرو روح القدس نازل ہوا ہے پس ہم لوگ فوراً اُٹھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب دوڑے اور آپ ایک درخت کیکر کے نیچے کھڑے تھے پس ہم لوگون نے آپ سے بیعت کی اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے اپنے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھکر بیعت کی پھر لوگون نے کہنا شروع کیا کہ ابن عفان رضی اللہ عنہ کو مبارک ہو وہ خانہ کعبہ کا طواف بھی کرتے ہین اور ہم لوگ یہان پڑے ہین پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہین اور اگر وہ اتنے برسون وہان رہتا تو بھی طواف نہ کرتا جبتک مین طواف نہ کرون۔ اسناد حسن (تنبیہ) صحیح مین ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ جس درخت کے نیچے بیعت ہوئی وہ مخفی کر دیا گیا اور اُس کا مخفی کرنا اللہ کی طرف سے رحمت تھا اگر کہا جاوے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُن کو خبر پہونچی کہ کچھ لوگ اُس درخت کے وہان جاتے ہین جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی تو آپ نے حکم دیا کہ وہ کاٹ ڈالا جاوے پس وہ کاٹ ڈالا گیا (رواہ ابن ابی شیبہ) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ درخت مخفی نہ تھا بعض شراح نے جواب دیا کہ جن صحابہ نے اُسکا مخفی ہونا بیان کیا ہے اُن کا قول اپنے علم کے موافق ہے یعنی اُن پر مخفی ہوگیا تھا اور اس سے یہ لازم نہین آتا ہے کہ سب پر مخفی ہو مترجم کہتا ہے کہ مجھے یہ جواب پسند نہین ہے اسواسطے کہ جن صحابہ نے مخفی ہونا بیان کیا اُنھون نے فقط اپنے اوپر مخفی ہونا نہین بیان کیا ہے بلکہ عموماً اصحاب رسول اللہ صلعم پر مخفی ہونا روایت کیا ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ سعید ابن المسیب نے صاف فرمایا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم پر باوجود کوشش کے وہ درخت مخفی ہوا تو تم لوگ اُن سے بھی زیادہ جاننے والے ٹھہرے کہ ایک درخت کی نسبت دعویٰ کرتے ہو کہ یہ وہی درخت ہے پس ظاہر ہوگیا کہ اگر وہ درخت سب پر مخفی نہ ہوتا تو استدلال کے کچھ معنی نہ ہوتے کیونکہ وہ لوگ کہتے کہ ہم کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتلایا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے بھی کچھ معنی نہ ہوتے کہ اُسکا مخفی کر دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت تھا کیونکہ تمھارے زعم کے موافق وہ مخفی نہ ہوا تھا اگر کہو کہ اچھا تمھارے زعم کے موافق اگر وہ سب سے مخفی ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیونکر اُسکے کاٹ ڈالنے کا حکم دیا مترجم کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے درخت کو کاٹ ڈالنے کا حکم دیا تھا جسکی نسبت لوگ دعوے کرتے تھے کہ یہ وہی درخت ہے جس کے نیچے بیعت واقع ہوئی ہے حالانکہ برخلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان لوگون نے اپنی رائے سے ایک درخت تجویز کر لیا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ مادہ ہی مٹا دینے کیواسطے حکم دیا کہ وہ بھی کاٹ ڈالا جاوے علماء نے لکھا کہ اصلی درخت کے اخفا کر دینے مین حکمت یہ تھی کہ اُس کے ذریعہ سے عوام الناس مین فتنہ برپا نہ ہو کیونکہ اُس کے نیچے خیر کثیر نازل ہوئی تھی پس اگر وہ باقی رہتا تو بعید نہ تھا کہ جہال خوش اعتقادی کے پیرایے مین اُسکی تعظیم کرنے مین مبالغہ کرتے اور مبارک درخت سمجھکر نفع و ضرر کا اعتقاد کرتے اور نیاز و نذرین چڑھاتے کیا نہین دیکھتے ہو کہ اس زمانہ مین اس سے خفیف آثار کی نسبت یہ عمل درآمد ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ ایسے موقع مین شیطان کا باریک پھندا یہ ہے کہ عوام خیر سمجھکر مبتلائے معصیت ہوتے ہین اور ہمارے زمانہ مین جہان کہین کسی ولی کا کچھ نشان موجود ہے وہان نذرین چڑھائی جاتی ہین تاکہ دنیا مین اُنکے مال و دولت مین برکت ہو اور اگر کوئی منع کرے تو اُس کو اولیاء سے برگشتہ ہونے کا الزام دیتے ہین حالانکہ خود شیطان کے جال مین پھنسے ہین اور اگر اُن کو یہ معلوم ہو جاوے کہ جو شخص اس مزار پر جاویگا اُسکا دل آخرت کی جانب راغب ہوگا اور اُس کے مال و دولت مین کمی کر دیجاویگی تاکہ دنیا سے اس کا تعلق کم ہو جاوے اور آخرت کا نور بڑھ جاوے گر یہ بات ان عوام الناس کے ذہن مین آ جاوے تو تم دیکھ لو کہ کوئی بھی وہان جانے کا قصد نہ کرے پس یہ لوگ اُس بزرگ کی زیارت گاہ پر کچھ رضاء الٰہی کے لئے نہین جاتے ہین بلکہ اُن کی غرض فقط دنیاوی دولت ہے اور یہی حال ہر ایک بدعت مین ساری ہے۔ عافانا اللہ تعالیٰ ایانا و المسلمین جمیعا۔ اور واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم عوام الناس کو ایسے

فتنہ سے بچانے کا اہتمام رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو بوسہ دیکر فرمایا اللہ باللہ مین جانتا ہون کہ [illegible]

نفع دینے یا ضرر پہونچانے کی قدرت نہین ہے اور اگر مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجکو بوسہ دیتے [illegible]

بھی نہ دیتا رواہ البخاری، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عوام الناس کو اعلام کیا کہ حجر اسود کا بوسہ دینا اور اس سے [illegible]

باتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ اسمین شعائر اللہ کی تعظیم ہے ورنہ بذات خود بدون اتباع سنت کے اسمین کچھ بھی نہین [illegible]

نہین دیکھتے ہو کہ اگر ایک شخص خانہ کعبہ کے گرد ہزار بار مارا مارا پھرے اور طواف کی نیت نہ کرے تو کچھ بھی ثواب پاویگا اور اگر [illegible]

مارے اور نماز کی نیت نہ ہو تو ثواب نہین بلکہ عذاب قریب ہے پس ایسے امور مین شریعت آلٰہی و اتباع سنت کی نیت پر مدار ہے [illegible]

سے کسی طریقہ تعظیم و تکریم کو نکالنا ثواب نہین بلکہ عذاب کا خوف ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ علما رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جس مقام پر حضرت سرور عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار مبارک ہے وہ روئے زمین کے قطعات سے افضل ہے حتی کہ بعض علما نے کہا کہ وہ عرش سے بھی افضل ہے باوجود اس کے

امام نووی و ملا علی قاری نے مناسک مین لکھا کہ اگر کوئی شخص مرقد مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف کرے تو اُس پر کفر کا خوف

ہے قاری نے کہا کہ جو لوگ عالمون کا جامہ پہنکر یا مشائخون کا خرقہ پہنکر مرقد مبارک کا طواف کرتے ہین یہ لوگ شریعت و حقیقت سے جاہل

ہین اُن کی اس حرکت کا کچھ اعتبار نہین ہے فافہم واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم پھر اللہ عز و جل نے اہل ایمان کو اپنی طرف سے مغانم و خلافت

حقہ سے سرفراز کیا بقولہ تعالےٰ

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ

وعدہ دیا ہے تم کو اللہ نے بہت غنیمتون کا تم اُن کو لو گے سو شتاب ملا دی تم کو یہ اور روکے لوگونکے ہاتھ

عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ

تم سے اور تاکہ ایک نمونہ ہو قدرت کا مسلمانون کے واسطے اور چلاوے تم کو سیدھی راہ

وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا

اور ایک فتح جو تمھارے بس مین نہ آئی وہ اللہ کے قابو مین ہے اور ہے اللہ سب چیز کر سکتا

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا

اور اگر لڑتے تم سے کافر تو پھیرتے پیٹھ پھر نہ پاوین گے کوئی حمایتی

وَّلَا نَصِيْرًا ۝ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ښ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ

نہ مددگار رسم پڑی اللہ کی جو چلی آتی ہے پہلے سے اور تو نہ دیکھیگا اللہ کی رسم

تَبْدِيْلًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ

بدلتی اور وہی ہے جس نے روک رکھے اُن کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ اُن سے بیچ شہر

مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا

مکہ کے پیچھے اس سے کہ تمھارے ہاتھ لگا دیئے وہ اور ہے اللہ جو کرتے ہو سو دیکھتا

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگان مومنین کے ساتھ ہر نبوت تشریعی مین یہ سنت جاری فرمائی ہے کہ اول مین اُنکو [illegible]

لہ [illegible] طواف مخصوص بخانہ کعبہ کے ساتھ ہے جیسا کہ آیت کریمہ ولیطوفوا بالبیت العتیق [illegible] دوسری جگہ کا طواف [illegible]

دیئے جاوین تاکہ یہ امر ظاہر ہو جاوے کہ اُن کے دلون مین تذبذب نہین ہے بلکہ خلوص ہی کیونکہ اکثر اعراب اگر مسلمان ہوتے پھر اگر اُنکو بسال فراخی کا گذرتا تو خوش ہوئے کہ یہ دین اچھا ہے اور اگر برعکس ہوا تو منحرف ہوئے اور اسی طرح منافقین کو جب کبھی لشکر اسلام مین کچھ شکستگی پہونچی تو کہنے لگے کہ ہم کو یہ کیون پہونچا ہم تو مسلمان ہین حالانکہ اہل ایمان نے جان لیا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کو ہمارے واسطے منظور ہے وہ ہم پر جاری فرماویگا حتی کہ اگر وہ ہم سب کو شہید کرے تو وہان ہماری آنکھون کی ٹھنڈک ہے غرضکہ ہر شریعت مین یہی ہوتا ہے حتی کہ رسول و مومنین ان مصائب سے اُکتا جاتے ہین ولیکن اللہ تعالیٰ سے اپنی نظر نہین ہٹاتے ہین پس جب غزوۂ احزاب مین کفار ہجوم کرکے چڑھ آئے اور مومنون نے خندق کھودی اور بھوک و سردی مین ثابت قدم رہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائے مصیبت پہچانی اور فرمایا کہ اب کافرون کو ہم پر حملے کی قوت نہوگی بلکہ ہم ہی اُن پر چڑھ جاوینگے پھر دوسرے سال عمرۂ حدیبیہ کا قصد فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس موقع پر بھی سخت آزمائش مین ڈالے گئے حتی کہ اُنھون نے اپنی جانین اللہ تعالیٰ کے واسطے نثار کین پس اللہ تعالیٰ نے قبول فرما کر ان کو خلفاء کر لیا اور اب برابر برکات کا نزول ہو گیا چنانچہ فرمایا۔ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا تم کو اللہ تعالیٰ نے بکثرت غنیمتون کا وعدہ دیا جنکو تم حاصل کرو گے ف چنانچہ ابتدا مین ہجرت سے پہلے جبکہ اسلام مین چند صحابہ داخل ہوئے تھے اور کافرون کے ہاتھون سے ایذائین اُٹھاتے تھے یہ وعدہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو روئے زمین مین خلیفہ فرمائیگا پھر بعد ہجرت کے آیات نازل فرمائین جنکا حاصل یہ ہے کہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ تمھاری آزمایش فرمائیگا تاکہ مومن سے منافق الگ ہو جاوین اب وہ آزمایش پوری ہوئی فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا پس یہ فتح تمھارے واسطے فی الحال دیدی اور لوگون کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تاکہ مومنون کیواسطے یہ نشانی ہو جاوے اور تاکہ تمکو راہ مستقیم کی ہدایت دے ف مجاہدؒ نے کہا کہ مغانم کثیرہ جن کا وعدہ فرمایا ہے وہ اہل اسلام کے واسطے قیامت تک فتوحات ہین پس یہ فتح تمھارے واسطے فی الحال دیدی اس سے مراد فتح خیبر ہے لیکن عوفیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور یہی قول زیادہ ظاہر ہے اور یہین کفار کے ہاتھون کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے روک دیا اور اسکا طور دو طرح ہے اول یہ کہ فقط ڈیڑھ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم حدیبیہ مین موجود تھے حالانکہ مکہ مین ہزارون کفار تھے پس جو کچھ اُنھون نے مکر و قتال کے منصوبے دل مین باندھے تھے سب سے اُن کے ہاتھ کوتاہ کر دیئے کہ وہ کچھ نہ کر سکے اور دوم یہ کہ مدینے مین بھی باوجود خالی ہونیکے کافرون کو کچھ بھی جرأت نہوئی پس یہ قدرت اسواسطے ظاہر فرمائی تاکہ مومنون کیواسطے ایک نشانی ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون کیواسطے خود کارساز ہے پس اُن کو عبرت حاصل ہو کہ آئندہ جہادون مین اپنی قلت سے اور دشمنون کی کثرت سے خوف نہ کرین اور یقین جانین کہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار مین سب کام ہین تاکہ اُن کو صراط مستقیم کی ہدایت ہو جاوے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو کہ کافرون کو مطیع کرکے صلح و احسان کرنا چاہیئے پس منجملہ فتوحات کے فی الحال یہ فتح دیدی جسمین سقدر فوائد ہین۔ وَاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔ اور فتح دیگر ہے کہ تم اسپر قدرت نہین رکھتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ اُسکو محیط ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ف اہل تفسیر نے اسکے دو معنی بیان کئے ہین اول یہ کہ فتح دیگر ہے کہ اسپر تم کو قدرت نہین تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے احاطے اُسکو تم پر آسان کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت مین سب کچھ ہے اور اس سے مراد فتح خیبر ہے یہ عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی معنی دوم یہ ہین کہ فتوح دیگر ہین جنکا اندازہ تمھارے خیال مین نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے علم مین موجود ہین اور اللہ تعالیٰ سب چیز پر قادر ہے ابن ابی لیلیٰ و حسن بصری نے کہا کہ فتح فارس و روم ہے مجاہدؒ نے کہا کہ اسمین قیامت تک کل فتوحات داخل ہین اور یہی ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے پس حاصل یہ ہے کہ جب تم کو اللہ تعالیٰ پر پورا یقین ہوا تو آئندہ وعدہ الٰہی کے موافق

جملہ فتوحات کے منتظر رہو اور اپنے ضعف و قلت کا خیال مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ میں سب قدرت ہے اور مومن [illegible]
اور تمہارے دل مطمئن کرنے کیواسطے بالفعل تم کو یہ فتح دیدی ۔ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوُا الْأَدْبَارَ ثُمَّ [illegible]
اگر تم سے وہ لوگ قتال کریں جو کافر ہوئے ہیں تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر اپنے واسطے کوئی کارساز و مددگار نہ پاوینگے [illegible]
فتح پر اہل مکہ تم سے قتال کرتے تو پیٹھ پھیر کر بھاگتے اور اگر آئندہ فتوحات میں کفار تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے [illegible]
دوبارہ اُن کے واسطے کوئی کارساز یا مددگار کھڑا ہو بلکہ آخر تمہارے تابع ہوں گے ۔ شیخ ابن حجر نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جب [illegible]
لشکر بھیجتے تو اسکی سرداری کسی صحابی کو دیتے تھے مترجم کہتا ہے کہ شاید اسی آیت سے اُنھوں نے یہ معنی سمجھ لئے تھے اور خود حدیث صحیح میں آیا ہے کہ
میری اُمت کے لشکر اسلام جہاد کو جاوینگے پس کہا جائیگا کہ ان میں کوئی شخص ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو پس [illegible]
جائے گا کہ ہاں تو اُس کے واسطے فتح دیدی جائے گی پھر جہاد کے واسطے لشکر جائیگا اور اُس سے کہا جائے گا کہ ان میں کوئی ایسا شخص ہے کہ
جس نے رسول اللہ کے دیکھنے والے کو دیکھا ہو پس کہا جائے گا کہ ہاں تو اُس کے واسطے فتح دیدی جائے گی (الصحیح) سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ
مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا ۔ یہ اللہ کا طریقہ وہ ہے جو پہلے سے ہوتا آیا اور تو اللہ تعالیٰ کے طریقے میں تبدیلی نہیں پاویگا ف
یعنی مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کی عادت قدسی یوں جاری ہے کہ جہاں کہیں کفر و ایمان کا مقابلہ ہوتا ہے جس سے حق و باطل کا فیصلہ ہو تو
یہی ہوتا ہے کہ باطل پست کر کے حق بلند کر دیا جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء مومنین کو اپنے اعدائے مشرکین پر فتح و نصرت دیتا ہے (ابن کثیر)
اور شاید کہ یہ حکم کل اُمور سے متعلق ہو یعنی مومنوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں امتحان لیکر اب ہمیشہ کیواسطے غالب کر دیا اور
یہ طریقہ آلٰہی ہمیشہ سے چلا آیا ہے کہ جب کسی رسول کے واسطے مستقل شریعت دیجئی تو پہلے اُس کے ساتھیوں کو اخلاص میں آزمائش کرنیکے بعد
کافروں پر دائمی غلبہ دیدیا جاتا ہے اور کافروں کے ہاتھ و ہتھیار ایسے بندھ جاتے ہیں کہ اُن کے کام نہیں آتے اور مومنوں کو بھی بدکار کافروں کے
ساتھ نیک طریقہ کی ہدایت ہو جاتی ہے چنانچہ فرمایا ۔ وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُم بِبَطْنِ مَكَّةَ مِن بَعْدِ
أَنْ أَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۔ وہی پاک پروردگار ہے جس نے کافروں کے ہاتھوں کو تم سے روکا اور تمہارے
ہاتھوں کو اُن سے روکا بیچ وادی مکہ کے بعد ازانکہ تم کو اُن پر فتح دی اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے ف یعنی صلح کے بعد بطن
مکہ میں جب بہت سے کافروں نے کوہ تنعیم کی طرف سے آکر غدر کرنا چاہا تھا تو تم کو اُن پر فتحیاب کیا اور اُن کے ہاتھوں کو تم تک پہونچنے سے بیکار
کر دیا حتیٰ کہ تم اُن میں سے بہتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گرفتار کر لائے پھر تمہارے ہاتھوں کو بھی اُن سے روکدیا کہ تم نے اُن کو
عفو کر کے چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن کو رہا کر دو انھیں سے بدکاری کی ابتدا ہوا اور انھیں پر انتہا ہو امام احمدؒ نے
انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حدیبیہ کے روز کفار میں سے اسی آدمی مسلح ہو کر کوہ تنعیم کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم و آپ کے اصحاب پر ٹوٹ پڑے تا کہ غفلت میں آپ کو قتل کریں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر بد دعا کی تو گرفتار ہو کر
آنحضرت کے سامنے پیش کئے گئے پھر آپ نے اُن کو عفو کر دیا اور یہ آیت نازل ہوئی (رواہ مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی) اور عبداللہ بن مغفل
رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ درخت کے نیچے تھے اور میں ایک شاخ اُٹھائے ہوئے تھا کہ
آنحضرت تک نہ پہونچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور مکہ والوں کی طرف سے سہیل بن عمرو
صلحنامہ لکھنے کو بیٹھے تھے پس آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ لکھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پس سہیل نے علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ [illegible]

Marfat.com

الرحمن الرحیم پہچانتے نہیں ہیں آپ ہمارے معاملہ میں ایسا کلام لکھیئے جو ہم پہچانتے ہوں پس فرمایا کہ باسمک اللہم۔ اور لکھوایا کہ ہذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ
اہل مکہ یعنی یہ صلحنامہ ہے جو محمد رسول اللہ نے اہل مکہ سے قرار دیا پھر سہیل بن عمرو نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ اگر ہم جانتے کہ آپ رسول ہیں تو آپ سے
لڑائی میں ہم بڑے ظالم ٹھہرے تو آپ ہماری پہچان کے موافق لکھیئے پس آپ نے فرمایا کہ لکھو ہذا ما صالح علیہ محمد بن عبداللہ (حضرت علی
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ کا لفظ تو میں ہرگز نہیں مٹاؤں گا پھر آپ نے اپنے ہاتھ میں لیکر مٹایا اور یہ عبارت لکھوائی) پھر ہم اسی حال میں
تھے کہ ناگاہ تیس جوان مسلح ظاہر ہوکر حملہ آور ہوئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر بددعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے کان
و آنکھیں وغیرہ لے لیں پس ہم لوگوں نے اُٹھکر اُن لوگوں کو گرفتار کر لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ تم لوگ کسی کے
عہد میں آئے ہو یا کسی نے تم کو امان دی ہے کہنے لگے کہ جی نہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو رہا کر دیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت
نازل فرمائی (رواہ النسائی) مترجم کہتا ہے کہ شاید سب طرف سے اسی آدمی یا زیادہ آئے ہوں جنمیں سے تیس آدمی خاص رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر غدر کرنے والے تھے۔ ھ اور بعض میں آیا کہ کفار مقابلہ کرنے آئے تھے۔ مگر پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے چنانچہ ابن جریرؒ نے ابن ابزی رحمہ اللہ
تعالیٰ سے مرسل روایت کی کہ جب عمرہ کے قصد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع قربانی کے جانوروں کے مدینہ سے نکلکر ذی الحلیفہ تک پہونچے تو
عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم لوگ بغیر ہتھیار و سامان کے ایسی قوم کے یہاں جاویں جو حربی کافر ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مدینہ کو آدمی بھیجکر جہانتک سواری و ہتھیار ملے سب منگالئے پھر چلتے چلتے جب مکہ کے قریب پہونچے تو مکہ والوں نے آپکو روکا پس آپ
روانہ ہوکر منیٰ میں اُترے (یعنی حدیبیہ میں اُترے اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ حدیبیہ کا ایک حصہ داخل حرم ہے اور یہی حنفیہ کا قول ہے) لئے ہین
آپکا جاسوس آیا اور اُسنے خبر دی کہ عکرمہ بن ابی جہل مخزومی پانچسو سواروں کو ساتھ لیکر آپ پر چڑھ آیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے خالد یہ شخص لشکر لاتا ہے اور تیرا چچا زاد بھائی ہے خالد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
مجھے برادری سے کوئی غرض نہیں ہے بلکہ میں تو اللہ و رسول کی تلوار ہوں پھر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کی مرضی کے خلاف نہ ہو تو مجھے
اجازت دیجائے پس آپ نے اجازت دی تو خالد رضی اللہ عنہ کچھ سوار لیکر بڑھے اور شعب کے مقام پر عکرمہ سے مقابلہ کر کے یہانتک بھگایا کہ مکہ
کے گھروں میں گھس گئے پھر عکرمہ دوبارہ اپنے ساتھی جمع کر کے لایا پھر خالد رضی اللہ عنہ نے اُسکو یہانتک بھگایا کہ مکہ کے گھروں میں گھس گیا پھر
تیسری بار آیا تب بھی خالد نے بھگاکر اُسکو مکہ میں مجبور کیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری وہو الذی کف ایدیہم عنکم و ایدیکم عنہم ببطن مکۃ الآیۃ یعنی اللہ
عزوجل نے فتح کے باوجود اُن کے ہاتھ روک دیئے تاکہ مکہ میں جو مسلمان مجبور گرفتار ہیں وہ سواروں کے حملہ میں قتل نہ ہو جائیں (رواہ ابن ابی حاتم)
شیخؒ نے کہا کہ یہ روایت ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ حدیبیہ کا واقعہ نہیں ہے اور صریح غلطی یہ ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ اسوقت تک مسلمان نہیں ہوئے
تھے بلکہ حدیبیہ کے دوسرے سال خالد رضی اللہ عنہ و عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ ایام صلح میں خود ہدایت پاکر مدینہ بھاگ آئے بلکہ خالد رضی اللہ
عنہ تو علانیہ مسلح ہوکر اپنے گھوڑے وغیرہ ساتھ لیکر نکلے اور اعلان کر دیا تھا کہ اگر مجھے کوئی روکیگا تو میں مار ڈالونگا اور جب لوگوں نے روکنے کا قصد
کیا تو عکرمہ نے لوگوں کو روکا کہ واللہ اُس کے روکنے میں بڑا فتنہ ہوگا ابھی تو وہ جاتا ہے اسکو جانے دو ایسا نہ ہو کہ بہت لوگ اُس کے ساتھ ہو جاویں
مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ فتح مکہ کا واقعہ ہے کیونکہ فتح مکہ میں البتہ عکرمہ نے خالد سے مقابلہ کیا تھا اور شاید کہ خالد سے مراد خالد بن سعید
بن العاص ہوں اور راوی نے اشتباہ سے خالد بن الولید کہدیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ ابن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قریش
نے چالیس یا پچاس آدمی بھیجے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے گرد پھرتا کہ اُن کے اصحاب میں سے کسی کو مار ڈالو یا گرفتار کر لاؤ مگر وہ لوگ

خود گرفتار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو چھوڑ کر کے [illegible]
تیر و پتھر پھینکے تھے ابن اسحاق نے کہا کہ اسی بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی ہے اور قتادہؒ نے بیان کیا کہ ہم سے [illegible]
ص جن کا نام ابن زنیم تھا حدیبیہ کی گھاٹی پر چڑھے تو مشرکون نے اُس کو تیر مار کر قتل کیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
شرکون کے بارہ آدمی پکڑ لائے پس آنحضرت نے اُن سے کہا کہ تمھارے واسطے کچھ عہد ہے یا تمھارے واسطے کچھ ذمہ داری ہے انھون نے [illegible]
کیا تو آپ نے اُن کو رہا کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر اس صلح سے کافرون کا بغض رفع نہین ہوا ہے اسواسطے [illegible]

هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ

وہی ہین جنھون نے انکار کیا اور روکا تم کو ادب والی مسجد سے اور نیاز کی قربانی کو بند پڑی ہوئی

يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ

نہ پہونچے اپنی جگہ تک اور اگر نہوتے کتنے مرد ایمان والے اور کتنی عورتین ایمان والیان جو تم کو معلوم نہین

تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ

یہ خطرہ کہ اُن کو پیس ڈالتے پھر تم پر خرابی پڑتی بے خبری ہے کہ اللہ کے داخل کرنا اپنی مہر مین

مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ اِذْ

جسکو چاہے اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے تو آفت ڈالتے ہم منکرون کو دُکھ کی جب

جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ

رکھی منکرون نے اپنے دل مین کَد نادانی کی ضد پھر اُتارا اللہ نے

سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى

اپنی طرف کا چین اپنے رسول پر اور مسلمانون پر اور لگے رکھا اُن کو ادب کی بات

وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ع ۱۱

اور یہی تھے اُس کے لائق اور اس کام کے اور ہے اللہ ہر چیز سے خبردار

سابق بیانات سے حالت معلوم ہو چکی کہ مشرکون نے حرمات خانہ کعبہ مین سے یہ پہلی ہتک شروع کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحابؓ
کو احرام مین زیارت سے روکا اور ہدی کو حرم تک پہونچکر قربانی سے روکا اور سب طرف سے قبائل جمع کئے تاکہ قتال کرین پھر اللہ تعالیٰ نے
اُن کے دلون مین رعب ڈالا تو صلح کر لی پھر اُنھون نے بہت لوگ بھیجے کہ دھوکے سے اول تو رسول اللہ کو و ثانیاً جسکو صحابہؓ مین سے پاوین
قتل کرین پھر وہ گرفتار ہو کر عفو کئے گئے اللہ تعالیٰ ظاہر فرماتا ہے کہ یہ رسول و مومنون کیلئے اللہ تعالیٰ نے معجزات دیئے تاکہ اُن کا وثوق اپنے
رب عزوجل پر کامل ہو جاوے کہ اُسی کی قدرت مین سب کچھ ہے اور فرمایا هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ۔ وہی لوگ ہین کہ جنھون نے کفر کیا اور روکا تم لوگون کو مسجد الحرام کی زیارت سے لعد روکا ہدی کو منع
کو اس امر سے کہ وہ اپنے ٹھکانے پہونچے ف یعنی ان کافرون نے جو تم سے صلح کر لی تو یہ اُن کی طرف سے تمھارے حق مین رعایت و
محبت نہین ہے تاکہ تم کو وہم ہو کہ ہم اسیوجہ سے بچ گئے بلکہ یہ وہی لوگ ہین کہ اُنھون نے تم پر طعن کیا کہ ہم باہم چلا سکے مگر اللہ تعالیٰ [illegible]

دیئے اور وہی لوگ ہین کہ تم احرام مین آئے تھے تو بھی تم کو زیارت خانۂ کعبہ سے روکا اور تمھارے ساتھ ہدی کے جانور تھے اور ہمیشہ سے سب جانتے
تھے کہ ہدی معکوف ہوتی ہے یعنی سوائے حرم منیٰ کے کہین قربانی نہین ہوتی اور سوائے منیٰ کے ہر جگہ ذبح ہونے سے اور ہر طرح کی بے ادبی
سے ممنوع ومحبوس ہوتی ہے تو ایسے ہدی کو بھی اُنھون نے روکا اور بعد صلح کے تمھارے قتل پر دست درازی کی تو اب یہ بات صاف ظاہر
ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تم کو عزت دی اور کافرون کے ہاتھ روک دیئے اگر کہا جاوے کہ پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت مین تھا کہ مومنون کے ہاتھ سے
اُن کو قتل کرا دیا جاتا پس صلح مین کیا حکمت تھی جواب یہ ہے کہ قتل کے قابل وہی ہین جن کے حق مین ایمان مقدر نہین تھا اسی وجہ سے قتال
کی اجازت نہ دی۔ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ
بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ اور اگر یہ نہوتا کہ کچھ مومن مرد اور کچھ مومنہ عورتین ایسی ہین جن کو تم جانتے نہین ہو پس خوف نہ ہوتا کہ تم ان کو روند ڈالو اُنکی
جہت سے تم کو بغیر جانے مشقت پہونچے ف تو ضرور تم کو قتال کی اجازت دیتا یعنی اہل مکہ مین اللہ تعالیٰ نے بعضے مردون کے حق مین اور بعضی
عورتون کے حق مین ایمان رکھا ہے اور تم اُن کو خاص خاص نہین پہچانتے ہو پس اگر تم ان سب پر حملہ کرو تو ناہی لاعلمی سے اُن کو بھی قتل کر ڈالوگے
پس اگر یہ خوف نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ تم کو کافرون سے لڑنے کی اجازت دیتا اگر کہا جائے کہ بغیر جانے کیونکر مشقت ہوگی جواب یہ ہے کہ ان مومنون
ومومنات نے کافرون سے اپنے ایمان کو مخفی رکھا ہے اور تم بھی اپنے علم مین نہین جانتے ہو پس خطا سے اُن کو مار ڈالتے اور حکم یہ ہے کہ بغیر علم
کے جو شخص کسی مسلمان کو قتل کرے تو اس پر تاوان لازم آتا ہے پس تم بھی لڑائی مین بغیر جانے اُن کو قتل کرتے تو قتل خطا کا جرمانہ تم پر لازم آتا لہٰذا
اللہ تعالیٰ نے کافرون کو مقہور کر کے تم سے صلح کرنے پر مجبور کیا اور تم کو اُن کے قتل پر مسلط نہین کیا۔ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ
تاکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت مین داخل کرلے ف چنانچہ بعد صلح کے بکثرت لوگ اسلام مین داخل ہوئے مانند خالد بن الولید وعمرو
بن العاص وغیرہم کے۔ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ اور اگر باہم متمیز ہو جاتے تو ہم ان لوگون کو
جو کافر ہین عذاب الیم دیتے ف یعنی اگر اہل مکہ اور اس جماعت مین سے جو لوگ ایمان لانیوالے مقدر ہو چکے ہین وہ الگ نکل آتے اور فقط
ان کی کفار الگ رہجاتے تو ہم ان کافرون کو سخت عذاب دیتے شیخ نے کہا یعنی تم کو ان پر مسلط کر دیتے مترجم کہتا ہے کہ آیت مین جو حکمت ہے
وہ بہت وسیع حکمت ہے چنانچہ اس موقع پر بھی مومنین کو ان پر مسلط نہین کیا بلکہ جو لوگ گرفتار ہو کر آئے تھے اُن کو بھی رہا کر دیا اسواسطے کہ کافرون
مین مومنون کا اختلاط دو طرح سے ہے اول یہ کہ جو جماعت موجود ہے ان مین بعضے ایسے لوگ ہین جو قوم سے اپنا ایمان چھپاتے ہین دوم یہ کہ
ابھی ایمان لائے نہین مگر عنقریب وہ ایمان لانیوالے ہین اور بہت لوگ ابھی پیدا بھی نہین ہوئے ہین مگر عنقریب ان کافرون سے پیدا ہونے
والے ہین اور اس سے صریح یہ حکمت ظاہر ہوگئی کہ بہت سی لڑائیون مین باوجودیکہ لاکھہ (؟) دشمن تھے کافرون کو بالکل نیست نہین کیا
پھر جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو منافقون کو شبہہ وشک ہوا کہ شاید ایسا ہو لیکن مومنون نے جان لیا کہ عین حق ذات ہے بلکہ منافقون
کو غور سے دیکھ لینا چاہیئے کہ آیت سے اعلام دیا گیا کہ کافرون کے باقی رکھنے مین یہ حکمت ہے تو ایسی حالت مین جب یہ دعویٰ نبوت ہے
تو چندروز بعد خود ظاہر ہو جائیگا پھر اب تو کسی کو شبہہ کی گنجائش نہین رہی چنانچہ صریح تمام لوگ مسلمان ہوگئے اور چند کفار البتہ مارے گئے اور
اللہ تعالیٰ کا اعلام ظاہر ہوگیا عبداللہ بن عمروؓ نے کہا کہ مین نے جنید بن سبیع سے سنا کہ مین نے شروع دن مین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
قتال کیا تھا پھر تیسرے پہر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر کافرون سے قتال کیا اور کہا کہ ہمین لوگون کے حق مین یہ آیت نازل
ہوئی ولولا رجال مومنون ونساء مومنات الآیہ۔ اور کہا کہ ہم لوگ سات آدمی تھے جنمین سے پانچ مرد تھے اور دو عورتین تھین رواہ الطبرانی

اور اس حدیث کو ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا اور اسمین آیا کہ تین مرد اور نو عورتین تھین شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ طبرانی کی روایت میں ... کا نام ابو جمعہ جنید بن سبیع مذکور ہے اور صحیح یہ کہ ابو جعفر حبیب بن سباع نام ہے مترجم کہتا ہے کہ عربی نسخ خط میں یہ القباس ... فہم سیوطیؒ نے کہا کہ اس روایت کی اسناد حسن ہے اور جاننا چاہیئے کہ جب کافرون نے ہدی کے جانورون کو قربانگاہ تک پہونچنے مین روکا تو ان جانورون کا یہ حال تھا کہ جیسے جانور اپنے بچہ کی طرف شفقت فراق سے چلاتا ہے اسی طرح چلاتے تھے۔ اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِیَّةَ حَمِیَّةَ الْجَاهِلِیَّةِ وہ وقت یاد کرکہ جب کافرون نے اپنے دل میں جوش تکبر جاہلیت کا اُبھارا ف اللہ تعالیٰ نے اپنے تصرف قدرت کے نشانات یاد دلائے ازانجملہ اسی واقعہ حدیبیہ مین وہ وقت یاد دلایا کہ جب کافرون نے اپنے دلون مین محض جاہلیت کا جوش اُبھارا مقاتل بن سلیمان اور مقاتل بن حیان نے بیان کیا کہ قریش کا جاہلانہ جوش یہ تھا کہ جب اُن کو خبر پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب کے طواف کعبہ کے واسطے آتے ہین تو آپسمین کہنے لگے کہ یہ وہی لوگ ہین جنھون نے ہمارے بھائیون اور اولاد کو قتل کیا ہے اب بے تکلف مکہ مین چلے آتے ہین اگر ہم اُن کو آنے دین تو کل کے روز عرب یہی باتین کرین گے کہ لات و عزیٰ کی کچھ نہ چلی اور وہ لوگ مکہ مین لا الٰہ الا اللہ کہتے ہوئے آئے یہ عار ہمارے واسطے ہمیشہ باقی رہیگا مگر ہمیشہ سے طریقہ یہی چلا آتا ہے کہ جو کعبہ کی زیارت کیلئے قربانی لاتا ہو اُس کو کوئی روک نہین سکتا ہے تو ایسے موقع پر کیا کیا جاوے پس ان جاہلون نے جوش حمیت سے یہی رائے ٹھہرائی کہ ان کو رد کرو ابن کثیرؒ نے لکھا کہ حمیۃ الجاہلیت یہ تھی کہ اُنھون نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے سے انکار کیا یعنی جب صلحنامہ لکھنا چاہا تو کافرون کے سرغنہ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے سے انکار کیا اور اسی طرح محمد رسول اللہ مین لفظ رسول اللہ سے انکار کیا۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنین پر طمانینت و وقار اُتارا ف کیونکہ مومنون کے دلون مین بھی جوش آیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نام کو اور رسول اللہ کی صفت کو کیون نہ لکھین۔ اور کافرون کی باطل گفتگو کو کیون مانین ولیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر تسکین و وقار نازل کیا کہ اُنھون نے اصل مقصود کو دیکھا اور کافرون کی جہالت پر نظر نہ کی پس اللہ تعالیٰ کے حکم پر برضا و تسلیم ثابت رہے کیونکہ کافرون کے انکار سے کفر کو کچھ غلبہ نہین ہو سکتا تھا اور اُن کے اقرار سے بالفعل وہ مومن بھی نہین ہو سکتے تھے پس جب اُنھون نے دیکھا کہ صلح کرنے کے واسطے اجازت ہے تو راضی ہوگئے اس سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے جو غیظ و جوش آوے وہ مستحب ہے چنانچہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت نازل فرما کر اُن کو مطمئن کر دیا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جنگ صفین کے روز بیان کیا کہ اے لوگو ہمیشہ اپنے نفس کو تہمت دیا کرو یعنی جو کچھ تمہارا نفس کہے اسکی بات کو سچ نہ مانا کرو بلکہ اتہام رکھا کرو کہ شاید یہ اسکا مکر ہے اور بات وہ مانا کرو جو تمہارے امام پر اللہ تعالیٰ نے تسکین بھیجی ہو اُن کی غرض یہ تھی کہ امام برحق حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ اگر صلح پر راضی ہین تو تم بھی راضی ہو جاؤ اور اپنے نفس کی باتون مین خواہ مخواہ لڑائی پر ہٹ نہ کرو چنانچہ ہم نے اپنے آپ کو حدیبیہ کے روز اس جوش مین دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن شرائط پر مشرکون سے صلح فرماتے ہین اسکی کیا ضرورت ہے اگر ہم کو قتال کا حکم ملے تو ہم قتال کرین حتیٰ کہ ہم سب کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ایسا نہین ہے کہ ہم لوگ حق پر ہین اور یہ لوگ باطل پر ہین آپ نے فرمایا کہ کیون نہین یعنی تم حق پر ہو اور وہ باطل پر ہین پھر عرض کیا کہ کیا یہ نہین ہے کہ ہمارے مقتول جنت مین ہین اور اُن کے مقتول دوزخ مین ہین آپ نے فرمایا کہ کیون نہین تب حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ پھر کیون ہم لوگ اپنے دین مین دباؤ اختیار کرین اور یہان سے لوٹ چلین اس حالت سے کہ ہمارے اور اُنکے درمیان مین اللہ تعالیٰ نے فیصلہ نہین کیا آپ نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب مین رسول اللہ ہون اور اللہ تعالیٰ کبھی مجھکو پست نہین کرے گا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ غیظ مین بھرے ہوئے وہان سے لوٹے اور جاکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے ابوبکر کیا ہم لوگ حق پر نہین ہین اور
وہ لوگ باطل پر نہین ہین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیون نہین ہین پھر کہا کہ کیا ہمارے مقتول جنت مین نہین اور اُن کے مقتول دوزخ
مین نہین ہین حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیون نہین ہین حضرت فاروق نے کہا کہ پھر کیون ہم لوگ اپنے دین مین یہ ہیٹی
دیوین حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب آنحضرت رسول اللہ ہین اور اللہ تعالیٰ اُن کو کبھی پست نہین فرمائے گا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون کو یہ بشارت نہین دی تھی کہ ہم لوگ امن کے ساتھ مکہ مین داخل
ہوجاوین گے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم لوگون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ ابکی مرتبہ تم لوگ اس شان سے
داخل ہوگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ تو نہین فرمایا تھا تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ واقع ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح نازل فرمائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیجکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کو بلایا اور اُن کو یہ سورۃ پڑھکر سنائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا یہ فتح ہے آپ نے فرمایا کہ ہان (الصحیحین وغیرہ) مترجم کہتا ہے
کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیال کیا کہ دس برس کے واسطے صلح قرار پائی ہے تو ابھی دس برس تک ہم لوگ مکہ مین غلبۂ اسلام کے ساتھ
نہین داخل ہوسکین گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون کو اپنے خواب سے یہ بشارت دی تھی کہ تم لوگ مکہ مین امن کے ساتھ
حج کی شان سے داخل ہوگے چنانچہ اسکا بیان آتا ہے پس اگر ہم لوگ قتال کرین تو ضرور انشاء اللہ تعالیٰ فتح پاوین گے پھر کیون ہم لوگ
ایسی صلح پسند کرین جسمین ایک قسم کی ہیٹی ہے اور واضح ہو کہ ہیٹی جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو رنج و ملال آیا اور جوش پیدا ہوا وہ کئی
باتین تھین اول یہ کہ کافرون نے الرحمن الرحیم لکھنے سے انکار کیا دوم یہ کہ رسول اللہ لکھنے سے انکار کیا سوم یہ کہ جو کوئی اس مدت کے
اندر ہمارے یہان سے بھاگ کر مدینہ جاوے اور ہم لوگ جاکر اُسکو مانگین تو آپ ہم کو نہ روکین گے اور جو کوئی آپ کی جماعت مین سے بھاگ کر
ہمارے یہان آجاوے اُسکو ہم نہ دین گے غرضکہ اس قسم کی باتین صحابہ رضی اللہ عنہم کو گران گزرین حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہوا اور اُٹھ کر
جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو عرض کیا اور چاہا کہ صلح نہ ہو بلکہ قتال کا حکم دیا جائے کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب
دیکھا ہے تو وہ ضرور واقع ہوگا اور ہم لوگ فتح پاوین گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ اس جرأت پر مجکو بہت خوف پیدا ہوا اور
مین نے اسکی توبہ کیواسطے بہت سے صدقات و نیک اعمال کئے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے جس موقع پر یہ حدیث بیان کی وہ جنگ صفین
کا موقع تھا جب لشکر شام سے لڑائی تھی اور آخر مین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شامیون کی یہ درخواست منظور کی تھی کہ حکم قرار دیے جاوین تاکہ
صلح ہوجاوے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے بعضے سرداران بنو تمیم اس صلح سے ناراض ہوئے اور چاہا کہ قتال قائم رہے حتی کہ
وہ لوگ ناخوش ہوکر دشمن ہوگئے اور انھین لوگون کو خارجی کہتے ہین تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اُن کو صلح حدیبیہ کا قصہ یاد دلایا کہ ہان
بھی ہم لوگون کی رائے یہ تھی کہ قتال ہو اور ہمارے امام یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح منظور فرمائی اور وہی ٹھیک تھی اور ہماری رائے
فقط جوش حمیت مین تھی اسی طرح تم لوگون کو چاہیے کہ اپنے امام یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے مانو اور اپنے نفس کو خود ہی تہمت و ملامت دو
اور اللہ تعالیٰ سے سکینت چاہو جیسے صلح حدیبیہ مین اللہ تعالیٰ نے صلح کو فتح کردیا اور تھوڑی مدت بھی نہین گزری تھی کہ قریش کی بدعہدی سے
مکہ فتح ہوگیا اور اُسوقت اللہ تعالیٰ نے مومنون کا جوش ساکن کرنے کیواسطے اپنی طرف سے سکینت نازل فرمائی کہ سب لوگ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی صلح پر طمانینت و وقار کے ساتھ ثابت قدم رہے وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى۔ اور ان نیک بندون کے ساتھ کلمۂ تقوی کو

لازم کر دیا ف کہ وہ کبھی اُن سے جدا نہیں ہو سکتا ہے اس سے قطعاً ثابت ہوا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ میں [illegible]
رہیں گے کیونکہ جب کلمۃ التقوی اُن کے ساتھ لازم کیا گیا ہے تو کبھی منفک نہیں ہو سکتا ہے وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا [illegible]
کلمہ کیواسطے سب سے زیادہ حقدار اور سب سے زیادہ لائق تھے ف یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ ثابت تھا کہ کلمۃ التقوی [illegible]
اور یہی لوگ اس کے اہل ہیں جن لوگوں کو حضرت آدم سے قیامت تک یہاں کیواسطے پیدا کیا سب کلمۃ التقوی کے لائق ہیں [illegible]
زیادہ احق و الیق یہ لوگ ہیں جن کو اپنے پیغمبر افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بنانے کیواسطے انتخاب فرمایا تھا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمًا۔ اور اللہ تعالیٰ بیشک ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے ف اور جو کوئی اُسپر ایمان نہ لاوے وہ کافر ہے کیونکہ اس بدبخت کے دل میں اگر
یہ شبہہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے اپنی مخلوقات کا علم نہیں ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کو نادان و جاہل سمجھتا ہے یہ کفر ہے نعوذ باللہ من ذلک پس حق
کہ اللہ تعالیٰ اپنی جملہ مخلوقات کو اُن کے پیدا کرنے سے پہلے خوب جانتا ہے کہ ہر شخص کس لائق ہو لہذا اہل سنت خوب جانتے ہیں کہ انبیاء
علیہم السلام میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں اور سب انبیا کے اصحاب میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے جو اصحاب لکھے گئے وہ سب
افضل ہیں اور افضل ہونا باعتبار تقوی ہے پس کلمۃ التقوی کے واسطے یہ لوگ احق ہیں اور کلمۃ التقوی کو اُن کے ساتھ لازم فرمایا تو وہ کبھی مرتد
نہیں ہو سکتے ہیں اس بیان سے صاف ظاہر ہو گیا کہ روافض و خوارج وغیرہ جنھوں نے اصحاب بیعۃ الرضوان کے حق میں بدگمانی کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ
کے کلام سے محروم ہے اور اولیا راٰلہی کے دشمن ہوئے کیونکہ آیت قدسی کو جس نے سمجھ لیا وہ خوب جانتا ہے کہ روافض و خوارج اس کے مخالف
ہو کر گمراہی میں جاتے ہیں نعوذ باللہ من الضلال بیان کلمۃ التقوی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کی کلمۃ التقوی یعنی لا الٰہ الا اللہ (رواہ ابن جریر دارقطنی ابن مردویہ بیہقی ترمذی) سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ نے بھی اسی کے مثل
حدیث بیان کی (ابن مردویہ) اور حضرت علی و عمر و ابن عباس و مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم نے بھی یہی تفسیر بیان کی اور جمہور تابعین کا
بھی یہی قول ہے اور لا الٰہ الا اللہ کی تفسیر یہ ہو کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ محمد رسول اللہ عبدہ و رسولہ زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا
کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ۔ یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے جس سے مشرکوں نے حدیبیہ کے روز انکار و تکبر کیا
(ابن جریر و ابن ابی حاتم) اور یہی مجاہد و عطا ابن ابی رباح و مسور بن مخرمہ حضرت علی و ابن عمر و ابن عباس و سعید بن جبیر و عطا خراسانی
سے روایت ہو قتادہ نے کہا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ احق و اہل تھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
نے یہ آیت پڑھی۔ اذ جعل الذين كفروا في قلوبهم الحمية حمية الجاهلية پھر بیان کیا کہ اگر اہل ایمان کو اسوقت حمیت کلمۃ التقوی پر دی جا
کی جاتی تو مسجد الحرام میں فساد ہوتا (النسائی) یعنی یہ نکتہ بیان کیا کہ اللہ عز و جل نے اسوقت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کلمۃ التقوی
لازم رکھا اور اس کلمہ کیواسطے اُن کی حمیت کو زائل نہیں کیا بلکہ اپنی حکمت پوری کرنے کے واسطے اُن کے دلوں پر طمانینت و وقار
نازل کر دیا کہ اُنھوں نے صلح کو قریش کے شرائط پر منظور کر لیا۔ شیخ ابن کثیر نے اس مقام پر اُن احادیث کو جمع کیا ہے جو صلح حدیبیہ
کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں اور بیشک اُن سے آگاہ ہونے میں علم وافر حاصل ہوتا ہے اور مترجم چاہتا ہے کہ اُن کو اختصار کے ساتھ لاوے
واللہ تعالیٰ ہو الموفق۔ امام بخاری نے صحیح میں مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے زمانہ میں
تیرہ سو سے زائد اصحاب کو لیکر روانہ ہوئے جب مدینہ سے نکلکر ذوالحلیفہ پر پہونچے تو وہاں قربانیوں کے جانوروں کو قلادہ ڈالا اور
اشعار کیا یعنی اونٹوں کے کوہان میں خفیف نشان دیا جو اس امر کی علامت تھی کہ یہ قربانی ہے اور جیسے بکری وغیرہ کے قلادہ ڈالا

ہدی کی علامت ہو اور اسی مقام سے عمرہ کا احرام باندھا اور قوم خزاعہ مین سے ایک جاسوس روانہ کیا اور خود مع لشکر کے روانہ ہوئے یہانتک کہ
جب غدیر اشطاط پر پہونچے تو وہان آپ کا جاسوس واپس آیا اور اُس نے بیان کیا کہ قریش نے بہت سے لشکر جمع کئے اور احابیش جمع کئے ہین
اور وہ لوگ آپ سے لڑین گے اور آپ کو مکہ مین جانے اور عمرہ ادا کرنے سے مانع ہون گے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کو خطاب فرمایا کہ اے
لوگو مجھے مشورہ دو کیا تمھاری یہ رائے ہے کہ ہم لوگ گھوم کر ان لوگون کی آل و اولاد پر جا پڑین جو لوگ ہم کو خانہ کعبہ سے روکنا چاہتے ہین دوسری
روایت سے اس کے یہ معنی ظاہر ہوئے کہ گرد نواح کے احابیش جو قریش کی مدد کے واسطے اپنے بال بچے چھوڑ کر ہم سے لڑنے گئے ہین تو ہم
انہین لوگون کے اہل و عیال کو گرفتار کرین پھر اگر وہ لوگ ہماری جانب آوین گے تو مشرکین مکہ مین سے ایک جماعت کٹ جائے گی اور اگر نہ
آئے تو وہان غمناک پڑے رہین گے یا تم لوگون کی رائے یہ ہے کہ ہم بیت اللہ کا قصد کرین وہان جو شخص ہم کو روکے گا ہم اُس سے قتال کرینگے
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ بیت اللہ کے قصد سے نکلے ہین کسی شخص سے جنگ و جدال نہین چاہتے ہین پس آپ
بیت اللہ کی جانب توجہ فرماوین وہان جو شخص ہم کو روکے گا ہم اُس سے قتال کرین گے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا چلو اور
ایک روایت مین آیا کہ اللہ تعالی کے نام پر روانہ ہو پھر چلتے چلتے راہ مین ایک مقام پر پہونچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو آگاہ فرمایا
کہ خالد بن الولید قریش کے سوارون کو لئے ہوئے اُن کا طلیعہ ہے یعنی اگلا لشکر ہے پس تم لوگ اس جانب نہ جاؤ بلکہ داہنی جانب
جھک پڑو پس واللہ خالد بن الولید کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی یہانتک کہ آپ قترۃ الجیش پر پہونچ گئے اُسوقت خالد کو خبر ہوئی تو وہ اپنے سوارون
کو بھگاتا ہوا قریش کے پاس پہونچا کہ ڈرو اور ہوشیار ہو کہ وہ تو اس جانب سے آ پہونچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلے جاتے تھے
یہانتک کہ جب اُس موڑ پر پہونچے جہان سے مکہ کو اُترتے ہین تو آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی ہر چند لوگون نے کہا کہ حل حل یعنی وہ کلمہ کہا کہ جس سے
اُٹھاتے ہین وہ نہ اُٹھی تو لوگون نے کہنا شروع کیا کہ ناقہ قصوی بے مہار ہو گئی یعنی کہنا نہین مانتی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ وہ بے مہار نہین ہوئی اور نہ اُس کی یہ عادت ہے ولیکن جس نے ہاتھیون کو حرم سے روکا تھا اُسی نے اس اونٹنی کو بھی روک دیا پھر آپ نے
فرمایا کہ قسم اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ مین میری جان ہے کہ آج یہ لوگ جس کسی خصلت کو جسمین صلاحیت ہے مجھسے چاہین گے تو مین اُنکو
دیدونگا پھر آپ نے اونٹنی کو زجر فرمایا تو وہ اُٹھ بیٹھی پس آپ نے قریش کی جانب سے منہ موڑا اور حدیبیہ کے کنارہ جا کر ایک تالاب پر اُترے جسمین
بہت تھوڑا پانی تھا اور کچھ دیر نہین گذرنے پائی تھی کہ لوگون نے اُس کو اُلیچ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ لوگ پیاسے
ہین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر اُن کو دیا اور فرمایا کہ یہ تیر جا کر اُسمین گاڑ دو پھر واللہ ہم لوگون نے دیکھا کہ
برابر اُسمین سے اسقدر پانی نکلتا تھا کہ تمام لشکر آسودہ رہتا تھا یہانتک کہ ہم لوگ اس کو یونہی سیراب چھوڑ آئے پھر اسی حال مین تھے کہ
بدیل بن ورقاء الخزاعی اپنی قوم خزاعہ کے کچھ لوگ لئے ہوئے آیا اور اہل تہامہ مین سے یہی لوگ ایسے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے
در پردہ خیر خواہی کرتے تھے اور اُس نے آکر بیان کیا کہ مین قبیلہ کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو اُس حالت سے چھوڑ آیا ہون کہ وہ اپنے
چھوٹے بڑون کو لئے ہوئے دودھار اونٹنیون سمیت جمع ہین اور وہ آپ سے لڑین گے اور روکین گے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ ہم کسی سے لڑنے نہین آئے ہین ولیکن ہم لوگ عمرہ ادا کرنے کیواسطے آئے ہین اور یہ بات خوب معلوم ہے کہ لڑائیون نے قریش کو کمزور
و ناتوان کر دیا ہے اب اگر وہ لوگ چاہین تو مین اُن سے ایک مدت کیواسطے صلح کر لون اور وہ لوگ مجھے اور باقی عرب کو چھوڑ دین پھر اگر مین
اُن لوگون پر غالب ہوا تو قریش کو اختیار ہوگا کہ چاہین اُسی عہد مین داخل ہو جاوین جسمین اور لوگ داخل ہوئے ہون اور اگر نہ چاہین تو وہ لوگ

آسودہ اور کثرت سے ہون گے یعنی اگر اُسوقت لڑنا چاہین گے تو بھی سامان و قوت سے پورے ہون گے اور اگر [illegible]
اُس پاک عزوجل کی جس کے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ برابر مین اُن سے اپنے اس دین پر قتال کرون گا یہانتک کہ [illegible]
ہو یا تو میری یہ گردن کٹ جائے گی یا اللہ عزوجل اس کام کو پورا فرما دیگا یعنی بالیقین مین جانتا ہون کہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا [illegible]
ولیکن تمھارے خیال کے موافق مین کہتا ہون کہ یا تو میری گردن کٹ جاوے گی یا پورا ہوگا) بدیل نے یہ سنکر کہا کہ مین آپ کا یہ [illegible]
پس روانہ ہو کر قریش کے وہان پہونچا اور اُن لوگون سے کہا کہ مین تمھارے پاس اُس شخص کے یہان سے آیا ہون اور مین نے اُس کی زبان
سے ایک بات سنی ہے اگر تم چاہو تو مین تم سے بیان کرون تو قریش کے بیوقوف کہنا شروع کیا کہ ہم نہین چاہتے ہین کہ اُسکی طرف سے کوئی
بات بیان کرے ولیکن اُن مین کے عقلمند لوگون نے کہا کہ بیان کرو کہ تم نے کیا سنا پس بدیل نے جو کچھ سنا تھا وہ سب اُن سے بیان کیا پس
قریش مین سے عروہ بن مسعود کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اے قوم کیا تم لوگ میرے والد نہین ہو اُنھون نے کہا کہ ہان کیون نہین ہین پھر کہا کہ کیا
مین تمھارا فرزند نہین ہون اُنھون نے کہا کہ ہان کیون نہین ہے اُس نے کہا کہ کیا تم لوگ مجھے کسی گمان مین متہم رکھتے ہو اُنھون نے کہا کہ نہین
اُسنے کہا کہ تم یہ بات خوب جانتے ہو کہ مین نے تمھارے واسطے تمام اہل عکاظ کو پکار دیا جب وہ لوگ میرے یہان مجتمع ہوگئے تو مین اُن سب کو لیکر
مع اپنی آل و اولاد کے تمھاری مدد کو آیا لوگون نے کہا کہ ہان تو ٹھیک کہتا ہے عروہ نے کہا کہ اب تم جان لو کہ اُس شخص نے تم پر صلاحیت کی خصلت
پیش کی ہے تم کو چاہیئے کہ اسکو قبول کر لو اور مجھے اسکے پاس جانے دو لوگون نے کہا کہ اچھا جاؤ پس وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور
آپ سے باتین کرنے لگا پس آنحضرت صلعم نے اُس سے بھی ویسا ہی کچھ بیان کیا جیسا بدیل بن ورقاء سے بیان فرمایا تھا عروہ نے یہ سنکر کہا کہ
اے محمد صلعم آپ مجھے یہ بتلائیے کہ اگر آپنے اپنی قوم کو نیست کر دیا تو کیا عرب مین سے آپنے کسی شخص کو پہلے سنا ہے کہ اُسنے اپنی قوم کو نیست کر دیا
ہو اور اگر معاملہ دگرگون ہو یعنی لڑائی ٹھنی تو کون آپ کے ساتھ ہے کیونکہ واللہ مین ایسے چہرے دیکھتا ہون اور ایسے عوام الناس دیکھتا ہون کہ وہ
اسی لائق ہین کہ آپکو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہون گے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر اُس سے کہا کہ اے جا کر اپنی لات کی بظر چوس کیا ہم لوگ
بھاگ کھڑے ہون گے اور آپ کو چھوڑ دین گے عروہ نے کہا کہ یہ کون شخص ہین لوگون نے کہا کہ ابو بکر ہین عروہ نے کہا کہ واللہ اگر تمھارا ایک
احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا مین نے بدلہ نہین اُتارا ہے تو مین تم کو اسکا جواب دیتا پھر اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتین کرنا شروع کین
اور ہر بار جب آپ سے کوئی بات عرض کرتا تو آپ کی ریش مبارک مین ہاتھ لگاتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ خود
پہنے اور تلوار لئے کھڑے تھے اور عروہ ہر بار جب اپنا ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک پر لگاتا تو وہ نعل السیف سے اُس کا ہاتھ
ہٹا دیتے اور کہتے تھے کہ اپنے نجس ہاتھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے الگ رکھ پھر عروہ نے اپنا سر اُٹھا کر پوچھا کہ یہ کون شخص ہے
لوگون نے کہا کہ (ایک روایت مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا) کہ یہ تیرا چچا زاد بھائی مغیرہ بن شعبہ ہے عروہ بولا کہ اے غدار
کیا تو وہ نہین ہے کہ جس کے غدر مین مین نے کوشش کی اور بات یہ ہوئی تھی کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت مین ایک قوم کے ساتھ ہو گئے
اور اسی درمیان مین اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل مین اسلام ڈالا تو اُنھون نے سب کو مار ڈالا اور اُن کے مال چھین لئے اور وہان سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آکر مسلمان ہو گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا اسلام تو مین قبول کرتا ہون اور یہ مال [illegible]
مجھکو کوئی تعلق نہین ہے پھر عروہ بن مسعود نے اپنی دونون آنکھون سے ادھر اُدھر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا شروع کیا پس
اُس نے دیکھا کہ واللہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تھوکتے ہین تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ مین پڑتا ہے [illegible]

ہون دیتے ہین اجس کے ہاتھ پڑتا ہے وہ عطر کے طور پر اُس کو اپنے چہرے و بدن پر لگاتا ہے اور جب آپ اُن کو کسی کام کا حکم دیتے ہین تو اُس کو بجا لانے کیواسطے لوگ تلے اوپر گرتے ہین تاکہ فوراً حکم کی تعمیل ہو اور جب آپ وضو کا بقیہ چھوڑتے ہین تو ایسا نظر آتا ہے کہ گویا اُس کے حصے پانے مین لڑ مرین گے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات فرماتے ہین تو سب اپنی آوازین پست کر کے سننے لگتے ہین اور آپ کی تعظیم کیلئے کوئی صحابی آپ کی طرف پوری نگاہ بھر کے نہین دیکھ سکتا ہے پھر عروہ یہان سے اپنے ساتھیون کے پاس لوٹ گیا اور اُن سے بیان کیا کہ اے قوم واللہ مین بادشاہ کسریٰ و بادشاہ قیصر و بادشاہ نجاشی کے یہان ایلچی بن کر گیا ہون واللہ مین نے کسی بادشاہ کو ہرگز نہ دیکھا کہ اُس کے ساتھی اُس کی تعظیم کرتے ہون جیسے محمدؐ کے ساتھی محمدؐ کی تعظیم کرتے ہین واللہ اگر وہ تھوک و رینٹ پھینکتے ہین تو وہ ہرگز زمین پر گرنے نہین پاتا سوائے اسکے کہ کسی صحابی کے ہاتھ پڑتا ہے وہ اُس کو اپنے چہرہ و بدن پر ملتا ہے اور جب وہ کسی کام کا حکم دیتے ہین تو فوراً اُسکے بجالانے کیواسطے تلے اوپر گرتے ہین اور جب وضو کرتے ہین تو بقیہ وضو کے لئے گویا لڑ مرین گے اور جب کوئی بات کہتے ہین تو سب کی آوازین پست ہو جاتی ہین اور یہان تک تعظیم منظور ہے کہ آپ کی طرف نگاہ بھر کر نہین دیکھتے ہین اور محمدؐ نے تم پر ایک اصلاح کی بات پیش کی ہے تم اُسکو قبول کر لو پھر اُن مین سے ایک شخص بنی کنانہ مین سے اُٹھا اور کہنے لگا کہ مجھے وہان جانے دو لوگون نے اسکو اجازت دی جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب پر ظاہر ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فلان شخص ہے اور یہ ایسی قوم مین سے ہے کہ جو قربانی کے اونٹون کی تعظیم کرتے ہین پس تم لوگ قربانی کے اونٹ اُس کے سامنے کر دو پس لوگون نے قربانی کے اونٹ اُٹھائے اور لوگ تلبیہ کہتے ہوئے اُس کے سامنے آئے جب اُسنے یہ دیکھا تو کہنے لگا کہ سبحان اللہ یہ لوگ کسی طرح خانہ کعبہ سے روکے نہین جاتے ہین پھر جب اپنے ساتھیون کے پاس لوٹ گیا تو اُس نے بیان کیا کہ مین نے وہان قربانی کے جانور دیکھے کہ جن کی گردن مین قلادہ ڈالا گیا اور اُن کے کوہان مین اشعار کیا گیا ہے تو میری رائے نہین ہے کہ وہ لوگ خانہ کعبہ سے روکے جاوین پھر اُن مین سے ایک شخص کھڑا ہوا جسکا نام مکرز بن حفص تھا اُس نے کہا کہ مجھے وہان جانے دو لوگون نے اسکو اجازت دی پھر جب وہ ظاہر ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص مکرز ہے اور یہ شخص مرد بدکار فاجر ہے پھر وہ آگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتین کر رہا تھا کہ اتنے مین سہیل بن عمرو آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تمھارا کام سہل کر دیا گیا پس سہیل بن عمرو آپکے پاس پہنچا اور عرض کرنے لگا کہ لائیے ہمین اپنے اور آپکے درمیان ایک صلحنامہ لکھدین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل نے کہا کہ الرحمن تو واللہ مین نہین جانتا ہون ولیکن جیسے آپ لکھا کرتے تھے ویسی ہی لکھیے کہ باسمک اللھم مسلمانون نے کہا کہ واللہ نہین لکھا جائے گا سوائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا لکھو باسمک اللھم پھر فرمایا کہ ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ سہیل نے کہا کہ واللہ اگر ہم جانتے کہ آپ رسول اللہ ہین تو ہم آپ کو بیت اللہ سے نہ روکتے اور نہ آپ سے قتال کرتے ولیکن آپ لکھیے محمد بن عبد اللہ یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ مین تو رسول اللہ ہون اگرچہ تم لوگ مجھے جھٹلاؤ پھر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اچھا لکھو محمد بن عبد اللہ (حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ واللہ مین لفظ رسول اللہ کو نہین کاٹون گا پس آپنے خود اپنے ہاتھ سے محو کر دیا)

راوی حدیث محمد بن مسلم الزہری نے کہا کہ آپنے یہ سب اس وجہ سے کیا کہ ناقہ بیٹھ جانے کے وقت قسم کھائی تھی کہ اگر مجھ سے اصلاح کی بات مانگین گے تو مین اُن کو دیدون گا پھر آپنے صلحنامہ مین لکھوایا کہ صلح اس شرط پر ہے کہ ہمارے درمیان و بیت اللہ کے درمیان روک چھوڑ دو تاکہ ہم طواف کرین سہیل بولا کہ واللہ یہ بات تو دشوار ہے کہ عرب ہمارے حق مین یہ باتین کرین کہ ہم لوگ ضغطہ مین آگر مجبوری اس بات پر راضی

Marfat.com

ہوگئے ولیکن ہم یہ منظور کرتے ہین کہ آیندہ سال آپ آوین اور ہم تین روز کے واسطے مکہ خالی کردین گے پھر آپ [illegible]
ہے کہ آپ لوگ ہتھیار کوئی نہ لاوین سوائے ایک تلوار کے کہ وہ میان مین ہو اور یہ شرط ہے کہ صلح کے درمیان مین جو شخص ہم مین سے [illegible]
اُس کو آپ پھیر دین اگرچہ وہ مسلمان ہو کر آپکے دین پر جاوے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ضبط نہ ہو سکا اُنھون نے کہا کہ سبحان اللہ وہ کیونکر مشرکون کے
یہان پھیر دیا جاسکتا ہے حالانکہ وہ مسلمان ہو لیا ہے پس اسی بحث مین تھے کہ ناگاہ سہیل کا بیٹا ابوجندل بن سہیل زنجیر و بیڑیون مین [illegible]
ہوا آیا اور وہ اسفل مکہ سے نکل کر مسلمانون کے درمیان پہونچکر چلا آیا اور اُس نے اپنے آپ کو مسلمانون کے آگے ڈالدیا سہیل نے کہا کہ اے محمد یہ تو ایک
پہلی شرط ہے جو مین مشروط کرتا ہون کہ یہ شخص مجھے واپس دیا جاوے گا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے ابھی صلحنامہ تمام ہی نہین کیا ہے سہیل بولا
کہ واللہ تو پھر مین آپ سے کسی بات پر صلح نہین کرون گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا اُس شخص کو میرے لئے اجازت دیدے سہیل
بولا کہ مین تو ہرگز اس کی اجازت دینے والا نہین ہون آپنے فرمایا کہ کیون نہین ہے اُس نے کہا کہ مین ہرگز نہ مانون گا اتنے مین مکرز بن حفص نے کہا کہ
کیون نہین ہم نے آپکے واسطے اسکی اجازت دیدی اور ابوجندل نے بھی بلند آواز سے کہا کہ اے گروہ مسلمین کیا مین مشرکون کے یہان پھیر دیا
جاؤن گا حالانکہ مین مسلمان آیا ہون کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ مجھکو کیا مصیبت پہونچی ہے راوی نے کہا کہ دین الٰہی کے معاملہ مین اُس کو
سخت و شدید تکلیفین دی گئی تھین (دوسری روایت انشاء اللہ تعالیٰ آتی ہے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوجندل
صبر کر اور اللہ تعالیٰ سے ثواب کی نظر رکھ کہ اللہ تعالیٰ تم ایسے مجبورون کے واسطے جلد راہ نکالنے والا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب یہ دیکھا تو
اُن کو سخت طیش آ گیا حتی کہ عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے نبی برحق نہین ہین آپ نے
فرمایا کہ کیون نہین ہون عمرؓ نے عرض کیا کہ کیا ہم لوگ حق پر اور دشمن باطل پر نہین ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیون نہین
ہین عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ تب مین نے عرض کیا کہ پھر کیون ہم لوگ اپنے دین مین حقارت منظور کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ
اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہین ہے اور اللہ تعالیٰ میرا ناصر ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے غصہ مین حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور اُن سے بھی
یہی ذکر کیا اور یہی جواب پایا یعنی چاہتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جا کر حضرت سے اس بارہ مین کچھ عرضداشت کرین جب یہ جواب پایا تو عمر رضی اللہ عنہ
فوراً اُٹھے اور ابوجندل کے پاس گئے اور اُسکو اپنے پہلو مین لئے ہوے چلے اور کہتے جاتے تھے کہ ابوجندل صبر کر اور یہ لوگ تو مشرکین ہین اور
ان کا خون ایسا ہے جیسے کتے کو مار ڈالا عمر رضی اللہ عنہ یہ باتین کرتے جاتے اور اپنی تلوار کا قبضہ ابوجندل کی جانب بڑھا دیا تھا عمر رضی اللہ عنہ
کہتے ہین کہ اس اُمید سے مین نے ایسا کیا کہ ابوجندل یہ تلوار گھسیٹ کر اپنے باپ کو مار ڈالے ولیکن اُس شخص نے اپنے باپ کے مارنے مین بخل کیا
اور صلحنامہ تمام ہو گیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس روز مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی باتین کین تو مجھکو بڑا خوف ہوا زہری نے
کہا کہ حضرت عمر جب یہ قصہ بیان کرتے تو کہا کرتے تھے کہ مین نے اس خوف کیلئے بہت سے اعمال خیر ادا کئے اور بہت سے صدقات دیے اور برابر
دیتا رہا یہانتک کہ مجھکو تسکین ہوئی پھر جب تحریر پوری ہو چکی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب سے کہا کہ اُٹھکر قربانی کرو اور سر منڈاؤ یعنی احرام
سے فارغ ہو جاؤ مسور رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ صحابہ مین سے ایک شخص بھی نہین اُٹھا یہانتک کہ آپنے تین مرتبہ فرمایا حتی کہ آپ اُٹھکر
حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور یہ حال بیان کیا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ اُن کی طرف سے سرکشی
نہین ہے یعنی وہ لوگ بہت غمناک ہو رہے ہین اگر آپ چاہتے ہین تو اُن مین سے کسی سے ایک کلمہ بھی نہ فرمائیے بلکہ خود جا کر اپنی قربانی ذبح
فرمائیے اور مونڈنے والے کو بلائیے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی کیا جب لوگون نے یہ دیکھا تو اُٹھے اور اپنی اپنی قربانیان ذبح کین

یعنی اُن کو نااُمیدی ہوگئی اور آپس میں ایک نے دوسرے کا سر مونڈنا شروع کیا اور شدت غم کی وجہ سے قریب تھا کہ ایک دوسرے کو زخمی کریں یعنی شدت غم کی وجہ سے مونڈنے میں جو ہاتھ چلتا تھا وہ استوار نہ تھا بلکہ زخم آجاتا تھا پھر مکہ سے کچھ مومنہ عورتیں بھاگ آئیں تو اُن کے حق میں اللہ عزوجل نے نازل فرمایا۔ یاایہا الذین آمنوا اذا جاءکم المومنات مہاجرات تا قولہ تعالیٰ بعصم الکوافر الآیۃ۔ چونکہ اس آیت سے یہ حکم منصوص فرمایا کہ جو عورت مومنہ ہوجائے وہ کافروں پر حلال نہیں ہے اور منع کردیا کہ عورتیں واپس نہ دی جائیں گی بلکہ کافروں کو اُن کا مہر دیدیا جاوے پس عمر رضی اللہ عنہ نے اُس روز اپنی دو بیبیوں کو جو شرک کی حالت میں تھیں طلاق دیدی چنانچہ ایک سے معاویہ بن ابی سفیان نے اور دوسری سے صفوان بن اُمیہ نے نکاح کرلیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو واپس آئے اور یہاں قریش میں سے ایک شخص ابوبصیر بھاگ آیا اور وہ مسلمان تھا اور قریش نے صلحنامہ کے موافق اُس کو مانگنے کے لئے دو شخص بھیجے اُنھوں نے کہا کہ آپ وہ عہد پورا کیجئے جو ہمارے اور آپکے درمیان ہے پس آپ نے ابوبصیر کو دیدیا وہ دونوں ابوبصیر کو لیکر مدینہ سے کچھ دور مقام ذوالحلیفہ تک پہونچے اور وہاں اُتر کر چھوہارے کھانے کو بیٹھے اور ایک اُن میں سے پانی لانے گیا اور دوسرے سے ابوبصیر نے کہا کہ یہ تمھاری تلوار مجکو بہت اچھی معلوم ہوتی ہے میں دیکھتا ہوں کہ یہ بہت کاٹ کی تلوار ہے اُس نے کہا کہ واللہ ہاں میں نے اس کو بارہا آزمایا ہے یہ بہت عمدہ تلوار ہے ابوبصیر نے کہا کہ ذرا میں دیکھوں اُس نے دیدی ابوبصیر نے ایک ہاتھ مارکر اسکی گردن اُڑادی اور جو شخص پانی بھرتا تھا اُس کی طرف دوڑے جب اُس کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو وہ بے تحاشا بھاگا یہانتک کہ مدینہ کی مسجد میں آکر گھس گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میرا ساتھی مارڈالا گیا اور میں بھی مارا جاؤنگا اور پیچھے پیچھے ابوبصیر بھی پہونچا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے پورا کردیا تھا آپنے مجھے اُن کو واپس دیا تھا اور اب اللہ تعالیٰ نے مجکو اُن سے نجات دی ولیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ایک کلمہ فرمایا جب اُسنے سنا تو سمجھا کہ آپ پھر مجکو واپس کردینگے پس وہ مدینہ سے نکل کر سمندر کے کنارے ایک پہاڑ پر جا بیٹھے اور ابوجندل بن سہیل کو بھی پتہ معلوم ہوا تو وہ بھی گھات سے چھوٹ کر ابوبصیر کے پاس پہونچ گئے پھر قریش میں سے جو کوئی مسلمان ہوتا وہ جاکر ابوبصیر سے مل جاتا یہانتک کہ ایک چھوٹی سی جماعت ہوگئی پھر اُنھوں نے یہ اختیار کیا کہ جب سنتے کہ قریش کا کوئی قافلہ جانب شام کو جاتا یا آتا ہے تو اُس سے متعرض ہوتے اور قافلے والوں کو مارکر مال چھین لیتے تھے۔ (اور ان پہاڑوں میں کسی کو طاقت نہ تھی کہ تلاش کرپاوے) ناچار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آدمی بھیجا اور اللہ تعالیٰ کی قسم دلائی اور قرابت کا واسطہ دلایا کہ آپ اُن لوگوں کو بلا لیجیے ہم اپنی شرط سے درگذرے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پاس آدمی بھیجا اور ایک روایت میں ہے کہ جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی پہونچا تو ابوبصیر رضی اللہ عنہ حالت نزع میں تھے پس اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سلام کہلا بھیجا اور انتقال فرمایا رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ صحیح بخاری کی روایت مع دوسری روایت کے بعض زیادات کے ہے اور امام احمد نے دوسری اسناد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیارت البیت کیواسطے ستر ہدیٰ لیکر روانہ ہوئے اور سات سو آدمی ساتھ تھے یعنی ہر ہدیٰ میں دس آدمی شریک تھے (اور صحیح یہ ہے کہ ان کے سوائے ساتھ سو دیگر تھے اور شاید ان لوگوں میں سے ہر ایک کے پاس اپنی اپنی قربانی علیحدہ ہو) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوکر جب عسفان پر پہونچے تو وہاں بشر بن سفیان الکعبی آپسے ملا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ قریش یہ موجود ہیں اُن لوگوں نے آپ کی روانگی کی خبر سنی تھی تو ساز و سامان سے نکل کر راہ روکنے پر مستعد ہیں حتی کہ اپنے ساتھ دودھار اونٹنیاں بھی لائے ہیں اور چیتے کی کھال اوڑھکر عہد باندھا ہے کہ آپ ہرگز وہاں قہراً داخل نہیں ہوسکیں گے اور یہ خالد ابن الولید اُن کے سواروں کا لشکر لیے ہوئے ہے اسکو اُنھوں نے سب سے آگے کراع الغمیم میں بھیجا ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش کی کمبختی ہو کہ ان لوگوں کو لڑائی نے کھالیا پھر بھی باز نہیں آتے ہیں اُن کا کیا نقصان تھا اگر وہ مجکو دیگر عرب کے ساتھ چھوڑتے (اسی طرح نصیحت کی جیسے روایت بخاری میں گذر چکی اور ثنیۃ المرار پر ناقہ قصویٰ کا بیٹھ جانا اور آپ کا عہد کرنا کہ

اہل مکہ اگر کوئی مصلاحت کی بات مانگین گے تو مین منظور کرون گا پھر کہ بعد حدیبیہ مین اترنا اور کنوین کا معجزہ موافق روایت بخاری کے بیان کیا پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہان ٹھہرے تو بدیل بن ورقا اپنی قوم خزاعہ کے کچھ لوگون کو لیے ہوے آیا اور اُس سے بھی آپ نے ویسا ہی کلام بیان کیا جیسا بشر بن سفیان سے کہا تھا پس وہ قریش کے پاس لوٹ گیا اور اُسنے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ مین تم لوگ جلدبازی کرتے ہو یعنی بغیر سوچے سمجھے اُن سے لڑنے پر آمادہ ہو وہ کسی شخص سے لڑنے نہین آئے ہین بلکہ اس بیت معظم کی تعظیم کرنے آئے ہین زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ قبیلہ خزاعہ مین مسلمان ومشرک سبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیواسطے خفیہ خیرخواہ تھے اور جو بات مکہ مین واقع ہوتی اُس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین چھپاتے تھے پھر بدیل کو قریش نے یہ جواب دیا کہ وہ اگرچہ اسی کام کے واسطے آئے ہون ولیکن واللہ وہ خودسری کے ساتھ ہمارے یہان ہرگز نہین آنے پاوین گے کیونکہ عرب مین ہماری نسبت یہ باتین مشہور ہون گی پھر قریش نے مکرز بن حفص عامری کو بھیجا اسکو دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مرد فاجر ہے پھر اُس سے مانند مذکورۂ بالا کلام کیا اور اُس نے جاکر قریش کو آگاہ کیا پھر حلیس بن علقمہ الکنانی کو جو احابیش کا سردار تھا بھیجا اُسکو دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسی قوم مین سے ہے جو خداپرستی کا دم بھرتے ہین اس کے سامنے ہدی روان کردو وہ قربانی کے ہدی دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی نہ آیا اور اس کو امر عظیم سمجھکر قریش کی طرف لوٹا اور کہنے لگا کہ واللہ مین نے ایسی چیز دیکھی کہ اُسکا روکنا حلال نہین ہوسکتا ہے مین نے ہدی کے جانورون کو دیکھا کہ اُن کے پٹون کی وجہ سے گردن کے بال گر گئے ہین قریش نے کہا کہ تو بیٹھ تجھے کچھ علم نہین ہے بلکہ تو ایک گنوار آدمی ہے پھر انھون نے عروہ بن مسعود الثقفی کو بھیجنا چاہا اور روایت بخاری کے مانند اُس کی تقریر ذکر کرنیکے بعد راوی نے کہا کہ وہ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھا اور کہنے لگا کہ اے محمد آپ اوباش لوگون کو جمع کرکے لائے تاکہ اپنے اصل صول کو برباد کرین آپ خوب جان لیجئے کہ یہ قریش ہین انھون نے چیتے کی کھال پہنکر عہد باندھا ہے کہ آپ خودسری کے ساتھ اُن کے یہان جانے نہ پاوین گے اور واللہ مین تو آپکے ساتھیون کو دیکھتا ہون کہ گویا کل کے روز یہ آپ کو چھوڑکر بھاگ گئے مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے جب عروہ نے یہ بات کہی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جل لات کی پتنی چوس رہے کیا ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑکر بھاگ جاوین گے (لات اور عزیٰ دو عورتین تھین جیسے ہنود مین دیبی وغیرہ) عروہ بولا کہ یہ کون شخص ہین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ابن ابی قحافہ ہین عروہ نے ابوبکر سے کہا کہ واللہ اگر تمھارا ایک احسان مجھ پر نہ ہوتا جس کا بدلا مین نے نہین اُتارا ہے تو مین اُسکا جواب دیتا پھر اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مین ہاتھ ڈالکر خوشامد کی باتین کرنی شروع کین اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ مغفر وزرہ سے مسلح تلوار لیے ہوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کھڑے ہوے تھے پس مغیرہ نے تلوار کی کوتھی سے اُس کا ہاتھ ہٹادیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے اپنا ہاتھ الگ رکھ عروہ نے کہا کہ ارے تو بڑا بدزبان وسخت معلوم ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنکر مسکرائے اور عروہ نے پوچھا کہ اے محمد یہ کون شخص ہے یعنی بوجہ مغفر وغیرہ کے اُس نے نہین پہچانا آپ نے فرمایا کہ یہ تیرا بھتیجا مغیرہ بن شعبہ ہے عروہ نے مغیرہ سے کہا کہ اے لچے ابھی کل ہی کی بات ہے کہ مین نے تیری شرمگاہ دُھلائی ہے (اسکا قصہ بروایت بخاری سابق مین مذکور ہوچکا) پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی مضمون مذکورۂ بالا بیان کیا کہ مین زیارت کعبہ کو آیا ہون کسی سے لڑنے نہین آیا ہون اور عروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہا تعظیم کو آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان دیکھا پھر وہ قریش کے پاس لوٹ گیا اور کہا کہ اے قریش مین کسریٰ کے یہان اُسکے تخت کے سامنے گیا ہون اور قیصر ونجاشی کے یہان بھی اُن کے شاہانہ دربار مین گیا ہون مگر واللہ مین نے کسی بادشاہ کو اپنے اصحاب مین ایسا نہین دیکھا جیسے محمد اپنے اصحاب مین ہین اور واللہ مین نے ایسی

Marfat.com

جانچ لیا کہ وہ محمدؐ کو کسی طرح کسی شخص کو نہ دین گے اگرچہ اُن کے گرد سب مر جاوین اب تم لوگ اپنی رائے قائم کرو راوی نے بیان کیا کہ اس سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش بن امیۃ الخزاعی کو مکہ بھیجا تھا اور اس کو جمل ثعلب پر سوار کیا تھا مگر جبھی وہ مکہ مین داخل ہوا تو قریش نے اسکے اونٹ کی ٹانگین کاٹ ڈالین اور چاہا کہ خراش کو بھی قتل کرین مگر احابیش ثقیف وغیرہ مانع ہوئے یہانتک کہ خراش بچکر واپس آئے تب آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر بھیجنا چاہا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قریش سے اپنی عداوت بشدت آپ کو یاد دلائی تو آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا اسکا قصہ اوپر مذکور ہو چکا ہے (زہری رح نے کہا کہ پھر قریش نے سہیل بن عمرو کو بھیجا کہ جاکر صلح کرے لیکن تیری صلح مین یہ شرط ضرور ہو کہ وہ اس سال لوٹ جاوین پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کو دور سے دیکھا تو آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ قریش نے اس شخص کو صلح کیواسطے بھیجا ہے پھر جب صلح پوری ہونے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جاکر عرضداشت کی جس کا بیان اوپر گذرا ہے اور جس سے یہ مقصود تھا کہ صلح منظور نہ کی جائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ برابر نماز و روزہ و صدقہ سے اور مملوک آزاد کرنے سے کفارہ دیتا رہا بوجہ خوف اس کلمہ کے یہانتک کہ مجھے بہتری کی تسکین ہوئی (ن روایت مین صلحنامہ کی عبارت اس طرح ہے کہ صلح اس شرط پر قرار پائی کہ دس برس تک لڑائی موقوف رہے کہ لوگ آپس مین بخوف رہین اور بعض سے بعض کو تعرض نہ ہو اس شرط پر کہ جو شخص مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بغیر اجازت اپنے اولیا کے جاوے اُس کو آپ واپس کرین اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہین اگر اُن مین سے کوئی شخص قریش کے یہان بھاگ آوے اس کو قریش واپس نہ دین گے اور شرط ہی کہ درمیان مین مکر و کینہ نہو اور شرط ہی کہ قریش وغیرہ کے خاندانون مین سے جو خاندان چاہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین داخل ہو وہ داخل ہو سکتا ہے اور جو خاندان چاہے کہ قریش کے عہد مین داخل ہو وہ داخل ہو سکتا ہے پس قبیلہ خزاعہ کے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ہین اور بنو بکر اُٹھے اور کہنے لگے کہ ہم لوگ قریش کے عہد مین ہین (مترجم کہتا ہے کہ بنو بکر نے دو برس بعد خزاعہ پر تعدی کی اور قریش نے ہتھیارون سے مدد دی اور اس بدعہدی سے صلح ٹوٹ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خزاعہ کی مدد فرمائی اور چڑھائی کر کے مکہ فتح کر لیا) اور یہ شرط ہی کہ اس سال لوٹ جائے اور آئندہ سال آئے تو ہم لوگ مکہ خالی کر کے نکل جائین گے پس آپ مع اصحاب کے تین دن مکہ مین قیام کیجیے مگر ہتھیارون مین سے فقط میان کے اندر تلوارین ہون راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب مدینہ سے نکلے ہین تو ان کو کچھ شک نہ تھا کہ اگر قریش لڑین گے تو ہم فتح پاوین گے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا تھا جسکا بیان آئندہ آیت مین آتا ہے پھر جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ صلح تمام ہوئی جاتی ہے اور لوٹ جانا پڑے گا اور دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی بعض شرطین اپنے اوپر منظور فرمائی ہین تو لوگون کو اس سے ایک کرب عظیم لاحق ہوا گویا شدت غم سے مرجاوین گے اتنے مین سہیل بن عمرو کا بیٹا ابوجندل بیڑیون مین جکڑا ہوا نکل آیا تھا [illegible] نے اسکو دیکھا تو اُٹھ کر اُس کے منہ پر تھپڑ مارا اور اُس کی گردن دبائی اور ابوجندل چلایا کہ اے اہل اسلام کیا تم مجھکو مشرکون کے یہان پھیر دوگے تاکہ وہ مجھے میرے دین سے فتنہ مین ڈالین ۔ راوی نے کہا کہ اُس کی اس آواز سے مسلمانون کا غیظ و غضب زیادہ بڑھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل سے فرمایا کہ اے ابوجندل صبر کر اور نیک امید رکھ کہ عنقریب اللہ تعالی تیرے واسطے اور تیرے ساتھیون کے واسطے جو مغلوب بنائے گئے ہین کشائش کی راہ نکالنے والا ہے اور فی الحال ہم نے اس قوم کو صلح کا عہد دیدیا ہے اور ہم اُن سے غدر نہین کرین گے عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ مین فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور ابوجندل کے پہلو مین چلا اور مین اُس سے کہتا جاتا تھا کہ اے ابوجندل اپنے نفس کو صبر کے ساتھ مضبوط کر اور ان مشرکون کا خون تو کتے کے خون کے برابر ہے اور اپنی تلوار کا قبضہ اس کی طرف بڑھاتا اس امید پر کہ وہ تلوار گھسیٹ کر اپنے باپ کو قتل کر دے لیکن اُس نے

اپنے باپ کو قتل کرنے سے بخل کیا مترجم کہتا ہے کہ علم الٰہی میں سہیل بن عمرو کا خون شامل کئے کے لئے تھا کیونکہ آخر وہ اسلام لائے تھے کہ جنگ یرموک یا جنگ قبرس میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کیا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سہیل نے کہا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ہم نہیں جانتے ہیں ولیکن لکھ کہ باسمک اللہم پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھ من محمد رسول اللہ۔ سہیل نے کہا کہ اگر ہم جانتے کہ آپ رسول اللہ ہیں تو آپ کی پیروی کر لیتے ولیکن آپ اپنا نام اور اپنے باپ کا نام لکھئے اور قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بھی شرط لگائی کہ ہم میں سے جو کوئی آپکے یہاں جاوے اُسکو آپ واپس دیں اور جو کوئی آپ میں سے ہمارے یہاں آوے اس کو ہم واپس نہ دیں گے حضرت علی رضی اللہ عنہ و صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم یہ شرط لکھدیں آپ نے فرمایا کہ ہاں لکھدو کیونکہ جو کوئی ہم میں سے اُن کے یہاں مل گیا اُس مرتد کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا (رواہ احمد و مسلم) اور جو اُن میں سے مسلمان ہوا اگر ہم واپس دیں تو بھی عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے واسطے رہائی کی راہ دے گا۔ ف۔ واضح ہو کہ جب امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں امیر معاویہ و اہل شام سے صلح ٹھہرائی کہ طرفین سے لوگ مقرر ہو کر حکم ٹھہرائے جائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے بہت سے قبائل بنی تمیم وغیرہ جدا ہو کر ایک مقام پر جمع ہوئے اور ان خارجیوں نے اپنی حماقات سے یہ رائے ٹھہرائی کہ علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق نہیں ہیں کیونکہ اگر وہ خلیفہ ہوتا تو حکم قرار نہ دیتا بلکہ اگر وہ خلیفہ تھا تو بھی حکم قرار دینے سے خارج ہو گیا اسی طرح انھوں نے چند الزام لگا کر اپنی عاقبت خراب کی سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کر کے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا کہ ان احمقوں کے اعتراضات سنکر ان کو فہمایش کریں چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ہر ہر اعتراض کا جواب معقول دیا تو بعضے لوگ راہ راست پر آ گئے اور باقی اپنی گمراہی پر قائم رہے امام احمد نے بسند صحیح روایت کی کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے حروریہ یعنی خوارج نے خروج کیا اور انھوں نے الزامات لگائے از انجملہ یہ خلافت کے واسطے حکم قرار دینا باطل ہے اور یہ شخص خلافت سے خارج ہو گیا تو میں نے جا کر ان لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے روز مشرکین سے صلح ٹھہرائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لکھو ہذا ما صالح علیہ محمد رسول اللہ۔ تو مشرکین نے کہا کہ ہم آپ کو رسول اللہ نہیں جانتے ہیں اگر جانتے تو ہم آپ سے قتال نہ کرتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی لفظ رسول اللہ کو محو کر دے اور فرمایا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں پھر لکھوایا کہ ہذا ما صالح علیہ محمد بن عبد اللہ۔ پھر تم بتلاؤ کہ رسول اللہ بہتر ہیں یا علی رضی اللہ عنہ بہتر ہیں واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہتر تھے پھر کیا رسول اللہ کا لفظ مٹانے سے وہ رسول ہونے سے خارج ہو گئے تھے اب بتلاؤ کہ میں تمھارے اعتراض سے پاک ہو گیا انھوں نے کہا جی ہاں (رواہ ابو داؤد) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے روز ستر اونٹ ذبح فرمائے جن میں ابو جہل کا ایک اونٹ تھا (جو بدر کی لڑائی میں غنیمت لیا گیا تھا) لیکن جب یہ قربانی کے اونٹ خانہ کعبہ تک پہونچنے سے روکے گئے تو ایسے روتے تھے جیسے اپنی اولاد کے چھوٹنے سے روتے ہیں (رواہ احمد) **مسئلہ** مترجم کہتا ہے کہ حدیبیہ میں قربانی کرنے سے یہ سوال پیدا ہوا کہ جب کوئی شخص احرام کے بعد خانہ کعبہ تک پہونچنے سے روکا جائے اور سال بھر تک احرام میں نہیں رہ سکتا ہے تو احرام سے خارج ہونے کیلئے قربانی کر کے سر منڈانا ضرور ہے اسمیں سب علما متفق ہیں ولیکن قربانی کرنا کیا اسی مقام پر جائز ہے جہاں روکا گیا ہے یا وہ قربانی کے جانور کو حرم میں بھیجکر قربانی کرا دے پس امام شافعیؒ وغیرہ ایک جماعت علما نے کہا کہ جہاں روکا گیا وہیں ذبح کر دے چنانچہ رسول اللہ صلعم نے حدیبیہ میں ذبح کر دیا اگر اعتراض کیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدی کی نسبت فرمایا کہ وہ کعبہ تک پہونچے پھر کیونکر حرم کے باہر ذبح کرنا جائز ہو گا تو جواب یہ ہے کہ حرم تک

Marfat.com

ہونچا اُسی وقت میں مراد ہوگا جب اس کو روک نہ ہوا اور امام ابوحنیفہ وغیرہ جماعت علماء نے کہا کہ یہ جائز نہیں ہے بلکہ اگر حرم میں روکا جاوے تو وہیں ذبح کر دے ورنہ حرم میں بھیجکر ذبح کراوے جیسا کہ قرآن مجید سے حکم نکلتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیبیہ کے زمانے میں حرم ہی میں قربانی فرمائی چنانچہ حدیث مسور رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جب صلحنامہ سے فراغت ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ اُٹھو اور قربانی کرو اور سر منڈاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں نماز پڑھتے اور حل میں آتے جاتے تھے (رواہ احمد عن یزید بن ہارون عن محمد بن اسحاق عن الزہری عن عروۃ بن الزبیر عن المسور بن المخرمۃ) مترجم کہتا ہے کہ یہ اسناد حسن ہے بلکہ بدرجہ صحیح ہونچی کیونکہ یہ حدیث بروایات صحیحین وغیرہ موجود ہے پس جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ حدیبیہ میں سے تھوڑا حصہ داخل حرم ہے اور تھوڑا حصہ خارج ہے تو یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ آیت قرآن سے تخصیص کر کے آپ نے حل میں ذبح کیا تھا بلکہ آیت و حدیث میں توافق ہے اور آپنے اسی حصہ میں جہاں نماز پڑھا کرتے تھے وہیں قربانی فرمائی کیونکہ یہاں دو احتمال ہیں اول یہ کہ شاید حل میں قربانی کردی اگرچہ حرم میں نماز پڑھا کرتے تھے تو قرآن سے علاوہ یہ دوسرا امر نکلا اور قرآن کے حکم میں تخصیص ہوگئی دوم یہ کہ شاید آپنے حرم میں جہاں نماز پڑھتے تھے قربانی کی پس قرآن و حدیث میں حکم واحد رہا لیکن ان دونوں احتمال میں سے دوسرا احتمال یہاں لینا واجب ہے اسلئے کہ اصول میں مقرر ہو چکا کہ نصوص میں اختلاف پیدا کرنا جائز نہیں ہے جبتک اتفاق حاصل ہو سکے یہاں یہی صورت ہے پس ثابت ہوا کہ جو شخص روکا جاوے وہ اپنی قربانی حرم میں بھجوا دے اور جو دن مقرر کرے اُسی دن یہاں سر منڈا کر احرام سے باہر ہو جاوے واللہ تعالی اعلم ف فی العرائس قولہ تعالی لقد رضی اللہ عن المومنین الآیہ ۔ رضائے الٰہی صفت ازلیہ ہے یعنی اللہ تعالی کی شان میں یہ رضا ازل سے ثابت تھی اگرچہ اسکا ظہور اسوقت ہوا اسواسطے کہ صفات الٰہیہ میں تغیر نہیں ہوتا ہے اور نہ اُسکے واسطے وقت و زمانہ ہے تو جب وہ رضا ثابت تھی تو دوام ثبوت ہے اور بعد ظہور رضا کے یہ غیر ممکن ہے کہ ناراضی بھی ثابت ہو جاوے اور جس شخص نے اللہ تعالی کو پہچانا اور ایمان لایا وہ صاف سمجھ جاتا ہے کہ رضا کے بعد ناراضی غیر ممکن ہے اور یہ قطعی دلیل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب حق و عدل ہیں اور بعد اس کے معتزلہ وخوارج و روافض وغیرہ کسی کو گمراہی کی گنجایش نہ تھی قولہ تعالی ولولا رجال مومنون ونساء مومنات اس آیت میں مومنین و مومنات پر اللہ تعالی کی شفقت عظیم ظاہر ہے شیخ سہل نے کہا کہ مومن درحقیقت وہ شخص ہے کہ اپنے نفس و قلب سے غافل نہ ہو اور اپنے حالات و اوقات کی نگہداشت رکھے اور زیادتی کے وقت شکر کرے اور کمی دیکھکر تضرع و الحاح کرے اور خفیف گناہ کو بھی آسان نہ سمجھے ایسے ہی بندوں سے اللہ تعالی بلاؤں کو دور فرماتا ہے قولہ تعالی وکانوا احق بہا کلمۃ التقوی کلمہ یقین ہے یعنی گواہی دینا کہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ اور اس کلمہ کو اللہ تعالی نے اپنے بندگان مومنین اہل سعادت کیساتھ لازم کر دیا ہے اور اپنے علم قدیم میں جب اُن کو پیدا کیا اور جنت کو پیدا کیا تو انہیں کو اُسکا مستحق ٹھہرایا۔ شیخ واسطی نے کہا کہ جن بندوں کے ساتھ کلمۃ التقوی کو لازم فرمایا وہ اپنے نفس سے بچاؤ [illegible] شیخ جنید نے فرمایا کہ جن بندوں کے لئے عنایت ازلی سابق ہو چکی ہے وہ اس کرامت کے احق ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت بھی حجت قاطعہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کبھی دین حق سے منحرف نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے کلمہ تقوی اُن کے ساتھ لازم کر دیا تو وہ کبھی اُنسے منفک نہیں ہو سکتا ہے پھر خوارج و روافض وغیرہ کی رائے محض غلط و کفران ہے اگر وہم ہو کہ ابتدائے حال میں وہ لوگ حالت کفر میں تھے اور کفر سے اللہ تعالی راضی نہیں ہے تو کیونکر تم لوگ انکی رضامندی کہتے ہو جواب یہ ہے کہ اے شخص تجکو سمجھ حاصل کرنا چاہیئے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص کی نسبت اللہ تعالی کی رضا و رحمت یا ناراضی و غضب کا حکم اُس کی زندگی تک نہیں ہوتا بلکہ خاتمہ پر ہوتا ہے کیونکہ خاتمہ کا اعتبار ہے پس ابتدا سے اُن پر ظاہری افعال و حالات کے تغیرات تھے جیسے آدمی کبھی طاعت میں اور کبھی معصیت میں مبتلا ہوتا رہتا ہے پھر آخر میں جس پر خاتمہ ہو وہی معتبر ہے اور یہ خاتمہ

Marfat.com

افعال کی راہ سے بھی کوئی دیکھ نہیں سکتا بلکہ اصل اسمین ایمان و کفر ہے تو اسی خاتمہ پر حکم ہے پس جب ہمارا [illegible]
آگاہ کر دیا کہ وہ ان سے راضی ہو گیا تو ہم کو قطعی معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رضا اُن کے ساتھ ہے اور اللہ تعالیٰ کی [illegible]
اپنی رائے پر حکم لگائے وہ مخالف کافر ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات مین تغیر نہین ہو سکتا تو جب اُسنے کلمۃ التقویٰ اُن کے ساتھ لازم کر [illegible]
اُن سے اپنی صفت رضا ظاہر کر دی تو لامحالہ لازم ہے کہ وہ اہل التقویٰ و مقبولان بارگاہ کبریا ہین رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ [illegible]

واپس ہو کر بیچ راستہ مین سورۃ الفتح نازل ہوا

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

اللہ نے سچ دکھایا اپنے رسول کو خواب تحقیق تم داخل ہو رہوگے ادب والی مسجد مین اگر اللہ نے چاہا

اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ

امن سے بال مونڈتے اپنے سرون کے اور کترتے بے خطرہ پھر جانا جو تم نہین جانتے پھر ٹھہرا دی

مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ

اُس سے ورے ایک فتح نزدیک وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ پر اور سچے دین پر

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝

او پر رکھے اُس کو ہر دین سے اور بس ہے اللہ حق ثابت کرنیوالا

شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کو روانہ ہونے سے پہلے مدینہ مین یہ خواب دیکھا تھا کہ آپ مکہ مین بخوف داخل ہوئے اور طواف کیا پس آپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بشارت دی کہ تم اس فضیلت کو پہونچوگے پھر جب آپ طواف کعبہ کے لیئے روانہ ہوئے تو صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک جماعت کثیر کو یہ یقین جم گیا کہ اسی سفر مین اس خواب کی تعبیر واقع ہوگی اسی واسطے کافرون کے جمع کرنیکی جسقدر خبرین ہونچتی تھین اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کچھ ہراس نہین ہوتا تھا اور اُن کے دل مین یقین جما ہوا تھا کہ ہم ان کو دور کر کے طواف کرین گے پھر جب یہان صلحنامہ پورا ہونے لگا تو اس جماعت کو بلکہ جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دو وجہ سے غم نے گھیر لیا اول تو جوش قربان کی مراد پوری نہ ہوئی دوم یہ کہ صلح مین بظاہر مشرکون نے بعض شرائط اپنے موافق ٹھہرائین حالانکہ اللہ تعالیٰ جو امر چاہتا ہے تو سب تدبیرون کا نتیجہ وہی نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے چاہا چنانچہ آئندہ اس خواب کو سچا کر کے دکھلا دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو وعدہ دیا تھا وہ پورا ہوا چنانچہ فرمایا۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ بیشک سچا دکھایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اسکے خواب برحق مین کہ تم لوگ مسجد الحرام مین انشاء اللہ تعالیٰ داخل ہوگے اس شان سے کہ امن مین ہوگے اپنے سرون کو منڈاتے اور کتراتے ہوئے ڈرتے نہ ہوگے ف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ خواب بیان کرتے وقت کہا تھا کہ انشاء اللہ تم اس شان سے مکہ کے مسجد الحرام مین جاؤگے اللہ تعالیٰ نے کلام مجید مین بھی انشاء اللہ نازل فرمایا اس سے نکلا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کے کلام ازل مین واقع تھا وہی وحی خواب مین آیا اور رسول نے کچھ اپنی طرف سے کلام نہین کہا بلکہ وہی کہا جو کلام حق تھا اس سے تعلیم ہوئی کہ آدمی ہر آئندہ ہونے والی بات کی نسبت انشاء اللہ تعالیٰ کہے اگرچہ اسکو یقین ہو کہ یون ہی واقع ہوگا کیونکہ واقعی انجام کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے اور اسمین عظمت الٰہی کی تاکید ہے کہ وہ ذوالجلال غنی حمید ہے [illegible]

Marfat.com

حاجت نہین ہے بلکہ اُس کی مشیت پر اُمیدوار رہنگے اگر وہ چاہے گا تو یہ خواب اسی طرح پورا کردیگا اور بعض مفسرین نے کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ تحقیق کے لئے آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین نے اپنی مشیت مین چاہا ہے کہ تم لوگ اسطرح مسجد الحرام مین داخل ہوگے مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل کی بنیاد یہ ہو کہ اس آیت کے سمجھنے مین ایک مشکل پیش آتی ہے جس کا بیان یہ ہو کہ آیت کا نزول کس وقت ہوا ہے اگر کہو کہ صلح حدیبیہ سے واپس ہوکر راستہ مین سورۃ الفتح نازل ہوئی جیسا کہ احادیث صلح حدیبیہ وغیرہ مین صریح مذکور ہوچکا تو اشکال یہ ہو کہ اسوقت یہ کہان صادق آتا ہے کہ لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق جبکہ یہ معنی لئے جاوین کہ صدق خواب کی حقیقت دکھلائی اسواسطے کہ اُسکی حقیقت تو آئندہ سال مین یا بعد فتح مکہ کے حجۃ الوداع مین ظاہر ہوئی ہے جواب یہ کہ بالحق صفت خواب کی ہے یعنی وہ خواب سچ دکھلایا ہو پس تم لوگ انشاء اللہ داخل ہوگے اور انشاء اللہ سے یہ مراد کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت مین یہ ضرور واقع ہوگا اور اگر کہو کہ آیت کا نزول اسطرح داخل ہونیکے بعد واقع ہوا چنانچہ احسان کیا کہ دیکھو اس خواب کی حقیقت تمھارے سامنے آگئی جس کو رسول اللہ نے تم سے بیان کیا تھا کہ انشاء اللہ تم اس شان سے داخل ہو تو اس صورت مین انشاء اللہ بزبان رسول اللہ ہے لیکن یہ نزول البتہ خلاف حدیث مزبور ہے کہ نزول بعد صلح حدیبیہ کے واقع ہوا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ حدیث مین سورۃ الفتح کا نزول ہو اور یہ ضرور نہین کہ پوری سورۃ اسوقت نازل ہوئی ہو دلیل یہ ہو کہ قولہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک مین آیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سنکر عرض کیا کہ آپ کو یہ نعمت مبارک ہو پھر ہمارے لئے کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ لیدخل المومنین الخ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری سورت نہین اُتری تھی واللہ تعالیٰ اعلم رازی رح نے لکھا کہ خواب کی پوری تعبیر بعد فتح مکہ کے حجۃ الوداع مین واقع ہوئی کہ اسوقت بالکل امن کے ساتھ بیخوف تھے۔ شیخ ابن کثیرؒ و ابو السعود وغیرہم نے لکھا کہ اسکی تعبیر دوسرے سال عمرہ قضا ادا کرتے وقت ظاہر ہوئی یہ قول بنظر قراءت متواترہ صدق اللہ یعنی صدق سے نہ تصدیق سے اقوی ہے حاصل معنی یہ ہوئے کہ صلح حدیبیہ سے واپسی مین یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو خواب سچ دکھلایا ہے وہ خیال نہین ہے کہ تم لوگ انشاء اللہ تعالیٰ یعنی بالضرور مسجد الحرام مین طواف کرنیکو اس حالت سے داخل ہوگے کہ سر منڈانے والے اور کترانے والے ہوگے امن کیساتھ کچھ خوف نہین کرتے ہوگے لیکن بالفعل تم کو یہ بات نہین دی کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت مین محیط ہے فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا پس اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے جو تم کو نہین معلوم ہے تو اس نے خواب پورا کرنے سے پہلے نزدیک کی فتح دیدی ف یعنی خواب جو تمھارا امن و بےخوفی واستقرار ظاہر ہوتا ہے اس سے پہلے یہ آسان فتح دیدی بعض نے کہا یعنی حدیبیہ کی صلح تمھارے واسطے فتح ہے چنانچہ زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے تھے کہ صلح حدیبیہ سے بڑھکر کوئی فتح نہین تھی کیونکہ اُسوقت تک جسقدر اسلام مین آدمی داخل ہوئے تھے تو بعد صلح حدیبیہ کے فتح مکہ تک اس سے بہت گونے داخل اسلام ہوگئے اور صلح حدیبیہ ہجرت سے چھٹے سال تھی اور فتح مکہ آٹھوین سال کے بعد ہے بعض مفسرین رح نے کہا کہ فتح قریب ... شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے بعد ماہ ذی القعدہ مین واپس آئے تو ذی الحجہ و محرم وہان ٹھہرے ماہ صفر مین خیبر کی جانب روانہ ہوئے اور نصرت الٰہی عزوجل سے اکثر خیبر کو بزور شمشیر فتح کیا اور اُس کے بعض قلعجات کو صلح سے فتح کیا کیونکہ وہ بہت بڑا صوبہ ہو باغات و زراعات سے سرسبز ہے اور وہین کے یہود یون کو غلامی سے معاف کرکے وہان کے باغات و زراعت پر کارکن کردیا اور زمین خیبر کو انہین صحابہ پر تقسیم کیا جو بیعۃ الرضوان مین حاضر تھے اور اس لڑائی مین سوائے ان کے کوئی حاضر بھی نہ تھا مگر جعفر بن ابی طالب و اُن کے ساتھی جو حبشہ سے آئے اور ابو موسیٰ اشعری مع اپنے ساتھیون کے جن کی کشتی بہکر اتفاق سے خیبر مین آگئی اور واضح ہو کہ اصحاب حدیبیہ مین سے فتح خیبر مین کوئی غیر حاضر نہ تھا علاوہ ابو دجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ کے پھر آپ یہان سے مدینہ لوٹ آئے اور آپکے اصحاب کو فتح خیبر سے قوت و ثروت حاصل ہوگئی

Marfat.com

پس آیت مین اللہ تعالی نے سمجھایا یعنی صلح حدیبیہ سے تم لوگ غمناک مت ہو کیونکہ جو بات تم نہین جانتے وہ اللہ تعالی کو معلوم ہے وہ
رسول اللہ کے خواب کے موافق تم کو مسجد الحرام مین داخل کریگا ولیکن اس سے پہلے تم کو فتح قریب دیدی پھر فتح اعلی کوا سکے وقت پر جانو
اُس کے فتوحات کے منتظر رہو۔ هُوَ الَّذِيٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِۦ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا اور
اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت و دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ اُسکو کل دین پر غالب فرمائے اور اللہ تعالی کی شہادت کافی
، یہ بمنزلۂ تاکید قسم ہے کہ ضرور دین اسلام کو تمام دینون پر غالب فرمائیگا پس تم لوگ دل شکستہ مت ہو ولیکن اللہ تعالی نے اپنی حکمت سے
ہر چیز کے اوقات مقدر فرمائے ہین پس آہستہ آہستہ ظہور ہوگا مترجم کہتا ہے کہ جن لوگون نے آیت کو حجۃ الوداع مین لیا تو اُن کے نزدیک
آیات کے معنی یہ ہین کہ اے لوگو تم دیکھو کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کا وہ خواب تم کو سچا کر دکھلایا جو اُس نے تم سے بتلایا تھا کہ تم لوگ انشاء اللہ
مسجد الحرام مین امن کیساتھ سر منڈاتے اور بال کترانے داخل ہوگے کسی سے ڈرنے نہ ہوگے پھر تم نے صلح حدیبیہ مین غم کیا ولیکن اللہ تعالی کو جو بات
معلوم تھی وہ تم نہین جانتے تھے پس اُسنے فتح مکہ سے پہلے تم کو فتح قریب عنایت کی یعنی صلح حدیبیہ دیدی جس سے بہت سے کفار مسلمان ہو کر
تم مین مل گئے اور تمھاری جماعت دس ہزار ہوگئی اور تمھارے واسطے خیبر فتح کر دیا کہ تم مال و ہتھیار سے بھی آسودہ ہوگئے پھر اب تم کو اس قوت و ثروت
کے ساتھ بخوف کر کے مسجد الحرام مین داخل کیا اور خواب سچا کر دکھایا اور اللہ تعالی اپنی ذات پاک کو گواہ کرتا ہے کہ اُسنے اپنے رسول کو ہدایت
و دین حق کے ساتھ بھیجا ہے وہ اُس کے دین کو سب دینون پر غالب کریگا پس تسکین و طمانینت کے ساتھ قائم رہو۔ ھد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے بنا بر
قول دل کے لکھا کہ فتح خیبر کے بعد جب مدینہ واپس آئے تو یہان سنہ ہجری کے ماہ ذی القعدہ مین عمرہ کے قصد سے مکہ کی جانب روانہ ہوئے
اور اہل حدیبیہ آپکے ساتھ تھے اور ذوالحلیفہ سے احرام باندھکر قربانی کے جانور ہانک لیچلے کہا گیا ہے کہ ساٹھ بدنہ تھے اور آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم
تلبیہ کہتے جاتے تھے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مر الظہران کے قریب پہونچے تو وہان گھوڑون و ہتھیارون کو محمد بن مسلمہ کے ساتھ آگے آگے روانہ
کیا جب مشرکون نے اُن کو دیکھا تو رعب کے مارے کانپنے لگے اور سخت خوفناک ہو کر دل مین جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد توڑ ڈالا اور
ہم پر جہاد کرنے کو آگئے ہین اور فوراً بھاگ کر اہل مکہ کو خبر دی پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر الظہران پر اُترے جہان سے حرم کے نشان نظر
آتے ہین تو آپنے تیر و کمان و نیزے وغیرہ ہتھیارون کو بطن یاجج مین بھیجدیا اور شرط کے موافق فقط تلوارون کو میان مین کئے ہوئے مکہ کی طرف روانہ
ہوئے پھر ہنوز آپ بیچ راہ مین تھے کہ قریش نے مکرز بن حفص کو بھیجکر یہ پیغام دیا کہ اے محمد ہم کو تو کبھی آپسے یہ تجربہ نہین ہوا تھا کہ آپ عہد توڑتے
ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے مکرز نے کہا کہ سوارون اور نیزے اور تیر کمانون کے ساتھ ہم پر چڑھ آئے ہین آپنے فرمایا کہ
ہم نے تو سب سامان کو بطن یاجج مین بھیجدیا ہے اُس نے کہا کہ بہت خوب ہے اور ہم تو آپ کو ایسا ہی وفادار اور نیکوکار پہچانتے ہین جب آپ آگے
بڑھے تو کفار کے بڈھے اور سردار سب مکہ سے باہر نکل گئے تاکہ اپنی بدبخت آنکھون سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب کو نہ دیکھین
کیونکہ غم و حسد سے اُن کا جی گھٹا جاتا تھا اور باقی لوگ مکہ کے مرد و عورتین و غلام سب ٹھہرے رہے اور راستون و چھتون وغیرہ پر بیٹھکر آپکی
سواری کا تماشہ دیکھنے لگے اور آپنے قربانی کے جانورون کو ذی طوی مین بھیجدیا تھا اور آپ ناقہ قصوی پر سوار تھے اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم
گرد و پیش تلبیہ کہتے جاتے تھے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آپ کی اونٹنی کی مہار تھامے ہوئے رجز کے اشعار پڑھتے
جاتے تھے جن کے بعض اشعار کا یہ مطلب ہے کہ اے اولاد کفار تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ سے ہٹ جاؤ آج ہم لوگ تم کو قرآن مجید کے
حکم کے موافق مارینگے کہ تمھارے سر تمھاری گردنون سے الگ ہو جاوینگے اور تم ایسے بوکھلاؤگے کہ اپنے گاڑھے دوست کو بھول جاؤگے

مترجم کہتا ہے کہ یہ رجز اس موقع کے مناسب نہین ہی کیونکہ اول تو کافرون سے صلح تھی دوم یہ کہ اُنھون نے راستہ نہین روکا سوم یہ کہ حالت احرام مین اُنکو خود قتال منظور نہ تھا اور صحیح روایات مین آیا ہے کہ فتح مکہ کے روز یہ رجز پڑھا گیا ہے اور شاید شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ گمان کیا کہ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ غزوۂ موتہ مین شہید ہوگئے تھے تو فتح مکہ کے روز کیونکر یہ رجز پڑھتے اور میرے نزدیک اسکا جواب آسان ہی کیونکہ صحیح یہی ہی کہ فتح مکہ کے بعد غزوۂ موتہ واقع ہوا ہے کیونکہ فتح مکہ آٹھوین سال ہے اور غزوۂ موتہ اس سے دیر کے بعد واقع ہوا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (و) امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلعم عمرۂ قضا مین یعنی عمرۂ حدیبیہ کے قضا کرنے کیواسطے مرالظہران پر اُترے تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ہوپہنچی کہ مشرکین مکہ آپسمین کہتے ہین کہ تم لوگ ایسی قوم سے کیا تردد کرتے ہو جن کی ہڈیون مین گودا ابھی باقی نہین ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت فرمادین تو ہم اپنے بعضے اونٹ ذبح کرکے اُن کے گوشت وشوربے سے آسودہ ہوجاوین تاکہ کل کے روز جب ہم اس قوم کے یہان داخل ہون تو ہمارے تیور اچھے اور ہمارے حواس توانا ہون پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا مت کرو ولیکن جو کچھ زادراہ تمھارے پاس ہے وہ سب لاکر میرے سامنے جمع کرو پس لوگون نے چمڑے کے دسترخوان بچھاکر جو کچھ جس کے پاس قدر قلیل زادراہ تھا سب دسترخوانون پر جمع کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اجازت دی کہ خوب سیر ہوکر کھاؤ پس سبھون نے خوب سیر ہوکر کھایا اور اسمین اسقدر برکت ہوئی کہ ہر ایک نے اپنا توشہ دان بھی بھر لیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز روانہ ہوکر مکہ مین تشریف لائے یہانتک کہ مسجد الحرام مین آئے اور قریش کے لوگ حجر کی جانب کونے مین بیٹھے تھے (اور ہمیشہ سے طواف کرنے کا دستور یہ تھا کہ لوگ خانۂ کعبہ کے گرد آہستہ قدم سے پھرتے تھے) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ردا مبارک اپنی بغل کے نیچے سے نکال کر اوڑھی اور صحابہ سے فرمایا کہ مشرکین تم مین کوئی ایسی بات نہ دیکھنے پاوین جس سے اُن کو عیب جوئی کا موقع ملے پس آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور وہان سے جبتک مشرکون کا سامنا رہا برابر آہستہ دوڑتے ہوئے چلے یہانتک کہ رکن یمانی کی آڑ مین ہوگئے تو وہان سے رکن اسود تک قدم قدم چلے (کیونکہ وہان مشرکین کی نظر نہین پڑتی تھی) پھر تین پھیرے تک یون ہی طواف کیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت ہی کہ باقی چار پھیرون مین صحابہ رضی اللہ عنہم کی قوت باقی رکھنے کے خیال سے دوڑنا موقوف کردیا جب قریش نے یہ دیکھا تو اپنے خیال پر نادم ہوکر کہنے لگے کہ تم لوگ طواف کی مشقت مین چلنے پر اکتفا نہین کرتے بلکہ دوڑتے ہو جیسے ہرن چوکڑی بھرتا ہے (اور ایک روایت مین ہی کہ مشرکین نے آپس مین کہا کہ تم جس قوم کی نسبت ضعف وکمزوری کا خیال کرتے تھے وہ لوگ تو ایسے دلیر ہین کہ ہرن کے مانند چوکڑیان بھرتے ہین) ابن عباس رض نے کہا کہ تین پھیرون مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یونہی کیا تو یہ طریقہ سنت ہوگیا اور ابن عباس نے بیان کیا کہ اس کے بعد حجۃ الوداع مین بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یون ہی کیا تھا (رواہ الترمذی وغیرہ بنحوہ) اور دوسری روایت مین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وارد ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآپ کے اصحاب مکہ مین پہونچے حالانکہ لوگون کو مدینہ کے بخار نے زرد وناتوان کردیا تھا جیسے تلی بڑھ جاتی ہے پس مشرکون نے آپس مین کہا کہ تمھارے یہان ایک قوم آنیوالی ہی جن کو مدینہ کے بخار نے زرد وناتوان کردیا ہے یعنی تمھارے بھائی بند جو مکہ سے ہجرت کرگئے تھے اُن کو مدینہ کی آب وہوا ایسی ناموافق ہوئی کہ بخار وتلی سے زرد وناتوان ہوگئے ہین پھر مشرکین جاکر حجر کے متصل ایک کونے مین بیٹھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکون کے خیال واُن کے اقوال سے آگاہ فرمایا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ طواف کے سات پھیرون مین سے اول تین پھیرون مین دُلکی چال دوڑتے ہوئے طواف کرین تاکہ مشرکین اُن کی پھرتی ودلیری

Marfat.com

دیکھیں پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے اول تین پھیروں میں یونہی کیا کہ حجرسے رکن یمانی تک دوڑتے تھے اور آپ نے حکم دیا تھا کہ رکن یمانی [illegible]
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پورے طواف میں رمل کا حکم دینے سے آپ کو کوئی امر مانع نہ تھا سوا اس کے کہ آپ نے اصحاب پر شفقت کی [illegible]
چاہا یعنی اُن کی قوت دفاعین کر سکتی تھی لہذا کل طواف میں یہ حکم نہیں دیا مترجم کہتا ہے کہ جب یہ حکم بہ اجازت الٰہی عزوجل تھا تو اسکی قوت
صحابہ رضی اللہ عنہم کو کوئی تکلیف نہیں پہونچ سکتی تھی چنانچہ اس کے نظائر بہ کثرت موجود ہیں لیکن چونکہ یہ امر آیندہ ہمیشہ کیواسطے سنت ہوگیا تو
آیندہ اُمت کیواسطے البتہ بقا منظور ہے واللہ تعالیٰ اعلم پھر جب مشرکون نے یہ کیفیت دیکھی تو آپس میں کہنے لگے کہ انھیں لوگوں کی نسبت تم نے
یہ گمان کیا تھا کہ انکو مدینہ کے بخار نے سست وزرد و ناتوان کر دیا ہے یہ لوگ تو ہرن کی چوکڑیوں سے زیادہ پھرتی و دلیری کرتے ہیں انتہی صحیح عن
اور بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو طواف خانہ کعبہ و سعی صفا و مروہ میں جب رمل یعنی اکڑ کی چال
کا حکم دیا تو اس سے آپ کی یہی غرض تھی کہ مشرکین اُن کی قوت دیکھیں رواہ مسلم والنسائی مترجم کہتا ہے کہ علمائے محققین نے قول ابن عباس رضی اللہ
عنہ کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ اس امر کو مشروع فرمانے میں یہ بھی فائدہ حاصل تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے بھی زیادت یقین کا باعث ہوا کیونکہ
باوجود ضعف کے اپنی ذات سے اُن کو یہ کام پورا ہونے کی اُمید نہ تھی ولیکن اللہ تعالیٰ نے جب یہ حکم دیا اور اُس کی قوت دیدی تو یقین ہوگیا کہ جب
اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جائے تو اُسکی طرف سے طاقت و قوت حاصل ہوتی ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا ہے تو ہم لوگ ڈھالوں وغیرہ کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
چھپائے رہتے تھے تاکہ مشرکون کے غلام کسی قسم کا صدمہ آپکو نہ پہونچا سکیں (البخاری) اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ذی قعدہ میں اول مرتبہ عمرہ ادا کرنے کا قصد کیا تو حدیبیہ میں مشرکون نے آپکو مکہ میں آنے سے روکا یہان تک کہ اُن سے
صلح قرار پائی کہ سال آیندہ میں آکر تین روز مکہ میں ٹھہرین پھر جب صلحنامہ لکھوانا شروع ہوا تو آپنے لکھوایا ہذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ
مشرکون نے کہا کہ ہم اس کا اقرار نہیں کرین گے اور اگر ہم جانتے کہ آپ رسول اللہ ہیں تو ہم کچھ بھی ممانعت نہ کرتے بلکہ آپ یون لکھئے کہ ہذا ما
قاضی علیہ محمد بن عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں رسول اللہ بھی ہون اور میں محمد بن عبداللہ بھی ہون پھر آپنے حضرت علی بن
ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لفظ رسول اللہ مٹا دے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ واللہ میں اس نام پاک کو کبھی نہیں مٹاؤن گا
پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں لیکر مٹایا اور آپ اچھی طرح لکھ نہیں سکتے تھے پھر لکھا کہ ہذا ما قاضی علیہ محمد بن عبداللہ یعنی یہ صلحنامہ ہے
جو محمد بن عبداللہ نے مشرکین مکہ و سہیل بن عمرو سے ٹھہرایا اس شرط سے کہ مکہ میں ہتھیارون سمیت نہ داخل ہون گے سوائے تلوار کے جو میان میں ہو
اور اس شرط سے کہ مکہ والون سے جو کوئی آپ کے پیچھے جانا چاہے اسکو ساتھ نہ لیجاوین گے اور اُن کے ساتھیون میں سے اگر کسی نے مکہ میں رہنا چاہا
تو اُس کو مانع نہ ہون گے اور تین روز سے زیادہ قیام نہ کرین گے پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے سال داخل ہوئے اور تین روز
کی مدت گذر گئی تو لوگون نے آکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مدت گذر چکی ہے اب اپنے صاحب سے کہو کہ چلے جاوین اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہان ایک بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا تھا تو فرمایا کہ اہل مکہ چاہیں تو اپنے عقد کے ولیمہ میں اُن کی دعوت کرون اُنھون
نے منظور نکیا) پس آپ روانہ ہوئے اور حضرت حمزہ[له] بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی دختر آپکے پیچھے پیچھے اے چچا اے میرے چچا پکارتی ہوئی ہوئی
پس علی رضی اللہ عنہ نے اسکو گود میں لے لیا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ لے یہ تیرے چچا کی بیٹی ہے پس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے
اُسکو گود میں لے لیا پھر اس لڑکی کی پرورش کرنے میں حضرت علی و زید بن حارثہ و جعفر رضی اللہ عنہم نے اختلاف کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ

[له] جنگ احد میں شہید ہوئے تھے ۱۲

فرمایا کہ مین نے ہی اُس کو لیا اور وہ میرے چچا کی بیٹی بھی ہے اور جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اُسکی خالہ میری زوجہ ہے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ میرے رضاعی بھائی کی دختر ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لڑکی اُس کی خالہ کو دلوائی اور فرمایا کہ خالہ بمنزلہ والدہ ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو مجھ سے اور مین تجھ سے ہون اور حضرت جعفر رضی سے فرمایا کہ تجکو میری صورت و سیرت سے مشابہت نصیب ہوئی ہے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو ہمارا بھائی و مولیٰ ہے (البخاری) شیخ ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ ہو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ و دین الحق۔ اسمین دو باتین بیان فرمائین اول الہدیٰ۔ اس سے مراد اعتقاد حق و علم نافع ہے دوم دین الحق اس سے مراد عمل صالح ہی کیونکہ شریعت مین دو چیزین علم و عمل ہین پس شریعت سے جو علم حاصل ہو وہ صحیح ہی اور شرعی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہے پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب کی مدح بیان فرمائی اور قبولیت کمال مین اُن کی خوب مثال دی بقولہ تعالیٰ۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ

محمد رسول اللہ کا اور جو اُسکے ساتھ ہین زور آور ہین کافرون پر نرم دل ہین آپسمین تو دیکھے اُن کو

رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ

رکوع مین اور سجدے مین ڈھونڈھتے ہین اللہ کا فضل اور اُس کی خوشی بانا اُن کا اُن کے منھ پر ہے

اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚۖۛ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ

سجدے کے اثر سے یہ کہاوت ہے اُن کی توریت مین اور کہاوت ہے اُنکی انجیل مین جیسے کھیتی نے نکالا

شَطْــٴَـهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ

اپنا پٹھا پھر اُس کی کمر مضبوط کی پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہوا اپنے نال پر خوش لگتا کھیتی والون کو تا جلائے اُن سے جی کافرون کا۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ۠

وعدہ دیا ہے اللہ نے اُن مین سے جو یقین لائے اور کئے ہین بھلے کام معافی کا اور بڑے نیگ کا

اس آیت قدسی سے آخر سورہ تک جمیع حروف بجمع ہین تو اس مین تلویحی اشارت سے تصریحی بشارت ہی کہ اللہ عز وجل اُن کے امر حق کو مجتمع فرما دیگا اور اس دین کو انتہا ء نصرت پر پہونچا دیگا اور اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے لطیف کلمات سے ان بندون کی کمال فضیلت ظاہر فرمائی تا کہ ما بعد اُمت والے حق سبحانہ تعالیٰ کی کبریا ء عظمت کو یقین کر کے غور کرین کہ حضرت ذو الجلال والاکرام نے جب ان بندون کو اس کمال قبولیت کیساتھ ممتاز فرمایا تو اللہ تعالیٰ کی شہادت اُن کے حق مین تمام جہان کے خیالات و دلائل سے اکبر و اعظم سمجھین چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ محمد اللہ کا رسول ہے ف اسمین کسی شک و شبہہ کو گنجائش نہین ہے اور رسول اللہ ہونا ایسا وصف کمال ہے کہ اس کے بعد کسی وصف کا مرتبہ نہین ہے اگر کہا جاوے کہ اپنی ذات مین آدمی کو وصف کمال حاصل ہوتا ہے مگر تکملہ یہ ہی کہ اُس کی ذات سے دوسرون کو فیض انوار حاصل ہو کیونکہ یہ اکمل ہے جواب یہ ہی کہ ہان بیشک یہی بات ہی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کبار گذرے اور جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب حوارین بکثرت ہوئے تو یہان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو افضل المرسلین ہین اس صفت مین بھی اکمل ہین کہ آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم آپکے فیض برکت سے ایسے کامل ہوئے کہ حق تعالیٰ نے اُن کے اوصاف کو یہان منصوص

معالم

فرمایا بقولہ تعالیٰ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا
سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ اور جو لوگ کہ محمد رسول اللہ کے ساتھی ہین وہ بہت سخت ہین کافرون پر
اور آپس مین تو اُن کو دیکھے رکوع کرتے سجدے کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے فضل و رضوان چاہتے ہین سجود کے اثر سے اُن کے چہرون
پر نشان ہوف اسمین اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے چار فضائل بیان فرمائے جو کہ تمام اوصاف کمال کیواسطے جامع
ہین اول یہ کہ اشداء علی الکفار یعنی کافرون پر سخت ترین جیسے شیر اپنے شکار پر سخت ہوتا ہے اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اہل ایمان کو حکم دیا
ہے بقولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ یعنی اے ایمان والو ان کافرون سے جو تمہارے نزدیک
ہین قتال کرو اور چاہیئے کہ وہ لوگ تم مین سختی پاوین ھ۔ یعنی اُن کی جانب میلان و لگاؤ نہ ہو کیونکہ کفر و ایمان مین بالکل جدائی ہے اگر کہا
جاوے کہ کیا اُس سے یہ مراد ہے کہ کافرون کو جہان پاوے قتل کرے یا کھلتے پانی سے اُن پر رحم نہ کرے جواب یہ ہے کہ یہ مراد نہین
اسواسطے کہ کتے و بلی وغیرہ جانورون پر بھوک و پیاس کی حالت مین ترحم کا حکم احادیث مین وارد ہے اور خود صحابہ رضی اللہ عنہم کافرون کو
اسلام کی جانب بلاتے تھے جب وہ لوگ نہ مانتے تو اُن کو جزیہ دینے و تابع ہونے کی دعوت دیتے پھر جب مانتے تو اُن سے قتال کرتے تھے اور بعد
فتح کے بھی ان بیوقوف جانورون کو رہا کر دیتے اور اُن سے جزیہ لیکر اُن کے جان و مال کی حفاظت رکھتے تھے ولیکن یہ سب خالص اللہ تعالیٰ
ہی کیواسطے کرتے اور کافرون کی جانب کچھ لگاؤ نہین رکھتے تھے بلکہ بالکل اُن سے منقطع رہتے تھے حتی کہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت
ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کافرون کے کفر سے اسقدر نفرت کرتے کہ اُن کے کپڑون سے اپنا کپڑا چھو جانا مکروہ جانتے تھے مترجم کہتا ہے کہ
جہاد شام مین صحابہ رضی اللہ عنہم نے بطارقہ روم کے خیمہ و خرگاہ وغیرہ مال غنیمت مین بکثرت پائے ولیکن ان خیمون کو چھوڑ کر بالون
کے خیمہ مین بسر کرتے کیونکہ اُن خیمون مین اُنھون نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی یاد کی اور رومیون کے خیمے وہ تھے جن کو اُنھون نے دنیائے ملعونہ
کی زینت کیلئے آراستہ کیا تھا اور اُن مین شراب پی کر فسق و فجور کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کے کلمات بکتے تھے لہذا شامت
کفر کی نجاست سے اُن کو ایسے خیمون سے نفرت تھی دوسری صفت یہ ہے کہ رحماء بینہم یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم آپس مین بہت ترحم
و شفقت کرنے والے ہین ف حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا کہ اُن کا باہمی ترحم یہانتک پہونچا تھا کہ جب ایک مومن دوسرے کو دیکھتا تو جوش
محبت سے بخندہ پیشانی اُس سے مصافحہ یا معانقہ کرتا اور سلام سے اُسکو دعا دیتا اور اپنے اوپر اُس کو فضیلت دیکر اُس کے
سامنے اپنا بازو نیچا رکھتا تھا مترجم کہتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نصارائے فحل سے فرمایا کہ اگر مین اپنے واسطے ایسے فرش
جمع کرون تو بھی مین اپنے غریب بھائیون کے سامنے تنہا اُسپر نہ بیٹھون گا کیونکہ مجھے نہین معلوم کہ شاید اللہ تعالیٰ کے یہان اُس کا
مرتبہ بہتر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو اس لعنت کے سامان سے پاک رکھا ہے حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنون
کے دلون مین باہم ایک دوسرے کی مودت و شفقت کی ایسی مثال ہے جیسے ایک جسم مین سے کوئی عضو رنجور ہوا تو باقی جسم اُسکے واسطے
بیخوابی و بخار لیکر دوڑتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مومن کے واسطے دوسرا مومن ایسا ہوتا ہے جیسے ایک عمارت
کے ارکان باہم ایک دوسرے کی مضبوطی کرتے رہتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُنگلیان آپس مین مشبک فرمائین دوسری
اور تیسری صفت یہ ہے کہ نماز اس کثرت و مداومت کے ساتھ پڑھتے اور فضل الٰہی و اُس کا رضوان مانگتے ہین کہ گویا تو جب چاہے اُن کو
رکوع و سجدے مین دیکھے اور نماز سب سے بہتر عمل ہے کیونکہ نماز سے سب فحش و ممنوعات دور رہتے ہین اور جب اخلاص کے ساتھ اُنھون نے

فرائض کے سوائے نوافل مین یہ کثرت کی تو فضیلت و رضوان الٰہی عطا ہوا ہے۔ رضوان من اللہ اکبر یعنی اللہ کی طرف سے ایک رضوان سب سے بڑھکر ہے پس وہ کمال طہارت سے رضوان الٰہی کا تاج پہنتے ہین۔ چوتھی صفت یہ ہے کہ اثر سجود سے سیما رصالحین اُن کے چہرے سے ظاہر ہے پس نور محبوبیت و کرامت اُن کے قلب سے یہان تک پھیلا کہ باطن سے ظاہر مین ظہور کر آیا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیما رمذکور سے مراد خوبی و وقار ہے مجاہد وغیرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اُن کے چہرے سے خشوع و خضوع نظر آتا ہے منصور ابن المعتمر نے کہا کہ مین نے مجاہد رح سے اس سیما رسجود کو دریافت کیا تو فرمایا کہ خشوع و خضوع ہے مین نے عرض کیا کہ مین تو یہ سمجھتا تھا کہ سجدے کے اثر سے پیشانی پر جو داغ پڑجاتا ہے یہی مراد ہے حضرت مجاہد رح نے فرمایا کہ نہین بلکہ یہ داغ تو اکثر مین نے ایسے شخص کی پیشانی مین دیکھا جس کا قلب بہ نسبت فرعون کے بھی بدتر تھا سدی رح نے کہا کہ یہ سیما روجہ اُن کی شب بیداری کی خوبصورتی ہے بعض سلف نے فرمایا کہ جو شخص نماز مین شب بیدار رہتا ہے دن مین اُسکے چہرے پر نورانی حسن نظر آتا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قول ثابت ہوا ہے بعض سلف نے فرمایا کہ نیکی سے دل مین ایک نور پیدا ہوتا ہے اور اُس کی برکت سے اُس کے چہرے پر اُس کی روشنی چمکتی ہے اور اُس کے رزق مین برکت ہوتی ہے اور نیک لوگون کے دل اس سے محبت کرتے ہین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو کوئی جیسی خصلت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اُسی کے موافق اُس کے چہرے پر اور اُس کی باتون مین ویسی ہی کیفیت ظاہر فرماتا ہے یعنی اگر نیک ہے تو نیکی و خوبی ظاہر ہوتی ہے اور اگر بد ہے تو بدی ظاہر ہوتی ہے چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے باطن کو درست کرے اللہ تعالیٰ اُس کے ظاہر کو درست کر دیتا ہے بلکہ اس بارہ مین ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کی کہ اگر کوئی شخص بالفرض ایسے پتھر مین گھسکر کوئی عمل چھپا کرے جس مین کہین دروازہ یا سوراخ نہین ہے تو بھی لوگون پر اُس کا عمل ظاہر ہوگا چاہے جیسا ہو یعنی نیک ہو یا بد ہو (رواہ احمد بسند حسن) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیک عقیدت اور نیک چال چلن اور اعتدال پچیسوان جزو نبوت ہے (احمد و ابو داؤد) حسن بصری نے کہا کہ ان بزرگون کی یہ شان تھی کہ جب تو ان کو دیکھتا تو سمجھتا کہ یہ بیمار ہین ولیکن سوائے محبت الٰہی کے اُنکو کوئی بیماری نہ تھی سفیان ثوری نے فرمایا کہ سیما روجہ اُن کے چہرے پر بہار نورانیت تھی اس آیت کی تفسیر مین ایک حدیث آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ نور روز قیامت ہے (الطبرانی و ابن مردویہ)۔ شیخ سیوطی رح نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہی مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے یہ مراد نہین ہے کہ قیامت مین ایسا ہوگا کیونکہ بیان بالفعل ان کے ظہور کمال سے ہی پس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان کے چہرون پر جو بہار نورانیت بالفعل ہم کو نظر آتی ہے یہ دار آخرت مین نور عظیم ہے واللہ تعالیٰ اعلم اگر کہا جاوے کہ پیشانی کا گھٹا کیون نہین مراد ہے ... اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ گھٹا جو اکثر مکارون کی پیشانی پر ہوتا ہے یہ تو خوارج کی نشانی ہے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو منافق کی علامت رکھتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ابن عباس رض نے روایت کی کہ مین جب کسی آدمی کی پیشانی پر سجدہ کا داغ دیکھتا ہون تو اُسکو مبغوض و مکروہ رکھتا ہون (الخطیب) شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہرون پر خلوص نیات و حسن اعمال سے بہار نورانیت کا اثر تھا کہ جو کوئی اُنکی جانب نگاہ اُٹھاتا وہ اُن کی خوبی سیرت و نورانی صورت سے اُن پر عاشق ہوجاتا تھا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مجکو ٹھیک خبر پہونچی ہے کہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے ملک شام کو فتح کیا تھا اور وہان کے نصاریٰ کو مغلوب کیا تو آخر مین نصاریٰ کہتے تھے کہ حواریان مسیح کے جو حالات ہم کو پہونچے ہین واللہ حواریون سے بھی یہ لوگ بہتر ہین ابن کثیر رح نے کہا کہ واللہ یہ بات سچ ہے لقولہ تعالیٰ کنتم خیر اُمۃ اُخرجت للناس پس اللہ تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام کے اصحاب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اکرم و افضل و اعظم و اکثر کر دیا حتی کہ اگلی کتابون مین

Marfat.com

اور اگلے انبیا علیہم السلام کی احادیث مین مدت مدیدسے ان کے فضائل نازل فرمائے چنانچہ بعض اہل تفسیر نے کہا کہ فضائل مذکورہ
ہین خود توریت مین بتفصیل منصوص ہین بقولہ تعالیٰ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۔ یہی اُن کی مثال توریت مین ہے ف الخ انکی
موافق ان اوصاف مذکورہ کی جانب اشارہ ہے اور بعض مفسرین نے کہا کہ انجیل مین بھی یہی اوصاف مذکور ہین چنانچہ فرمایا۔ وَمَثَلُهُمْ
فِي الْإِنْجِيلِ ۔ اور ان کی مثال انجیل مین ہے ف یعنی یہی مثال جو توریت مین منصوص ہے وہی انجیل مین مذکور ہے اور دیگر مفسرین نے
کہا کہ مثلہم فی الانجیل مبتدا ہے اور آیندہ اس کی خبر ہے یعنی انجیل مین ان کی مثل اس طرح نازل کی گئی ہے ۔ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ جیسے
کھیتی جس نے اپنے انکھوے نکالے ف یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی مثال کتاب انجیل مین اس طرح ہے کہ جیسے ایک شخص نے کھیتی بوئی اس کے
انکھوے پھوٹے ۔ فَآزَرَهُ پس اُس نے اُسکو قوت دی ف یا یہ معنی ہین کہ کھیتی کو ان درختون سے قوت حاصل ہوئی کیونکہ اُن کے نکلنے سے
کھیتی کا بیج جم گیا اور بنا بر تفسیر اول کے یہ معنی ہین کہ بونیوالے نے ان نرم کلّون کو مضبوط کر دیا تاکہ ہوا کے جھونکے سے زائل نہ ہون فَاسْتَغْلَظَ
پھر یہ درخت توانا ہو گئے ف یعنی پہلے باریک انکھوے تھے اور قوت و نصرت دینے سے اُنکی پرداخت ہوئی تو اُنکی پیڑیان بھاری پڑ گئین فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ پس کھیتی اپنے
ساقون پر قائم ہوئی ف یعنی جب پیڑی بھاری ہوئی تو درخت کی ساق مضبوط ہو کر شاخین اپنی پیڑی پر ٹھیک قائم ہو گئین کہ اب کسی ہوائے ناگوار کے جھونکے سے انکو زوال
نہین ہو سکتا ہے يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ اچھے کاشتکار کو خوش کرتی ہے ف یعنی اب کھیتی ایسی خوشنما بہار پر ہو گئی کہ جب لائق کاشتکار جو اپنے فن مین کامل ہوشیار ہو اپنی اس کھیتی کو دیکھتا
ہے تو اُس کی خوبی و قوت اسکو بھلی معلوم ہوتی ہے قتادہؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے انجیل مین یہ مثل لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ
عنقریب ایسی قوم پیدا کرنے والا ہے جن کی بڑھاو مثل کھیتی کے ہوگی وہ لوگ نیک کامون کا حکم کرین گے اور بُری باتون سے منع کرینگے
مترجم کہتا ہے کہ شاید قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مضمون انجیل کا خلاصہ کر دیا ہے عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین ایک لطیفہ بیان فرمایا
کہ اس آیت مین چار دن خلفائے راشدین و جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم کا اشارہ ہے پس اخرج شطأہ بذریعہ ابوبکر رضی اللہ عنہ فآزرہ ۔ بذریعہ
عمر رضی اللہ عنہ فاستغلظ بذریعہ عثمان رضی اللہ عنہ ۔ فاستوی علی سوقہ بذریعہ علی رضی اللہ عنہ اسی طرح بعض سلف نے فرمایا کہ والذین معہ
ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہین اشداء علی الکفار حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہین ۔ رحماء بینہم حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہین ۔ تراہم
رکعا سجدا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہین یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا ۔ باقی صحابہ ہین رضی اللہ عنہم اجمعین مترجم کہتا ہے کہ یہ
اشارات دقیقہ اپنے محل استنباط پر بہت صحیح ہین ولیکن ان اشارات کے سمجھنے کے واسطے معارف قرآنی حاصل ہونے کی ضرورت ہو کیونکہ مبتدی
کو اس استنباط کی بلکہ سمجھنے کی بھی لیاقت کم ہوتی ہے اور واضح ہو کہ باوجود تحریفات کے انجیل متی اور انجیل لوقا مین یہ مثل موجود ہے اور اس کا
مضمون یہ ہو کہ تو دیکھے کاشتکار کو دیکھو جو زراعت کرنے نکلا جب وہ زراعت کرتا تھا تو کچھ بیج راستہ مین گرے جن کو چڑیان چگ گئین اور کچھ
بیج پتھر پر گرے جہان مٹی بہت نہین تھی تو وہ جلدی اُگے کیونکہ اس کی زمین مین گہراؤ نہ تھا پھر جب آفتاب طلوع ہوا تو جل کر خشک ہو گئے
کیونکہ اُن کی اصل قائم نہ تھی اور کچھ بیج کٹیلون مین گرے اور رہے لیکن کانٹون کی کثرت سے دب گئے اور کچھ بیج پاکیزہ زمین مین گرے تو بعضون
کے سوگونہ پھل نکلے اور بعضون مین ساٹھ گونہ اور بعضے تیس گونہ پس جس آدمی کے کان ہون وہ اُس کو سن سکے ۔ ھ ۔ اس عبارت مین ہر چند
نصرانی عالمون نے اپنی سمجھ کو دخل دیکر معنی بگاڑ دیئے ولیکن اسمین صاف صاف ناموس شرائع کی جانب اشارہ ہے اور اس کا بیان
کہ شریعت کا تخم بونیوالے نے عام التفات سے بیج بوئے تو بعضے بیج بیجا مقام راستہ مین گرے اور یہ وہ ناموس شریعت ہو جو طبقہ فلاسفہ
یونانیین کے ہاتھ آئے جن کے قلوب مین لیاقت نہ تھی کہ شریعت کے اسرار سمجھ سکین بلکہ محسوسات و مخلوقات عالم مین اپنی حماقات سے عقل

Marfat.com

اور شریعت کے اسرار کو شیاطین و جن اُن کے دلوں سے لیجاتے تھے اور کچھ بیج جو پتھر پر گرے وہ یہودیوں کی مثل ہے کہ یہودی اگرچہ بغیر جھگڑے کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ولیکن اُن کے قلوب مین زیادہ وسعت نہ تھی تو معارف ایمانی کو بہت کم سمجھتے تھے چنانچہ برہان توحید و معجزات بانی قریب اسی برس کے بمقابلہ فرعون وغیرہ کے دیکھتے رہے باوجود اس کے غرق فرعون کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خواستگار ہوئے کہ جنانی لوگ جسطرح بت پوجتے ہین ایسے ہی بت ہم کو بنا دیجئے اور ہم لوگ چونکہ توحید کے قائل ہین تو ہم سب کے واسطے ایک ہی بت بنا دیجئے اب غور کرو کہ یہودیون نے توحید کے یہ معنی سمجھے کہ کسی ایک چیز کو خدا بناوے اور مشرکین بہتیرے بت بناتے ہین تو اُن کے برخلاف موحدین فقط ایک بُت بناوین یہ نہایت کم ظرفی اور کم فہمی ہے اور اُن کے قلوب بہت سخت تھے. فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ یعنی اُن کے دل مثل پتھر کے یا اس سے بھی زیادہ سخت تھے پس اس زراعت سے اُن کو کم فائدہ ہوا حتی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے معرفت کا آفتاب زیادہ چمکا تو یہ لوگ فنا ہو گئے - رہے وہ بیج جو کٹیلون مین گرے تو یہ ناموس انجیل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو معارف بیان فرمائے وہ ایسے لوگون نے قبول کئے جنمین اکثرون کے اندر خار و کانٹے خیالات و تشبیہات کے نکلے تو اُنھون نے اصل اعتقاد کو خار بد اعتقادی سے اُکھاڑ دیا اسی واسطے جب اُن کی جڑ ٹھیک نہ رہی تو ضائع ہو گئے رہے وہ بیج جو پاکیزہ زمین مین گرے یہ عرب ہین اور جس نے دیدۂ انصاف سے دیکھا وہ خوب جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرب کی جبلت مین دیانت وامانت بہت اعلیٰ خصلت رکھی تھی. اور اللہ تعالیٰ نے امانت ہی نازل فرمائی ہے چنانچہ قولہ تعالیٰ انا عرضنا الامانۃ علی السموات والارض الآیۃ مین اسکا بیان توضیح کے ساتھ مذکور ہے اور خود اسی سورۂ مبارک کی تفسیر مین ظاہر ہو چکا کہ دیکھو باوجود اس عداوت کے عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ خیانت نہ کی اور چودہ سو آدمیون کو اپنے عہد کے موافق زیارت کے لئے بے خطر چھوڑ دیا پس جب اُنھون نے امانت الٰہی عز وجل کو قبول کیا تو اسی خوبی و کمال کے ساتھ قبول کیا اور اگر ابتدا مین وہ لوگ بت پرستی پر جمے رہے تو یہ بھی اُسی امانت کا اثر تھا کہ اُنھون نے جو عہد بتون سے باندھا تھا جبتک اُن کی دیانت وامانت مین یہ ظاہر نہ ہوا کہ یہ باطل ہے تب تک اُنھون نے جان و مال سے مقاتلہ کیا کیونکہ اس زمین مین سمائی و عمق زیادہ تھا لہذا یہ کھیتی آہستہ آہستہ بڑھی یہانتک کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے پھل آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین شدت و قوت ہو گئی اسیواسطے اُسکو صد گونہ تعبیر کیا پھر ساٹھ گونہ یعنی کمی ہونا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت مین ظاہر ہوا پھر زیادہ کمی یعنی تیس گونہ رہجانا زمانہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مین ہوا اگر کہا جاوے کہ فتوحات زمانہ عثمان رضی اللہ عنہ مین زیادہ بڑھ گئی تھین تو جواب یہ ہے کہ اس سے دنیاوی رونق مراد نہین ہے بلکہ ناموس شریعت کے معارف ہین اور اُن مین کمی ہوتی گئی اسیواسطے حدیث مین آیا ہے کہ خیر القرون قرنی یعنی اس اُمت کے طبقات مین سب سے بہتر میرا طبقہ ہے پھر نازل ہو کر تابعین کا طبقہ پھر تبع تابعین کا طبقہ ہے پھر اس کے بعد لوگون مین زیادہ خرابی ہو جائے گی اور اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر امانت کا نزول اول تو ... تھا پھر اُنھون نے قرآن و حدیث سے معلوم کیا یعنی کمال ہوا پھر اُسکے بعد گھٹنا شروع ہوا اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو ارشاد فرمایا کہ تیرا کیا حال ہو گا جب تو ایسے لوگون مین پڑجائے گا جو خالی بھوسی ہین یعنی اُن مین مغز نہین ہے صرف پوست ہے اور حدیث انس رضی اللہ عنہ مین صریح آیا ہے کہ ہر زمانہ کے بعد جو زمانہ آویگا وہ اول سے بدتر ہوتا جاویگا اسیواسطے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین جو لوگ تھے اُنھون نے امانت الٰہی کے ساتھ دنیاوی محبت کو بھی خلط کیا اسیوجہ سے خلیفہ برحق حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ دینے مین سمجھ ٹھیک حاصل نہوئی اور اسیواسطے خلافت نبوت فقط حضرت علی رضی اللہ عنہ تک ختم ہو گئی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ اس آیت مین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لطیف مثل بیان فرمائی کہ ابتدا مین آپ کی ہدایت سے کھیتی جمی پھر اُنھون نے قوت و نصرت دی پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو مضبوط کر دیا حتی کہ فتح مکہ پر

Marfat.com

وہ اپنی قوت پر قائم ہو گئے پس اللہ تعالیٰ نے اس شان سے اُن کو قوی دلشیر فرمایا لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ قال [illegible] ف اور شان الٰہی عزوجل کسی قوم کے ساتھ کسی غرض سے متعلق نہیں ہے یعنے حق سبحانہ تعالیٰ نے سب کو پیدا کیا [illegible] کھلائی اور اُن کو گمراہی کے بھی حواس دیئے گئے ہیں پھر کسی کو مقہور نہیں کیا بلکہ قبولیت میں اُن کے قلوب کو مختار کیا پھر جو کچھ اختیار کرے اُس کے لوازم اُس کے ساتھ ہوں گے چنانچہ کافروں نے اگر کفر اختیار کیا تو غضب الٰہی کا ظہور رہے گا کیونکہ یہ کفر و شرک کے لوازم ہیں اور کافروں کے اپنے مقابل یعنی اہل ایمان کیساتھ غیظ و جلن ہوگی چنانچہ ابتدائے حال میں صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خفیہ نماز پڑھتے تھے اور سب انتالیس تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو نکلکر اہل مکہ سے فرمایا کہ آج کے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت خفیہ نہیں ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب کیساتھ لیکر مسجد الحرام میں بلند آواز سے نماز پڑھی اور جب ابوجہل وغیرہ کافروں نے جلن کے مارے ہجوم کیا اور تھپڑ مارے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو سخت سست کہا اور دھمکایا کہ جس کو اپنی جورو بیوہ کرنا اور اپنے بچے یتیم کرنا منظور ہو وہ سامنے آوے تب لوگوں نے بنی مخزوم وغیرہ سے کہا کہ اگر تم نے حضرت عمر کے ساتھ کچھ فساد کیا تو خوف ہے کہ بنی عدی خونخوار قوم ہے یعنی قریش والے اُن کو خونخوار کہتے تھے تو شاید وہ لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو جاویں تو فساد سخت ہو جائے گا پس کافر لوگ اپنی جلن میں جلتے رہے امام مالک رحمہ اللہ نے کہا کہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جس کے دل میں غیظ ہو وہ اس آیت کی مصیبت میں پڑیگا شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے نکالا کہ فرقہ روافض جن کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض ہے وہ کافر ہیں اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس شان سے رکھا تاکہ کافروں کو غیظ دلاوے پس جس کو اُن سے غیظ ہو وہ کافر ہے امام مالک کے قول سے ایک جماعت علما نے اتفاق کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ ہمارے مشائخ متاخرین نے ان کی تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا ہے کیونکہ ظاہر شریعت میں اگر کسی صحابی کو قتل کرے مگر ایمان کی وجہ سے قتل نہ ہو تو کفر نہیں ہو سکتا ہے پھر فقط جلن سے کیونکر کفر ہوگا ولیکن مترجم کہتا ہے کہ شریعت میں ایک تو انتظام شرعی ہے اور اُس کا ظاہری اصول یہ ہے تو جبتک ان اصول سے خارج نہ ہو تب تک مرتد و کافر قرار دیکر قتل نہیں کیا جاتا ہے بلکہ جماعت قائم رکھی جاتی ہے اور اس سے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ شخص باطن میں بھی ایسا ایمان رکھتا ہو جو مقبول ہے اور شریعت میں امر دوم میں ایمان ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے چنانچہ منافقین کو دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں منافقین موجود تھے لیکن ظاہر شریعت سے انکار نہ کرتے اور باطن میں کافر تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو مرتد ٹھہرا کر قتل نہیں کیا اسی طرح روافض یا خوارج کوئی فرقہ ہو جبتک وہ ضروریات اسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ و قرآن سے منکر نہو تب تک تکفیر نہ کی جائیگی حالانکہ خوارج کی نسبت حدیث صحیح میں ہے کہ نماز و روزہ میں ایسے سخت ہوں گے کہ تم لوگ اپنی نماز و روزہ کو اُن کے مقابلہ میں ہیچ سمجھوگے ولیکن دین سے ایسے نکل جاویں گے جیسے نشانہ سے تیر نکل جاتا ہے کہ نہ پھل میں خون کا لگاؤ ہے اور نہ ڈنڈی میں صرف پیچھے کی گڑی میں کچھ نشان ہے پس ایمان کے حق میں روافض کا بھی یہی حال ہے اور اسی گڑی کے نشان سے اُن کی تکفیر نہیں کی جاتی ہے لیکن افسوس ہے کہ ان گمراہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام حق سے معارف کا کچھ نصیب نہ پایا اور صریح آیات سے اپنے ناپاک خیال پر منھ موڑا حالانکہ مستقیم راستہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کے کلام سے غور کر کے بات نکالتے اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سمجھ حاصل ہونے کی درخواست کرتے اور جو بات اُن کو قرآن سے حاصل ہوتی اُس کو مضبوط کر لیتے پھر اپنی رائے و اعتقاد کو اس کے سامنے پیش کرتے پس اگر اُن کی اپنی رائے کی غلطی اول ہی مرتبہ کھل جاتی تو خیر ورنہ اپنی رائے کو تاویل کر کے ٹھیک کرتے برخلاف اس کے یہ لوگ اپنی رائے کو مقدم کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مثلاً ہم نے یقین کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل و مستحق خلافت ہیں تو اس رائے کے بعد حضرت ابوبکر الصدیق و ما بعدہ کے خلفاء

سب انصار و مہاجرین جنہون نے اُن کی خلافت پر بیعت کی سب گمراہ و مرتد ہوگئے نعوذ باللہ من ذلک ور قرآن مجید کی آیات صریحہ و بینات قطعیہ سب کے معانی اپنی رائے سے بدل ڈالے اللہ تعالیٰ ہم سب مومنون کو اُن کے فساد سے بچاوے یہ دیکھکر ہر اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین کہ ان خوارج و روافض نے کس گمراہی مین اپنے آپ کو ڈالا پھر اسپر خوش ہین اور قرآن کے معارف سے بدنصیب ہو کر ارسطو و فلاطون کے فلسفیت مین منہمک ہتے ہین اعاذنا اللہ عزوجل حالانکہ جو بات حق سبحانہ تعالیٰ نے نص فرمائی اس کے بعد مخلوق کی کیا مجال ہے کہ اپنی رائے سے اسمین دخل دے کفی باللہ شہیدا محمد رسول اللہ والذین معہ اشدا علی الکفار رحما بینہم الآیہ جب اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادہ اپنے ان بندون کے واسطے شاہد ہو جو اُس کے حبیب پاک محمد رسول اللہ کے اصحاب ہین رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ تو پھر جو کوئی مخلوق مین سے مخالفت و عداوت کر کے ان پاک بندون سے غیظ کرے وہ کافرون کے ساتھ ہے اور ان بزرگ بندون کا کچھ ضرر نہین کر سکتا کیونکہ مالک عزوجل نے اُن کو اپنے رضوان سے سرفراز کردیا اور فرمایا ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان مین سے ان لوگون کو جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ہین مغفرۃ و اجر عظیم کا وعدہ دیا ہے ف اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب متواتر معروف ہین سوائے منافقین کے کہ وہ بھی اسوقت سے برابر متواتر معروف ہین تو منافقون کو خارج کر کے جو صحابہ رضی اللہ عنہم ہین سب اس مغفرت و اجر عظیم سے سرفراز ہین یہان شیطان نے روافض وغیرہ منافقون کے دلون مین دغدغہ ڈالا کہ مومنین صالحین فقط حضرت علی کے ساتھ چالیس پچاس ہین اور باقی سب مرتد ہوگئے نعوذ باللہ من ذلک صریح غلطی و عین ضلالت ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدۂ خلافت مین فرمایا وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض یعنی تم مین سے جو لوگ ایمان لائے و نیک عمل کئے ہین ان کو اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا کہ اللہ تعالےٰ اُن کو زمین مین خلیفہ فرماویگا ۔ ھ ۔ اور متواتر معلوم ہے کہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہین آخر تک پس قطعی معلوم ہوا کہ وہ مومنین صالحین سے ہین تو ان کے واسطے مغفرت و اجر عظیم ہے اور کلمۃ التقویٰ ان کے ساتھ لازم ہے اور مترجم کہتا ہے کہ واللہ ثم باللہ وکفی باللہ شہیدا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و سب خلفائے راشدین و مہاجرین و انصار کی بزرگیان بعض قطعیات قرآنی اس طرح آفتاب سے زیادہ روشن ثابت ہین کہ مجھے سخت تعجب ہوتا ہے کہ عجب شان قدرت ہے کہ بعد اُس کے روافض و خوارج کس طرح انکار کرتے ہین اور کیسی اُن کی دلی آنکھین اندھی ہین کہ اُن کو یہان سوجھتا نہین قال تعالیٰ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور الآیۃ ۔ یعنی سر کی آنکھین اندھی نہین ہوتی ہین ولیکن دل کی آنکھین اندھی ہوجاتی ہین جو سینون کے اندر ہین ۔ ھ ۔ پس کلام حق تعالیٰ سچ ہے کہ ان گمراہون کی دلی آنکھین اندھی ہوگئی ہین کہ ان کو کچھ نہین سوجھتا ہے کیونکہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار و اصحاب کبار مین نقص ہو سکتا تھا حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے اصحاب حواریین تو ایسے مراتب پر ہون اور حضرت سرور عالم صلعم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے حق مین ان گمراہون نے یہ عیب لگایا اور کہانتک زبان درازی کی اعاذنا اللہ عزوجل پس یہ گمراہ فرقے اپنے آپ کو خراب کرتے ہین اور کسی کا کچھ ضرر نہین کر سکتے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی ثنا و صفت کو اگلی کتابون مین نازل فرمایا اور اگلے انبیا علیہم السلام نے ان کے ذکر جمیل سے اپنی امتون کو فیض پہونچایا پھر حق عزوجل نے اپنے کلام قدیم قرآن مجید مین اُن کی تعریف فرمائی اور جن انعامات و اکرامات سے اُن کو سرفراز کیا ہے قیامت تک سب مومنون کے دل اُنکی تعظیم سے روشن کئے کہ وہ اپنے رب عزوجل کی بندگی مین (رضی اللہ عنہم) پڑھتے ہین اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جان نثارون کے مراتب عالیہ سے تمام اُمت کو بکثرت خطبہ و احادیث مین نہایت بلاغت سے آگاہ فرمایا ہے اب اُن کے مراتب کو بلکہ اُن کے مرتبہ کے کرور حصون سے ایک حصہ کو بھی کوئی غوث و قطب نہین پہونچ سکتا ہے نہایت صحیح اسناد سے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو میرے اصحاب کو کبھی برا مت کہو کیونکہ قسم اس پاک عزوجل کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی
شخص کوہ احد کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرے تو ان کے ایک مد برابر بلکہ اس کے آدھے برابر نہیں پہونچے گا اصحاح ...
کہا وہ اُن کے مرتبہ کا قیاس کریگا واللہ اُن بندون کے مراتب کا قیاس مین لانا بھی محال ہے جن کی نسبت حضرت ذوالجلال والاکرام نے رضی اللہ عنہم و
رضوا عنہ فرمایا ہے اور فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم مین بہت احادیث وارد ہین اور علماؤن نے ان کو مستقل کتابون مین علیحدہ جمع کیا ہے و ...
... فتح خیبر) سلمۃ الاکوع رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم مین حدیث طویل روایت ہے کہ جسکا مضمون یہ ہے کہ جب ہم لوگ حدیبیہ سے بعد صلح کے مدینہ منورہ
واپس آئے تو ما ہہائے حرام یعنی ذی الحجہ و محرم تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ مین قیام فرمایا اور میری حالت یہ تھی کہ جب مین مسلمان ہو کر
اپنے اہل و عیال چھوڑ کر مدینہ مین ہجرت کر آیا تو میرے پاس بسر اوقات کے واسطے کچھ مال نہ تھا لہذا مین نے اپنی تن پروری کیواسطے طلحہ بن عبید اللہ
رضی اللہ عنہ کی خدمتگزاری اختیار کی تھی اور اُن کے گھوڑے کی پرداخت کیا کرتا تھا اور طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے کھانے پینے مین مجکو شریک رکھتے تھے ایک دن
حسب معمول مین گھوڑا لیکر مدینہ سے باہر جاتا تھا تاکہ اسکو ہوا کھلاؤن اور پانی پلاؤن اور دشمنون کے خوف سے مین اپنے ہتھیارون سے مسلح تھا کہ
ناگاہ مین نے اُس طرف سے ایک غلام کو آتے دیکھا جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرما دیا تھا اور وہ اونٹون کے گلہ پر نگہبانی کرتا تھا مین نے
اُس سے پوچھا کہ تیرے پیچھے کیا حال ہے اُس نے کہا کہ عبد الرحمٰن الفزاری اپنی جماعت کو لئے ہوئے گھات مین آیا اور صبح ہوتے ہی اُس نے
حملہ کر کے ہم کو بھگا دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گلہ ہانک لے گیا اور وہ ابھی بہت دور نہین پہونچا ہوگا یہ سنتے ہی مین نے اُس کو گھوڑا
دیا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ کو پہونچا دیجیو اور مین نے ایک ٹیلہ پر چڑھکر بلند آواز سے پکارا صباحاہ ۔ یہ کلمہ عرب کے عرف مین فریاد ہے کہ لوگو جلدی دوڑو
کہ دشمن نے چھاپا مارا پس میری آواز اسقدر کرخت تھی کہ مدینہ کے اس کنارے سے اُس کنارے تک پہونچ گئی اور مین وہان سے اُترکر دوڑا
اور میری دوڑ گھوڑے کے برابر تھی بلکہ گھوڑا نہین پہونچتا تھا اور مین نے ان لوگون کو قریب ہی پایا اور مین نے ان کمبختون کو ڈانٹا اور کمان مین تیر جوڑکر جس کو
مارا وہ گرا اور مین نے رجز پڑھنا شروع کیا کہ اے کافرو ۔ مین سلمۃ بن الاکوع ہون اور آج تم کو اپنی چھٹی کا دودھ یاد آوے گا پھر مین نے تیر مارنا
شروع کئے اور میرا وار خالی نہین جاتا تھا اور جب کوئی اُن مین سے میری طرف پھرتا تو مجکو نہین پاتا تھا اور جب مین قصد کرتا تو دوڑکر اُن
تک پہونچ جاتا تھا جب میرے تیرون نے اُن کا فشار نکالا تو مجھ سے خوفناک ہو کر بھاگے اور مین نے اُن کا پیچھا کیا تو جس قدر اونٹون کا گلہ
اُنھون نے ہانکا تھا سب چھوڑ بھاگے مین نے اس گلہ کو سامنے دیا اور مین اُن کے پیچھے دوڑا پھر ذرا دیر مین مین نے اُن کو جا پایا اور اُن پر
تیرون کی بوچھار ڈالی اور وہ گرنا شروع ہوئے آخر اُنھون نے اپنی زرہین اُتار کر پھینکنا شروع کین تاکہ ہلکے ہو جاوین اور جب وہ لوگ کوئی چیز
پھینکتے تو مین اُس پر اپنا پتھر بطور نشانی کے رکھدیتا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب یہان پہونچین تو پہچان لین پھر مین اُن کے پیچھے دوڑا
اور مین اپنی دوڑ سے جست کر کے اُن کے قریب پہونچکر سب سے پچھلے آدمی کی پیٹھ مین تیر چونک دیتا تھا اور جب اُس کے چیخنے سے وہ لوگ میری
طرف پھرتے تو مین بھاگ کر درخت کی آڑ مین ہو جاتا تھا آخر اُنھون نے گھبراہٹ مین اپنے کمل و چادرین پھینکنا شروع کین اور مین نے
اُن کی چادرین جمع کر کے اُن پر بھی ایک پتھر رکھدیا اور اپنے تیرون کو اُٹھا کر اپنے ترکش مین جمع کیا اور مشرکون کی یہ حالت ہوئی کہ بھاگتے بھاگتے
اُن کا پھیپھڑا پھول گیا اور پیاس کے مارے وہ ایک پانی پر اُترے واللہ اُنھون نے ہنوز پانی چکھا نہ تھا کہ مین پھر اُن کے سر پہونچ گیا اور مین نے
رجز کا شعر پڑھا تو وہ لوگ ویسے ہی پیاسے اُٹھکر بھاگے اور مین برابر تیر مارتا تھا اور کبھی اُن کے قریب پہونچکر اُن کے عقب مین تیر پھونکدیتا تھا
آخر دن ڈھلنے لگا اور وہ لوگ ایک گاؤن کے قریب پہونچے تو گاؤن کا رئیس اُن کے استقبال کو آیا اور اُن کی خستہ و پراگندہ حالت دیکھکر

کہنے لگاکہ یہ کیاحال ہے اور مین ایک پہاڑی پر چڑھکر دور سے اُن کو دیکھتا تھا تو اُنھون نے اپنا حال زار بیان کیاکہ یہ شریر آدمی آج صبح سے ہمارے پیچھے لگا ہے اور اُس نے ہماری یہ نوبت پہونچائی ہے اور اب بھی ہمارا پیچھا نہین چھوڑتا ہے اور پیاس کے مارے ہم جان بلب ہین وہ سنکر کہنے لگاکہ تم ایک آدمی سے اسقدر ہراسان ہو اور مین نے دیکھاکہ اُن مین سے چار آدمی میری جانب چلے جب پہاڑی پر چڑھکر میرے قریب آئے تو مین نے اُن کو ڈانٹا کہ خبردار آگے نہ بڑھنا اور تم لوگ مجکو پہچانتے ہو وہ کمبخت بولے کہ اے تیری مان تجکو رو دے ہم تو تجکو نہین پہچانتے ہین مین نے کہاکہ مین سلمۃ بن الاکوع ہون اور واللہ اگر تم چاہو تو مجھ تک نہین پہونچ سکتے ہو اور مین جب چاہون تم تک پہونچ سکتا ہون تب اُنھون نے پہچانا تو ڈرے اور میرے سامنے سے ہٹ گئے اتنے مین مین نے دیکھاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب کے نظر آئے اور اُنمین سے دو سوار سب سے مقدم آگے پیچھے گھوڑا دوڑاتے آتے تھے جب نخلستان سے نکلے تو مین نے دیکھاکہ سب سے آگے ابن اخرم الاسدی ہین تو مین نے اُن کو روکا کہ تم اس طرح حملہ مت کرو اُنھون نے مجکو قسم دلائی کہ للہ تو شہید ہونے سے مجکو مت روک اور تنہا حملہ آور ہوئے اور ادھر سے عبدالرحمن الفزاری اُن کے مقابل ہوا اور دونون نے وار کیا تو عبدالرحمن کا وار کاری پڑا اور وہ شہید ہوکر گرے اور عبدالرحمن اپنا گھوڑا چھوڑکر اُن کے گھوڑے پر سوار ہوگیا اتنے مین حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ اپنا گھوڑا دوڑاتے ہوئے عبدالرحمن فزاری کے مقابل ہوئے اور اُس کو مار کر گرادیا اور گھوڑے چھین لئے اتنے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب کے نخلستان کے درمیان نظر آئے اور کافرون نے بدحواس ہوکر بھاگنا شروع کیا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے خیر فرمائی اور یہ بھی فرمایاکہ ہمارے سوارون مین آج ابو قتادہ بہتر ہے اور پیادون مین سلمۃ بن الاکوع ہے اور مین نے عرض کیاکہ یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ ان کافرون کی کونچین کاٹ دون اور آج صبح سے مین نے ان کو پانی تک نہین چکھنے دیا آپ نے فرمایاکہ اے سلمہ تونے قابو پایا تو مہربانی کر اب تو وہ اپنی قوم کے یہان مہمان ہوتی ہے پھر اُسی پانی پر اُترپڑے پھر جب وہان سے روانہ ہوئے تو مجھے اپنی ردیف مین بٹھال لیا اور کافرون کے اونٹ وہتھیار وزرہین و چادرین و کمل سب جمع کرلئے گئے اتفاق سے راستہ مین ایک صحابی نے کہاکہ بھلا کوئی دوڑنے والا ہے اور مین خاموش تھا آخر مین نے اُس سے کہاکہ تم عجیب آدمی ہو کہ نہ بزرگ کا ادب کرتے ہو نہ شریف کا لحاظ کرتے ہو اُس نے کہاکہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مین نے یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیاکہ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہین کہ مین دوڑون آپ نے فرمایاکہ ہان اگر تیری خوشی ہو مین اونٹ پر سے کود پڑا اور مین نے کہاکہ اچھا دوڑو جب وہ دوڑا اور دور تک آگے نکل گیا تب مین یہان سے دوڑا اور تھوڑی دیر مین اُسکے پاس پہونچ گیا اور مین نے پکارا کہ سچو تم اب پیچھے رہے آخر اُس نے کہاکہ ہان پھر جب ہم مدینہ پہونچے تو چند ہی روز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی جانب قصد فرمایا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہوکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہم لوگون کو لیکر کسی قبیلہ عرب پر جہاد کرنا چاہتے تو صبح کا انتظار فرماتے ... صبح ہونے پر آپ اذان کی آواز سنتے تو حملہ روک لیتے تھے اور اگر آواز اذان نہ سنی تو اُن پر ظاہر ہوکر حملہ کرتے تھے پھر جب ہم لوگ خیبر کو چلے تو وہان بھی رات کو پہونچکر آپنے انتظار کیا پھر جب صبح کو آواز اذان نہ آئی تو آپ سوار ہوئے اور ہم لوگ بھی سوار ہوئے اور خیبریون نے اپنے قلعہ کا دروازہ کھولا اور بیل وکدال وغیرہ آلات زراعت لیکر نکلے اور ہم لوگون کو دیکھا تو بڑبڑاتے ہوئے بھاگے کہ واللہ یہ تو محمد مع لشکر ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا اللہ اکبر خربت خیبر انا اذا نزلنا بساحۃ قوم فساء صباح المنذرین۔ یعنی اللہ اکبر یہ خیبر خراب ہوا ہم لوگ جب کسی قوم کے میدان مین اترتے ہین تو کافرون کا انجام خراب ہو حدیث سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ عنہ مین ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف روانہ ہوئے راہ مین میرے چچا عامر بن الاکوع نے رجز پڑھنا شروع کیا جسکا مطلب یہ ہو کہ اگر فضل الٰہی نہوتا تو ہم لوگ ہدایت نہ پاتے اور نہ صدقہ وصلوٰۃ

توفیق ہوتی الٰہی ہم تیرے فضل سے مستغنی نہین بلکہ تیرے فضل کے محتاج ہین جب دشمن نے ہمارا مقابلہ ہو تو ہم کو ثابت قدم [illegible]
نازل فرمائیو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ رجز پڑھنے والا کون شخص ہے عرض کیا گیا کہ عامر ہے تو فرمایا کہ [illegible]
ہم لوگون مین یہ بات معروف تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے واسطے استغفار فرمایا وہ ضرور شہادت سے سرفراز ہوتا [illegible]
نے اپنے اونٹ پر سے پکارا کہ یا رسول اللہ عامر کو ہمارے ساتھ چھوڑ دیا جاتا پھر جب ہم لوگ خیبر مین پہونچے اور لڑائی قائم ہوئی تو [illegible]
بادشاہ جسکا نام مرحب تھا اپنی تلوار ہلاتا ہوا رجز پڑھتا ہوا نکلا جسکا مضمون یہ ہے کہ تمام خیبر جانتا ہے کہ میرا نام مرحب ہے لڑائی مین جب
چنگاریان اڑتی ہین تو مین ہی اکیلا میدان مین شہسوار دلاور آزمودہ کار ہون میرے چچا عامر رضی اللہ عنہ نے اُسکے رجز کا جواب دیا اور اُسکے
مقابلہ کو نکلے اور آخر داؤگھات کے بعد دونون نے وار کیے اور عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار چھوٹی تھی انھون نے مرحب کا وار اپنی ڈھال پر
روک لیا اور چاہا کہ نیچے سے فوراً اُسپر وار کرین کہ ناگاہ تلوار کا سر خود انھین کی رگ اکحل پر پڑا اور اسی مین وہ شہید ہوئے پھر کچھ لوگون
نے کہنا شروع کیا کہ افسوس ہے عامر نے اتفاق سے اپنے آپکو قتل کیا اور اُن کے اعمال مٹ گئے جب مین نے یہ کلمہ سُنا تو مجھے رونا آیا اور
مین روتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا عامر کے اعمال مٹ گئے آپنے فرمایا کہ تو یہ کیا کہتا
ہے مین نے عرض کیا کہ آپکے اصحاب مین سے کچھ لوگ یہ گمان کرتے ہین کہ عامر نے خودکشی کی اور اُس کے عمل مٹ گئے آپنے کہا کہ جس نے یہ کہا اُسنے
جھوٹ کہا بلکہ عامر کیواسطے دوچند ثواب ہے کہ وہ جاہد و مجاہد ہے اور عرب مین کم ایسے لوگ پیدا ہوئے ہین یہ سنکر مجھے بہت خوشی ہوئی اور لڑائی
برابر روز ہوتی تھی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل مین یہ نشان ایسے شخص کو دونگا جو اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے
اور اللہ و رسول اُس کو دوست رکھتے ہین اس بشارت عظیم کے واسطے دوسرے روز اصحاب رضی اللہ عنہم ہر ایک آرزومند تھا پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ علی بن ابی طالب کہان ہین لوگون نے عرض کیا کہ اُن کی آنکھین آشوب کی ہوئی ہین سلمہ کہتے ہین کہ مجکو حضرت
علیؓ سے محبت تھی پس مین جلدی دوڑ گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لایا اور وہ آشوب کی وجہ سے آنکھین نہین کھول سکتے تھے پس
مین اُن کا ہاتھ پکڑے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا پس آپنے اُن کی دونون آنکھون مین لب مبارک لگایا کہ اُسی وقت
دونون آنکھین اچھی ہوگئین اور آپنے نشان اُن کو عطا کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ دور چلے پھر پکار کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُن سے
قتال کرونگا یہانتک کہ وہ لوگ ہمارے مثل ہو جاوین یا کس بات پر اُن سے قتال کرون آپنے فرمایا کہ ٹھہر تم اُن کو نصیحت کی کہ پہلے اُنکو
دین توحید کی جانب بلائیو کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھ پر ایک شخص کو ہدایت دے تو یہ تجکو سرخ اونٹون کی قطار سے بہتر ہے پھر اگر وہ نہ مانین
تو اُن سے جزیہ طلب کرنا اگر جزیہ دینا بھی نہ مانین تو اُن سے اللہ تعالیٰ کے نام پر قتال کیجیو پس صحابہ کرام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نشان کے نیچے
آگے بڑھے اور اُدھر سے یہودیون کا لشکر کثیر و جم غفیر نکلا جب دونون صفین برابر ہوئین تو مرحب میدان مین نکل آیا اور اسکے رجز کے
جواب مین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رجز پڑھا اور اُس کے مقابل ہوئے اور آخر اُس کے سر پر ایک وار مارا کہ اُس کے سر کے دو ٹکڑے ہوگئے اور
لشکر کو حملہ کا حکم دیا الا اللہ تعالیٰ نے فتح عنایت فرمائی (الصحیحین وغیرہ) اور تاریخ مین روایت ہے کہ مرحب بہت مشہور بہادر تھا اسکے قتل کے
بعد لشکر لیکر یہودیون کی بکثرت جماعت پر حملہ کیا جب یہودیون کو مقابلہ کی طاقت نہ رہی تو میدان چھوڑ کر بھاگے اور [illegible]
لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دست مبارک سے کواڑ پکڑ لیا اور جھٹکا دیکر کواڑ اُکھاڑ پھینکا حالانکہ [illegible]
اپنی قوت سے اسکو پھینک سکتے تھے جب یہودیون نے یہ حال دیکھا تو اُنھون نے امان مانگی اور [illegible]

Marfat.com

آخر یہودیون کو غلام بنانے سے معافی دیدی اور اموال غنیمت مع زمین کے اپنے اصحاب پر تقسیم کردیئے والحمد للہ رب العالمین۔

سُورَةُ الْحُجُرَاتِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ ثَمَانِي عَشْرَةَ آيَةً

یہ سورہ حجرات مدنیہ ہے اسمین اٹھارہ آیات ہین اور ۳۴۳ کلمات ہین اور ۱۴۷۶ حروف ہین (س) قرطبی نے کہا کہ یہ سورہ بالاجماع مدنیہ ہے اور یہی قول ابن عباس و ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے مصرح روایت ہوا ہے (ف) سبب نزول کا بیان آتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ

اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور ڈرتے رہو اللہ سے البتہ اللہ

سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ

سنتا ہے جانتا اے ایمان والو اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور اُس سے نہ

بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ

بولو کھلکر جیسے کھلتے ہو ایک دوسرے پر کہین اکارت نہ ہو جاوین تمھارے کئے اور تم کو

لَا تَشْعُرُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ

خبر نہ ہو جو لوگ دبی آواز بولتے ہین رسول اللہ کے پاس وہی ہین

الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝

جن کے دل جانچے ہین اللہ نے ادب کے واسطے اُن کو معافی ہے اور نیگ بڑا

اس آیت مین اللہ تعالی نے ایک جگہ اپنے بندون کو عام حکم دیا جسمین مومن و کافر سب شامل ہین تو وہان یا ایہا الناس سے خطاب فرمایا اور پانچ جگہ خاص مومنون کو ادب سکھلانے کے واسطے بشرافت ایمانی خطاب فرمایا از انجملہ اول یہ مقام ہے یعنی یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ اے ایمان والو اللہ تعالی و اُس کے رسول کے سامنے پیشقدمی نہ کرو اور اللہ تعالی سے تقوی رکھو اللہ تعالی خوب سنتا اور جانتا ہے ف بیضاوی نے کہا کہ اس کے یہ معنی ہین کہ اللہ تعالی و اس کے رسول کے حکم دینے سے پہلے تم کوئی بات طے نہ کرو اور کسی کام کرنے پر جزم نہ کرو شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ اللہ تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین برتاؤ رکھنے کے آداب مومنون کو سکھلائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر رکھنے کا حکم دیا کہ تم یعنی ہر قول و فعل مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے پہلے تم لوگ پیشقدمی و جلدی نہ کیا کرو اور اللہ تعالی نے اپنا نام پاک رسول کی تعظیم و تکریم کے لئے ذکر فرمایا اور اشارہ ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سے پیشقدمی کرنا اللہ تعالی کی جناب مین بے ادبی ہے کیونکہ رسول اللہ کا قول و فعل عین امر الہی ہے پھر جبتک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا مین تشریف رکھتے تھے تب تک صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے حضور مین ان آداب کا لحاظ رکھتے تھے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے احکام شریعت کا یہی برتاؤ ہے چنانچہ جب آپ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

Marfat.com

کو ایلچی کر کے یمن کی جانب بھیجا تو معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تو کس چیز کے ساتھ حکم لگا دیگا معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے
موافق فیصلہ کروں گا فرمایا کہ اگر تجھکو اسمیں سے نہ ملے عرض کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق حکم کروں گا فرمایا کہ اگر اس میں
بھی نہ پائے عرض کیا کہ پھر اپنے اجتہاد سے کوشش کرونگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا الحمد للہ
کہ اُس نے رسول اللہ کے ایلچی کو ایسی بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے (رواہ احمد و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ) پس جناب معاذ رضی اللہ
عنہ نے کتاب سے سنت رسول اللہ کے بعد اپنی رائے و اجتہاد کا نام لیا مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے اہل السنت کے سب امام مانند ابوحنیفہ
و مالک و شافعی و احمد و سفیان ثوری و وکیع و ابن ابی لیلیٰ و ابو ثور و ابن جریر و بخاری و مسلم وغیرہم جن کا شمار مشکل ہے یہ سب رحمہم اللہ تعالیٰ
اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ جبتک قرآن یا حدیث میں حکم موجود ہو تو قیاس جائز نہیں ہے بلکہ داؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ
تھا کہ ایسی کوئی بات قولی یا فعلی ہونے ہی نہ پاوے جس کا حکم قرآن یا حدیث میں ہو کیونکہ ہمارا قیاس کوئی چیز نہیں ہے اور اسکا حاصل یہ ہے
کہ اپنی زندگی میں بالکل وہی طریقہ عمل میں لائے اور قصد کر کے احتیاط رکھے کہ وہی طریقہ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ
عنہم کا طریقہ تھا شیخ نے لکھا کہ قولہ لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یعنی کتاب الٰہی و حدیث الرسول کے خلاف
مت کہو منع کیا گیا کہ رسول اللہ کے قول کے سامنے اپنی بات لاویں مجاہدؒ نے کہا کہ منع کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک
کسی معاملہ میں خود مشورہ نہ پوچھیں تب تک کوئی شخص فتویٰ نہ دے بلکہ منتظر رہے کہ آپ کیا حکم فرماتے ہیں ثوریؒ نے کہا کہ یہ قول و فعل
دونوں کو شامل ہے یعنی نہ کام میں پیشقدمی کرے اور نہ کلام میں پیشقدمی کرے مترجم کہتا ہے کہ اس حکم کلی میں بہت سے مسائل نکلتے ہیں
از انجملہ یہ ہے کہ جس نماز و دعا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہوں تو آپ کی دعا سے پہلے کوئی شخص دعا نہیں مانگ
سکتا تھا پھر بعد آپکے قیامت تک جو شخص شریعت کا امام ہو تو نائب ہونے کی وجہ سے اسکا احترام کرنا چاہیے جبتک کہ وہ سنت رسول اللہ
کی نیابت پر قائم ہو لہٰذا حسن بصریؒ نے اس آیت میں کہا کہ امام کے دعا مانگنے سے پہلے دعا نہ مانگو پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرا حکم فرمایا قولہ تعالیٰ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ ۔ اے ایمان والو
پیغمبر کی آواز پر اپنی آواز بلند مت کیجیو اور نہ بلند آواز سے اُسکے ساتھ بات بولو جیسے آپسمیں بعض تمہارے بعض کے ساتھ بلند آواز کرتے ہیں
اس آیت میں دو باتوں سے منع فرمایا اول یہ کہ مجلس میں جسقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہونچتی ہو اس حد تک اپنی آواز نہ پہونچاویں
یا اس سے زیادہ نہ بڑھاویں دوم یہ کہ جب کسی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا منظور ہو تو تعظیم و توقیر سے ادب کے ساتھ پکاریں
اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے کو پکارا کرتے ہیں اس طرح نہ پکاریں اور ان دونوں احکام کی بزرگی ظاہر کرنے کیواسطے مومنین کو
خطاب کر کے فرمایا کہ ایسا مت کیجیو ۔ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔ مبادا تمہارے اعمال ایسی حالت میں حبط ہو جاویں
کہ تم کو شعور نہ ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہو تو اس ایذا سے اللہ تعالیٰ غضب فرمائے اور اعمال [illegible]
دنیا دی نگاہ میں اعمال مخفی ہیں تو جس کے اعمال مٹے اُس کو خبر بھی نہ ہوئی واضح ہو کہ عرب آپس میں ان آداب کی [illegible]
مدت سے کفر و شرک کے عادی تھے اور یہ آداب نورانی نتیجہ نور ایمان ہیں لہٰذا اعراب گنوار جن کے دلوں میں [illegible]
وہی ایسی بے ادبیوں کا باعث ہوتے تھے بخلاف اصحاب مہاجرین و انصار کے جن کو تعظیم و تکریم کرنے کا [illegible]
ہے کہ وہ لوگ اچھی طرح نظر بھر کر آپ کو دیکھ نہیں سکتے تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ [illegible]

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى - جو لوگ اپنی آوازون کو رسول اللہ کے پاس پست رکھتے ہین یہی بندے ہین جنکے دلون کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے واسطے امتحان فرمایا ہے ف پس کلمۂ تقویٰ اُن کے ساتھ لازم کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر اُن کے دلون مین ڈالی پھر امتحان لیا کہ بھلا یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز بلند کرتے ہین یا نہین پس لوگون کو دکھلایا کہ آواز بلند نہین کرتے ہین پس ثابت ہوگیا کہ تقویٰ اُن کے دلون مین موجود ہے واحدیؒ نے کہا کہ آیت کے یہ معنی ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلون کو تقویٰ ہونے کیواسطے امتحان کر لیا تھا پس اُن کے دلون کو کمال تقویٰ کے واسطے خالص فرمایا ۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ متقیون کیواسطے مغفرت و ثواب عظیم ہے ف یعنی اُن کے باطنی قلوب مین حقیقی تقویٰ ہو اور اس کو اللہ تعالیٰ امتحان فرما چکا ہو پس اگر اُن سے ناگہانی ایسی حرکت واقع ہوئی جس سے آواز بلند ہوگئی تو اُس کو اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے اور اُنکی حسن نیت پر اُن کو ثواب عظیم دیتا ہے بخلاف اعراب کے جو عمداً طریقۂ تعظیم چھوڑکر بیباکی کے ساتھ آواز بلند کرتے تھے چنانچہ اُن کا قصہ آگے آتا ہے اور اہل تقویٰ مین سے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کا بیان ہو از انجملہ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ ہین چنانچہ حضرت انس و محمد بن ثابت سے روایت ہو کہ جب یہ آیت اُتری یاایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی آخر تک تو ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ راہ مین بیٹھکر رونے لگے اودھر سے عاصم بن عدی کا گذر ہوا تو اُنھون نے پوچھا کہ اے ثابت تم کیون روتے ہو ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت اُتری ہے اور میری آواز بہت بلند ہے تو مجھے خوف ہے کہ یہ آیت میرے ہی حق مین اُتری ہے پھر عاصم رضی اللہ عنہ چلے گئے اور ثابت رضی اللہ عنہ پر خوف رونا غالب ہوا اور وہ اپنی بی بی جمیلہ بنت عبداللہ کے پاس آئے اور کہا کہ مین اس کوٹھری مین جاتا ہون جسمین میرا گھوڑا بندھا ہے پس تو دروازہ بند کرکے اسپر کیل ٹھونک دے اور کہا کہ اب مین نہین نکلونگا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ مجھے موت دے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے رضی ہوجاوین حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت مین ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو نہ پایا تو حال دریافت کیا اور ایک روایت مین ہے کہ اس قوم کے سردار یعنی سعد بن معاذ سے پوچھا کہ کیا ثابت کچھ بیمار ہین سعدؓ نے عرض کیا کہ وہ میرا پڑوسی ہے اور مجھے اس کی بیماری کا کچھ حال نہین معلوم ہوا اور مین دریافت کرکے آپکو خبر دونگا پھر سعد رضی اللہ عنہ آئے تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر مین سر ڈالے ہوئے رو رہے ہین پوچھا کہ اے ثابت تمھارا کیا حال ہے ثابت نے کہا کہ وہ ایک بدتر آدمی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کیا کرتا تھا تو یہی وہ شخص ہے جس کے عمل مٹ گئے اور وہ جہنمی ہو پس سعد رضی اللہ عنہ نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال عرض کیا (اور عوالی سے یہانتک آنے مین کئی میل کا فاصلہ دراز تھا) راویؒ نے کہا کہ دوبارہ سعد رضی اللہ عنہ ایک بشارت عظیم لیکر گئے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم اُس سے کہو کہ تو جہنمی نہین بلکہ جنتی ہے یہ سب روایت صحیح بخاری و مسلم و احمد وغیرہ مین ہے اور ابن جریر وغیرہ کی روایت مین آیا کہ عاصم بن عدی کو آپنے بلانے بھیجا تھا پس شاید بات یہ ہوئی کہ پہلے سعد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مین اُن کی خبر لاتا ہون اور سعد اس طرف روانہ ہوئے اور راہ مین عاصم رضی اللہ عنہ کو پہلے ثابت رضی اللہ عنہ کا حال معلوم ہو چکا تھا پس عاصم رضی اللہ عنہ نے گھر سے لوٹ کر خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال عرض کرنے آتے تھے تاکہ شاید ثابت رضی اللہ عنہ کا خیال ٹھیک ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کرین کہ وہ معاف کیا جائے اور ثابت رضی اللہ عنہ اتنے مین اپنے گھر پہونچے اور ہنوز بیٹھے رو رہے تھے کہ سعد رضی اللہ عنہ نے آکر حال پوچھا تو اُن سے یہی اپنا حال بیان کیا اور سعد رضی اللہ عنہ یہ سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حال عرض کرنے چلے تھا ثابت رضی اللہ عنہ پہلے ہی پہونچ چکے تھے تو روایت مین ہو کہ عاصم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کو میرے پاس بلا لا پس

عاصم رضی اللہ عنہ بلانے گئے اور ادھر سعد رضی اللہ عنہ سے آپ نے کہدیا کہ جب وہان جائیو تو اس کو بشارت دیجیو کہ وہ اہل جنت سے
ہے اور عاصم رضی اللہ عنہ جب وہان پہونچے جہان راستہ مین اُن کو چھوڑ گئے تھے تو راوی کہتا ہے کہ وہان اُن کو نہین پایا پھر عاصم اُن
کے گھر گئے تو اُن کی بی بی نے کہا کہ وہ روتے روتے اُس کوٹھری مین گھس گئے جہان گھوڑا بندھا ہے پس عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا
تجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہین پھر وہ کیل تو ڑکر نکلے اور دونون چلتے چلتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے
پس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے ثابت تو کیون روتا ہے ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یہ آیت اُتری ہی لا ترفعوا اصواتکم
الآیۃ۔ اور میری آواز کرخت ہے تو مجھے خوف پیدا ہوا کہ یہ میرے ہی حق مین اُتری ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ثابت کیا
تو اس بات پر راضی نہین کہ جب تک زندہ رہے تب تک حمید ہو اور شہید مرے اور جنت مین داخل ہو جائے پس ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض
کیا کہ مین اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت پر دل وجان سے راضی ہون اور واللہ مین اب کبھی اپنی آواز کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہین کرونگا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ الآیۃ (رواہ ابن جریر)
حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر ثابت رضی اللہ عنہ ہمارے درمیان پھرا کرتے تھے اور ہم لوگ یقین جانتے تھے کہ یہ جنتی ہین پھر جب حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور مسیلمہ کذاب کی قوم سے یمامہ مین لڑائی واقع ہوئی تو ہماری طرف سے کچھ لوگ تھوڑی دور پیچھے ہٹ گئے اتنے
مین ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے کفن پہنا اور حنوط کا فور لگایا اور ہماری طرف آکر فرمایا کہ تم لوگون نے کیا بُری عادت ڈالی ہے اور انصار رضی اللہ
عنہم حملہ آور ہوئے پس ثابت رضی اللہ عنہ نے سخت قتال کیا یہانتک کہ شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رواہ احمد) مترجم کہتا ہے کہ جب خالد
رضی اللہ عنہ نے قوم اسد کے مرتدون کو شکست دی تو فزارہ وغیرہ کے اعراب خوفناک ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے کہ ہم لوگ
توبہ کرتے ہین اور لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کی گواہی دیتے ہین حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری صدق توبہ کی
دلیل یہ ہو کہ بنو حنیفہ قوم مسیلمہ پر جہاد کرنے مین خالد بن الولید کے لشکر کے شریک ہو اسی طرح اعراب مین سے جو قوم آتی اُس کو آپ بھیجتے
تھے کیونکہ بنو حنیفہ کی تعداد بہت کثیر تھی اور صحابہ و مہاجرین و انصار کی جماعت بہت قلیل تھی پھر لڑائی مین قوم بنو حنیفہ ہندی تلوار دن
سے مسلح اور لڑنے مین سخت تھے تو اہل اسلام کی طرف سے بار بار یہی اعراب پیچھے ہٹ جاتے تھے جب کئی بار یہ واقعہ ہوا تو مہاجرین و
انصار رضی اللہ عنہم نے خالد رضی اللہ عنہ کو آواز دی کہ ہم کو ان اعراب سے جدا کر دیں پس مہاجرین و انصار نے اپنا لشکر درست کر کے قوم
مسیلمہ پر حملہ کیا اور سخت لڑائی واقع ہوئی آخر قوم مسیلمہ نے شکست کھائی اور مسیلمہ کذاب بدحواس تھا اور قوم کے سردار محکم بن الطفیل
نے بار بار اُس سے پوچھا کہ اب آپکے پاس اس بارہ مین کیا وحی آئی ہے وہ ہر بار یہی جواب دیتا کہ مجھے تو کچھ وحی نہین آتی ہے تو محکم
بن الطفیل سمجھا کہ یہ سخت جھوٹا ہے اور اُس نے اپنی قوم بنو حنیفہ سے کہا کہ تم اپنے نام کے واسطے لڑو آخر محکم بن الطفیل مارا گیا اور بنو حنیفہ
بھاگ کر باغ مین گھسے آخر صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیوار پھاند کر دروازہ توڑا اور سخت قتال واقع ہوا اور مسیلمہ کذاب مارا گیا اور بنو حنیفہ
بکثرت گرفتار ہوئے مترجم کہتا ہے کہ مسیلمہ کذاب جو نبوت کا دعوی کرتا تھا اسکے پاس کوئی خبیث آتا تھا جب صحابہ رضی اللہ عنہم
کا لشکر وہان پہونچا تو اُن کے نور کے سامنے اُس خبیث کی مجال نہ رہی لہذا وہ مبہوت کھڑا رہا اور آخر مارا گیا اور اسی جہاد مین ثابت بن قیس
رضی اللہ عنہ شہید ہوئے بعد شہادت کے اُن کی زرہ ایک مسلمان نے لیکر اپنے چولھے مین ہانڈیون کے اندر بند کی اور ثابت رضی اللہ عنہ
نے ایک شخص کو خواب مین دکھلایا کہ مجھ پر اسقدر قرض ہے اور میرا روپیہ مدینہ مین فلان جگہ گڑا ہوا ہے وہ نکالا جائے اور میری زرہ

Marfat.com

فلان شخص نے اپنی ہانڈی مین چھپائی ہے اُس سے لیکر فروخت کی جائے جس نے خواب دیکھا تھا اُس نے اس امر کو اپنا خیال تصور کیا کیونکہ مردے کی وصیت معروف نہ تھی پھر دوبارہ یا تیسری بار بھی یہی خواب دیکھا اور اس مرتبہ ثابت رضی اللہ عنہ نے اس سے سب وصیت بیان کرکے کہا کہ خبردار یہ مت کہیو کہ وہ مردے کا خیال ہے بلکہ اس وصیت کو پورا کردے تب اُنھون نے خالد رضی اللہ عنہ سے بیان کیا خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ فوراً دو شخص جاکر اُس کے چولھے کی ہانڈیون پر قبضہ کرلین جب وہ ہانڈیان آئین اور کھولی گئین تو اُن کے اندر سے زرہ برآمد ہوئی اور پہچانی گئی کہ یہ ثابت رضی اللہ عنہ کی زرہ ہے پھر خلیفۂ رسول اللہ کو یہ حال لکھا گیا تو وہان تلاش سے زرہ درہم بھی برآمد ہوئے اور وصیت پوری کردی گئی علمائے لکھا کہ یہ واقعہ عجیب ہے کہ اس سے پہلے کسی مُردے کی وصیت بعد موت کے پوری نہین کی گئی ہے بالجملہ ثابت رضی اللہ عنہ کی بلند آوازی بسبب تقوی تھی اسی طرح بعضے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی بلند آوازی واقع ہوئی ہے چنانچہ ابن ابی ملیکہ تابعی جلیل نے بیان کیا کہ جب بنی تمیم کے ایلچی آئے تو ان کے معاملہ مین قریب تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے سب سے بہتر دونون صحابی ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بہت بڑا خسارہ اُٹھاوین اور معاملہ یہ گذرا کہ ان دونون مین سے ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ ان پر اقرع بن حابس مجاشعی کو سردار کردیجئے اور دوسرے نے ایک شخص دیگر کا نام لیا راوی نے کہا کہ مجھے اس کا نام یاد نہین ہا پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تو نے اس بارہ مین فقط میری مخالفت کا قصد کیا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے کچھ بھی مخالفت نہین چاہی بلکہ میرے نزدیک جو بات پسندیدہ تھی وہ مین نے بیان کی پس دونون مین گفتگو بڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین دونون کی آوازین بلند ہوگئین تب اللہ عزوجل نے نازل فرمایا یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم الآیۃ۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ کیفیت تھی کہ اُن کی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوب نہین سُن سکتے تھے یہان تک کہ دوبارہ استفسار کرتے (رواہ مسلم) اور دوسری اسناد سے امام بخاری نے اسکو عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ بنی تمیم کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے پس ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ان لوگون پر قعقاع بن معبد کو سردار کردیجئے اور عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نہین بلکہ اقرع بن حابس کو سردار کردیجئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمھاری مراد یہی تھی کہ مجھ سے مخالفت کرو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے آپکی مخالفت کا قصد نہین کیا پس دونون کی آواز بلند ہوئی اور اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی (رواہ البخاری) طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ جب یہ آیت اُتری تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب مین کبھی آپ سے عرض داشت نہین کرونگا مگر اس طریقے سے کہ جیسے لوگ خفیہ باتین کرتے ہین (رواہ البزار) اور اسی کے مانند عبدالرحمن بن عوف و ابوہریرہ رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ حدیث ابن ابی ملیکہ مین صریح دلیل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے درمیان مین حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو سب سے بہتر سمجھتے تھے اور ان سب حدیثون مین اہل السنت والجماعت کی صفاء طینت ظاہر ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالی و اس کے رسول کے دین مین ہر ایک بات کو صاف صاف روایت کردیتے ہین اور گمراہ فرقون کی طرح یعنی خوارج و روافض کی طرح جھوٹ نہین بولتے ہین اور چھپاتے نہین ہین اور یہ بات زمانۂ تابعین رضی اللہ عنہم مین بھی مشہور تھی چنانچہ امام مسلم و دارقطنی نے اسکو بعضے اتباع تابعین سے روایت کیا ہے فاستقم والحمد للہ رب العالمین۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ عزوجل نے اہل ایمان کو منع کردیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین آواز بلند نہ کرین اور علمائے رحمہم اللہ تعالی نے کہا کہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین آپ کے حضور مین آواز بلند کرنا ممنوع تھا ویسے ہی بعد وفات کے آپ کے مرقد مبارک کے نزدیک آواز بلند کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس حالت

مین بھی آپکا احترام بدستور رہے اسیواسطے حضرت امیرالمومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیگئی کہ آپ نے [illegible]
علیہ وسلم سے بلند آواز سنی اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ مسجد مقدس مین دو شخص اپنی آواز بلند کرتے ہین پس آپ نے [illegible]
تمنے نہین ہے کہ تم کہان بیٹھے ہو پھر فرمایا کہ یہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے پھر حاجب نے عرض کیا کہ یہ دونون اہل طائف [illegible]
فرمایا کہ اگر تم لوگ اہل مدینہ مین سے ہوتے تو مین تم کو دُرّون سے سزا دیتا اور یہ حدیث بسند صحیح روایت کی گئی ہے شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے
[illegible] شدید فرمائی بقولہ تعالیٰ ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون یعنی اسواسطے تم کو ممانعت کی گئی کہ تمھارے اعمال حبط ہوجاوین اور تم کو خبر بھی نہ ہو
یعنی اگر تم رسول اللہ کے حضور مین آواز بلند کروگے تو ڈر کہ ایسا ہو کہ وہ غضبناک ہوجاوے پس اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے غضب سے اس شخص پر
غضب فرماویگا جس نے اُسکو غضبناک کیا ہے پس اُس کے اعمال مٹاویگا اور اُس کو خبر بھی نہ ہوگی شیخ نے کہا کہ اسمین آدمی کیواسطے بہت
بڑی تنبیہ ہے کہ ہمیشہ اپنے آداب کو لحاظ رکھے اور اپنے اقوال کو سوچ سمجھ کر زبان سے نکالے کیونکہ بعض کلمہ بھی ایسا ہوتا ہے کہ جس سے انسان بعد
ہوئے خسارہ مین پڑجاتا ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ آدمی کبھی اللہ تعالیٰ کی پسند کے لائق ایسا کلمہ بول جاتا ہے کہ اُس کے واسطے رضا الٰہی سے
ثواب جنت لکھا جاتا ہے اور آدمی کبھی ایسا کلمہ بول جاتا ہے جس کو اپنے نزدیک کچھ خیال نہین کرتا حالانکہ اللہ تعالیٰ اُس سے ناخوش ہوتا ہے یہانتک
کہ اس کلمہ کی وجہ سے وہ جہنم مین اسقدر دور گرتا چلا جاتا ہے جسقدر آسمان سے زمین تک ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ گرجاتا ہے اور یہ حدیث صحاح
مین موجود ہے اور واضح ہو کہ اہل ایمان کے دلون مین اللہ تعالیٰ نے اخلاص وامتحان رکھا ہے اور مغفرت و اجر عظیم اُس کا ثواب ہے پس اُن کے
قلوب مین معصیت کی خواہش ڈالی جاتی ہے اور وہ خلوص ایمان سے تقوی رکھتے ہین چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ یا امیر المومنین
دو شخص ہین ان مین سے ایک شخص کی یہ حالت ہے کہ اُس کے نفس مین ایسی چیز کی خواہش آتی ہے جو معصیت ہے مگر وہ اسپر عمل نہین کرتا اور
دوسرے شخص کے دل مین نہ معصیت کی خواہش آوے اور نہ وہ اسپر عمل کرے تو ان دونون مین سے کون افضل ہے آپنے فرمایا کہ وہ شخص
افضل ہے جسمین معصیت کی خواہش آوے اور عمل نہ کرے (رواہ احمد بسند صحیح) مترجم کہتا ہے کہ اسی کو اولیاء عرفان نے یقین کیا ہے اور اسیواسطے
اُنھون نے ہمیشہ روزہ رکھنے سے منع فرمایا بدلیل اس حدیث کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صائم الدہر کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ نہ اسنے
روزہ رکھا اور نہ افطار کیا (السنن) اور بھید یہ ہے کہ جب اُسکا نفس دوام صوم کا عادی ہوگیا تو نفس کیواسطے اس کی عادت خوشگوار ہوجاتی ہے تو
اُس نے اللہ تعالیٰ کیواسطے کچھ مشقت نہ پائی بخلاف افطار وصوم کے اسیواسطے حدیث صحیحین وغیرہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر داؤد علیہ السلام کا روزہ تھا کہ ایک دن روزہ رکھتے اور دوسرے دن افطار کرتے تھے اور جب جہاد مین کافرون
سے مقابل ہوتے تو کبھی نہین بھاگتے تھے علمائے نے کہا کہ ایک دن روزہ رکھنے اور دوسرے دن افطار کرنے مین ہمیشہ نفس کو کلفت ہو کیونکہ
اسکی عادت نہین پڑسکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اگر صوم سے نورانیت کا ظہور شروع ہوجاوے تو پھر نفس پر اس نورانیت سے سرور جاری
رہیگا اسی واسطے علمائے نے کہا کہ اگر سال مین عید و بقر عید و ایام تشریق افطار کرے تو صائم الدہر نہین رہیگا گویا نکتہ یہی ہے کہ ابتدا مین عموم
کو بغیر اپنے مرنے تک پہنچنے کے صوم الدہر کی عادت سے منع کیا گیا بلکہ مہینہ مین تین دن روزہ رکھ لینا حدیث صحیح مین صوم الدہر کا ثواب ہے
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ف واضح ہو کہ کمال ایمان مین بندے کا نفس اپنی خواہشات سے خالی ہوجاتا ہے اور آیات قدسیہ کے اشارات
سے فہم و فراست حاصل کرنا چاہئیے کہ حدیث قرب النوافل مین بارہا گزر چکا کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندے کے قوی مین متصرف ہوتا ہے اور
حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کمال ایمان کی حالت مین ہر فعل محبت وغضب وغیرہ اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے

Marfat.com

تو واسطے غضب فرماتا ہے لہذا اعراس وغیرہ مین یہ تنبیہ کردی گئی ہے کہ اکابر و مشائخ کے حضور مین ایسے اُمور سے احتراز واجب ہے جو اُنکو ناگوار
ہون کیونکہ نفوس ہر نگ صفۃ اللہ متصف ہوکر شاید اسپر غضبناک ہون کہ اصلی درجات آخرت سے گر جاوے جیسے نفوس دنیاوی مین کہا گیا کہ سلطان
سے حذر کرنا چاہیے کہ کبھی سلام سے رنجیدہ ہوجاتے ہین اور کبھی دشنام پر خلعت دیتے ہین تو سلطان سے دنیاوی نیکی بدی کا خوف ہو اسی طرح سلاطین
آخرت سے اعمال خیر مٹ جانے وغیرہ کا خطر عظیم چاہیئے ہو اور واضح ہو کہ اکابر بھی امتحان مین ڈالے جاتے ہین کہ عوام کی بیہودگی سے رنجیدہ نہ ہون
ولیکن بیہودگی کے مراتب ہین بعض تو بے ادبی از قسم جہالت ہو تو وہ اکثر عفو کیواسطے لائق ہے اور بعض از قسم تکبر و رعونت ہے جیسے اکابر کے
احترام مین قصور کرنا جیسے کچھ احمق لوگ قصد کرتے ہین کہ اولیا و مشائخ کی نسبت لوگون کے خیال سے تکریم دور کرین کہ وہ لوگ بھی آدمی ہین اور
ہم بھی آدمی ہین اور اسی قسم کی بیہودہ گوئی سے عوام کو فتنہ مین ڈالتے ہین اور یہ شرارت ہے فافہم واللہ تعالےٰ ہو الموفق

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ○ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا

جو لوگ پکارتے ہین تجکو دیوار کے باہر سے وہ اکثر عقل نہین رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے

حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○

جبتک تو نکلتا اُن کی طرف تو اُن کو بہتر تھا اور اللہ بخشتا ہے مہربان

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات مین سے ہر ایک کیواسطے مسکن علیحدہ تھا اور وہ حجرہ کہلاتا تھا اور اُس کے آگے بطور چھپرل کے
اوسارا ہوتا تھا اور یہ گھر اگرچہ ان ازواج کی جانب نسبت کئے گئے اور اُن کے گھر کہلائے مانند قولہ قولہ تعالیٰ وقرن فی بیوتکم چنانچہ شروع
پارہ بائیس مین اسکا بیان گذر چکا ہے لیکن ان گھرون کا حکم وہی تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نبوت کے لائق جمیع اشیاء کا
حکم ہے یعنی جس طرح حدیث مین آیا ہے کہ ہم گروہ انبیا ہین نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہین اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے اور جو ہم نے چھوڑا وہ
صدقہ ہے یہ حدیث صحاح مین باسانید صحیحہ مشہور ہے اور شیعون کی کتاب کافی کلینی مین بھی موجود ہے ولیکن وہ لوگ اپنی عادت کے موافق آیات
واحادیث کو چھوڑ کر بیجا خیالات کے پابند ہوجاتے ہین بالجملہ اس حدیث کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے
تعلق سے بالکل پاک رکھا تاکہ کافرون مین سے کسی کو یہ بھی گنجائش نہ رہے کہ اس کو رسول کی نسبت یہ شبہہ تھا کہ دنیاوی مال ومتاع مین ملکیت
حاصل کرنے کیواسطے اپنی اتباع چاہتے تھے بلکہ انبیا علیہم السلام کے لئے دنیا مین فقط چندروزہ حیات تک دنیاوی چیزون سے نفع اُٹھانا جائز
رکھا گیا تھا اور دنیاوالون کی طرح کوئی چیز اُن کی ملک نہین کی گئی تو میراث بھی غیر ممکن ہے اسواسطے کہ بغیر ملک کے وارث یا مورث ہونا محال ہے
اسیواسطے بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے حجرات اُن کے وارثون پر تقسیم نہین ہوئے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بیوت مبارک تھے ہان اگر اُن صدقات مین سے کسی دنیادار نے اُسکو تبرک سمجھکر مسلمانون کے بیت المال سے خرید کیا تو وہ اس کی
ملک ہوگئے چنانچہ آخر زمانے مین لوگون نے تبرکات سمجھکر یہی کیا تھی کہ چندروز کے بعد ان حجرات کا نشان نہ رہا اگرچہ بعضے بندگان حق کو یہ
تمنا تھی کہ ازواج واہلبیت کے گھر اسی طرح قائم رکھے جاتے تاکہ لوگون کو معلوم ہوتا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وازواج مطہرات و
اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین نے کس طرح اس دنیائے ناپائدار مین زندگی بسر فرمائی ہے الغرض یہ حجرات فقط مینہ پانی و دھوپ
وسردی سے بچاؤ کے لئے قد آدم کے قریب بلندی مین اور حاجت کے لائق چوڑائی لمبائی مین مختصر کوٹھریان تھین حتی کہ اگر کوئی شخص انکی
پشت پر کھڑا ہوکر آواز دے تو وہ فوراً حجرے کے اندر پہونچتی تھی چنانچہ خطیب رحمہ نے لکھا کہ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہو کہ بنی تمیم کے

کچھ گنوار لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اُسوقت آپ اپنی ازواج کے حجرات مین سے ایک حجرہ مین تھے انہوں نے حجرے کے پیچھے کھڑے ہوکر پکارنا شروع کیا کہ اے محمد نکل کر ہمارے پاس آؤ اور ہماری مدح سے آدمی کی زینت ہے اور ہماری مذمت ہے بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے نکلے کہ یہ شان فقط اللہ عزوجل کی ہے کہ اُسی کی مدح سے زینت ہے اور اسی کی مذمت سے مذمت ہے پھران لوگون نے کہا کہ ہم بنی تمیم کے لوگ ہین ہم اپنا ایک شاعر لائے ہین اور ایک خطیب لائے ہین تاکہ شعر و خطابت مین مفاخرت کرین بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین شاعری کے ساتھ نہین بھیجا گیا اور نہ مفاخرت کرنے کے واسطے مامور ہون ولیکن جو کچھ تمھارا مطلب ہے وہ پیش کرو بس ان مین سے ایک جوان کھڑا ہوا اور بڑے زور شور سے اپنی قوم کا خطبہ بیان کیا بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ اس کا جواب دے بس ثابت رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر اسکا جواب باصواب دیا حتی کہ ان لوگون کی ہمت ٹوٹ گئی پھران مین سے ایک شاعر کھڑا ہوا اور اُس نے چند اشعار بیان کئے بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ اسکا جواب دے بس اُنھون نے کھڑے ہوکر اشعار مین جواب باصواب دیا پھر بنو تمیم کا سردار اقرع بن حابس کھڑا ہوا اللہ اُس نے عام طور پر بیان کیا کہ بیشک محمد ہمارے مولی ہین کہ اُن کا خطیب کھڑا ہوا تو ہمارے خطیب سے اچھا بیان کیا اور اُن کا شاعر کھڑا ہوا تو اُس نے بہتر قول کہا یہ کہکر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوکر کہنے لگا کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد انک محمد رسول اللہ بس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو اس سے پہلے یہ کلمہ کہہ چکا ہوتا تو تیرا کچھ نقصان نہ ہوتا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خلعت و لباس دیا اور لوگون مین بے تمیزی سے آوازین بلند ہوئین بس اللہ عزوجل نے شروع سورہ سے یہان تک آیات نازل فرمائین ومن اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ جو لوگ تجکو حجرات کے پیچھے سے پکارتے ہین یہ سب بے عقل ہین ف اگر کہا جائے کہ سب کو بے عقل کہان فرمایا بلکہ اکثر کو بے عقل فرمایا ہے۔ خطیبؒ نے لکھا کہ یہ محاورہ عرب مین معروف ہے کہ ایسے موقع پر کل کو اکثر کہتے ہین اور اسمین لطیف نکتہ یہ ہے کہ اہل عرب ہمیشہ جھوٹ بات کو زبان سے نکالنے مین عار و عیب سمجھتے تھے لہذا جہان کل کی نسبت گمان ہوتا تھا تو بھی احتیاط کرکے اکثر کا لفظ کہتے تھے کیونکہ جو بات کل کی نسبت صادق ہے وہ اُن مین سے اکثر کی نسبت بالیقین ثابت ہوگی اور کہنے والا کسی طرح جھوٹا نہین ہوسکتا ہے بس یہ بول چال جسمین ایسی لطافت تھی وہ عرب مین شائع ہوگئی اور اس لطیف محاورہ پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر ازلی سے عرب کو الہام فرمایا تھا اُسی کے موافق قرآن بھی نازل فرمایا تو معنی یہی ہوئے کہ یہ سب گنوار لوگ ناسمجھ ہین کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو جو تمام اولین و آخرین سے افضل و مکرم ہے اُس کی تعظیم و اجلال کا رتبہ نہ سمجھے اور حجرات کے پیچھے سے کھڑے ہوکر پکارنے لگے اور حجرات سے کنایہ ہے کہ مقام خلوت مین قیلولہ فرماتے تھے اور گنوارون کی اس حرکت سے اُن کی ناسمجھی خود ظاہر ہے بس کلام بلیغ خود ہی دلیل ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ اور اگر وہ لوگ صبر کرتے یہانتک کہ تو خود اُن کی جانب نکلتا تو یہ اُن کیواسطے بہتر ہوتا ف یعنی اگر وہ لوگ سمجھدار ہوتے اور خوبی ادب کا لحاظ رکھتے بس تیرے تشریف لانے کے منتظر رہتے تو یہ امر اُن کے دین و دنیا مین بہتر ہوتا بس دینی خوبی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تبجیل سے قبولیت بارگاہ حق عزوجل ہے اُس کی قدر عظیم ہے اور دنیا کی بہتری اُن کی عقل و خوبی سے ظاہر ہے اور روایت ہے کہ یہ لوگ اسواسطے آئے تھے کہ آپکا لشکر ان کے کچھ لوگ قید کرلایا تھا تو یہ لوگ چاہتے تھے کہ فدیہ لیکر ان کو چھوڑ دین اسیواسطے آپنے اقرع بن حابس کے ایمان لانے پر اشارہ کیا کہ اگر تو پہلے سے ایمان لایا ہوتا تو تیرا کیا نقصان تھا خطیبؒ نے لکھا کہ جب اُنھون نے سطح

بے ادبی سے پکارا تو اللہ عزوجل نے اُن پر ایک مشقت ڈالی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفیق و رحیم تھے تو آپ اُن کو بالکل معاف کرتے
و لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہوا پس جبرئیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ان لوگوں کے درمیان ایک شخص کو ثالث مقرر
فرمائیے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ تم سبرہ بن عمرو کے فیصلہ پر راضی ہو جو تمھارا ساتھی ہے اُنھوں نے کہا کہ جی ہاں ہم
راضی ہیں لیکن سبرہ نے عرض کیا کہ اعور بن بسامہ میرا چچا اُن میں موجود ہے تو اُسکے ہوتے ہوئے میں کچھ نہیں کہہ سکتا پس آپ نے اعور مذکور کو مقرر
کیا تو اُس نے کہا کہ آپ نصف قیدیوں کو آزاد فرما دیجیے اور نصف کا فدیہ لے لیجئے (م ص) اس قصے کے واسطے دوسری روایات ایسی
موجود ہیں جن کی شہادت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قصہ یوں ہی واقع ہوا تھا چنانچہ اقرع بن حابس نے خود روایت کی کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف رکھتے تھے تو ایک مرتبہ میں آیا اور میں اسوقت تک حالت جہالت میں تھا یعنی مسلمان نہیں
ہوا تھا تو میں اپنی بے تمیزی سے حجرے کے باہر سے چلایا کہ اے محمد نکلکر ہمارے پاس آؤ مگر آپ نے کچھ جواب نہیں دیا تو پھر میں چلایا کہ آپ مجھے
پہچانتے ہیں کہ میں کون شخص ہوں میں وہ شخص ہوں کہ جس کی تعریف کر دوں اُس کے واسطے زینت ہو جاوے اور جس کی برائی بیان
کر دوں اُسکی مذمت ہو جاوے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شان فقط اللہ عزوجل کی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل
فرمائی۔ ان الذین ینادونک من وراء الحجرات الآیۃ (رواہ احمد بسند صحیح و ابن جریر والبغوی والطبرانی و ابن مردویہ) سیوطیؒ نے بھی کہا
کہ اسکی اسناد صحیح ہے پھر اللہ عزوجل نے ان لوگوں کی نادانی پر عفو فرمایا جبکہ یہ لوگ ایمان لائے چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
اور اللہ تعالیٰ بے انتہا بخشنے والا اور بے انتہا رحمت والا ہے ف یعنی اگرچہ ان لوگوں نے اُس کے رسول معظم مکرم افضل الخلائق والمرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اپنی جہالت سے بے ادبی کی لیکن جب بارگاہ عزت جل جلالہ میں توبہ و انابت سے رجوع لائے تو اُسکی
شان مغفرت و رحمت ایسی بے انتہا ہے کہ کسی قیاس و سعت کو وہاں مجال نہیں ہے پس اُس نے عفو فرما کر بخش دیا۔ ابن منیع رحمہ اللہ تعالیٰ
نے بیان فرمایا کہ اقرع بن حابس سے سوائے اس حدیث کے مجھے کوئی حدیث نہیں معلوم ہوئی اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے
اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ اے محمد میرا تعریف کرنا زینت ہے اور میرا عیب لگانا مذمت ہے پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ فقط اللہ عزوجل کی شان ہے (رواہ الترمذی وقال حدیث حسن) علامہ نسفیؒ نے مدارک میں
بیان کیا کہ جس شان سے ان آیات کا نزول ہوا ہے اُس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کی تعظیم و تکریم از جانب بارگاہ
عظمت و کبریا جل شانہ بڑے قدر اعلیٰ کے ساتھ ظاہر ہے اور جو شخص بلاغت عربیہ سے واقف ہے اس کو اس شان کی عظمت ظاہر ہوتی
ہے اور یوں بھی پوشیدہ نہیں کہ اگر صرف و نحو جانتا ہو تو مدارج تعظیم کے وجوہ واضح ہوں از انجملہ یہ کہ جن لوگوں نے اسطرح پکارا تھا
اُن کو بیوقوف و جاہل فرمایا مترجم کہتا ہے کہ لطف کلام یہ ہے کہ پاک عزوجل نے جو سب مخلوقات کا مالک ہے اپنے ان جاہل بندوں کو
عفو کرنے کے واسطے اپنے حبیب رسول کو خطاب فرمایا کہ تیری شان میں اسطرح بے ادبی کرنیوالے یہ لوگ اگرچہ بے ادب ہیں لیکن یہ
جاہل احمق ہیں یعنی تو ان کو عفو فرماوے تاکہ تیرا رب عزوجل اُن کو بخش دے اور اس لطافت کو لطف طبیعت سے سمجھنا چاہیے پھر شیخ علامہؒ
نے لکھا کہ از انجملہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوابگاہ خلوت کو کنایہ سے حجرات کہکر ارشاد فرمایا اور از انجملہ یہ ہے کہ الحجرات
بالف لام فرمایا اور آپ کے نام کی جانب اضافت نہیں کی الغرض جو شخص شروع سورہ سے لیکر یہاں تک غور نظر سے تامل کرے تو
ایسی لطافت کے ساتھ ادراک کر سکتا ہے کہ اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم شان کو کیسے مکان تک پہونچایا ہے چنانچہ

Marfat.com

ابتدا مین اہل ایمان کو اعلام فرمایا کہ جمیع امور جو از قسم شریعت ہین اُن کے واسطے اللہ تعالیٰ کے رسول کریم کا حکم ... نہ کرین اور اگر کچھ عرض کرنے کی گنجایش ہو مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود مشورہ پوچھین یا تم کو اُن کی جناب مین ... ہر تو خبردار کبھی مت پکارو بلکہ اگر اُسکے حضور مین حاضر ہو تو بھی آواز بلند نہ ہونے پاوے پھر جو لوگ ... اسلام مین عرضداشت کیا کرتے تھے اُن کو مرتبہ تقویٰ عنایت کیا اور اُن کی تعریف فرمائی اس کے بعد ان لوگون کی ... اور سفاہت جہالت اور جرأت جسارت کی مذمت فرمائی جنھون نے بے تمیزی سے حجرات کے باہر سے پکارا تھا پھر ... رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی مغفرت فرمائی اگرچہ وہ لوگ ایمان لے آئے تھے مترجم کہتا ہے کہ ان آیات کی تفسیر و روایات ... ہونے کے بعد جو شخص غور کرے وہ واقف ہو سکتا ہے کہ نزول آیات سے پہلے کیا معاملہ واقع ہوا تھا کیونکہ یہا تک چارون آیات کا ... ایک بار ہوا ہے اور ایک ہی معاملہ واقع ہوا اور اُس کا بیان یہ ہے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض خاندان قبیلہ ... لشکر بھیجا اور مجاہدین رضی اللہ عنہم نے اس خانوادہ کے کچھ لوگ گرفتار کئے اور باقی بھاگ گئے جب قبیلہ بنی تمیم کے سردار ... وہ آدمیون کو جمع کر کے مشورہ کرنے لگا کہ کیا قتال کیا جاوے یا فرمانبرداری کی جاوے اور بنی تمیم بہت بڑا قبیلہ تھا ولیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ ہزار کوس تک بلکہ ایک ماہ کی راہ تک آپ کا رعب تمام اہل کفر کے دلون پر چھایا ہوا تھا بنو تمیم کو بھی قتال کی ہمت نہ ہوئی اور اُنھون نے تجویز کیا کہ ہمارے برادران قریش آخر مغلوب ہو کر مطیع اسلام ہو گئے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ... نے مشورہ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے قرابتی ہین اگر وہ پیغمبر ہین تو جو کچھ کہتے ہین وہ دنیا و دین سب مین صحیح ہوگا اگر بادشاہ ہین تو بھی ہم لوگ عزت مین رہین گے پس چلو اُن کی اطاعت کرلین اور اُن سے قتال نہ کرین مین نے جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خبر سے آگاہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ان الذین ینادونک من وراء الحجرات الآیۃ۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قول کی تصدیق نازل فرمائی پھر سیوطی نے کہا کہ اس روایت کی اسناد اچھی ہے شاید یہ لوگ قوم بنی تمیم تھے جو اپنے دیہات سے مدینہ مین اس غرض سے آئے تھے کہ اپنے قیدیون کا فدیہ دیکر چھوڑا دین اور اپنا شاعر اور خطیب ساتھ لائے تھے تاکہ اپنا فخر ظاہر کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہونے سے پہلے کسی مجلس مین یہ مشورہ کیا ہوگا جو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سنا تھا بہرحال یہ لوگ دوپہر کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرات مین سے بعض ازواج مطہرات کے حجرے مین قیلولہ فرماتے تھے آئے اور پشت حجرہ پر سے آوازین دینے لگے کہ اے محمد صلعم ہمارے پاس نکلکر آؤ اور جب آپ نے سکوت اور چشم پوشی فرمائی تو بھی چلانے لگے کہ ہماری تعریف سے تعریف اور ہماری مذمت سے مذمت ہے یعنی ہم ایسی قوم ہین کہ عرب مین ہمارا اسقدر اعتبار ہے اور ہماری بات کو لوگ اسقدر مانتے ہین گویا اگر ہم مطیع ہو جاوین تو سب لوگ آپ کے تابع ہو جاوین پھر جب آپ تشریف لائے تو ضرور ہے کہ اسوقت اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت مین حاضر ہون کیونکہ ایسے گنوارون کو تنہا آپ کی خدمت مین آنے نہین دیتے تھے پھر بنو تمیم کے سردار نے جسکا نام اقرع بن حابس تھا اپنے قیدیون کے بارہ مین گفتگو کی پھر اپنے خطیب و شاعر کو افتخار ظاہر کرنے کیلئے کھڑا کیا جیسا کہ قتادہؒ کی مرسل روایت مین مذکور ہوا پھر اقرع بن حابس نے یہ حال دیکھکر پہچانا کہ یہ بادشاہ نہین بلکہ رسول ہین اور اُس نے کلمہ شہادت کی گواہی دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین غل ہونے لگا مترجم کہتا ہے کہ ... مین روایت ہے کہ آپ کی مجلس مین صحابہ رضی اللہ عنہم اسقدر ادب سے سر جھکائے خاموش ہوتے تھے گویا سب کے سرون پر چڑیان بیٹھی ہین ...

Marfat.com

اس وقت بنو تمیم میں ہوا یہ بنو تمیم کے باعث سے ہوا اور اسی موقع پر اتفاق سے جب سردار کے مسلمان ہونے سے اکثر بنی تمیم اسلام لائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پیشقدمی کر کے عرض کیا کہ آپ اقرع کو اپنا سردار کر دیجئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے شخص کی نسبت کہا یعنی ان دونوں بزرگوں نے بوجہ شور و غل کے بلند آواز سے باتیں کیں اور ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے ان کے خطبہ پڑھنے والے کو خاموش کرنے کیلئے زور و شور سے خطبہ پڑھا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکریم و ادب کے لئے یہ آیات نازل فرمائیں پس صحابہ رضی اللہ عنہم سے شروع کیا کیونکہ جسقدر مرتبہ زیادہ ہے اسی قدر ادب زیادہ ہونا چاہیئے پھر ان میں سے بھی اول حضرت ابوبکر و عمر و ثابت بن قیس رضی اللہ عنہم کو خطاب فرمایا کہ یا ایہا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ الآیۃ۔ اور اس میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے قول میں فیصلہ بھی فرما دیا کہ نہ تم کچھ کہو اور نہ کوئی کچھ کہے بلکہ پہلے منتظر رہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارہ میں کیا فرماتے ہیں پھر ادب سکھلایا کہ بعد اس کے اگر کچھ کہو تو جناب رسالت کے حضور میں نرم آواز سے جانب ہیبت و جلالت کی رعایت رکھو اور صلح حدیبیہ کے قصے میں جو اس واقعہ سے پہلے واقع ہوا ہے صریح منصوص ہے کہ یہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم جناب رسالت کی تعظیم و تبجیل وغیرہ میں حد سے زیادہ لحاظ رکھتے تھے لیکن عرب قدیم کی رسم میں آواز بلند کرنا عادت تھی اور اسکو کچھ زیادہ خلاف ادب نہ جانتے تھے پس کلمۃ التقویٰ کے فیض سے ادب الٰہی سنتے ہی سر تسلیم جھکایا اور اللہ تعالیٰ نے مدح کو بھی ساتھ ہی نازل فرمایا اور یہ معجزہ ہے کہ پہلے ہی سے بیان کر دیا کہ یہ لوگ اسطرح مستقیم ہوں گے پھر بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے بنو تمیم کے نومسلم لوگوں کا حال بیان کیا اور آخر ان کو مغفرت و رحمت سے سرفراز فرمایا والحمد للہ رب العالمین وھو العلیم الحکیم۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا

اے ایمان والو اگر آوے تم پاس ایک گنہگار خبر لیکر تو تحقیق کرو کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو لگو

عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ۝ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ

اپنے کئے پر پچھتانے اور جان لو کہ تم میں رسول ہے اللہ کا اگر تمہاری بات مانا کرے بہت

الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ

کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے پر اللہ نے محبت ڈالی تمہارے دل میں ایمان کی اور کھبا دیا اسکو تمہارے دلوں میں اور برا لگا دیا تم کو کفر اور

الْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۝ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

گناہ اور بے حکمی وہ لوگ وہی ہیں نیک چال پر اللہ کے فضل سے اور احسان سے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں اہل ایمان کو حکم فرمایا کہ جو فاسق خبر لاوے اس کو احتیاط کے ساتھ قبول کریں اور احتیاط یہ ہے کہ تفتیش کر کے اس کا صدق و کذب دریافت کریں تاکہ ایسا نہ ہو کہ فاسق کے بیان پر جو شخص مسلمانوں کا امام ہو وہ ایسا حکم دے بیٹھے جس سے کسی قوم کو مصیبت پیش آئے جسکا تدارک ممکن نہ ہو اگر کہا جاوے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ وحی کے اسکا کذب معلوم کر سکتے تھے علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے تو غیر ممکن تھا کہ آپ ایسا حکم فرماتے جو حقیقت میں خطا ہوتا جواب یہ کہ ہاں یہ سچ ہے لیکن یہ بات صرف اسیوقت تک رہتی جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف رکھتے اور بعد آپکے ایسی وحی آنا غیر ممکن تھا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور آپکی امت کو سبحانہ تعالیٰ نے تا قیام قیامت بقا و دوام عطا فرمائی ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں یہ حکم شریعت نازل فرمایا بقولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ اے

ایمان لائیو الو اگر فاسق تمہارے پاس خبر لاوے تو اُس کو صاف معلوم کر لو تبین مین بہ نسبت بیان کے یہ معنی ہے کہ [illegible]
وکھل جانا پس تبین خوب ظاہر ہونا اور خوب ظاہر جان لینا اور فاسق نکرہ ہے یعنی کوئی فاسق ہو اور خبر بھی نکرہ [illegible]
امر دنیا سے متعلق ہو یا امر دین سے متعلق ہو اسواسطے کہ اہل ایمان کے واسطے کوئی امر دنیاوی ایسا نہیں ہے جسکا انجام [illegible]
کیونکہ دنیا سے وہ لوگ آخرت ہی کی کمائی چاہتے ہین پس اگر دنیاوی امور مین بغیر تفتیش کے فاسق کی بات مان لی جاوے تو [illegible]
کہ دین مین خرابی پیدا ہو لہذا ہر فاسق کی عام خبر سے احتراز کا حکم فرمایا کہ اے اہل ایمان اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر [illegible]
تو اس کو تفتیش کر کے خوب صاف کر لو کیونکہ اس کے قبول کرنے مین تمہارے دین و دنیا کا ضرر ہے بلکہ وہ تمہارے درمیان آگ جلا [illegible]
ڈالیگا۔ اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو بے جانے مصیبت پہونچا [illegible]
اپنے کئے پر شرمندہ ہو جاؤ مثلاً فاسق نے اپنے فسق کی وجہ سے اہل ایمان کے درمیان فساد ڈالنا چاہا اور اپنے ایک [illegible]
طرف سے امام کو اور اسکی جماعت کو جھوٹی خبر پہونچائی اور اُنھون نے بغیر تحقیق کے اس قوم پر چڑھائی کی اور فاسق نے [illegible]
پہونچائی کہ خلیفہ و اُس کی جماعت کے لوگ یعنی سلطان وغیرہ چاہتے ہین کہ تم لوگون کو گرفتار کر کے تمہارا مال لے لین اور ان لوگون نے [illegible]
پر اعتماد کر لیا اور لڑنے پر آمادہ ہوئے اور آپس مین کہا کہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ مومن اپنے نفس کو ذلیل نہین کرتا ہے [illegible]
کے طریقے مین کیون ہم لوگ ناحق اپنے نفس کو ذلیل کرین جبکہ ہمارا کچھ قصور نہین ہے رہا یہ خیال کہ جماعت کے مقابلہ مین ہم لوگ [illegible]
تو ہم کو اسکا خوف نہ کرنا چاہیے کہ اچھے طریقے سے مرنا بہتر ہے اور دنیا سے عاقبت بہتر ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ جو کوئی اپنے مال و آبرو کے
پیچھے مارا گیا وہ شہید ہے تو ہم کبھی کے شہادت کے واسطے تیار ہین آخر فاسق کی جھوٹی چنگاری سے ایک قوم کو مصیبت پہونچی اور امام و [illegible]
و جماعت نے بھی نادانی سے ان کو شہید کیا پھر جب حقیقت حال کھلا تو اپنے بھائیون کے قتل پر غمناک و شرمندہ ہوئے اور یہ سب [illegible]
سے پیش آیا کہ فاسق کی خبر کو بغیر تفتیش کے مان لیا گیا تھا اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اس بارہ مین قرآن مجید نازل فرمایا [illegible]
علیہ وسلم کی حیات مبارک مین بطور مثال کے ایک واقعہ بھی جاری فرمایا تا کہ لوگون کو معلوم ہو کہ فاسق کی خبر سے کس قدر اہتمام کے ساتھ پرہیز
رکھنا واجب ہے اور بداحتیاطی کرنے مین کہانتک بھائیون و عزیزون کے جان و مال کا خوف ہوتا ہے۔ شیخ ابن کثیر [illegible]
مفسرین نے بیان فرمایا ہے کہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہوا کہ عقبہ بن ابی معیط ایک شخص کافرون کا سرغنہ مانند ابوجہل کے تھا پھر جب
مکہ فتح ہوا اور قریش کے قبائل سب مسلمان ہوئے تو بعضے ان مین سے صدق نیت سے مسلمان ہوئے تھے اور بعضے ناگواری کے ساتھ [illegible]
مسلمان بنے تھے اور زمانہ دراز تک اُن کی یہی حالت رہی حتیٰ کہ بعضے اسی حالت پر مر بھی گئے اسیواسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک ان لوگون پر اعتماد نہین کرتے تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اگر مشورہ مین قریش کے سردارون کو [illegible]
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ انکار کرتے لیکن جب نور اسلام چمکا اور شام و روم وغیرہ فتح ہونے لگے تب وہ لوگ سچے ایمان والے ہو گئے اور [illegible]
بڑے جہاد کر کے شہید ہوئے سوائے بعض ایسے کمبخت آدمی کے کہ اسکی قسمت ہی خراب تھی۔ شیخ نے لکھا کہ عقبہ بن ابی معیط کا [illegible]
ولید بن عقبہ تھا ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو المصطلق کی زکوٰۃ لانے کیواسطے بھیجا تھا اور اُس نے واپس [illegible]
جھوٹی خبر سنائی اور اللہ تعالیٰ نے وحی روک لی تا کہ مسلمانون کو معلوم ہو جائے کہ فاسق کی بات سُن لینے مین کس قدر فساد [illegible]
بعد یہ آیات نازل فرمائین اور قصہ یہ ہوا جو امام احمد نے سند صحیح کیساتھ حارث بن ضرار الخزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت [illegible]

Marfat.com

حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا تو آپنے مجکو اسلام کی دعوت فرمائی پس مین اسلام لایا اور مین نے توحید کا اقرار کیا اور آپنے مجکو زکوۃ کی ہدایت کی تو مین نے زکوۃ کا بھی اقرار کیا بلکہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین چاہتا ہون کہ اپنی قوم کے پاس لوٹ جاؤن اور اُن کو اسلام کی دعوت کرون اور ادا ءِ زکوۃ کی راہ بتلاؤن تاکہ جو لوگ میری بات مانین اُن کی زکوۃ جمع کرون اور یا رسول اللہ آپ ایک ایلچی میرے پاس فلان وقت معین پر بھیجدین گے جسکی صفت ایسی ایسی ہو یعنی وہ سچا امانت دار ہو فاسق فاجر نہ ہو تاکہ جو کچھ مین نے مال زکوۃ جمع کیا ہو وہ مجھ سے لیکر آپ کی خدمت مین پورا پورا بغیر خیانت کے پہونچا دے پس آپنے اجازت دی پھر جب حارث نے جاکر قبول کرنے والون کی زکوۃ جمع کی اور وہ وقت مقرر اور روز میعاد آیا جسمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلچی بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا تو حارث کو بہت انتظار رہا مگر کوئی ایلچی نہ آیا تب حارث رضی اللہ عنہ کو یہ گمان ہوا کہ شاید مجھ پر اور میری قوم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول اللہ کو کچھ ناخوشی پیدا ہوئی ہے اور اس اضطراب مین حارث رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے سردارون کو بلایا اور اُن سے یہ حال بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے واسطے ایک وقت مقرر فرمایا تھا کہ اسوقت زکوۃ وصول کرنے کیواسطے ایک ایلچی بھیجین گے اور مین یقین جانتا ہون کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے خلاف وعدہ ہونا ممکن نہین ہے پس میرے دل مین یہی خیال پیدا ہوتا ہے کہ کسی ناخوشی کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلچی کا بھیجنا موقوف فرمایا ہے پس تم لوگ میرے ساتھ چلو تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہون اور یہان یہ معاملہ گذرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو حارث رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا تھا تاکہ حارث رضی اللہ عنہ کی پاس جسقدر مال زکوۃ جمع ہوا ہو وہ وصول کر لاوے اور ولید جب یہان سے روانہ ہو کر کچھ دور پہونچا تو راستہ مین اسکو خوف پیدا ہوا شاید یہ خوف تھا کہ قوم بنو المصطلق کا ایمان لانا معلوم نہین ہوا ہے اور حارث رضی اللہ عنہ کا زندہ ہونا بھی معلوم نہین شاید قوم نے حارث رضی اللہ عنہ کو مار ڈالا ہو اور ولید کو بھی مار ڈالین پس ولید خوفناک ہو کر لوٹ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ حارث نے مجھے زکوۃ نہین دی بلکہ میرے مار ڈالنے کا قصد کیا مترجم کہتا ہے کہ اس سے پہلے بنو عامر وغیرہ نے ایسے ہی فریب سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو بیجا کر شہید کر ڈالا تھا ولید سے یہ خبر سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوے اور ایک صحابی کی سرداری مین مجاہدین کا چھوٹا لشکر روانہ کیا پس یہ لشکر نکلکر حارث رضی اللہ عنہ کی جانب روانہ ہوا اور ادھر سے حارث رضی اللہ عنہ مع اپنے ساتھیون کے آتا تھا اور مدینہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ حارث و اس کے ساتھیون سے ملاقات ہوئی تو لشکر والون نے کہا کہ حارث یہ آتا ہے پس لشکر نے اسکو گھیر لیا تو حارث نے پوچھا کہ آپ لوگ کس شخص کی جانب بھیجے گئے ہین انھون نے فرمایا کہ ہم لوگ تیری ہی جانب بھیجے گئے ہین حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کیون تو اُنھون نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو تیرے پاس بھیجا تھا اُس نے آکر بیان کیا کہ تو نے اُسکو زکوۃ نہ دی بلکہ اُس کے مار ڈالنے کا قصد کیا حارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم اُس پاک عزوجل کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ ولید میرے پاس نہین آیا اور نہ مین نے اس کی صورت دیکھی پس سب لوگ وہان سے روانہ ہو کر مدینہ مین آئے اور حارث رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا تو آپنے فرمایا کہ تو نے زکوۃ روک کی اور میرے ایلچی کو مار ڈالنے کا قصد کیا حارث نے عرض کیا کہ ہرگز نہین قسم اُس پاک عزوجل کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ نہ وہ میرے پاس آیا اور نہ مین نے اُس کی صورت دیکھی اور مین تو جبھی روانہ ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی میرے پاس نہ پہونچا تب مجھے خوف ہوا کہ شاید اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کی طرف سے کسیوجہ سے مجھ پر غصہ ہے او ولید کا دروغ و فسق آخر ظاہر ہوگیا اور اُس نے اپنی جان کے خوف سے جھوٹ بولنے کا عذر کیا پھر سورہ حجرات کی یہ آیات

Marfat.com

نازل ہوئین یا ایہا الذین آمنوا تا قولہ حکیم (رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی) اور ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت میں [illegible]
ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی المصطلق کی زکوۃ وصول کرنے کیواسطے ایک شخص [illegible]
قوم بنی مصطلق کے دیہات کے قریب پہونچا اور اُن لوگون نے سنا تو شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے [illegible]
آیا اور تعظیم کے ساتھ اُس کو اپنے درمیان مین شان ترک سے پہلے اس شخص کے دل مین شیطان نے یہ وسوسہ [illegible]
سے قتل کرنا چاہتے ہین جب اُس کے دل مین یہ وسوسہ جم گیا تو ہنوز بنو مصطلق کی سرحد تک بھی پہونچنے نہ پایا تھا کہ [illegible]
غافل کر کے بھاگ آیا اور مدینہ پہونچکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بنی مصطلق نے مجکو زکوۃ دینے سے انکار کیا [illegible]
علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم غصہ ہوئے اور ادھر بنو مصطلق کو یہ خبر پہونچی کہ آپکا ایلچی راستہ ہی مین سے لوٹ گیا [illegible]
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور جسوقت آپ ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو یہ لوگ صف بستہ ہوکر [illegible]
کرنے لگے کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ و اس کے رسول کے غصہ سے پناہ مانگتے ہین آپنے ہماری طرف ایک شخص کو مال زکوۃ لینے کے واسطے بھیجا [illegible]
ہم کو خبر پہونچی تو ہماری قوم مین خوشی و سرور پھیل گیا اور ہم منتظر تھے کہ عنقریب اُس کے دیدار سے ہماری آنکھین روشن ہونگی کہ [illegible]
یہ خبر پہونچی کہ وہ راستہ ہی مین سے لوٹ گیا پس ہم لوگون کو خوف و غم پیدا ہوا کہ شاید یہ اللہ و رسول کی طرف سے ہم پر غصہ ہوا اور [illegible]
اسی طرح عرضداشت کرتے رہے یہانتک کہ بلال رضی اللہ عنہ نے نماز عصر کی اذان کہی اور یہ آیت نازل ہوئی یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم
فاسق بنبا الآیہ۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی کے مانند حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا اور اسمین ہے کہ جب [illegible]
بیان کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضبناک ہوئے اور چاہا کہ اُن پر جہاد فرماوین کہ ناگاہ اُن کے ایلچی آئے اور انہون نے بیان
کیا کہ ہم کو یہ خبر پہونچی ہے کہ آپنے کوئی ایلچی بھیجا تھا جو راہ مین سے واپس آیا تو ہم لوگون کو خوف ہوا کہ شاید آپ کی طرف سے اُس کو
کوئی فرمان پہونچا ہے جسکی وجہ سے وہ واپس ہوگیا اور ہم لوگون کے مشورہ مین کوئی بات نہ آئی سوائے اسکے کہ شاید آپ ہم پر غصہ
ہوئے ہون اور ہم لوگ اللہ تعالیٰ و اس کے رسول کے غضب سے پناہ چاہتے ہین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان لوگون کو کھوٹا و مکار سمجھکر ان کو سزا دینے کا قصد فرمایا تھا پس اللہ عزوجل نے قرآن مجید مین اُنکا صدق نازل فرمایا
شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ مجاہد و قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ کو بنی المصطلق کی طرف بھیجا
تھا کہ ان کے مال زکوۃ وصول کر لاوے وہ لوگ صدق دل سے دور تک اُس کے استقبال کے واسطے آئے جب اُس نے یہ [illegible]
مین سے لوٹ آیا اور بیان کیا کہ بنی مصطلق نے اسلام کو چھوڑکر ارتداد اختیار کیا ہے اور آپ سے لڑنے کے واسطے لشکر جمع کئے ہین پس رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اُن کی طرف بھیجا یعنی تھوڑے لشکر پر سردار کرکے بھیجا اور حکم دیا کہ حال تحقیق کرکے کام کیجیو
اور جلدی نہ کیجیو پھر خالد رضی اللہ عنہ روانہ ہوکر جب قریب پہونچے تو رات کو اُن پر قصد کیا اور جاسوس روانہ کئے کہ اُن جاسوسون نے [illegible]
خالد رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا کہ ہم لوگون کو ٹھیک معلوم ہوا کہ وہ اسلام پر ثابت قدم ہین پھر خالد رضی اللہ عنہ نے توقف کیا تو صبح کے وقت اُن کی
اذان کی آواز سنی اور دیکھا کہ وہ لوگ نماز پڑھتے ہین پھر جب صبح ہوگئی تو خالد رضی اللہ عنہ اُن سے ملے اور اُن کے درمیان [illegible]
باتین دیکھین جو خالد رضی اللہ عنہ کو بہت پسند آئین پس خالد رضی اللہ عنہ نے لوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال سے آگاہ کیا [illegible]
رحمہ اللہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا کہ جلد بازی کا شیطان ہے اور ثبات کیساتھ کام کی توفیق از جانب [illegible]

ابن کثیر نے کہا کہ ابن ابی لیلی ویزید بن رومان وضحاک ومقاتل وغیرہم جماعت سلف سے اس بارہ مین روایات ہین جن سے یہی ثابت ہوتا ہے
کہ اس آیت کے نزول کا سبب ولید بن عقبہ کا قصہ واقع ہوا اور سب سے بہتر وہ روایت ہے جو سابق مین مسند احمد سے بروایت حارث بن ضرار الخزاعی رض
مذکور ہوئی ہے مترجم کہتا ہے کہ ان روایات مین کچھ اختلاف نہین ہے اور شاید قصہ یون واقع ہوا کہ ولید بن عقبہ نے عمداً فتنہ پھیلانا نہین چاہا
بلکہ اس کے دل مین شیطان کی طرف سے یہی وسوسہ بیٹھ گیا کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہین حالانکہ ان نیکبختون نے خلوص ایمان وجوش
اعتقاد سے اسکا استقبال کیا اور چاہا تھا کہ بنظر تعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ایلچی کو ہاتھون ہاتھ لیجا وین ولیکن ولید نے یہ جھوٹ
کہا کہ ان لوگون نے مجھکو زکوٰۃ نہ دی بلکہ لڑائی کا سامان کیا ہے یا مرتد ہوگئے ہین تاکہ اپنے بھاگ آنے کا عذر ثابت کرے ولیکن جھوٹ بولنا اور
تہمت باندھنا فسق وگناہ تھا پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موافق حدیث مسند احمد کے ایک شخص کو سردار کرکے لشکر بھیجا تو موافق روایت
قتادہ ومجاہد کے ظاہر ہوا کہ یہ لشکر بسرداری خالد بن الولید تھا جب لوگ بنی مصطلق کے قریب پہونچے تو اُنھون نے دیکھا کہ حارث رضی اللہ
عنہ مع اپنے اعیان قوم کے خود اسطرف آتا ہے پس یہ لوگ رات مین خاموش رہے اور اپنے ایلچی روانہ کئے تاکہ بنی مصطلق کی خبر لاوین
ایلچیون نے آکر بیان کیا کہ وہ لوگ دین اسلام پر ثابت ہین اور یہان حارث رضی اللہ عنہ کی جماعت نے بھی صبح کو اذان دی اور نماز پڑھی پس خالد
رضی اللہ عنہ نے ظاہر ہوکر اُن کی خوبی طاعت کو دیکھا اور خوش ہوئے پھر ان کو ساتھ لیکر مدینہ آئے اور یہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
سب حال بیان کیا اور حارث رضی اللہ عنہ نے بھی بعد نماز ظہر کے ادب سے صف بستہ ہوکر سب حال عرض کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائین
جو ہمیشہ کے واسطے اہل اسلام اور اُن کے سلطان کے لئے ہدایت ہین اور حاصل یہ کہ اے اہل ایمان جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی
خبر لاوے خواہ وہ کافر فاسق ہو یا مسلمان فاسق ہو اور خواہ وہ خبر متعلق دین ہو یا متعلق دنیا ہو تو تم لوگ اُسکی خبر کو خوب تفتیش سے تحقیق
کرلو ایسا نہ ہو کہ جلدی کرکے نادانستگی مین کسی قوم کو مصیبت پہونچاؤ خواہ وہ قوم بھی مسلمان ہو یا تمھاری ذمی رعیت ہو تاکہ آخر تم لوگ
ندامت اٹھاؤ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین اسکی مثال کے واسطے یہ واقعہ ظاہر کردیا اور اسی واسطے ولید کے
بیان کے وقت فوراً وحی نازل نہ ہوئی بلکہ تاخیر دی گئی تاکہ اہل اسلام کو ظاہر ہوجاوے کہ فاسق کی بات سن لینے مین کہانتک بدانجام کا خوف
ہوتا ہے اور اہل اسلام چونکہ ارکان دین پر ثابت قدم ہوتے ہین تو فسق وفجور وکفر وبغاوت سے ان کو کمال نفرت ہوتی ہے تو دنیاوی زندگی
کے لئے جان کا لالچ نہین کرتے بلکہ حکم الٰہی کے موافق باغیون سے قتال کرنے پر آمادہ ہوجاتے ہین اور ظاہر ہے کہ بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی آنا غیر ممکن ہے تاکہ حال کھلے اور فاسق کا جھوٹ ظاہر ہو تو فتنہ سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ فاسق کی
بات پر یکایک عمل نہ کرین بلکہ تفتیش سے اسکو تحقیق کرلین اور بغیر تحقیق کے ہر ایک مشورہ دینے والے کی بات پر کسی مہم کے لئے آمادہ نہو جاوین
لہذا ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللهِ۔ اور آگاہ رہو کہ تم مین رسول اللہ موجود ہے ف یعنی آگاہ رہو کہ تمھارے
درمیان مین اللہ تعالیٰ کا رسول ہے پس تم اُس کی تعظیم وتوقیر رکھو اور اُس کے ساتھ ادب کا برتاؤ کرو اور اُس کے ارشاد کے موافق فرمانبردار رہو
ابن کثیر اور خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اس سے تنبیہ مقصود ہے کہ فاسق کی بات مان لینے مین ہولناک واقعہ پیش آنے کا خوف ہوتا ہے چنانچہ اس
بات کو دھیان رکھو کہ تم مین فی الحال رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے پھر بھی آدمی کو فسق آمادہ کرتا ہے کہ وہ دلیری کرے حالانکہ وحی سے اُس کا
راز اور دروغ گوئی کھل جائے گی اور اسمین تم لوگون کی رائے کا اعتبار نہین ہے یعنی فاسق کی خبر پر یہ نہین چاہیے کہ مشورہ سے اپنی رائے لگاؤ
بدون اس کے کہ واقعی حال تحقیق کرو کیونکہ رائے کا یہ موقع نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ رسول اللہ کے موجود ہونے کے وقت یہ رائے قرار پائی

کہ قوم بنی مصطلق پر لشکر کشی کی جاوے ولیکن اللہ تعالیٰ نے حقیقت حال سے آگاہ فرمایا۔ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ [illegible]
بہتری اُمور مین تمہاری رائے مانے تو تم لوگ مشقت مین پڑجاوف پس رائے یہ مدار نہ ہونا چاہیئے ابو سعید خدری رضی [illegible]
ر فرمایا کہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ اُن پر وحی آتی تھی اور تمہارے اماموں سے اُن کا رتبہ بہت بہتر تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ [illegible]
فرمایا لو اگر وہ تمہاری رائے کے اُمور مین تمہاری پیروی کرین تو تم لوگ گناہوں و مشقتوں مین گرفتار ہو جاؤ پھر بھلا آج کے دن تمہارا کیا حال [illegible]
اخرجہ الترمذی یعنی آج تم لوگ کیونکر اپنے بادشاہوں و حاکموں کی رائے پر چلتے ہو تو آخر اُس کا کیا انجام ہوگا پس حاصل یہ کہ [illegible]
نے ایسے لوگ سین رکھے جو رائے پر عمل کرنیوالے ہوں اور جبتک یہ حال باقی رہیگا برابر خیر و خوبی باقی رہیگی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ [illegible]
وفات فرمادین گے لیکن اُن کی احادیث و سنن ہمیشہ موجود ہے لیکن حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف [illegible]
کردیا ہے کہ تین قرن کے بعد لوگوں مین فسق و فساد پھیل جائے گا اور بادشاہوں کی خرابی تو اس سے بھی پہلے بیان فرمائی اور یہی واقع ہوا اور
یہ بھی حدیث مین آیا ہے کہ اگلی اُمتوں مین بھی ہر زمانہ مین نبوت کے بعد ضرور بادشاہت ہوئی اور ہمیشہ بادشاہت مین طریقہ نبوت سے
تجاوز واقع ہوا اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت مین سب اُمتوں سے بڑھکر دیر دراز تک اُمت کے
گروہا گروہ طریقہ قدیم سنت پر قائم رہین گے پس جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا مین رکھا تو آپ کے ساتھ مین ایکی صحابیت کے واسطے
سب سے بہتر قرن کو مختار فرمایا اور اُن کو آگاہ کیا کہ تم مین رسول اللہ موجود ہے اگر وہ بھی بہت سی باتوں مین تمہاری رائے پر چلے اور وحی الٰہی کا انتظار نہ
فرماوے یا ہر معاملہ مین جو شریعت اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے وہان رائے کو دخل دیا جاوے تو تم لوگ سخت مشقت و گناہوں مین مبتلا ہو جاؤ۔
وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ۔ ولیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان محبوب کردیاف یعنی اللہ تعالیٰ نے سب سے بہتر یہ قرن رکھا اور
تم لوگ اپنی رائے کی پابندی چاہتے نہین ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو سب چیزوں سے بہتر ایمان کو محبوب کردیا ہے پس تم وہی کرتے ہو جو
مقتضائے ایمان ہے۔ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں مین ایمان کو مزین
کردیا ہے ف یعنی اپنی توفیق عنایت سے تمہارے دلوں مین ایمان رچا دیا پس تم لوگ اپنی جان و مال سے زیادہ ایمان کو بہتر و محبوب جانتے
ہو۔ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ۔ اور کفر و نافرمانی اور گناہ کرنا تم کو بہت مکروہ کردیاف یعنی تم لوگ ان باتوں کو بہت
مکروہ رکھتے ہو۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ۔ ایسے ہی لوگ تو ٹھیک راہ پر قائم ہین ف جو صراط مستقیم ہے جو بال سے زیادہ باریک
ہے کیونکہ بال تو آدمی کو آنکھوں سے سوجھتا ہے اور صراط المستقیم دل کی باریک نظر سے دکھلائی دیتی ہے اور یہی جہنم کی پشت پر پل ملا ہے
پس جو کوئی دنیا مین اس راہ پر ٹھیک تھا ادھر ادھر لغزش نہین کرتا تھا تو وہان بھی پار اُتر جاویگا ولیکن اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کو بہت آسان
اور واضح رکھا ہے کیونکہ یہی صراط المستقیم ہے کہ اپنی رائے و ہوا و ہوس کو چھوڑ دے اور اللہ و رسول کی راہ پر قائم ہو اور کفر و فسوق و عصیان
سے بیزار ہو جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف فرمائی تو اللہ تعالیٰ سے اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کی دعا مانگے تاکہ اللہ تعالیٰ
اُس کو بھی انھین کی اتباع نصیب کرکے ویسا ہی کردے جیسا اُن کو کردیا تھا کہ ایمان اُن کو محبوب کردیا اور اُن کے دلوں مین [illegible]
اور کفر و بدکاری و نافرمانی اُن کو ناگوار کردی۔ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل [illegible]
و نعمت جلیل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے ف وہ اپنے بندوں مین سے ہر شخص کی لیاقت و طینت [illegible]
اور اُس کا آغاز و انجام جو کچھ اُس نے اپنی حکمت سے مقرر فرمایا ہے سب خوب جانتا ہے پس اُس نے اپنے علم [illegible]

مخصوص اپنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمنشینی کے واسطے خیرالامم صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس فضل عظیم و نعمت کریم کے ساتھ برگزیدہ فرمایا تھا کہ وہ لوگ ہمہ تن فضل اللہ تعالیٰ کے واسطے اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے تھے اور اپنی رائے سے بالکل الگ تھے اور یہ جبھی ہوتا ہے کہ ایمان محبوب و مزین ہو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام تو ظاہر ہے یعنی ظاہر ہی قول و فعل ہے اور ایمان دل میں ہے پھر تین مرتبہ اپنے سینۂ مبارک کی جانب اشارہ فرمایا پھر کہا کہ تقویٰ یہان ہے تقویٰ یہان ہے (رواہ احمد بسند صحیح) جبتک ایمان دل مین نہین سماتا ہے تب تک آدمی اپنی رائے کی پابندی نہین چھوڑتا اور فسق و عصیان کا مرتکب رہتا ہے اگرچہ وہ اپنے خیال مین یہی سمجھتا ہے کہ مین بالکل مومن پاک اعتقاد ہون اسی واسطے تم لوگ دیکھتے ہو کہ فرقۂ روافض وغیرہ اپنے حق مین مومن پاک ہونے کا دعویٰ کرتے ہین لیکن چونکہ دلون مین ایمان نہین آیا تو بے ادبی و فسق و فجور کے مرتکب ہوتے ہین اور حق باتون کو چھوڑ کر باطل باتون پر دل دیتے ہین اعاذنا اللہ عز وجل۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام احمد نے بسند جید روایت کی کہ ابو رفاعۃ الزرقی رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ جب جنگ احد کے روز مشرکین لوٹ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین اصحاب رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ نماز کے مانند صف بستہ ہو جاؤ تاکہ مین اپنے رب عز وجل کی حمد و ثنا کرون پس لوگ آپکے پیچھے کئی صف ہو گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب باری تعالیٰ مین اسطرح عرض نیاز شروع فرمائی۔ اللھم لک الحمد کلہ۔ الٰہی سب حمد و ثنا تیری ہی شایان ہے۔ لا قابض لما بسطت ولا باسط لما قبضت ولا ھادی لمن اضللت ولا مضل لمن ھدیت ولا معطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت ولا مقرب لما باعدت ولا مباعد لما قربت۔ الٰہی جس چیز کو تو نے پھیلا دیا اسکو کوئی تنگ کرنیوالا نہین ہے اور جس چیز کو تو نے تنگ کر دیا اسکا کوئی پھیلانے والا نہین ہے اور جس شخص کو تو نے گمراہ کیا اس کا کوئی ھادی نہین اور جس شخص کو تو نے راہ دی اس کو گمراہ کرنیوالا کوئی نہین ہے اور جو چیز تو نے روکی اس کا کوئی دینے والا نہین اور جو چیز تو نے عطا کی اس کا کوئی روکنے والا نہین ہے اور جو چیز تو نے دور کر دی اس کا کوئی پاس لانے والا نہین اور جو چیز تو نے پاس کر دی اس کا کوئی دور کرنے والا نہین ہے۔ اللھم ابسط علینا من برکاتک ورحمتک وفضلک ورزقک۔ الٰہی اپنی برکات و رحمت و فضل و رزق سے ہم پر فراخی و کشایش دیدے۔ اللھم انی اسئلک النعیم المقیم الذی لا یحول ولا یزول۔ الٰہی مین تجھسے دائمی نعمت مانگتا ہون جو برگشتہ نہین ہوتی اور زائل نہین ہوتی ہے۔ اللھم انی اسئلک النعیم یوم العیلۃ والامن یوم الخوف۔ الٰہی مین تجھسے محتاجی کے دن نعمت مانگتا ہون اور خوف کے دن امن و راحت مانگتا ہون۔ اللھم انی عائذ بک من شر ما اعطیتنا ومن شر ما منعتنا۔ الٰہی مین تجھسے ہر ایسی چیز کی بدی سے پناہ مانگتا ہون جو تو نے ہم کو عطا فرمائی اور ہر ایسی چیز کی بدی سے پناہ مانگتا ہون جو تو نے ہم کو نہین دی۔ اللھم حبب الینا الایمان وزینہ فی قلوبنا وکرہ الینا الکفر والفسوق والعصیان واجعلنا من الراشدین۔ الٰہی ہم کو ایمان محبوب کر دے اور اسکو ہمارے دلون مین رچا دے اور کفر اور فسق و گناہ ہم کو مکروہ و ناگوار کر دے اور ہم لوگون کو اعتقاد و عمل مین ٹھیک راہ پر کر دے۔ اللھم توفنا مسلمین واحینا مسلمین والحقنا بالصالحین غیر خزایا ولا مفتونین۔ الٰہی ہم کو ایسی حالت مین وفات دیجیو کہ ہم سب مسلمان ہون اور ایسی حالت سے زندہ رکھیو کہ ہم سب مسلمان ہون اور ہمکو بزرگان صالحین مین ملا دیجیو اس حالت سے کہ ہم لوگ خوار نہ ہوئے ہون اور نہ فتنہ مین پڑ گئے ہون۔ اللھم قاتل الکفرۃ الذین یکذبون رسلک ویصدون عن سبیلک واجعل علیھم رجزک وعذابک اللھم قاتل الکفرۃ الذین اوتوا الکتاب الٰہ الحق۔ الٰہی قتل کر یعنی غارت فرما ایسے کافرون کو جو تیرے رسولون کو جھٹلاتے اور تیری راہ سے روکتے ہین اور ان پر اپنی طرف سے جھٹکا اور عذاب نازل کر دے الٰہی قتال مین ایسے کافرون کو خوار کر دے جن کو کتاب دی گئی تھی تو ہی معبود برحق ہے تجھی مین الٰہیت کی سب شان ہے (رواہ النسائی وغیرہ) حدیث مین ہے کہ جس بندے کو اسکی نیکو کاریان خوش کرین اور اسکی بدیان اسکا دل بیچین کرین تو وہ شخص مومن ہے (رواہ الترمذی وغیرہ) اس حدیث مین بندے کو پہچان بتلائی گئی تاکہ وہ اپنے دل کو آزماوے اگر اس کے

دل کی یہ کیفیت ہو تو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے کہ اُس نے اس بندے کے دل میں ایمان رکھا ہے اور اگر اس [illegible]
درگاہ میں التجا لاوے اور دعا کرے کہ وہی ایمان دینے والا اور کفر سے بندے کو نفرت دینے والا ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف [illegible]
ہے۔ والحمد للہ رب العالمین مسئلہ فاسق کی خبر کو بغیر تحقیق کے قبول کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے فساد و اختلاف پیدا ہوتا ہے اگر ایک شخص [illegible]
سو یعنی اُسکا حال ظاہر نہیں ہوا کہ فاسق ہو یا ثقہ ہو تو اُس کی خبر کا کیا حکم ہے جواب یہ کہ علماء کے دو قول ہیں ایک جماعت نے کہا کہ مستور الحال [illegible]
کی خبر کو قبول نہ کرنا چاہیے کیونکہ شاید یہ شخص درحقیقت فاسق ہو اور جمہور علماء نے کہا کہ نہیں بلکہ اُسکی خبر کو قبول کر لیا جائے گا [illegible]
سے مخالف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہی حکم دیا کہ فاسق کی خبر کو قبول نہ کریں اور یہ شخص مستور الحال ہے تو فاسق کا لفظ اس پر صادق نہیں [illegible]
مترجم کہتا ہے کہ جب امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مع لشکر کے کوفے میں تشریف لائے اور دوسری طرف ایک جماعت [illegible]
تو درمیان میں لوگوں نے آمد و رفت کر کے نزاع کو برطرف کرانے اور صلح کرانے میں کوشش کی چنانچہ ان ثقہ لوگوں کی آمد و رفت سے معاملہ صاف [illegible]
ہو گیا اور فریقین صلح پر آمادہ ہو گئے جب حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں یہ خبر پھیل گئی تو بعضے باغی لوگ جو امیر المومنین حضرت عثمان [illegible]
رضی اللہ عنہ کے فتنہ میں شریک تھے اس خبر کو سنکر پریشان ہوئے اور آپس میں رات کو مشورہ کیا کہ اگر فریقین کے صحابہ رضی اللہ عنہم متفق ہو گئے تو [illegible]
معاملہ صاف ہو جائے گا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم لوگ گرفتار ہو کر گناہ بغاوت کے جرم میں سزا پاوینگے پس اس باب میں دل و جان سے [illegible]
کوشش کرنا چاہیے کہ صلح نہ ہونے پاوے اور یہ لوگ آپس میں متفق نہ ہونے پاوین ورنہ سب حال کھل جائیگا یعنی ان لوگوں نے متفق ہو کر [illegible]
بعضے اعراب کو مال و روپیہ دیکر دوست بنایا اور بہاڑون سے لاکر اپنے جلسہ میں اُن کی دعوت کی وہ بیچارے سیدھے سادے گنوار لوگ
ان باتوں سے بالکل آگاہ نہ تھے اور بعد دعوت کے رات میں ان لوگوں کے سامنے بیٹھکر اس قسم کی باتیں بیان کیں کہ صلح کرنے کا نام دونوں
طرف سے دھوکا ہے ادھر والے لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اُن کو غافل کر کے شبخون ماریں اور جو کوئی ان بیچارون کو خبر پہونچاوے گا وہ
بہت عزت و مال و دولت پاویگا اور یقین ہے کہ ادھر آج رات کو امام کے حکم سے حملہ کیا جاوے وہ گنوار یہ باتیں خاموش بیٹھے ہوئے
سنتے رہے اور مفسدون نے یہ مشورہ باندھ رکھا تھا کہ جب ہم لوگ قریب آدھی رات کے ان باتوں میں مشغول ہوں تو سو آدمی مفسدون
میں سے جا کر ادھر والون کے لشکر میں تیر برسانا شروع کریں اور اندھیری رات میں بھاگ کر دوسرے گوشہ سے ہو کر ادھر کی طرف کے لشکر [illegible]
پر بھی تیر برساوین چنانچہ یہی ہوا اور دونوں طرف کی فوج میں جوش و خروش پھیل گیا اور وہ گنوار لوگ بعضے ادھر بھاگے اور بعضے ادھر بھاگے
اور طرفین میں یہ خبریں فاش ہو گئیں کہ صلح کا تذکرہ فقط فریب تھا اور صبح ہونے تک دونوں طرف کے لشکر لڑائی میں مقابل ہو گئے الحاصل
فاسقوں کی حیلہ انگیزی سے اہل ایمان کے درمیان خونریزی پھیل گئی اور یہ تقدیر الٰہی جاری تھی کہ اسکو کوئی نہیں رد کر سکتا تھا۔ انا للہ وانا
الیہ راجعون۔ اور چونکہ فاسقوں کی طبیعت و جبلت میں شرارت ہوتی ہے اور بسا اوقات فاسق لوگ ایسے باریک حیلوں سے اہل ایمان
کے درمیان فساد ڈالتے ہیں کہ ذرا سی دیر میں آگ بھڑک اٹھتی ہے اور خاندان میں لڑائی پھیل جاتی ہے جس کی نسبت حدیث میں آیا
ہے کہ خبردار رہو کہ باہمی عداوت اسطرح اعمال دین کو میٹ دیتی ہے جسطرح استرے سے سر کے بال منڈ جاتے ہیں مترجم [illegible]
اہل ایمان کی محبت و یکدلی بھی بے انتہا ثواب ہے کہ جو نماز و روزہ سے حاصل نہ ہوتا وہ باہمی الفت سے عطا کیا جاتا ہے [illegible]
بہت خوار ہوتا ہے اور چونکہ اس کو اہل ایمان کے دل پر قابو نہیں ہوتا تو وہ فاسق مسلمان کو اپنے [illegible]
کو اپنی جنس دیکھکر لوگ جلد تر اس کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اپنی نیکبختی سے اس شریر کی باتوں کو [illegible]

Marfat.com

قسموں پر اعتبار کر لیتے ہیں پس وہ بھی ہیں اس بدکار کی ذات سے متحد کہنے میں پھوٹ پڑ جاتی ہے یا شہر کے حاکم اور رعایا میں پھوٹ پڑ جاتی ہے بلکہ سلطان عادل سے بعضے صوبے کے لوگ باغی ہو جاتے ہیں پس کبھی تو ثقہ لوگ درمیان میں پڑ کر اصلاح کر دیتے ہیں جبکہ باغیوں میں سے دیندار بکثرت ہوں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فاسقوں کے مکر و حیلہ سے صلح کی نوبت ہی نہیں پہونچنے پاتی ہے حتیٰ کہ باغی صوبے کے ساتھ میں دوسرے لوگ بھی باغی ہوتے چلے جاتے ہیں کیونکہ فاسقوں نے سلطان عادل کی طرف سے ایسی باتیں پھیلائیں جو ایمان کے برخلاف ہیں یعنی فسق و عصیان ہیں حالانکہ مومنوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کی زینت دی ہے اور فسق و عصیان کی کراہت دی ہے پس وہ لوگ فاسقوں کی جھوٹی قسموں پر اعتبار کر کے یقین کر لیتے ہیں کہ بیشک سلطان وغیرہ ایسے ہی خراب لوگ ہوں گے جیسے یہ فاسق بیان کرتے ہیں اور قسمیں کھا کر بیان کرتے ہیں اور ان بیچاروں کو یہ خبر نہ ہوئی کہ جو لوگ بندار ہیں کہ قسمیں کھاتے ہیں یہ خود ہی بد ذات فاسق شریر ہیں پس درمیان میں فتنہ پھیل جاتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو صلح کی تاکید فرمائی اور اگر صلح غیر ممکن ہو جائے تو لوگوں کو چاہیے کہ باغیوں کی شرارت تکثیر اور عام فساد سے بچیں کیونکہ عام بربادی کی بہ نسبت یہ آسان ہے کہ ایک قوم باغی کو زیر کریں اگرچہ قتال کی نوبت آوے

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا ۚ فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا

اور اگر دو فرقے مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو اُن میں ملاپ کروا دو پھر اگر چڑھا جاوے ایک اُن میں

عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا

دوسرے پر تو سب لڑو اُس چڑھائی والے سے جب تک پھر آوے اللہ کے حکم پر پھر اگر پھر آیا تو ملاپ کروا دو اُن میں

بِالۡعَدۡلِ وَاَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ۝ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَةٌ فَاَصۡلِحُوۡا

برابر اور انصاف کرو بیشک اللہ کو خوش آتے ہیں انصاف والے مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں سو ملا دو

بَيۡنَ اَخَوَيۡكُمۡ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ۝

اپنے بھائیوں کو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم پر رحم ہو

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا اور اگر مومنوں میں سے دو گروہ نے باہم قتال کیا تو تم لوگ ان دونوں کے درمیان اصلاح کر دو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم میں سے دو گروہ کے درمیان کسی وجہ سے ایسا جھگڑا پیدا ہو کہ باہم اُن میں قتال تک نوبت پہونچے تو تم کو چاہیے کہ ان لوگوں کے بیچ میں پڑ کر ایسی اصلاح کر دو کہ فساد کا مادہ جاتا رہے خواہ اُن میں قتال واقع ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو اور اگر کسی شخص نے دونوں گروہ میں صلح کرانے کے واسطے اپنا بہت مال خرچ کیا تو بہت ثواب پاویگا اور اگر اس نے جا کر مسلمانوں کے امام و سلطان سے سوال کیا کہ مجھے اس کام کے واسطے اتنا مال دیا جائے یا میں نے اسی اصلاح کے لئے اسقدر مال خرچ کیا ہے تو میری دستگیری کی جاوے تو یہ سوال کرنا جائز ہے چنانچہ حدیث ابوداؤد وغیرہ میں حکم صریح ہوا اور ایک اقعہ بھی روایت کیا گیا ہے اور اس حدیث سے استفادہ ہوا کہ تمام مومنوں کو جان و مال سے اس بارہ میں کوشش کرنا چاہیے کہ دونوں گروہ سے اختلاف دور ہو اسواسطے کہ بیت المال تمام مسلمان کا مال ہے اور امام یا سلطان اُن کی طرف سے پیشوا و وکیل ہے تو جب امام کو اس مال میں سے دینا جائز ہوا تو نکل آیا کہ سب مسلمانوں کو اس کام میں اپنے مال سے مدد کرنا چاہیے حتیٰ کہ طرفین میں جو لوگ مارے گئے ہوں ان کے خون کی دیت دیدے اور شرعی طریقے سے جو کچھ مناسب ہو وہاں خرچ کرے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ

Marfat.com

ان دونون فریق کیواسطے بھی یہ حکم لازم کیا گیا ہو کہ درمیانی اصلاح کرنیوالے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے ارشاد کے موافق جو لوگ فیصلہ کو [illegible]
ماننے اور سرکشی اور بغاوت کرے کیونکہ بغاوت کرنا اس صورت مین اللہ و رسول کے حکم سے سرکشی ہے حتی کہ جمیع مسلمانون پر لازم ہوگا کہ [illegible]
مطیع کرین اگرچہ تلوار کے زور سے مطیع کئے جانیکی نوبت آوے چنانچہ فرمایا۔ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ [illegible]
[illegible] دونون ٹکڑیون مین سے ایک ٹکڑی نے دوسری ٹکڑی پر بغاوت کی تو جس ٹکڑی نے بغاوت کی اُس سے قتال کرو یہانتک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی جانب رجوع
لاوے ف اور حکم حق کو سنکر اُسکی اطاعت کرے تو حاصل نکلا کہ اگر دونون فریق مین سے ایک نے حق سے تجاوز کیا اور دوسرے فریق پر ظلم کرنا چاہا اور جو امر حق کہ سنایا
گیا تھا اس سے تجاوز کیا تو اسکو دھمکاؤ اور ڈراؤ حتی کہ اگر کسی تدبیر سے کام نہ نکلے تو تلوار سے قتال کر کے اسکو مطیع کر دو یہانتک کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا فرمان
ہے اُسی کے تابع ہو جاوے اگرچہ اُس کے خیال مین یہ حکم نہ ہو کیونکہ جس گروہ نے اصلاح کی بات نہ سنی اور بغاوت کی تو وہ اسی سبب سے
بغاوت کریگا کہ اُس کے نزدیک اس بارہ مین جو کچھ اصلاح کرنیوالے بیان کرتے ہین یہ حکم حق نہین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو مومن فرمایا
ہے تو وہ جان بوجھکر امر حق سے منکر نہین ہو سکتے ہین پھر اس کے بعد دو ہی صورتین باقی رہین ایک یہ کہ ان کے اجتہاد و علم مین اُن کے اس
معاملہ مین اللہ و رسول کا یہ حکم نہین ہے جو اصلاح کرنے والے بتلاتے ہین اگر درحقیقت یہ اُن کی خطا ہے یعنی اُنھون نے اپنے اجتہاد مین خطا
کی اور اصلاح کرنیوالے و جمہور مومنین جو کچھ بتلاتے ہین حق وہی ہے بلکہ جمہور اہل ایمان کی مصلحت سے مخالفت کرنا بھی خطا ہے دوسری صورت
یہ رہی کہ فرقہ باغی یہ امر جانتا ہے کہ اصلاح کرنے والے جو بات کہتے ہین یہی ٹھیک ہے ولیکن ان کے دلون مین رنج و غصہ ایسا بھرا ہوا ہو
کہ اپنا عوض لینے کیلئے اُنھون نے حد سے تجاوز کیا تو بہر صورت تمام مومنون پر لازم ہے کہ باغی کو مطیع کرین اور راہ حق پر لاوین اگرچہ قتال
کی نوبت پہونچے اور اگر دونون فریق مین سے کسی نے بغاوت نہ چاہی بلکہ مقتضائے ایمان کے موافق راضی ہوئے کہ اہل صلاح و تقوی
جو کچھ موافق شریعت کے فیصلہ کرین وہ حکم شریعت بسر و چشم ہم کو منظور ہے تو درمیانی اصلاح کرنے والون کو بہت عدل و انصاف
کا لحاظ رکھنا چاہیئے اور جسقدر ثواب عظیم کے مستحق ہین اس کے مقابلہ مین تھوڑی سی محنت اُٹھاوین کہ کسی فریق یا اُن مین سے کسی شخص
کی دولت و ثروت یا قرابت وغیرہ کا لحاظ کر کے انصاف سے کچھ بھی تجاوز نہ کرین چنانچہ فرمایا۔ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا
بِالْعَدْلِ۔ پھر اگر وہ رجوع لاوے تو ان دونون مین عدل کے ساتھ اصلاح کر دو ف یعنی دونون مین سے کوئی فرقہ سرکشی
کر کے بغاوت کی راہ نہ جاوے بلکہ حق کی جانب جھکے تو تم کو چاہیئے کہ ان دونون کے درمیان جو کچھ اصلاح کرتے ہو وہ عدل کیساتھ
کرواو۔ اسی طرح اگر ایک فرقہ نے دوسرے پر بغاوت کی حتی کہ مظلوم کے ساتھ تمام مسلمانون نے شرکت کر کے باغی فرقہ کو مجبور کیا کہ وہ
حق کی جانب رجوع لایا خواہ قتال سے پہلے یا قتال کے بعد ہو تو بھی انصاف کے ساتھ اصلاح کرنی چاہیئے۔ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔ اور عدل کرو اللہ تعالیٰ عدل کرنے والون کو محبوب رکھتا ہے ف دونون فریق مین سے ہر فرقہ کو اس کی قسط
پہونچاؤ اگر سزا کی قسط چاہیئے ہو تو سزا دو اور اگر جزا کی قسط چاہیئے ہو تو مال دو یا دونون فریق مین سے جو شخص جس لائق ہو اُس کو
اُس کی سزا و جزا پہونچاؤ بہر حال محبت و انصاف سے اپنی جماعتون کی اصلاح کرو کیونکہ ظاہری جسم کا نسب یا مال تمھاری [illegible]
ہستی کے سامنے بالکل تابع ہے کیونکہ اس حقیر چیز کو تم پہچان گئے ہو تو تم نے نفیس چیز یعنی ایمان اور آخرت کو پیش نظر کیا ہے اور روح کو اصل
قرار دیا ہے تو ایمان کی راہ سے تمھاری قرابت قائم ہوئی اور جسمی قرابت اس کے تابع ہو گئی لہذا فرمایا۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ [illegible]
فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ۔ مومنون مین یہی قرابت ہو کہ باہم بھائی بھائی ہین پس تم لوگ اپنے دونون [illegible]

Marfat.com

ف یعنی جھگڑا کرنیوالے دونون فرقے تمھارے بھائی ہین جیسے وہ دونون آپس مین بھائی ہین توظاہر ہوا کہ یہ بھائیون بھائیون کی لڑائی ہے
تو عادل بھائیون کو چاہیئے کہ ہر فرقے کو ایمانی آنکھ سے اپنا بھائی دیکھین اور دونون فریق مین سے بھی ہر ایک کو چاہیئے کہ ایمانی آنکھ سے اپنے
بھائی کو دیکھین اگر مومن ہین کیونکہ اس کے خلاف دیکھنا تو ایمان سے محرومی پر دلالت کرتا ہے پس اگر شیطان نے موقع پاکر اپنے فریب مین ڈالا
تھا توجبھی نیک بندون نے اُن کو ہوشیار کیا تو فوراً ہوشیار ہوکر شیطانی فریب کو دور کر کے ایمان تازہ کرنا چاہیئے تاکہ ایمانی آنکھ سے اپنے
بھائی نظر آوین اور درمیانی اصلاح کرنے والے بھی ان کو اپنے بھائی کی نظر سے دیکھکر اصلاح کرین پس سب کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیئے
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تاکہ تم رحم کیے جاؤ ف پس نفس و شیطان کے اُبھارنے مین نہ آؤ اگرچہ وہ تم کو
بدلا لینے و کینہ کشی و حسد و عداوت وغیرہ پر آمادہ کرتا ہے کیونکہ یہ بات ایمان کے بالکل خلاف ہے کہ اللہ و رسول ایک حکم فرماوین اور
تمھارا نفس و شیطان دوسرا حکم دے پھر معاذ اللہ تم لوگ نفس و شیطان کا حکم مانو تو غضب الٰہی سے ڈرو کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ تم مین سے کوئی
ایمان والا نہ ہوگا جبتک اُس کے جی کی خواہش اس فرمان کے تابع نہ ہو جاوے جسکو مین لایا ہون (الصحیح) اس سے صاف ظاہر ہوا کہ نعمت
ایمان کے واسطے جی کی خواہش مارنا چاہیئے اور یہ صبر سے حاصل ہوتی ہے پس جو بندہ خود جوانمرد ہے وہ خود ہی اکیلے اپنے نفس کو صبر پر
مقید کر لیتا ہے اور اگر کمزور ہے کہ اسپر اُس کا نفس غالب آویگا تو اُس کے بھائیون کو چاہیئے کہ فوراً اُس کی مدد کر کے اُس کے جی کو صبر پر مطیع کرین
مثلاً اُس کے نفس کو تلوار دکھلاوین تو وہ جان کے خوف سے مطیع ہو جایگا اور باہم ربط و اتحاد رکھین تاکہ شیطان مایوس ہو جاوے کہ
ان مین فساد ڈالنے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا جس کو وہ کمزور کر پاویگا اُس کی مدد کو دوسرے دوڑین گے پھر مشقت اُٹھانا بے فائدہ ہے
اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فاصبروا و صابروا و رابطوا و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون یعنی صبر کرو اور باہم صبر دلاؤ اور مرابطہ رکھو اور اللہ تعالیٰ سے
تقویٰ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ ۔ ھ ۔ فلاح رضوان الٰہی و جنت غیر متناہی ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ جن لوگون کے ساتھ
جھگڑا تھا اُن کو بھائی کی نظر سے دیکھنے مین میرے جی کو تکلیف پہونچے گی کیونکہ اُنھون نے میرے ساتھ یہ کیا اور وہ کیا تو اُس شخص کو سمجھ لینا
چاہیئے کہ ابھی تک اُسکو ایمان کی سمجھ نہین آئی کیونکہ وہ کئی طرح سے ناسمجھی کرتا ہے اول یہ کہ بندہ محکوم تقدیر ہے اور اپنی ذات سے خود مختار
نہین ہے تو کیونکر نادانی سے وہ فلان شخص کو ایسا ویسا کرنیوالا خود مختار سمجھتا ہے اور قطع نظر اس کے چاہیئے تھا کہ جو کچھ فلان شخص نے کمایا اگر
وہ بُرے افعال ہین تو اپنے حق مین شکر کرتا کہ مین ایسے بد افعال سے بچ گیا کیونکہ جب اُس کو ایمان کے ارکان بتلائے گئے تھے تو اہل حق کا یہ
اعتقاد بھی بتلایا گیا تھا کہ بندہ فقط کمانے والا ہے اور خود مختار نہین ہے حتیٰ کہ جس فرقے نے بندے کو خود مختار کہا جیسے معتزلہ و خوارج و رفض
وغیرہ تو یہ گمراہ ہین پس جب وہ ان گمراہون سے بیزار ہے تو پھر کیونکر یہان گمراہی کا اعتقاد لاتا ہے بلکہ اسکو چاہیئے تھا کہ جس کی طرف سے غصہ
مین ہے اُسپر افسوس کرتا کہ بدنصیب کے حصہ مین ایسے بد کام کمائی مین آئے ہین اور یہ بات ظاہر ہے کہ اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی کو بُرے
کامون مین دیکھکر افسوس کرتا ہے اور اگر یہ لوگ کافر ہوتے ہین تو بھی نہین چاہتا کہ ان کو مصیبت پہونچے حالانکہ ان کافرون کے ساتھ اُس کو
فقط نسبی پیدائش کا تعلق ہے یعنی اسکا جسم اور اُس کے قرابتی کا جسم ایک ہی نسب سے پیدا ہوئے ہین اور دنیا کی چندروزہ زندگی تک
سامنے موجود ہین پھر موت کے بعد کبھی اُن سے ملاقات کا اتفاق نہ ہوگا کیونکہ جسمی نسب تو منقطع ہو جاتا ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت
آدم علیہ السلام دائمی جنتی ہین کبھی جنت سے نکال کر دوزخ مین نہ لائے جائین گے بلکہ ابدالآباد ہمیشہ جنت مین رہین گے اور اُن کی اولاد
مین سے کفار و مشرکین ابدالآباد ہمیشہ جہنم مین رہین گے کبھی وہ جنت کی طرف نکالے نہین جاوین گے و قد قال تعالیٰ فلا انساب بینہم الآیۃ

Marfat.com

یعنی موت کے بعد جب قیامت مین اُٹھائے جاوینگے تو مخلوقات مین کچھ بھی نسب نہ ہوگا ۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا باپ آزر ملعون مین کچھ ناتا نہ رہا بلکہ کفار و مشرکین سب منقطع کرکے شیطان کی ذریات مین داخل کردیئے گئے پس اگر ایسا نہ ہوتی تو صاف سمجھ لیتا کہ اُس کے ماں باپ و بھائی بند وغیرہ اگر کافر و مشرک ہوں تو در حقیقت کوئی بھی اُس کے بھائی بند نہیں ہیں دنیا مین چند روز تک اللہ تعالیٰ سے ثواب لینے کیواسطے ان قرابتیوں کے ساتھ سلوک کردینا چاہیئے حتیٰ کہ اگر اپنی خوشی سے انکے واسطے کچھ کریگا تو ثواب بھی نہ پاوے گا۔ باقی ان کافروں سے کچھ تعلق نہیں ہے جبکہ کافر ہیں تو بھی قرابت وہ ہے جو ہمیشہ پائدار ہے اور وہ ایمانی قرابت ہے پس ایمان والے آدمی کو حقیقت مین اپنا بھائی سمجھنا چاہیئے بلکہ وہ یقیناً اسکا بھائی ہے اور بعد موت کے کچھ پردہ نہ رہیگا پس بھائی کے ساتھ کسی دشمن کے کہنے سے عداوت کرنا جہالت ہے اور وہ دشمن دو طرح کے ہین ایک شیطان اور دوسرے شیطان کی ذریات یعنی کفار و مشرکین تو ان دشمنون کے کہنے سے کبھی اپنے بھائیون سے بدی نہ کرے اور اگر دیکھے کہ اُس کے بھائی نے ان دشمنون سے دھوکا کھا کر اس کے ساتھ بدی کی ہے اور اس فسق و بدکاری مین مبتلا ہوگیا ہے یا اپنے مثل دھوکا کھائے ہوئے فاسقون کو ساتھ لیکر ابھی تک بدی کرنے پر آمادہ ہے تو صالحین بھائیون سے اطلاع کرے تاکہ وہ مدد پر آمادہ ہوکر اُس کا ہاتھ روک دین اور جب اُس کو یقینی معلوم ہے کہ یہ ایمان والا در حقیقت میرا بھائی ہے تو اُسکو ایمان ہی کی نگاہ سے بھائی دیکھنا سچی نگاہ ہے ورنہ اُسکی نگاہ مین قصور ہے اگر کہا جاوے کہ اُسکے بدکار بھائی نے جب ایسی بدکاری کی تو وہ ایمان والا کہان رہا تاکہ بھائی ہو اُسکا جواب یہ ہے کہ گناہ کرنے سے وہ ایمان سے خارج نہین ہوسکتا ہے کیونکہ اُسنے تیرے حق مین کیا گناہ کیا اگر کہے کہ میرا مال چھین لیا یا مجکو برا کہا یا اُسنے مجھے مارا تو جواب یہ ہے کہ تو نے یہ سب جان مار ڈالنے سے کم گناہ بیان کئے ہین حالانکہ اگر وہ جان مار ڈالتا تو سخت گناہگار ہوتا مگر ایمان سے ابتک خارج نہین ہوا اگر وہ کہے کہ معتزلہ و خوارج و روافض تو کہتے ہین کہ کبیرہ گناہ کرنے سے وہ ایمان سے خارج ہوجاتا ہے جواب یہ ہے کہ خوارج وغیرہ خود ایمان سے بدنصیب و گمراہ ہین تو کیونکر اُن کی بات کو سُنے گا اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو نہین سنتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت مین فرمایا القولہ تعالیٰ۔ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا۔ اور فرمایا۔ فاصلحوا بین اخویکم کیونکہ اللہ تعالیٰ نے باوجود دونون کے باہمی قتال کے ان کو طائفہ مومنین فرمایا پس اگر وہ لوگ بوجہ باہمی قتال کے ایمان سے خارج ہوجاتے تو مومنین انکا نام نہ ہوتا بلکہ تمام اہل ایمان کو حکم دیا بقولہ فاصلحوا بین اخویکم۔ تم لوگ اپنے دونون بھائیون مین اصلاح کرادو یہ بالکل نص صریح ہے کہ وہ دونون حقیقی ایمان پر ان کے بھائی ہین اور واضح ہو کہ بہت سے عوام الناس اس مقام پر شیطانی وسوسہ قبول کرکے یہ تردد پیدا کرتے ہین کہ جب انھون نے باہمی لڑائی مین لوگون کو قتل کیا تو قاتل ہونے کی وجہ سے اُن پر سخت عذاب ہوگا بلکہ بعض نے گمان کیا ہے کہ قاتل دائمی دوزخی ہوتا ہے پھر کیونکر یہ لوگ سب مومنون کے بھائی رہے مترجم کہتا ہے کہ ان جاہلون نے دلیری سے اپنے آپ کو عالم گمان کرکے یہ وسوسہ قبول کیا ہے اور تحقیق المقام یہ ہے کہ قتال مین اور قتل مین فرق عظیم ہے چنانچہ شرع مین بہت جگہ قتال جائز ہے اور قتل نہین جائز ہے مثلاً باغی فرقے کے ساتھ مین قتال کا حکم دیا حالانکہ اگر وہ لوگ گرفتار ہوجاوین تو اُن کو قتل کر دینا جائز نہین ہے اور شرع مین اس کے نظائر بہت کثرت سے موجود ہین پس دونون فریق سے قتال سرزد ہوا ہے جسمین ہر ایک نے اپنے نزدیک شرعی تاویل کی اور وہ قتل سرزد نہین ہوا ہے جو حرام ہے پس جس نے یہ فرق نہ جانا وہ شیطانی وسواس مین مبتلا ہوگیا اور اس کا قول خود اسی کے واسطے صریح یہ آیت کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دونون فریق قتال کرنے والون کو مومن فرمایا اور بعد اس کے تمام مومنون کو حکم دیا کہ ان کے

Marfat.com

بھائیون مین صلاح کرادو اور اُس کے واسطے کلیہ حکم فرمایا کہ مومنین سب بھائی بھائی ہوتے ہین تو باوجود اس تاکید بلیغ کے ذرا بھی شبہہ باقی نہ رہا کہ ایسے
قتال سے وہ لوگ ایمان سے خارج نہین ہوتے حالانکہ یہ بات ظاہر ہے کہ دونون فریق مین سے ایک صواب پر ہوگا اور دوسرا خطا پر
ہوگا اور صحیح البخاری مین ابوبکر ثقفی رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز منبر پر خطبہ پڑھتے تھے اور حسن بن علی
رضی اللہ عنہما آپکے پاس تھے توکبھی آپ بجانب حسن رضی اللہ عنہ دیکھتے اور کبھی لوگون کو دیکھتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ میرا بیٹا سید ہے اور اُمید
ہے کہ اللہ تعالی اُس کی ذات سے مومنون کے دو بہت بڑے گروہ کے درمیان مین اصلاح کردے ابن کثیر نے لکھا کہ جس طرح آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ویسا ہی واقع ہوا چنانچہ اہل کوفہ وعراق اور اہل شام کے درمیان طول طویل ہولناک لڑائیون کے بعد اللہ تعالی نے
حضرت امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ کی ذات سے صلاح کردی اگر کہا جائے کہ جب فرقہ باغی بھی مومن ہے تو مومن کی مدد کرنی چاہیئے
حالانکہ آیت سے یہ حکم مستفاد ہے کہ باغی سے قتال کرو اور اس کو امر حق کی اطاعت پر لاؤ پھر کیونکر اُس کی مدد ہوگی جواب یہ ہے کہ باغی
فرقے نے شیطان کے وسوسہ سے گناہ کمانے پر کمر باندھی تھی تو اُس کی کامل مدد یہ ہے کہ شیطان کے غلبہ سے اسکو بچائے چنانچہ حدیث
انس رضی اللہ عنہ مین آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اُمتی کو خطاب فرمایا کہ تو اپنے بھائی کی مدد کیجیو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو تو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ مظلوم کی مدد کرنا تو ہم سمجھے پھر ظالم کی مدد کیونکر کرین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ظالم کی مدد یہی ہے کہ ظلم سے اسکا ہاتھ روک دے (الصحاح) اور جسکو عقل ہے وہ خوب سمجھتا ہے کہ ظالم کے حق مین یہ بہت بڑی مددگاری
ہے کیونکہ اگر بھائیون کی طرف سے اسکو یہ مدد نہ پہونچتی تو دشمن شیطان اُس پر غالب ہوکر قریب تھا کہ اُس کو جہنم مین ڈالے ولیکن بھائیون
نے اُس کی مدد کر کے شیطان سے بچالیا کیونکہ مومنین کا اصلی مقصود رضائے آلہی و دار آخرت ہے تو ساری خیر خواہی و مدد دین کی
خیر خواہی ہے اور اس آیت کے سبب نزول مین امام احمد نے بسند صحیح روایت کی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبد اللہ بن ابی (منافق مشہور) کے پاس تشریف لیجاتے تو بہتر ہوتا (یعنی دونون قبیلہ انصار
کے درمیان جو جھگڑا پھیل گیا ہے اسمین اصلاح ہوجاتی) تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک حمار پر سوار ہوکر چلے اور مسلمان آپ کے
جلو مین پیدل چلتے تھے اور وہ زمین ریتلی تھی یعنی وہان گرد وغبار اُڑتا تھا پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس منافق کے قریب
پہونچے تو وہ بدباطن بولا کہ آپ ذرا مجھ سے ہٹے رہیے کیونکہ واللہ آپکے حمار کی بدبو سے میرا دماغ پریشان ہوتا ہے پس انصار مین سے
ایک مرد نے جواب دیا کہ واللہ اس حمار کی بو تیری بدبو سے بہتر ہے اسمین اس منافق کی قوم کے کچھ لوگ خشمناک ہوئے اور اس مرد انصاری
کی قوم کے لوگ بھی خشمناک ہوئے حتی کہ باہم ان مین چھڑیون و جوتون وغیرہ سے مار پیٹ ہوئی پھر اوس وخزرج کے درمیان جو مناقشہ
ہوا تھا اُس کے بارہ مین اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اور دونون فریق مین صلح کا حکم دیا۔ وقد رواہ مسلم اور سعید بن جبیر رضی اللہ
تعالی عنہم نے بیان کیا کہ اوس وخزرج کے درمیان چھڑیون وغیرہ سے مار دھاڑ ہوئی تھی تو انھین مین صلح کے واسطے یہ آیت نازل ہوئی
سدی رحمہ اللہ تعالی نے اس کا قصہ یون بیان فرمایا کہ انصار مین سے ایک شخص تھا جسکو عمران کہتے تھے اور اُس کی زوجہ کا نام ام زید
تھا پھر ایک مرتبہ اس عورت نے چاہا کہ اپنے کنبے والون کو دیکھنے جائے ولیکن اس کے شوہر نے اس کو روکا اور بالاخانہ پر بند کردیا کہ وہان
عورت کے کنبے والون مین سے کوئی نہین پہونچ سکتا تھا ایک دن یہ شخص کہین گیا تھا کہ اُس کی عورت نے موقع پاکر اپنے کنبے والون
سے کہلا بھیجا وہ لوگ آگئے اور اُس کو بالاخانے سے اُتار کر لیجانا چاہا اور مرد کے گھر والون نے اپنے کنبے والون کو پکارا وہ لوگ آگئے

اور انھون نے عورت کے لیجانے سے۔ کہ پس ان لوگون مین باہم ہاتھا پائی ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے انھین کے بارہ مین یہ آیت [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون فریق کو بُلاکر اُن مین صلح کرادی اور وہ لوگ بھی حکم الٰہی عزوجل کی جانب رجوع لائے [illegible]
قصہ یہ ہے کہ جو سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا پھر شاید اس مار دھاڑ کے بعد دونون قبیلہ کے لوگ باہمی قتال پر آمادہ ہوئے [illegible]
کیونکہ اسلام لائے ابھی چند ہی روز گذرے تھے اور اسلام سے پہلے اوس وخزرج کے درمیان سخت عداوت تھی اور ان مین قتال [illegible]
جاری رہا کہ یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے چھ برس پہلے اُن مین ایسا سخت قتال ہوا تھا کہ مردے دفن
کرنے کی نوبت نہ پہونچی اور گدھون وچیل وکوون نے نوچ نوچ کر گوشت کھایا اور اس لڑائی کا نام یوم البعاث رکھا گیا [illegible]
فریقین آمادہ جنگ ہوئے اور اُن مین سے ایک فریق کو زیادہ قوت تھی اور عبد اللہ بن ابی منافق مذکور ان کو بھڑکاتا تھا چنانچہ سورۂ [illegible]
وغیرہ کی تفسیر مین اسکی جلن وعداوت کا قصہ اسی موقع پر گذر چکا ہے پس لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رائے دی کہ آپ تکلیف
فرماکر اس شخص کو سمجھادین کہ وہ فساد نہ بڑھاوے اور غالباً لوگون کو اُسوقت تک یقین بھی نہ ہوا ہوگا کہ یہ شخص فقط خوف کی وجہ سے
بعد فتح بدر کے منافقانہ اسلام لایا ہے تو ان کو خیال ہوگا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرکے کہنا مان جائے گا ولیکن اس کمبخت
کا حال معلوم ہوگیا کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخانہ کلام کیا اور لوگون مین باہم فساد پھیلا دیا اللہ تعالیٰ نے یہ آیات
نازل فرمائین اور اُن مین حکم دیا کہ اول تم لوگ دونون فریق مین صلح کراؤ پھر اگر کوئی فریق نہ مانے اور بغاوت پر آمادہ ہو تو اُن سے
قتال کرو یہانتک کہ وہ مقہور ہوکر حکم الٰہی کی طرف رجوع لاوین اس حکم سے ظاہر ہوا کہ تمام مہاجرین مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے انصار مین سے اُس گروہ کی جانب ہوئے جو کمزور تھا اور جب دوسرے گروہ کو ظاہر ہوا کہ یہ عبد اللہ بن ابی منافق ہم کو اللہ ورسول
ومومنون سے لڑائی کرنے پر آمادہ کرتا ہے تو اُنھون نے اس بدبخت کو چھوڑ دیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بُلاکر
اُن کو یہ آیات سنائین تو باہم مل گئے اور ایک روایت مین وارد ہوا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو سمجھایا کہ ہوش
مین آؤ کہ یہ کیا بات ہے کہ مین اللہ تعالیٰ کا رسول ہون اور تمھارے درمیان مین موجود ہون اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے درمیان سے
شیطان کو نکال دیا اور تمھارے دلون کو ایمان سے روشن کردیا پھر یہ کیسی بات ہے کہ تم شیطان کو دوبارہ دخل دیتے ہو یہ ارشاد نورانی
سنکر اُن کے دل بھر آئے اور توبہ کرکے دونون فریق باہم مل کر روئے اور اُن کے دلون کو اللہ تعالیٰ نے نور سے منور فرمایا اور شیاطین
خوار ہوئے اور سبھون نے جان لیا کہ عبد اللہ بن ابی مذکور منافق خبیث ہے اور آیندہ سے اس منافق کی کچھ قدر نہ رہی حالانکہ یوم البعاث
کی لڑائی کے بعد لوگون نے چاہا تھا کہ اس منافق کو اپنا بادشاہ بناوین پھر ہنوز یہ رائے پوری نہ ہوئی تھی کہ وہ لوگ مسلمان ہوگئے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اسوجہ سے منافق مذکور بہت جلتا تھا۔ پھر جب اس موقع پر بھی اسکا مکر کارگر نہ ہوا تو وہ بہت
خفیف ہوا بلکہ آیندہ دونون فریق کی نگاہ سے گر گیا اور کسی کے نزدیک اس کی وقعت نہ رہی تو آیندہ اُسنے یہودیون سے ربط پیدا
کیا اور انھین کے ساتھ برباد ہوا نعوذ باللہ من الضلال۔ اس قصہ سے ظاہر ہوگیا کہ اہل ایمان کے درمیان اگر کسی باعث سے غبار
فتنہ پھیل جاوے پھر درمیانی لوگ ان کو اللہ ورسول کے حکم کی جانب بلاوین تو وہ بہت ہی خوشی سے رجوع لاتے ہین اور امام کو
بھی چاہیے کہ ان مین عدل کرے اور امام عادل وجمیع حکام عادل کے مراتب بلند ہوتے ہین کیونکہ ان کے عدل کا نفع عام قوم
وقبائل مین پھیلتا ہے تو اکیلے روزہ نماز پڑھنے والے سے عدل بہت زیادہ ہے کیونکہ عدل کا ثواب تو تمام مومنون مین سے

ہر شخص کے روزہ نماز کے مساوی ہے چنانچہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مین ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مین جو حکام عدل کرتے تھے وہ حضرت رحمٰن عزوجل کے حضور مین دنیاوی عدل کے بدلے موتی کے منبرون پر بٹھلائے جائین گے (رواہ النسائی وابن ابی حاتم بسند صحیح) اور دوسری روایت مین ہے کہ مقسطین قیامت کے روز عرش کے داہنی جانب نور کے منبرون پر بٹھلائے جائین گے یہ لوگ وہ ہین جو اپنے اہل وعیال مین اور جہان حاکم کئے گئے سب لوگون مین عدل کے ساتھ حکم کرتے تھے (رواہ مسلم ونسائی باسناد صحیح) اور حدیث مین ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ اسپر ظلم کرتا ہے اور نہ اسکو ظلم مین سونپتا ہے (الصحیح) مترجم کہتا ہو کہ یہ ایک کلام بلیغ ہے یعنی اپنے بھائی مسلمان کو اگر مظلوم ہے تو ظالم کے ہاتھ مین نہین چھوڑتا اور اگر ظالم ہے تو اسکو ظلم کے ہاتھ مین نہین چھوڑتا ہے مترجم کہتا ہے کہ جاہل آدمی ایسے موقع پر یہ گمان کرتا ہے کہ یہ دونو (ں) آپس مین لڑتے جھگڑتے ہین ہم کو اس جھگڑے مین پڑنے سے کیا غرض ہے اگر ہم اتنی دیر تک نماز وظیفہ پڑھین تو ہمارے حق مین بہت بہتر ہے یہ خیال غلط ہے اور بوجہ جہالت کے اُسنے شیطانی وسوسہ قبول کرلیا کیونکہ اگر وہ ان دونون مین صلح کرا سکتا تھا تو اُس نے خلاف شرع بات کو مٹانے مین پہلوتہی کی تو اُس کے گناہ مین مبتلا ہوا اگرچہ فی الجملہ تو وظیفہ ونماز کے بقدر اسکو ثواب ملیگا حالانکہ اس اصلاح مین اس سے صدہا گونہ ثواب زائد تھا لیکن اس جاہل نے شیطانی وسوسہ سے یہ سب ثواب کھویا اور ایک گناہ سمیٹا پھر نماز و وظیفہ سے جو ثواب پایا ہے اگر اس کے عوض مین یہ گناہ مٹ جاوے تو غنیمت سمجھے اور خالی ہاتھ رہگیا مگر یہ خوف ہے کہ شاید گناہ سخت ہو اور مکافات پوری نہ ہو اور حدیث صحیح مین ہو کہ جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمان کی مددگاری مین رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کا مددگار رہے (الصحیح) اس سے ظاہر ہے کہ اگر کسی شخص کی سچی نیت ہو کہ اپنے بھائیون کی مددگاری واصلاح کرتا رہون گا تو بھی اسکو ثواب ملے گا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی مدد اُس کے شامل حال رہے گی حتی کہ اگر جاہل مسلمان اُس کی بدخواہی پر آمادہ ہون تو بھی اسکا کچھ ضرر نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کا مددگار ہے اور حدیث مین ہے کہ جب مسلمان نے اپنے بھائی مسلمان کے لئے اُسکی پیٹھ پیچھے دعا کی تو فرشتہ کہتا ہے کہ آمین اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے واسطے بھی اس کے مثل ہے (الصحیح) اور احادیث اس بارہ مین بہت کثرت سے وارد ہوئی ہین اور ایمان کی یہی پہچان ہے کہ اُس کے دل مین مومنون کی طرف سے محبت ہو اور چاہیئے کہ دنیا مین عافیت کے ساتھ وہ لوگ سنت طریقہ پر رضائے الٰہی عزوجل حاصل کرین اور حدیث مین ہے کہ مومنون مین جو مودت وترحم وملاپ باہم ہوتا ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسے کسی عضو مین درد ہو تو تمام بدن اُس کے واسطے بخار وبے خوابی سے مددگار ہوکر دوڑتا ہے (الصحیح) اور حدیث مین ہے کہ ایک مومن دوسرے مومن کے واسطے ایسا ہوتا ہے جیسے ایک عمارت کے ارکان باہم ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہین (الصحیح) اور حدیث مین ہو کہ اہل ایمان مین مومن ایسا ہوتا ہے جیسے جسم مین سر ہے کہ سر کے دکھ سے تمام بدن دردناک ہوجاتا ہے (رواہ احمد) اور واضح ہو کہ باغیون سے قتال کرنا جہاد نہین ہے بلکہ بھائیون مین سے جاہل جماعت کی شرارت دور کرنا اور اُن کا ہاتھ روکنا چاہیئے اور اُن کے احکام مین الہدایہ ترجمہ ہدایہ کے کتاب الباغی مین مفصل مذکور ہین پھر واضح ہو کہ اکثر اوقات باہمی اختلاف کا باعث وسوسہ شیطان سے بدگمانی ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے بدگمانی سے منع فرمایا بقولہ تعالیٰ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ

اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کرین ایک لوگ دوسرے سے شاید وہ بہتر ہون اُن سے اور نہ عورتین

Marfat.com

نِسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ

دوسری عورتون سے شاید وہ بہتر ہون اُن سے اور عیب نہ دو ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑ ایک دوسرے [illegible]

الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہین بے انصاف

آیات سابقہ مین اللہ تعالیٰ نے فاسق کی بات سننے سے یا بدون تفتیش کے اس کی تصدیق کرنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ فسق کرنے مین شیطان کا متبع ہے تو ایسا نہو کہ شیطان اُسکے ذریعہ سے مسلمانون مین فساد پھیلاوے اور فساد کے وجوہ ہوتے ہین جنمین سے زیادہ سخت وہ وجہ ہے جو دین کے پیرایہ مین ہو یعنی مثلاً فاسق نے اپنی نادانی سے دین مین کوئی بدعت نکالی اور اُس کو بہتر سمجھا اور جب اہل حق نے اُسکو روکا تو اُس نے اہل حق کو دین سے مخالف سمجھکر قابل قتال قرار دیا جیسے خوارج و معتزلہ وغیرہ ہین اور ابتدا مین بغاوت اسیوجہ سے پھیل گئی اور اُس کا شروع ہونا بہت ہی باریک اجتہاد سے ہوا کیونکہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور حدیث بھی اسی کے واسطے شاہد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللھم ادر الحق معہ حیث دار۔ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق مین دعا فرمائی کہ الٰہی جدھر یہ پھرے تو حق ہی کے ساتھ ہو اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ ہر ایک قتال مین حق اُنھین کے ساتھ تھا ولیکن دوسری جانب اہل جمل و اہل صفین بھی باریک اجتہاد مین خطا کھاتے تھے کیونکہ اگر ظاہر اجتہاد ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی بھی چندان ضرورت نہ ہوتی کیونکہ جو امر حق کہ بالکل ظاہر ہے اس سے پھرنا سب پر ظاہر ہو جاتا ہے حالانکہ ان لڑائیون مین جو لوگ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل تھے وہ خود بھی مشوش تھے اور ایک جماعت کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے دونون فریق کی جانب سے مشوش تھے جیسے احنف بن قیس و ابوبکرہ رضی اللہ عنہما وغیرہ اور حدیث صحیح مین بھی اس جانب اشارہ ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور معجزہ کے فرقہ خارجی کی خبر بیان فرمائی اور اُن کے قبائح بیان فرماکر اُن کے ظاہر ہونے کا وقت بھی بتلایا یعنی جسوقت مومنون مین پھوٹ پڑیگی اُسوقت یہ فرقہ نکلے گا اور اس فرقہ کو مومنون مین سے وہ فریق قتل کریگا جو اولیٰ بحق ہے (الصحیح) لفظ اولیٰ بحق سے صریح اشارہ ہے کہ اجتہاد ایسا دقیق ہوگا کہ دونون جانب حق کا احتمال ہوگا اگرچہ ایک جانب اولیٰ ہے تو جو فرقہ اولیٰ بحق ہوگا وہی ان خوارج کو قتل کریگا بالجملہ بغاوت کی ابتدا اسیوجہ سے ہوئی جو نہایت دقیق تھی پھر بغاوت کی وجہ روافض و معتزلہ وغیرہ کی بدعت ہوئی کہ اُنھون نے نادانی سے اپنے نفس کے خیالات پیدا کئے اور اُن کو دینی لباس پہنا کر بغاوت کا سبب کر دیا اور ہر زمانہ مین جو بدعت کہ دینی لباس مین پیدا ہوتی ہے وہ زیادہ سخت ہو جاتی ہے جیسے اس زمانہ مین وہابی و بدعتی کا اختلاف بہت سخت ہو گیا کیونکہ درمیان مین فاسقون کے اقوال پر دینی بات کا مدار رکھا گیا اور کبھی اختلاف کی وجہ دنیاوی اُمور و بداخلاقی ہوتی ہے اگرچہ اس کا پیدا ہونا بھی اسی فسق کے مادہ سے ہوتا ہے مثلاً ایک قوم نے عظمت و کبریائی الٰہی عزوجل سے غفلت کر کے اپنے نفس کی رعونت دیکھی یعنی اپنے آپ کو دوسرے فریق سے بہتر جانا حالانکہ وہ بھی مسلمان ہین اور یہ غفلت ہوئی کہ نیکی و بدی پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار مین ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا بقولہ تعالیٰ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ۔ اے ایمان لانیوالو ایک قوم دوسری قوم سے تمسخر نہ کرے شاید وہ لوگ اُن سے اچھے ہون ف ضمیر منہم سے معلوم ہوا کہ مردون کو خطاب ہے یعنی جماعت کے اندر جہان مرد جمع ہین تو کچھ مرد اپنی رعونت سے دوسری جماعت کے ساتھ تمسخر نہ کرین خواہ اُن کے دینی حال کی راہ سے ہو یا دنیاوی مال کی راہ سے ہو اسواسطے کہ جن لوگون سے تمسخر کرتے ہین شاید

وہ لوگ انجام کار مین یا علم آلہی مین تمسخر کرنیوالون سے بہتر ہون کیونکہ دنیاوی مال کا تو کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ بہت مالدارون سے ہمیشہ فقیر لوگ بہتر ہوتے ہین اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ایکدم مین فقیرون کو مالدار کردے اور مالدارون کو فقیر کردے اسی طرح دین کے اعمال مین بھی کسی عابد و زاہد کو رعونت نہ کرنا چاہیے کیونکہ جو صفت اُن مین موجود ہے وہ فقط اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے پھر بھی یہ معلوم نہین کہ مرتے دم تک وہ اسی حال پر رہیگا اور جس قوم سے تمسخر کیا جاتا ہے شاید وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صالح پرہیزگار ہوجاوین تو حاصل یہ کہ مردون کی جماعت دوسری جماعت سے کسی وجہ سے تمسخر نہ کرے شاید جن سے تمسخر کرتے ہین وہ تمسخر کرنیوالون سے بہتر ہون ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کی زبان پر امتحان ڈالا گیا ہے اور مین تو ایسا ڈرتا ہون کہ اگر کسی کُتے سے تمسخر کرون تو ایسا نہ ہو کہ کتا کردیا جاؤن وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۔ اور نہ تمسخر کرین عورتین دوسری عورتون سے شاید وہ اُن سے بہتر ہون ۔ اسمین عورتون کو خاصکر ممانعت فرمائی حالانکہ لا یسخر قوم من قوم مین عام لفظ قوم سے مردون و عورتون سب کو ممانعت تھی پھر دوبارہ خاصکر عورتون کو ممانعت کرنے مین تنبیہ ہے کہ عورتین اکثر اپنی کم عقلی سے غریب عورتون پر طعنہ و تمسخر کیا کرتی ہین اور اکثر اسی بلا مین مبتلا ہوکر ذلت اُٹھاتی ہین مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین تو عموماً عورتون کی یہی کیفیت ہے کہ انتہائے جہالت سے گویا آخرت کا خیال ہی اُن کے دل سے محو رہتا ہے اور دنیا ہی اُن کے پیش نظر رہتی ہے پس مالدار عورتین غریب عورتون کو نظر حقارت سے دیکھتی ہین شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ حق سے اترانا اور لوگون کو نظر حقارت سے دیکھنا ہی تکبر ہے اور یہ حرام ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جسکو حقارت سے دیکھتے ہین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی قدر زیادہ ہوتی ہے کیونکہ انسان کی خوبی پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے پس جسمین کوئی خوبی پیدا کی گئی اسکو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور جس قوم مین وہ خوبی نہ دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی بُرے حال پر کردیا جاوے کیونکہ خوبی مین آدمی کے فعل کو قدرت نہین ہے پس اسکو کسی بات پر فخر و تکبر کرنا محض جہالت ہوگی ۔ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔ اور مت طعنہ دو اپنے آپکو ۔ کیونکہ مومنین سب بھائی بھائی ہین تو جس کو طعنہ دیا گویا اپنے آپ کو طعنہ دیا اور لغت مین لمز مطلقاً عیب جوئی کو کہتے ہین مثلاً ہاتھ سے کسی کو ٹہوکا دے یا آنکھ یا زبان سے یا کسی دوسرے طور پر عیب جوئی کا اشارہ کرے تو یہ سب لمز ہے اور حاصل یہ کہ اپنے دین والون مین سے کسی کی عیب جوئی و طعنہ کسی طرح ہاتھ یا زبان وغیرہ سے مت کرو اور اس عموم مین آزاد و غلام سب داخل ہین جبکہ دیندار ہون اسیواسطے جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حبشی غلام ہونیکا طعنہ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپنے اسکو بُرا جانا بلکہ ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوذر تم نے اُس کو اس طرح طعنہ دیا ہے تو ایسا شخص ہے کہ تجھ مین ابتک جاہلیت موجود ہے یعنی کافرون کے بعض افعال تجھ مین پائے جاتے ہین (کما فی الصحیح) مجاہد و قتادہ و سعید بن جبیر و ابن عباس رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یعنی تم مین سے باہم ایک دوسرے پر طعنہ نہ کرین وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۔ اور بُرے القاب سے باہم مت پکارو ۔ تنابز اگرچہ اصل لغت مین مطلقاً لقب رکھنے کو کہتے ہین لیکن عرف مین یہ ایسے لقب کے ساتھ خاص ہوگیا جسکا سننا آدمی کو ناگوار ہو ۔ اور روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو یہان دیکھا کہ آدمی کے دو دو تین تین نام ہین اور جب وہ ان نامون مین سے کسی بعض نام سے پکارا جاتا تو اسوقت ظاہر ہوتا کہ وہ اس نام سے ناخوش ہوتا ہے تب یہ آیت نازل ہوئی ولا تنابزوا بالالقاب (رواہ احمد و ابوداود) مترجم کہتا ہے کہ اسکا بیان یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت مین عوام عرب کے درمیان باہم ادب کا لحاظ نہ تھا جیسے اس زمانہ مین اکثر دیہاتی گنوارون مین ہجولی کے دلگی باز

آپس مین ایک دوسرے کے لقب رکھا کرتے ہین اور عموماً یہ القاب کسی عیب جوئی یا بدخصلتی کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ لوگ
اوباشی مین جائز سمجھتے ہین اسی طرح زمانۂ جاہلیت مین بھی ایسے ہی القاب رکھے جاتے تھے اور جب مکہ سے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ
عنہم ہجرت کر کے مدینہ مین آئے اور یہان اُنھون نے کسی شخص کو متعدد القاب سے ملقب سنا تو خود بھی انہین بعض الفاظ سے پکارنے لگے
آخر ظاہر ہوا کہ وہ اس لقب سے ناخوش ہوتا ہے کیونکہ زمانۂ جاہلیت کی بیباکی مین لوگون نے اُس کا یہ نام رکھا تھا اور یہ بھی ایسا نام
تھا کہ جس سے شیطان دلون مین ناگواری ڈالتا رہے جس سے باہمی اتحاد و الفت کی جڑ قائم نہ ہو پس اللہ عزوجل نے اس سے
منع فرمایا کہ بُرے القاب سے مت پکارو۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ۔ ایمان کے بعد فسوق کا نام بہت بُری چیز ہے
یعنی جب اللہ عزوجل نے ایمان سے ظاہر و باطن منور فرمایا اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ کیا اور شرک کی نجاست کو اور ذمائم اخلاق کو دھو دیا
تو اُس کے بعد کسی شخص کو ایسے نام سے پکارنا کہ فسوق پر دلالت کرتا ہے بہت بُری حرکت ہے کیونکہ اول تو اس کے دل مین پکارنے والے
کی طرف سے ناگواری پیدا ہوگی اور یہ خود فسق ہے اور اگر وہ اپنے آپ کو ضبط کرے تو بھی ہر دم کسی شخص کی نسبت بدنام سے پکارنا
گویا اُس کے حق مین بددعا ہے حتیٰ کہ اگر وہ قبول ہو جاوے تو وہ شخص فسق و فجور مین پڑ جاوے تو ظاہر ہوا کہ خوبیٔ ایمان کے بعد یہ حرکت
بہت بُری ہے اس سے قطعاً توبہ کرنا واجب ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ اور جس شخص نے توبہ نہ کی تو ایسے ہی لوگ
ظالم ہین ف یعنی جس نے ایسے بُرے القاب سے خطاب کرنے کی بُرائی جان لینے کے بعد اس سے توبہ نہ کی اور اس کو نہ چھوڑا تو جس شخص
کی نسبت ایسا بد لقب کہتا ہے وہ بیچارہ معذور رہا و لیکن کہنے والا اپنی جان پر ظلم کرنیوالا ہوا کیونکہ اسکا وبال اُسی کی جان پر ہے پھر
اس ظلم کے دو درجے ہین اگر اس نے شرعی ممانعت کی پروا نہ کی تب تو کافر ہو گیا اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا اور اگر اُس نے
شرعی حکم پر یقین کیا و لیکن فرمانبرداری نہ کی بلکہ اپنی شرارت نفس کی فرمانبرداری کی تو گناہ شدید کا مرتکب ہوا پس یہان سے ہر بندۂ
مومن کو تنبیہ حاصل ہونا چاہیئے کہ ایسی بدزبانی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے جیسے لوندوا و باش لوگ باہم ایک دوسرے کو تحقیر کے نامون
سے پکارا کرتے ہین جیسے مثلاً کسی کا نام علی ہے تو اس کو تحقیر کے طور پر علیا وغیرہ کہتے ہین اور اسی طرح ہر ایسے لقب سے پکارنا جسمین تحقیر کے معنی
ایسے طور پر پیدا ہون جو مخاطب کو ناگوار ہون حرام ہے واحدی رحمہ اللہ نے لکھا کہ علمائے مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی مثال مین فرمایا کہ
جیسے اپنے مسلمان بھائی کو جو بظاہر کسی فسق کا مرتکب نہین ہے کہے کہ او فاسق یا اے منافق مترجم کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی وقت
مین فسق کا مرتکب ہو تو کیا جھڑکی کے طور پر اس کو اسی طرح پکار سکتا ہے یا نہین تو جواب یہ ہو کہ اگر ایسے پکارنے سے اُس شخص کی جہالت
جوش کرے گی یا وہ عموماً بدنام ہو جاوے گا تو پکارنا نہین چاہیے کیونکہ اس سے تو وہ معصیت پر زیادہ جم جائے گا اور مفسرین نے فرمایا کہ اسکی
مثال مین یہ بھی داخل ہے کہ مثلاً کوئی نصرانی یا یہودی یا ہندو راہ حق پر آ گیا یعنی مسلمان ہو گیا تو پھر اسکو یہودی یا نصرانی یا ہندو کہکر پکارے
مترجم کہتا ہے کہ عموماً لوگون مین یہ رسم ہے کہ اس کو نو مسلم کہتے ہین اور یہ بھی اُس کے حق مین آخر زندگی تک دھکو دینے والا لقب ہے
کیا نہین دیکھتے ہو کہ ان مغرورون کی نفسانی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ اپنے مقابلہ مین اس کی تحقیر کرین یہ خود حرام بلکہ کبیرہ گناہ ہے
حالانکہ ان مغرورون کو یہ خود معلوم نہین کہ ایمان اُن کے دل مین موجود ہے یا اس نو مسلم کے دل مین ہے اور نہین معلوم کہ خاتمہ
اس کا مقبول ہے یا ان کا بلکہ بظاہر ان مغرورون کے حق مین برعکس دلیل موجود ہے کیونکہ جب وہ نو مسلم ایمان لایا تو اگلے گناہون
سے پاک ہو گیا اور عاجزی کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے اوپر نو مسلم کا لقب سنتا اور گوارا کرتا ہے بخلاف ان لوگون کے کہ

Marfat.com

اول تو اپنے اوپر مدعی ہین اور دوم تکبر رکھتے ہین اور سوم ایک بھائی مسلمان کی تحقیر کرتے ہین اور اُن مین سے ہر ایک گناہ شدید ہے اور اگر اللہ تعالیٰ پر خالص ایمان ہوتا تو خوبی محبت سے ایک ایمان لانیوالے کو جو مومن ہو گیا اپنا بھائی بناتے اور ہر طرح اُس کی دلجوئی کرتے بلکہ ان مغروروں کی حرکات شنیعہ سے اکثر لوگ در پردہ اسلام لاتے ہین اور ظاہر نہین کرتے تاکہ ہر طرف سے مطعون خلائق نہ ہون کیونکہ مثلاً جو ہندو نجاست کفر و شرک چھوڑ کر اسلام لایا تو اسکی برادری والے اُس کے دشمن ہو کر ہر طرح کی طعن و تشنیع کرینگے کیونکہ وہ شیطان کی اتباع ہین اور شیطان اہل ایمان کا دشمن ہے پھر اس مرد نیک کو اہل ایمان سے ہر طرح کی دلجوئی و موافقت کی اُمید تھی مگر برخلاف اس کے ان مغروروں نے بھی جو مسلمانون کے یہان پیدا ہو کر گوشت خور ہو کر مدت سے نام کے مسلمان ہو رہے ہین اور اس نو مسلم کو طرح طرح کے طعنون سے ہلاک کیا اور کمال حقارت سے دیکھکر اپنی ہمنشینی سے خارج کیا پس وہ بیچارہ آوارہ ہے کہ نہ اُسکی لڑکیون سے کوئی نکاح کرتا ہے اور نہ اس کے لڑکون کو لڑکیان ملتی ہین اور نہ اس کی برادری نظر آتی ہے کہ جس سے مواسات کی اُمید ہو پس یہ بلائے عظیم ہے اللہ تعالیٰ ہم لوگون کو ایمان تحقیقی و توفیق ایمانی عطا فرماوے اور ہمارا کلمہ متفق و جماعت متحد بناوے اور اپنی طرف سے ہم کو سلطان نصیر عطا کرے قال تعالیٰ۔ اجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ وکما قال تعالیٰ واجعل لنا من لدنک سلطانا نصیرا عطار رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بدلقب کی قسم سے ہر ایسے الفاظ ہین جنکو تو اپنے بھائی مسلمان کو شان اسلام سے نکالے جیسے کہے کہ او گدھے او کتے او خبیث اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص کسی زمانہ مین بدکاری ان کرتا تھا پھر اُس نے توبہ کی اور راہ راست پر آگیا تو حق سبحانہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ اُس کے اگلے گناہون کی وجہ سے اس کو عار دلایا جاوے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت مین فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی دین باطل پر تھا پھر وہ اسلام لایا تو کسی شخص کو جائز نہین ہے کہ اسکو دین باطل سے عار دلاوے مترجم کہتا ہے کہ عار دلانے والا فاسق ہے اور یہان مجھے ایک لطیفہ یاد آیا کہ جن فسادیون نے حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اُن کا فاسق ہونا پہلے سے محقق ہو گیا اسواسطے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو جو علمائے یہود مین سے بہت بڑے عالم تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لاتے ہی ایمان لاکر صحابہ مین داخل ہو گئے تھے اور حق سبحانہ تعالیٰ نے چند آیات سے ابن سلام رضی اللہ عنہ کی قبولیت ظاہر فرمائی ہے تو جب عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو اُنھون نے باغی مفسدون کو اچھے کلام کے ساتھ نصیحت فرمائی اور اُن کو آیات و احادیث سنائین اور یہانتک فرمایا کہ مدینہ منورہ مین اسوقت تک ملائکہ نزول فرماتے اور تمھارے مجاور رہتے ہین اگر تم نے کوئی برحرکت کی تو اس نعمت سے سب لوگ محروم ہو جاوین گے اور تمھاری بے ادبی سے سب پر بلا نازل ہوگی اور یہ بھی فرمایا کہ اگلی کتابون سے تحقیق خبر چلی آتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یقین دلایا ہے کہ اگر اس اُمت پر پہلی تلوار کھینچی تو پھر قیامت تک وہ نیام مین نہ جائے گی پس تم لوگ اپنے رب عز و جل سے ڈرو اور اپنے خلیفہ کی بیعت سے فاسق مت ہو ان لوگون نے اس کے جواب مین پکارا کہ لوگو اس یہودی کو بھی قتل کر دو یہ روایت صحیحین وغیرہ مین موجود ہے مترجم کہتا ہے کہ ان لوگون نے نص محکم کے برخلاف حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فاضل صحابی کو اس بدلقب سے پکارا اور یہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب ہے غرضکہ ایسے فاسق لوگون نے نرغہ کیا تھا اگر کہا جاوے کہ کیا سب ہی فاسق تھے تو جواب یہ ہے کہ نہین بلکہ اُن مین سے گنتی کے کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنے اجتہاد کی خطا سے اس بلا مین مبتلا ہوئے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اُن کو عفو کرے اور فاسقون کے ساتھ دینے مین یہی نتیجہ ہوتا ہے کیونکہ فاسق بے ادب ہوتا ہے اور بے ادب کا حق دین مین یہ
فرمایا ؎ بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ؛ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد ؛ اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فاسقون کی طرح القاب سے بلانا
حرام کر دیا کیونکہ اس سے دلی اتحاد مین فرق آویگا اور جب دل مین نفاق پیدا ہوا تو فاسقون کی شامت سے بری بات تمام
سمان مین پھیل جاتی ہے اور جن دو مسلمانون کے درمیان نفاق ہو تو جس نے نفاق کو اپنے دل مین جگہ دی بس اُس کے ایمان مین
فتور ہے اور اگر دونون نے جگہ دی تو دونون کے ایمان مین فتور ہے اور اسپر بدیہی دلیل یہ ہے کہ اگر شمع ایمانی دونون مین صاف
روشن ہوتی تو اُن کے باطن صاف اور متحد ہوتے ولیکن نفاق دلیل ہے کہ بقدر تاریکی کے باہم منافرت ہے پس اس زمانے مین جو لوگ
اہل اسلام مین وہابی و بدعتی و مقلد و غیر مقلد وغیرہ بُرے القاب و بدخیالات سے باہم نفاق رکھتے ہین وہ اپنے قلوب کو تنہائی
مین اپنے رب عزوجل کے حضور مین پیش کر کے آزمائش کرین کہ آیا اُنکو اہل اسلام سے نفاق کا قصد نہین ہے بلکہ وہ صاف
شمع پاکیزہ ہین یا یہ بلا اُن کے فسق قلوب مین پیدا ہوئی ہے تاکہ توبہ کرین واللہ سبحانہ تعالیٰ ہو الموفق۔ اگر کہا جاوے کہ جن القاب مین
کچھ ناگوار معنی پیدا ہوتے ہین اگرچہ وہ عموماً ممنوع ہون تو سلف مین کیونکر بعضے ایسے القاب مشہور ہو گئے جواب یہ ہے کہ ممانعت بُرے
القاب سے اس شرط کے ساتھ مخصوص ہے کہ مخاطب اُن کو ناگوار سمجھے اور اگر اس کو ناگوار نہ ہو تو جائز ہے اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم اکثر
اپنے حق مین ایسے القاب کو پسند فرماتے تھے جنمین ان کے نفس کے حق مین عیب جوئی ہو تاکہ اُن کے نفس مین رعونت و تکبر کا شائبہ
بھی نہ آنے پاوے کیونکہ وہ لوگ پیشوائے اُمت تھے اور پیشوا ہمیشہ بڑے خطرناک بلند مقام پر ہوتا ہے کیونکہ لوگ اُس کے واسطے
اپنی آنکھین بچھاتے ہین اور اپنی ہتلیون پر اُس کو بٹھاتے ہین تو وہ بزرگ اپنے نفس کے خوب عارف تھے لہذا اپنے ایمان کی حفاظت
کے واسطے اپنے نفس کے لیے ایک ناگوار لقب کو بہت پسند کرتے تھے جیسے سلیمان مہران تابعی کا لقب اعمش ہے یعنی چندھا
جسکو اچھی طرح نظر نہ آوے اور جیسے اعرج تابعی جلیل شاگرد ابو ہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہ اور بعض سلف رضی اللہ عنہم اہل قوت
تھے یعنی اپنے نفوس پر ایسا قابو رکھتے تھے کہ مدح کے القاب بھی ان کے نفس مین کچھ اثر نہین کرتے تھے اور وہ بالکل حق و صدق
ہوتے تھے تو وہ بھی منع نہین ہین جیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کہلاتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلقب فاروق و بلقب
امیر المومنین مشہور تھے حالانکہ تواتر قطعاً معلوم ہے کہ باوجود لقب امیر المومنین کے آپ کے لباس مین پیوند پارہ ہوتے تھے اور
یتیمون کی پرورش و پرداخت کرتے رہتے تھے اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بلقب ذو النورین اور حضرت علی رضی اللہ عنہ
بلقب ابو تراب ابو الحسن و اسد اللہ وغیرہ معروف تھے اور جیسے خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کا لقب سیف اللہ تھا اور یہان سے ظاہر
ہو گیا کہ ہمارے زمانہ مین جو علما اپنے حق مین علامہ محقق و مدقق وغیرہ القاب مدح کو پسند کرتے ہین وہ اپنے نفوس سے ہوشیار رہین
کہ اگر یہ القاب اُنکے نفوس مین مؤثر ہوتے ہون تو یقین جان لین کہ یہ دنیا مین اُنکی مشقت کا عوض ہے اور آخرت مین وبال ہے نعوذ باللہ من الخسران فی الدنیا والآخرۃ اللہم لا تجعلنا منھم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا

اے ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتین کرنے سے مقرر بعضی تہمت گناہ ہے اور نہ

تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ

بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور بد نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو بھلا خوش لگتا ہے تم مین کسی کو کہ کھاوے گوشت اپنے

أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ۝

اپنے بھائی کا جو مردہ ہو تو گھن آئے تم کو اس سے اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ بیشک اللہ معاف کرنیوالا ہی مہربان

واضح ہو کہ باہمی اتحاد و اتفاق مین خلل ڈالنے والے اقوال یا افعال ظاہری کا بیان اوپر کی آیات مین ہو چکا اور باقی رہے بعض وساوس باطنی
جیسے کسی کی طرف سے بدگمانی کرنا تو ایسے امور سے بھی منع فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ
اے ایمان والو بہتیرے گمان سے پرہیز کرو ف یعنی بہتیرے گمانون کو دل مین راہ مت دو اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ البتہ بعض
گمان خود گناہ ہے ف یہ کلام حکمت بمنزلہ بیان مدلل ہی کیونکہ بعض گمان اسقدر قبیح ہوتا ہے کہ وہ خود گناہ ہوتا ہے حالانکہ
اگر وہ خود گناہ نہ ہوتا بلکہ اُس سے گناہ پیدا ہوتا تو بھی قبیح تھا پس ظاہر ہو گیا کہ گمان ایسی چیز ہے کہ اُس کے بعضے اقسام ا
درجہ بدتر ہوتے ہین کہ بذات خود گناہ ہوتے ہین تو لازم آیا کہ ہر گمان کو احتیاط کے ساتھ دیکھنا چاہیئے ہو اگر کہا جاوے کہ کل گمان
سے ممانعت نہین فرمائی گئی بلکہ اکثر گمان سے اجتناب کا حکم دیا کہ اسمین کیا حکمت ہی حالانکہ گمان سے فائدہ حاصل نہین ہوتا
ہے بدلیل قولہ تعالیٰ۔ ان الظن لایغنی من الحق شیئا یعنی امر حق حاصل ہونے کیلئے گمان کا ذریعہ کچھ بھی نہین کفایت کرتا ہے پس
تو جب اس سے حق کا فائدہ نہو تو کل گمان کو ترک کرنا چاہیئے مترجم کہتا ہے کہ ہان جس موقع پر علم حقیقی کی ضرورت ہو وہان بیشک
ہر طرح کا گمان بیفائدہ اور متروک ہی ولیکن ہر موقع پر اور ہر گمان کی نسبت یہ حکم نہین دیا جا سکتا ہے اور اس کی توضیح یہ ہی کہ
اللہ تعالیٰ نے علم و قیاس و گمان و وہم سب اقسام کو پیدا کیا اور ہر ایک سے امتحان مقرر ہے یعنی مومن و کافر ہر ایک کو یہ چیزین
دی گئی ہین سوائے عقل کے کہ وہ فقط ایمان کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وہ قلب کے کھلنے کے بعد ظاہر ہوتی ہے اور کافر کا قلب بند
رہتا ہے اور مومن کا قلب کھلتا ہے تو اسی کو عقل بھی حاصل ہے اور یہی نکتہ ہے کہ کافر بدون عقل کے امر حق حاصل ہونے کی
کوشش کرتا ہے اور اس کے پاس سب سے اعلیٰ ذریعہ ظن و قیاس ہی حالانکہ ابھی معلوم ہو چکا کہ تحقیق حق کے واسطے ظن کچھ بھی نہین کفایت
کرتا تو لامحالہ وہ علم حق سے محروم رہ جاتا ہے اور اگر اُس کا قلب پہلے نور ایمان سے کھلے تو عقل ظاہر ہو جاوے اور جس حق سے وہ
محروم رہا تھا اب اس کو بہت آسانی سے حاصل ہو جائے اور یہان سے یہ بھی سراغ حاصل ہوا کہ ان اقسام مین سے ہر ایک
کے واسطے موقع و محل ہے خواہ اسکو مومن استعمال کرے یا کافر استعمال کرے حتیٰ کہ جب کوئی گمان بے موقع عمل مین لائے گا تو خطا
مین مبتلا ہوگا مثلاً دنیاوی مطلوب حاصل کرنے کیواسطے اگر کسی نے صرف وہم و خیال پر کوئی کام سلطنت شروع کیا تو برباد ہوگا اور
اگر متفق ہو کر مشورہ و قیاس و ظن کے علامات سے تدبیر نکالی تو بہتر ہے لیکن مترجم کہتا ہے کہ یہان کافرون سے بحث چھوڑ کر
مومن کے حالات سے آگاہ کرے اور ایمان کی اصل یہ ہی کہ دنیا کو ناپائدار سمجھکر آخرت و رضوان الٰہی کیواسطے دنیاوی زندگی کو
اسطرح پورا کرنا کہ انجام کار کچھ رائگان و برباد نہ ہو اور اسمین دو قسم کے افعال ہین اول اعتقادات مثلاً ایسے اعمال ظاہری جو
اسی حق پر مبنی ہون اور دوم ایسے خیالات و اعمال جیسے اصل مقصود نیکی و ثواب ہے اگرچہ ہم کو ان کی شناخت بذریعہ گمان
حاصل ہو پس جاننا چاہیئے کہ امر اول کے واسطے علم عقلی و قطعی ضرور ہے اور وہان گمان کو ہرگز دخل نہ دینا چاہیئے مثلاً اللہ تعالیٰ
کی معرفت کیواسطے قطعی آیات و احادیث پر مدار ہے اگر کسی نادان نے یہان گمان کو کچھ دخل دیا تو گمراہ ہو جائیگا اگر کوئی کہے کہ
یہان گمان کے دخل کی ضرورت ہی کیا ہے تو جواب یہ ہی کہ آدمی ہر حال مین اپنے دعوی پر نہین چھوڑا گیا ہے بلکہ امتحان مین

Marfat.com

ڈالا گیا ہے تو ضرور ہے کہ ہر موقع پر گمان اپنی مداخلت کریگا پس اگر بندہ ایمان لایا ہو تو وہ اپنے قیاس و گمان کو رد کرکے قرآن و حدیث پر مضبوط رہیگا اور اگر اسکے دل میں تذبذب ہے تو قیاسات و گمان کے رنگا رنگ آرائش میں مبتلا ہوکر آیات قطعیہ میں مذبذب ہوگا اور نفسانی فریب سے اُن میں بیجا تاویلات کریگا اور جس بندے کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہدایت و علم عطا فرمایا وہ قدرت کا عجیب تماشا دیکھیا رہتا ہے کہ اس موقع امتحان میں راہ سنت کو چھوڑ کر کس قدر کثرت سے گمراہ فرقہ پیدا ہوگئے اور ہر ایک نے وحی قطعی نص یقینی کو چھوڑ کر اپنے گمان و خیال کی پابندی کر لی مثلاً دوسری صدی شروع میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی حالت بہت قریب زمانہ کی وجہ سے بالکل معروف و عیاں تھی اور تمام مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم و کبار تابعین جو عموماً عرب تھے اور بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حق میں داخل ہوئے پس وہ لوگ اگرچہ صحابی ہونے کی نعمت سے محروم رہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلیہ حالات سے بخوبی واقف تھے تو ان سب کا مجموعہ ایسی جماعت کثیر و جم غفیر ہے کہ جو واقفیت ان کو حاصل ہے وہ خبر متواتر و قطعی ہی پھر اس جماعت متواترہ کے درمیان یہ بات مشہور متواتر تھی کہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کبار اصحاب اور قطعی جنتی ہیں و لیکن باوجود اسکے بھی ایک جماعت خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے انحراف کیا بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں اپنی بیجائی سے کافر ہو جانے و مرتد ہو جانے کا اطلاق کیا پھر جب دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں جلیل القدر صحابی ہونا متواتر معلوم ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں خصوصاً آیات کثیرہ قطعی دلیل ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومنین برحق و مفلحین و صادقین ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ الآیۃ سے بے انتہا بزرگی ظاہر فرمائی تو ان خارجیوں سے اس کے مقابلہ میں کچھ بن نہ پڑا تو ان خبیثوں نے یہاں اپنے ظن و گمان سے بیجا کام لیا یعنی جو بات اپنے گمان سے نکالی تھی اس کو اعتقاد بنایا اور قطعی آیات و احادیث و امر متواتر کو بیجا تاویلوں سے بگاڑا یہ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ اول تو ظن سے وہ بات ثابت کی جہاں ظن کچھ کام نہیں کرتا ہے کیونکہ اعتقاد حق میں ظن بالکل مفید نہیں ہے و لیکن ان گمراہوں نے اپنے ظن سے اپنا اعتقاد جمایا دوم یہ تعجب ہے کہ جو بات قطعی متواتر ثابت تھی اسمیں اپنے ظن کی وجہ سے تاویل بیجا کی مثلاً کہا کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے بلکہ جیسا ہوتا جاتا ہے ویسا ہی حکم ہوتا جاتا ہے پس حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے اچھے تھے تب ان آیات سے ان کی فضیلت ظاہر تھی پھر جب باغیوں سے مصالحہ کیا تو مرتد ہوگئے اور وہ فضیلت جاتی رہی پس غور کرو کہ ان گمراہوں نے اپنے گمان کے پیچھے کسقدر بگاڑا حتی کہ اپنے گمان کا حکم جاکر اللہ تعالیٰ پر لگایا نعوذ باللہ من الضلال اور اسی طرح بعینہ یہی حال فرقہ روافض کی گمراہی کا ہے کہ انھوں نے ایسے ہی گمان کے طوفان بجانب خلفائے سابقین یعنی حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم لگائے بلکہ ایک بات میں یہ لوگ فرقہ خوارج سے بھی بڑھ گئے یعنی حضرت ابوبکر وغیرہ رضی اللہ عنہم کی خلافت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی اجماع سے واقع ہوئی اور جو بشارات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کے واسطے بیان فرمائے تھے وہ سب انھیں خلفاء رضی اللہ عنہم کی خلافت میں ظاہر ہوگئے پھر بھی روافض نے ان کو کافر و مرتد قرار دیا بلکہ اُن کی اتباع کرنے والے جمیع صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کو بھی مرتد ٹھہرایا مگر اپنے زعم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ مع چند صحابہ کے جنکی تعداد پچیس تک نہیں پہنچتی ہے مستثنیٰ کئے پھر جب دیکھا کہ یہ لوگ برابر ان کے پیچھے نماز پڑھتے اور ان کے جھنڈے کے نیچے جہاد کرتے اور ان کے جہاد کی لونڈیوں کو حلال رکھتے اور اُن کے نکاح میں اپنی بیٹیاں دیتے تھے تو لاچار ہوکر یہ افترا باندھا کہ حضرت علی وغیرہ رضی اللہ عنہم نے تقیہ کیا

Marfat.com

حتی کہ کہا کہ ام کلثوم دختر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ ثانی نے زبردستی چھین لیا تھا مترجم کہتا ہے کہ ان گمراہون کے اقوال سے جو عیب و مذمت بحال اہلبیت رضی اللہ عنہم عائد ہوتی ہے اس سے ہر ایماندار کے رونگٹے غضبناک ہو کر بہتان باندھنے والون پر قہر کا نیزہ ہو جاتے ہین بالجملہ مترجم ایسی مثالین ہر فرقہ گمراہ کے واسطے کہانتک بیان کرے اور غرض یہ ہے کہ جس شخص نے گمان کو بے موقع استعمال کیا وہ امتحان مین گمراہ ہو گیا پس عقائد مین گمان کا دخل دینا بالکل باطل ہے اسی طرح اعمال شرعیہ مین جہان یقین کے مقابلہ مین گمان معارضہ کرے وہان گمان مردود ہے اور اسی طرح معاملات مین بھی یہی حکم ہے مثلاً ایک شخص مقتول پایا گیا اور لوگون نے اس جانب سے ایک شخص کو آتے دیکھا کہ اُس کے ہاتھ مین چھری بھی موجود ہے بلکہ یہ بھی ثابت ہوا کہ اس شخص کو مقتول کے ساتھ کچھ عداوت بھی تھی ولیکن یہ شخص بالکل انکار کرتا ہے کہ مین نے اسکو قتل نہین کیا تو اس سے قصاص نہین لیا جائیگا کیونکہ یقینی معائنہ چاہیئے ہے اور یہان صرف بظاہر علامات سے گمان غالب ہے کہ اُسی نے قتل کیا حتی کہ بہت سے دلون مین تیقن پیدا ہو جائیگا کہ یہی قاتل ہے لیکن یقین نہین ہو سکتا اور واضح ہو کہ یقین اور تیقن مین فرق یہ ہے کہ تیقن تو انسان کے دل مین کوئی بات جم جانے سے پیدا ہو جاتا ہے جیسے یہان صورت مذکورہ مین ایسے اسباب جمع ہو گئے ہین کہ آدمی کے دل مین یہ بات سمجھ گئی اور اس کو تیقن ہو گیا کہ یہی قاتل ہے ولیکن یہ یقین نہین ہے کیونکہ یقین کی یہان کوئی صورت نہ تھی سوائے اسکے کہ یا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے اور اُن پر وحی آتی کہ یہ قاتل ہے یا نزدیک سے اچھی طرح صاف نظر سے دیکھا جاتا کہ اس شخص نے قتل کیا ہے حتی کہ اگر یہ شخص اپنی زبان سے اقرار کرے کہ مین قاتل ہون تو بھی یقین نہ آئیگا اگرچہ وہ اپنے اقرار کی وجہ سے قصاص مین قتل کر دیا جائیگا لیکن یقین کی کوئی صورت نہین کیونکہ شاید یہ شخص جھوٹا ہو یا اپنے خلل دماغ کی وجہ سے یا دنیا کی کسی تکلیف سے اُکتا کر موت چاہتا ہو بالجملہ ایسے وجوہ مین بھی گمان پر عمل نہ ہوگا اگر کہا جاوے کہ شرعی مسائل بہت سے اجتہادی قیاسی ہین تو وہان کیونکر گمان پر عمل کیا گیا جواب یہ ہے کہ وہان گمان پر عمل نہین ہے بلکہ اللہ تعالی نے اس امت کیواسطے اعتقادات حقہ کے ساتھ مین اصول اعمال شرعیہ فرض کر دیئے تو ان مین کسی قیاس و گمان کو گنجائش نہین ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا اور سوائے ان کے آدمی کو اپنی زندگی مین طرح طرح کے وقائع و معاملات پیش آتے ہین بلکہ قیامت تک بہت سے امور بتقدیر الٰہی پیدا ہوتے جاتے ہین جو وحی نازل ہونے کے وقت نہ تھے اگرچہ علم الٰہی ان کو محیط ہے جیسے ریل پر نماز پڑھنا اور تار برقی کی خبر پر عمل کرنا اور منی آرڈر وغیرہ ہنڈاون کے معاملہ تو ایسے احکام بیشمار کیواسطے دو ہی صورتین تھین یا تو سب امور کے احکام جو قیامت تک واقع ہونے والے ہین بلکہ ہر شخص کی عمر بھر کی سوانح کا حکم بھی نازل ہوتا اگرچہ قرآن مجید کی ضخامت صدہا مجلدات تک بڑھ جاتی لیکن [illegible] بندے حفظ کلام الٰہی و تلاوت وغیرہ کے ہزارہا فوائد سے جنمین بے انتہا ثواب بھی تھا سب سے محروم ہو جاتے بلکہ سب آدمیون پر ایسی حکم حتمی کی سختی بشدت پیش آتی اور ہر ایک ملک و حال کے تفاوت سے اور ہر مزاج کے تفاوت سے بے انتہا اختلاف و مشقت لازم آتی پس حق تعالی نے اس سے معذور فرمایا اور جسکو کچھ بھی عقل ہے وہ میرے اشارے سے سمجھ جائیگا کہ اسمین بے انتہا خرابیان تھین جنکا بیان بہت طویل ہے دوسری صورت یہ کہ حق سبحانہ تعالی نے قرآن و حدیث مین اصول کلیہ ارشاد فرمائے اور امتیون کو اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ارشاد پر اجتہاد کی لیاقت دیدی کہ جس ملک مین جس شخص پر جیسی حالت مین کوئی معاملہ پیش آوے وہ اپنے مجتہد سے دریافت کرے اور مجتہد عالم اپنی کوشش کامل سے آیات و احادیث کے اصول سے اسکا حکم استنباط کر کے بتلاوے کہ مجھے موافق شریعت کے یہ حکم ظاہر ہوتا ہے اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ دو حال سے خالی نہین یا تو اُسنے اجتہاد سے ٹھیک حکم پایا یا بلکہ خطا کی لیکن جہانتک ممکن تھا کوشش کر چکا

Marfat.com

اور جو حکم ظاہر ہوا اُسی کی پابندی مین بندگی ظاہر کی تو اُسنے اپنے نفس کو اپنی نیت خالص مین شریعت کا پابند کیا اور اللہ تعالیٰ نے نص قطعی مین حکم دیدیا ہے کہ ہم ایسے بندے کو بھی ثواب دین گے اور یا اُس نے اپنے اجتہاد سے وہ حکم پایا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک فی الواقع ہی تو اسکی نسبت نص مذکور مین اول سے دو چند ثواب ہے پس نتیجہ یہ نکلا کہ دونون طرح اللہ تعالیٰ نے ثواب دیا اور ان اسمال سے یہی مقصود تھا کہ رائگان نہو بلکہ ثواب ملے پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کو حکم دیا کہ اپنے عالمون سے ہر واقعہ کا حکم دریافت کرین اور عالم ہر ایسے حکم کو جو منصوص نہین ہے کلیہ نصوص سے استنباط کر کے بتلاشے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا کہ ہم اُسکے عامل کو ثواب دین گے۔ پھر عالم نے جو کچھ استنباط کیا وہ قطعی نہین ہوسکتا کیونکہ یہی صورت مفروض ہے کہ وہ منصوص نہین ہے تو یہ استنباط و اجتہاد ظنی ہی لیکن ہم پر یہ ظن حجت نہین ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قطعی حکم دیا کہ بندۂ مجتہد کے ظن پر عمل کرو پس ہم نے قطعی حکم پر عمل کیا ہے اور اسمین بے انتہا فوائد ہین اول تو قرآن مجید کلام بلیغ آسان ہی ہر شخص اس کی تلاوت کرتا بلکہ حفظ کر سکتا ہے اور اس کے حفظ و علم سے علماء مجتہدین پیدا ہوتے ہین اور ان کو دقائق و استنباط کرنے کا ثواب عظیم ملتا ہے اور انوار اسرار اور لطائف حکمت سے قلب منور ہوتا ہے اور مجتہدون مین بھی اعلیٰ و ادنیٰ کے مراتب ہین اور ان کے اجتہادات بھی جداگانہ واقع ہوتے ہین حتیٰ کہ مثلاً بعض کے اجتہاد مین ایک چیز جائز نکلی اور دوسرے کے اجتہاد مین مکروہ نکلی تو اُمتیون پر آسانی پیدا ہوگئی کیونکہ ہر ایک فرقہ جس کے اجتہاد پر عمل کرے ثواب پاوے گا لیکن جس فرقہ کے دل مین جم گیا کہ جائز کے اجتہاد پر عمل کرے تو اسپر یہی حکم دیانت برابر باقی ہے جبتک کہ اس کے دل مین یہ نہ آوے کہ مکروہ کا حکم اولیٰ ہے پھر جب مکروہ جم جاوے تو جائز نہ سمجھے مثلاً ایک مجتہد کے نزدیک خرگوش مکروہ ہے تو جو فرقہ اسی مجتہد کا قول اپنے دل مین موافق پاتا ہے وہ نہ کھاوے اور اگر اس کے دل مین آوے کہ دوسرے مجتہد نے جائز کہا ہے تو اسکو کھاوین تو ایسا نہ کرے ہان اگر دل مین آوے کہ یہ اوفق و دیانت ہے تو کھاوے اگر کوئی قوم ایسے جنگل مین ہو کہ وہان خرگوش کے شکار پر اکثر بسر اوقات ہی تو اُن کو آسانی مل گئی یا کسی بیمار کے حق مین اسکا گوشت دوا ہے اور مانند اس کے ہزارہا صورتین نکلتی ہین اور یہ خوب معلوم ہے کہ خرگوش کچھ عاقبت مین لے جانے کی چیز نہین ہے بلکہ دنیاوی زندگی بسر کرنے مین اگر اس کو شریعت کی پابندی کی نیت سے کھاوے یا نہ کھاوے تو ثواب ساتھ لیجائیگا اور اگر مترجم اس اصول کے فوائد کو اور جس طرح اس مین اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت شامل حال بندگان ہے مفصل بیان کرنا چاہے تو دراز کتاب تصنیف کرے ولیکن بندۂ مومن کو اشارہ کافی ہوتا ہے اس بیان سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مجتہد کے گمان پر جو اجتہاد سے حاصل ہوا ہے عمل کرنا ثواب ہی لیکن اُس کی پابندی کرنا ہمارے گمان سے نہین ہے یعنی ہم نے جو اسپر عمل کیا تو کچھ اسوجہ سے نہین کہ ہم نے گمان کیا ہو کہ آؤ اُس کی تعمیل کرین کچھ فائدہ ہوگا بلکہ ہم نے اللہ تعالیٰ کا قطعی حکم پایا کہ اسپر عمل کرو تو ثواب پاؤ گے تو مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرنا بدلیل قطعی ہے ہان مجتہد نے جو یہ حکم نکالا تو اپنے اوپر اس کو یہ قطعی یقین نہین ہوسکتا کہ مین نے ٹھیک نکالا ہے بلکہ انتہائے کوشش سے وہ غالب گمان رکھتا ہے کہ شاید یہی حکم ہو اور یہ بھی گمان کرتا ہے کہ شاید حکم وہ ہو جو دوسرے مجتہد نے نکالا ہے اسیوجہ سے اہل السنت والجماعۃ سب مین دلی اتحاد ہے کیونکہ سب مجتہدین خود سمجھتے ہین کہ قرآن و حدیث و اجماع صحابہ کو ملا کر جب اجتہاد کیا جاوے تو یہ سب احکام برآمد ہو سکتے ہین تو یہ معلوم نہین کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مین سے کون حکم صواب ہی یا شاید ان کے سوائے کوئی حکم ہو جو ہمارے اجتہاد مین نہین آیا ولیکن ہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ثواب کا وعدہ دیا ہے تو ہماری مراد حاصل ہے بخلاف خوارج وغیرہ

معتزلہ وغیرہ کے کہ ان گمراہ فرقون نے قرآن مجید کے معنی مین اپنے گمان پر بیجا تاویلین کرلین اور بہت سے صحیح احادیث سے انکار کردیا اور سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے اجماع سے منہ موڑا بلکہ اُن کی نسبت بدگوئی کی چنانچہ اوپر اسکا بیان گزر چکا یہان سے ہر مسلمان کو ظاہر ہوگیا کہ اہل السنۃ مین اور گمراہ فرقے خوارج وغیرہ مین مسائل عملی کا اختلاف نہین ہی بلکہ اعتقاد اصلی کا اختلاف ہی کہ گمراہون نے اپنے ایمان کی بنیاد اپنے نفس کے تیقن وگمان پر رکھی ہے اور آیات کے معانی کو اپنے اعتقاد کی طرف پھیر لیا ہے جسکا بیان مفصل مع مثال کے اوپر گزرا برخلاف اہل السنۃ کے کہ اُنھون نے قرآن وحدیث کو اصل قرار دیا اور اپنے نفس کو حکم خدا ورسول کے تابع کردیا اور گمان وتیقن پر اعتماد نہین کیا پس بالکل برعکس معاملہ ہے پھر اہل السنت مین جو گروہ مانند حنفی وشافعی ومالکی وحنبلی وغیرہ کے معروف ہین ان مین اصلی کچھ اختلاف نہین ہے بلکہ سب کے سب اسی ایک اصول پر ہین کہ قرآن وحدیث واجماع سلف پر اُن کی بنیاد ہے پھر اسی اصول پر اجتہاد کرکے وہ احکام نکالتے ہین جو قرآن وحدیث وآثار سلف مین مذکور نہین ہین پھر اجتہاد ایک مجتہد کا ایک جانب پہونچا اور دوسرے کا دوسری جانب پہونچا اور ان مین سے ہر ایک قائل ہے کہ شاید وہ حکم ہو جو دوسرے نے نکالا ہے لیکن میرے نزدیک خالص خدا کی بندگی کی نیت سے یہ راجح ہی جو مین نے نکالا ہے لہذا مین اسی کو اختیار کرتا ہون اور اسپر قطعی یقین نہین کرسکتا کیونکہ میرے پاس وحی نہین ہے اور دوسرے مجتہد کو غلط نہین کہہ سکتا شاید وہی ٹھیک ہو پس معلوم ہوا کہ سب مجتہدین وانکے تابع علمائے محققین باہم متحد ہین اور جماعت پر قائم ہین اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین حق کی شریعت کا عالم کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین علم اُٹھ گیا اور جہل پھیلتا جاتا ہے اور سخت تعجب ہے کہ اسوقت مین جو لوگ علما کہلاتے ہین وہ باہم اپنے اپنے مختلف فرقے بناکر جماعت توڑتے ہین اور اپنے آپ کو حق پر اور دوسرے مجتہد کو باطل پر اعلان کرتے بلکہ لعن طعن کرتے ہین اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور دین کی سمجھ عطا کرے اور یہ ان کے ایمان کی خرابی ہی یعنی اُن کے دلون مین آخرت کا یقین نہین بلکہ نفاق ضرور ہے اس دلیل سے کہ حدیث مین آیا ہے کہ منافق مین دو باتین کبھی جمع نہین ہوتی ہین ایک نیک خلقی اور دوم دین کی سمجھ پس معلوم ہوا کہ دلون مین نفاق ہے صرف دنیاوی وجاہت کے لئے یہ سب جدال ہے اللہ تعالیٰ ہدایت پر مستقیم فرماوے آمین۔ الغرض یہ گمان اجتہادی منع نہین ہی باقی رہا یہ امر کہ سوائے معاملات دین کے آدمی کے اندر گمان پیدا ہوتا ہے تو اس گمان کی صورتین بہت ہین اور ان کا کلیہ یہ ہی کہ بعضے گمان تو اپنے معاملہ مین دینی لباس مین ہوتے ہین مثلاً کسی مسلمان نے گمان کیا کہ میری عادت کی خوبی سے اللہ تعالیٰ نے اس محلہ والون سے وبا دور کردی یہ گمان بہت خراب ہے اور یہ شیطانی وسوسہ ہی کیونکہ اس سے اس کے نفس مین تجبر آیا اور اسکی عبادت ... ہان اگر اسکے محلہ مین کوئی نیک بندہ ہو تو کسی گمان کو اسکی نسبت قائم کرنے مین مضائقہ نہین ہے مگر دل مین مخفی رکھے اور بعضے گمان دنیاوی لباس مین آتے ہین مثلاً معاملۂ تجارت مین گمان کیا کہ فلان مسلمان نے اسواسطے ایسا کیا کہ مجھے خسارہ ہو حالانکہ اس مسلمان نے جو کچھ کیا وہ شرعاً ایسا فعل نہ تھا جو منع ہو تو یہ بھی بدگمانی وسوسۂ شیطانی ہے ہان اگر یہ گمان کرتا کہ اس نے میرے حق مین ضرر دیکھکر مجھے بچانے کیلئے ایسا کیا ہے تو اس مین مضائقہ نہ تھا اسی طرح یہ گمان کرنا کہ میری نماز وتسبیح لکھنے کے قابل نہین ہے پس پڑھنا بے فائدہ ہے یہ شیطانی وسواس ہے تاکہ محروم رہے یا یہ گمان کرنا کہ فلان بزرگ کا فاتحہ دلاؤن تو ایسا ہوگا یہ بھی وسوسہ ہے کیونکہ جب تقدیر سے وہ بات حاصل ہوگی تو یہ شخص یہ عقیدہ گڑھ لیگا حالانکہ اگر یہ کہتا کہ فلان بزرگ کا فاتحہ دلانے سے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے تو مضائقہ نہ تھا پس

Marfat.com

کلیہ قاعدہ یہ نکلا کہ ہر گمان جس سے وہ کوئی غیب کا دعوی کرے یا کسی مسلمان کے حق مین عیب لگاوے یا اس سے ملال پیدا ہو یا اس کے نفس مین تکبر وغیرہ بد خصلت پیدا ہو یا جناب باری تعالی جل شانہ کی نسبت اپنی رائے سے کوئی حکم تراشے یا امور کی شریعت مین مومنون کے خلاف راہ بناوے تو یہ سب گمان باطل و وسوسہ شیطانی ہے اور اگر ایسا گمان ہو کہ جس سے اپنے نفس کی اصلاح کرے اور اسکی رعونت توڑے یا بھائی مسلمان کی نسبت نیک گمان کرے یا اس سے مسلمانون مین اُلفت واتحاد بڑھے یا جناب باری تعالی مین رجوع ہو تو مضائقہ نہین ہے حدیث مین ہے کہ جو کوئی مرنے لگے تو ضرور ایسی حالت پر جان دے کہ اپنے رب سے نیک گمان رکھتا ہو۔ (الصحیح) اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ بندے کو جو میرے ساتھ گمان ہے مین اُسکے گمان ہی پر اس کے ساتھ ہون (الصحیح) تو یہ گمان خوب ہی کہ اپنے مولی عزوجل کی بارگاہ کبریائی مین نیک گمان سے اُمیدوار ہو خصوص جبکہ مرنے لگا اور عمل کرنے کا وقت باقی نہین ہے تو یہ گمان واجب ہے، بالجملہ گمان کے اقسام بکثرت ہین جو مباحات مین بھی جاری ہوتے ہین اور اُن کا کلیہ یہی کہ نیکی کا گمان بعض واجب ہے جیسے مرتے وقت اپنے رب عزوجل کے ساتھ اور بعض مستحب ہے جیسے عام مسلمانون کے ساتھ اور اسی طرح بدی کی جانب بعض گمان حرام ہے اسواسطے اللہ تعالی نے فرمایا کہ بعض گمان گناہ ہے شیخ ابن السعود رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ظن کے اقسام مین سے بعض کی پیروی کرنا واجب ہوتا ہے جیسے اللہ تعالی کے ساتھ نیک گمان رکھنا واجب ہے اور جیسے عملی کامون مین جہان کوئی قطعی حکم موجود نہ ہو وہان عالم کے اجتہادی گمان کی پیروی کرنا واجب ہے اور بعض قسم کا گمان حرام ہے جیسے نبوت کے معاملات مین گمان دوڑانا یا اللہ کے صفات مین اور آخرت کے معاملات مین گمان دوڑانا حرام ہے بلکہ جسقدر قرآن وحدیث سے ثابت ہوا ہے اسی پر یقین کرنا واجب ہے، اسی طرح عملی مسائل مین جہان نص قطعی موجود ہو تو اس کو چھوڑ کر اپنے گمان پر مخالفت کرنا حرام ہے اور اسی طرح مومنون کے ساتھ بدگمانی کرنا حرام ہے اور بعض گمان مباح ہوتا ہے جیسے اپنا رزق ومعاش حاصل کرنے کی تدبیرون مین اپنا گمان دوڑانا مباح ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت مین کہا کہ اللہ تعالی نے مومنون کو منع فرمایا کہ اپنے بھائی مومنون کیساتھ بدگمانی نہ کرین امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالی اپنے مومن بندون کو منع فرماتا ہے کہ بہت سی بدگمانیون سے پرہیز کرین جیسے بیجل اپنے قرابتیون کو اور اہل وعیال کو بلکہ دیگر لوگون کو تہمت نہ لگاوین اور بدگمانی کرکے ان کی طرف سے دل مین دغدغہ نہ لاوین اور ہم کو حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت پہونچی ہے کہ آپنے نصیحت فرمائی کہ آدمی کو چاہیئے کہ جب اُس کے بھائی مومن کی زبان سے کوئی کلمہ نکلے اور وہ اس کے ٹھیک معنی بٹھلا سکتا ہو تو کبھی اسکو بدگمانی کے موقع پر نہ لاوے ابن ماجہ نے سنن مین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خانہ کعبہ کا طواف فرماتے اور یہ کہتے جاتے ہین کہ تو کس قدر پاکیزہ ہے اور تیری خوشبو کس قدر پاکیزہ ہے تو کیسی بڑی تعظیم والا ہے اور تیرا احترام کس قدر عظیم ہے لیکن مین اُسی پاک عزوجل کی قسم کھاتا ہون جس کے قبضہ مین میری جان ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک بندہ مومن کی جان و مال کی حرمت تجھسے بھی بہت زیادہ ہے اور بندہ مومن کے حق مین بہت زیادہ احترام یہ ہے کہ سوائے بھلائی کے اسکی نسبت کچھ بھی گمان نہ کیا جاوے (تفرد بہ ابن ماجہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار اے لوگو تم بدگمانی سے بچتے رہو کیونکہ بدگمانی سب جھوٹی باتون مین سے بدتر جھوٹ ہے اور عیب جوئی و نکتہ چینی مت کرو اور نفیس چیزون کے ذریعہ سے ایک دوسرے پر زیادتی مت چاہو اور باہم حسد مت کرو اور ایک دوسرے سے بغض مت رکھو اور ...

Marfat.com

کسی کا عیب مت کہو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بنے رہو (مالک بخاری و مسلم و ابو داؤد) اور کسی مسلمان کو حلال نہین ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑے (حدیث انس عند مسلم والترمذی) حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت مین تین باتین لگی رہین گی شگون اور حسد اور بدگمانی پس ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس شخص مین یہ باتین ہون تو کس چیز سے دور ہون گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حسد آوے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے اور جب بدگمانی آوے تو اس کو دل مین جگہ نہ دے اور جب شگون سے کھٹکے تو اسی کو پورا کر جاوے (الطبرانی) یعنی مثلاً کہین جانا چاہتا ہے اور کسی نے کہا کہ چھینک ہوئی یا کوئی اور بدشگونی بیان کی گئی یا کہا کہ قمر در عقرب ہے، یا ادھر جانا نہین ہے حالانکہ وہ قصد کر چکا ہے تو اس کا ہرگز خیال نہ لاوے کیونکہ امور الٰہی مقدر ہین اور جو کچھ پہونچنے والا ہے وہ ہر جگہ پہونچتا ہے اور جو نہین پہونچنے والا ہے وہ کسی طرح نہین پہونچتا ہے خواہ امر نیک ہو یا ناگوار ہو۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے نیک کلمہ سنکر نیک فال لیتے تھے تو جواب یہ ہے کہ آپ اُس نیک فال کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مراد حاصل ہونے کیواسطے فال نیک سمجھتے تھے اور یہ مطلب نہین ہے کہ اپنے عزم مبارک کو اُس سے مربوط رکھتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ یعنی جب تو عزم کرے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر۔ اسمین یہ قید نہین ہے کہ اگر فال نیک ہو تو پورا کر ورنہ چھوڑ دے۔ اور یہان نکتہ یہ ہے کہ بندۂ مومن کو اپنے رب عزوجل کے ساتھ نیک گمان رکھنا بھی نیکی و عبادت ہے پس اگر وہ اپنے دل مین مضطرب ہوگا تو شیطان اور اُس کی پیروی کرنے والے جانور و انسان ایسے موقع پر خواہ مخواہ اس بندۂ مسلمان کے سامنے ہوکر زبان سے کوئی ناگوار کلمہ نکالین گے تاکہ اس کا گمان بدل جاوے اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر مسلمان کے نور مین یہ قوت نہین ہوتی ہے کہ شیطانی لوگ اُس کے سامنے آنے سے گھبراتے ہون خصوصاً ایسے مسلمان کے سامنے جو اس طرح شگون سے مضطرب ہو جاتا ہے بخلاف اولیا و صادقین کے کہ اکثر اُن کے سامنے اُن کے نور کے خوف سے شیاطین مقابل نہین ہوتے تو اسوقت اگر کوئی کلمہ نیک سنا جاتا ہے تو اُسکی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ شیطانی فریب نہین ہے فافہم۔ ابوداؤد نے سنن مین زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ یہ فلان شخص ہے اس کی داڑھی سے شراب ٹپکا کرتی ہے (ابن ابی حاتم کی روایت مین اسکا نام ولید بن عقبہ بن ابی معیط ہے) تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو عیب جوئی سے منع کر دیا گیا ہے ولیکن اگر ہم کو کوئی بات ظاہر ہو جائے گی تو ہم اس سے مواخذہ کرین گے (رواہ ابن ابی حاتم) و جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ میرے پڑوس مین کچھ لوگ خفیہ شراب پیا کرتے تھے تو مین نے عقبہ سے کہا کہ یہ لوگ شراب پیا کرتے ہین مین کوتوال کو بلاتا ہون کہ وہ آکر اُن کو گرفتار کرے عقبہ نے کہا کہ ایسا مت کر بلکہ ان کو دھمکا اور نصیحت کر پس مین نے یہی کیا ولیکن وہ لوگ باز نہ آئے پھر مین نے عقبہ سے ذکر کیا کہ وہ لوگ باز نہین آتے ہین اور اب مین اُن کی گرفتاری کے واسطے کوتوال کو بلاتا ہون عقبہ نے کہا کہ ارے ایسا مت کر اور مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی ہے کہ جس شخص نے مرد مومن کی پردہ پوشی کی تو گویا اُسنے زندہ درگور لڑکی کو اسکی قبر سے نکالکر جلایا (احمد و ابوداؤد والنسائی) معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی کہ اگر تو لوگون کے عیب ڈھونڈھے تو ان کو بگاڑ دیگا یہ خبر ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کو پہونچی تو فرمایا کہ معاویہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک کلمہ سنا تھا جسنے اُسکو نفع پہونچایا (ابوداؤد) اور ایک حدیث مین ہے کہ سلطان اگر اپنی رعیت کی عیب جوئی

Marfat.com

جاہے تو ان کو بگاڑے گا اس حدیث کو ابوداؤد نے ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے [illegible]
بھی ہے وہ یہ کہ رعیت کے دل اپنے سلطان کی جانب مائل ہوتے ہیں پس اگر سلطان کی طرف سے ان کی جانب عیب [illegible]
[illegible] کے دلون میں عیوب کی خواہش پیدا ہو جائے گی اگرچہ پہلے وہ لوگ صاف طینت ہوں فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ [illegible]
تجسس مت کرو۔ اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ تجسس کسی بات کی کرید کرنا ابن کثیر نے کہا لیکن استعمال میں تجسس [illegible]
ہیں جو بد [illegible] و بدنیتی کے ساتھ ہو اور اگر کسی بات کی تفتیش نیک نیتی سے کی جاوے تو اس کے واسطے تحسس بولتے ہیں یعنی بجائے جیم کے
حائے حطی بے نقطہ ہے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حکم دیا تھا یابنی اذہبوا فتحسسوا من یوسف واخیہ الآیۃ یعنی اے
میرے پیارے بیٹو تم جا کر یوسف و اس کے بھائی کی تلاش میں اچھی طرح کرید کرو۔ لیکن اگر تحسس میں بھی دوسرے کو ضرر پہنچانا
مقصود ہو یا بدون قصد کے دوسرے کو ضرر پہونچتا ہو تو یہ بھی منع ہے مثلاً عام لوگ یہ قصد کریں کہ فلان بزرگ کے زہد و عبادت
کا حال دریافت کرنے میں کوشش کریں تاکہ لوگوں میں اسکا نام مشہور ہو تو یہ تحسس بھی اچھا نہیں ہے اگرچہ یہ لوگ اپنی سمجھ کے موافق
اُس کے حق میں بہتری چاہتے ہیں و لیکن درحقیقت اس کے حق میں ضرر ہے اسواسطے کہ جب وہ لوگوں میں مشہور ہوا اور ہر طرف سے
لوگوں نے اسکو اپنا سرتاج بنایا تو اس کے نفس میں ہر وقت طرح طرح کے مغرور خیالات آویں گے پھر اگر وہ عالم نہ ہو تو غالباً اپنے
نفس کے فریب میں آ جائے گا اور اگر وہ عالم سمجھدار ہے اور اُس نے شیطان کا فریب دریافت کر لیا کہ وہ ان عوام کے ذریعہ سے میرے
نفس کو مغرور کر کے تباہ کرنا چاہتا ہے تو بھی ضرر سے خالی نہیں ہے اسواسطے کہ ہر وقت اسکو اپنے نفس سے ایسے خیالات دور کرنے کی ضرورت
ہوگی تو اُس کے اوقات عبادت میں خلل پیدا ہوا اور ہر وقت وہ خلجان میں پڑ گیا اور حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ لوگو باہمی تحسس بحائے مہملہ مت کرو اور تجسس بالجیم مت کرو اور ایک دوسرے سے بغض مت رکھو اور تدابر مت کرو اور اللہ تعالیٰ کے بندے بھائی
بھائی بنے رہو (الصحیح) اس حدیث میں تحسس بحائے مہملہ کی تفسیر میں بعض علماء نے یہی معنی بیان کئے جو اوپر مذکور ہوئے یعنی جیسے تجسس
بجیم سے منع فرمایا کہ لوگوں کے عیب نہ ڈھونڈھو اسی طرح تحسس بحائے مہملہ سے بھی منع فرمایا کہ اُن کی خوبیاں بھی مت تلاش کرو اور
اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث میں تحسس بحائے مہملہ کی یہ تفسیر بیان فرمائی کہ کسی جماعت کی باتوں کی طرف کان لگانا حالانکہ وہ
لوگ اسکو ناگوار سمجھتے ہوں پس حدیث میں یہ معنی ہوں گے کہ اہل ایمان اگرچہ سب بھائی بھائی ہیں لیکن بعضے امور ایسے ہوتے ہیں کہ اُن سے
فقط خاص خاص لوگوں کو آگاہ ہونا چاہیئے اور عموماً راز فاش کرنے میں بعضے بھائیوں کو ضرر پہونچنے کا احتمال ہے تو جہاں فقط تین آدمی جمع ہوں
وہاں اُن میں سے دو آدمیوں کو نہیں چاہیئے کہ تیسرے کو چھوڑ کر باہم خفیہ باتیں کریں اور جہاں اس سے زائد جماعت ہو وہاں مضائقہ نہیں
ہے کہ دو آدمی خفیہ باتیں کریں کیونکہ دوسروں کے دل میں اس سے ناگوار خیال پیدا نہ ہوگا اور اس حالت میں باقیوں میں سے بھی کسی کو
تحسس بحائے مہملہ جائز نہیں ہے یعنی یہ نہ چاہیئے کہ خفیہ اُن کی باتیں سننے کیواسطے کان لگاوے حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ تدابر مت کرو بعض علماء
نے کہا یعنی پیٹھ پیچھے اُن کی عیب جوئی مت کرو اور امام اوزاعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپس میں بول چال مت چھوڑ دو یہی
بہتر ہیں کیونکہ عرب کی زبان میں تدابر یہ ہو کہ دو آدمی سامنے ہوئے مثلاً ایک شخص ایک طرف سے آتا تھا اور دوسری طرف سے دوسرا اس کے
سامنے آتا ہے پھر نفرت کی وجہ سے وہ اپنی راہ اُلٹے پاؤں پھرا اور یہ اپنی راہ اُلٹے پاؤں پھرا تو تقابل و روبرو کے بجائے تدابر ہوگیا [illegible]
میں بھی آیا کہ آدمی کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین روز سے زیادہ چھوڑے اور تدابر سے بھی غرض یہی تھی کہ انقطاع و نفرت [illegible]

Marfat.com

کی صفت یہ ہی کہ اللہ تعالی نے اُن کو بھائی بھائی کر دیا ہے تو کسی طرح مناسب نہین کہ ان مین ایمان کے برخلاف صفات موجود ہون حالانکہ شیطان یہی چاہے گا اللہ تعالیٰ اُن کو آگاہ کر دیا کہ تم آپس مین بدگمانی مت کیجیو اور تجسس یعنی عیب جوئی مت کیجیو۔ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اور بعض تم مین سے بعض کی غیبت نہ کرے ف عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ غیبت کیا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی مسلمان کا حال اسطرح بیان کرنا جسکو وہ ناگوار سمجھے عرض کیا گیا کہ اگر ہمارے بھائی مین وہ بات موجود ہو جو ذکر کی جاتی ہے تو کیا اب بھی وہ غیبت ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیرے بھائی مین وہ بات موجود ہو جو تو بیان کرتا ہے تب تو یہ غیبت ہی اور اگر اسمین یہ بات موجود نہو جو تو بیان کرتا ہے تب تو تو نے اسپر بہتان باندھا ابن جریر و الترمذی وصححہ معنی یہ ہین کہ مسلمان بھائی مین جو عیب موجود ہی وہ بیان کیا جائے تو غیبت ہی اور اگر موجود نہ ہو تو یہ غیبت سے بھی بڑھکر بہتان ہے اور ظاہر حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ غیبت کے واسطے یہ شرط نہین ہی کہ پیٹھ پیچھے ہو اور یہی محققین علماء کا قول ہے اور پیٹھ پیچھے ہونا فقط اسواسطے غیبت کے معنی مین بیان کیا گیا ہی کہ اکثر غیبت کرنیوالون کا دستور یہ ہی کہ پیٹھ پیچھے عیب بیان کیا کرتے ہین اور عوام الناس مین یہ غلط گمان پھیلا ہوا ہے کہ جس شخص مین جو عیب موجود ہو وہ بیان کرنا غیبت نہین ہی حالانکہ یہی عین غیبت ہی اور بعضون نے یہ گمان باندھا کہ ہم جس کا عیب اسکی پیٹھ پیچھے بیان کرتے ہین اگر ہم یہی عیب اُس کے منہ پر بیان کر سکتے ہون تو غیبت نہین ہی یہ گمان بھی بالکل غلط ہی بلکہ ایسے شخص نے غیبت کے ساتھ شیطانی تکبر بھی جمع کر لیا کیونکہ ہر ایک بردست و ظالم و سرکش کو یہ اختیار ہے کہ غریب کمزور کے عیوب بیان کرے پس اس شخص نے غیبت کیساتھ دوسرا بدتر گناہ جمع کر کیا حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مین ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ صفیہؓ بنت حیی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیون مین سے ہین) کی طرف آپ کیا التفات فرماتے ہین کہ اس کا ایک بالشت کا قد ہی کافی ہے راوی نے کہا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی مراد یہ تھی کہ وہ پستہ قد و ٹھنگنی ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ اے عائشہ تو نے ایسا کلمہ کہا کہ اگر سمندر کے پانی مین ملایا جائے تو اُسمین رنگ آ جائے (الترمذی) اس حدیث سے غیبت کی برائی بہت ظاہر ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی سوت کی خفیف مذمت بیان کی حالانکہ عورتون کی طرف سے سوت کیساتھ نفرت ہونا جبلی عادت ہی چنانچہ عورتین اس معاملہ مین کسی قدر معذور رکھی جاتی ہین پھر آپنے اسقدر تنبیہ فرمائی اسی طرح کسی آدمی کا حلیہ بیان کرنا جس سے کچھ عیب ظاہر ہو غیبت مین داخل ہی بشرطیکہ اسکی ضرورت نہو چنانچہ یہ بات بھی حدیث ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہی (رواہ الترمذی و ابن جریر) ہان اگر ضرورت ہو تو مضائقہ نہین ہے مثلاً کسی عورت نے کچھ قرض لیا اور اپنی ذات پر گواہ کر لئے پھر گواہ ہون کو گواہی ادا کرنی ضرورت ہوئی تو حلیہ بیان کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور اسی قسم سے دوسری صورتین ... کی کتابون مین مذکور ہین کیونکہ یہان فساد و مضرت مقصود نہین ہوتی ہے بلکہ اصلاح و انصاف مقصود ہی اور غیبت کی بنیاد فقط فساد پر تھی اسیواسطے غیبت کے بعض اقسام بھی مستثنی ہین شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ علماء اُمت نے اجماع کیا ہی کہ غیبت بالکل حرام ہے باستثناء چند صورتون کے جنمین بظاہر غیبت معلوم ہوتی ہے لیکن غیبت کے معنی نہین پائے جاتے ہین تو وہ درحقیقت غیبت ہی نہین ہوتی ہے جیسے ایک شخص نے حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آنے کی اجازت مانگی اور آپنے اجازت دینے کے وقت یہ بھی فرمایا کہ اپنی قوم سے برا برتاؤ کرنیوالا ہے اسی طرح ایک عورت سے دو مردون نے منگنی چاہی ایک کا نام معاویہ تھا اور دوسرے کا نام ابوالجہم تھا اُس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر کے مشورہ مانگا تو آپنے فرمایا کہ معاویہ مرد مفلس ہی اور ابوالجہم اپنے کندھے سے سونٹا نہین اُتارتا ہی

یعنی اپنی عورتون کے حق مین سخت ہو اسی طرح اگلے زمانہ مین جبتک حدیث کی کتابین جمع نہین ہوئی تھین تب تک جو لوگ حدیث روایت
کرتے تھے تو ان راویون کے حالات بیان کرنا غیبت نہین تھا بلکہ بالاجماع جائز تھا چنانچہ بہت سے بدعتی فرقون نے اور بہت سے ...
لوگون نے جھوٹی حدیثین بنا کر روایت کین اور جب علمائے محدثین نے ان سے دریافت کیا اور بہت کوشش سے تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ
اُس نے جھوٹ بنا کر روایت کی تھی کہ ان جھوٹون مین سے بہت لوگون نے آخر اقرار کر دیا کہ ہم نے بیشک اپنے مطلب کیواسطے جھوٹی حدیث
بنائی تھی چنانچہ اسماء الرجال کی کتابون مین یہ واقعات بہت تفصیل کے ساتھ مذکور ہین پھر علماء نے بہت کر ایسے لوگون کا حال ظاہر کر دیا تاکہ
دین محفوظ رہے اور بالاجماع یہ غیبت نہین ہے اسی طرح فقہاء رحمہم اللہ تعالی نے کہا کہ ظالم بادشاہ کی غیبت بھی جائز ہے لیکن اس نیت کر
اسکی غیبت کرے تاکہ اسکو خبر پہونچے تو عوام مین اپنی بدنامی کے خیال سے شرم کھا کر ظلم کرنا چھوڑ دے اسی طرح جو شخص کھُلم کھُلا علانیہ
بدکاری کرنے لگے اور اُس کے روکنے پر قابو نہ ہو مثلاً سودخواری یا زناکاری یا شرابخواری وغیرہ علانیہ کرنے لگے تو اسکی غیبت بھی اس
نیت سے جائز ہے کہ وہ اپنی بدنامی سے شرم کھا کر علانیہ شرعی ہتک حرمت چھوڑ دے مترجم کہتا ہے کہ فقہاء رحمہم اللہ تعالی نے جو دلیل
بیان فرمائی اُسکے قیود سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر فسق علانیہ نہو تو اسکی غیبت نہین جائز ہے بلکہ پردہ پوشی کرنی چاہیئے چنانچہ حدیث شریف
مین آیا ہو کہ اے ایسے لوگو جو خالی زبان سے اسلام لائے اور ابھی ایمان تمھارے دلون مین داخل نہین ہوا ہو تم مسلمانون کی غیبت مت کرو
اور اُن کی عیب جوئی کے پیچھے مت پڑو کیونکہ جو کوئی مسلمان کی عیب جوئی کرتا ہے اللہ تعالی اُس کی عیب جوئی فرماتا ہے اور اللہ تعالی جس کی عیب
جوئی فرماتا ہے اس کو گھر بیٹھے فضیحت کر دیتا ہے (رواہ ابوداؤد) اور دوسری حدیث مین ہے کہ آپنے یہ نصیحت خطبہ کی حالت مین ایسی
بلند آواز سے فرمائی کہ گھرون کی عورتون نے پردے مین سے سن لیا (ابویعلی و اسمٰعیلی) اور حدیث مین ہو کہ جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی
کی تو اللہ تعالی دنیا و آخرت مین اُسکا عیب چھپاتا ہے (الصحاح) اسی طرح اگر اعلان سے جو گناہ کیا وہ ایسا حرام نہ ہو جس سے شرع
کی ہتک حرمت ہوتی ہو تو بھی غیبت کرنی جائز نہین ہو اسی طرح اگر اُس کے روکنے پر قابو ہو تو اس کو روکے اور غیبت نکرے اسیطرح
اگر علانیہ بدکار کی غیبت کرتے وقت اُس کے دل مین خالص یہ نیت نہو کہ یہ خبر پاکر شرم سے ترک کریگا بلکہ نفسانیت وغیرہ کا قصد ہو تو
بھی غیبت نہین جائز ہو اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر اس کے دل مین یہ نیک نیت بھی ہو ولیکن ساتھ ہی یہ گمان غالب ہو کہ اس
غیبت سے کچھ نفع نہ ہوگا مثلاً وہ شخص بالکل بیباک و بیحیا ہو گیا ہے یا جیسے اس زمانہ مین عموماً فسق و فساد کی وجہ سے ایسی غیبت کا
کچھ فائدہ نہین ہوتا بلکہ بجائے فائدے کے شر و فساد بڑھ جاتا ہے تو بھی اس غیبت کو ترک کرنا چاہیئے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ سوائے چند
صورتون کے جمین غیبت کسی مصلحت سے جائز رکھی گئی ہے باقی غیبت کی سب صورتین سخت حرام ہین اور اُن سے منع کرنے مین بہت
نفرت دلائی گئی ہے چنانچہ غیبت کرنیکی نسبت فرمایا۔ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا۔ کیا تم مین کسی کو پسند آتا ہے کہ
اپنے بھائی کا گوشت کھاوے ایسی حالت مین کہ وہ مردہ ہو چکا ہے ف یعنی غیبت کرنا ایسا ہے جیسے مرے ہوئے مردے کا گوشت
نوچ کھانا اور یہ سخت مکروہ و نفرت کے قابل ہے۔ فَكَرِهْتُمُوْهُ پس تم اس کو مکروہ جانو ف یعنی جیسے مردہ کا گوشت کھانا مکروہ ہے اسیطرح
غیبت کو بھی اسی نفرت سے مکروہ جانو بلکہ شرعی سمجھ کے ساتھ دیکھو کہ باوجود اس کے غیبت کے ساتھ عذاب سخت لاحق ہے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ مین صاف فرمایا کہ جیسے آج کے روز اس مہینہ مین تمھارے اس شہر کا احترام ہے یعنی ہی تمھارے
خون و مال اور آبرو تم پر حرام ہین (الصحاح) اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کی غیبت کی تو گویا اُسنے اُسکی ہتک کی

تعظیم چھوڑی اور ماہ ذی الحجہ کے ایام حج کی توہین کی اور روز جمعہ کی تحقیر کی بلکہ سب مجموعہ کی اہانت کی اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر پورا حرام ہے اُسکا مال حرام ہے اس کی آبرو حرام ہے اُس کا خون حرام ہے اور آدمی کیواسطے بد ہونے کو یہی کافی ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی حقارت کرے (الترمذی وابن ماجہ) وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بیشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول فرمانیوالا رحمت والا ہے ف پس اگر کسی شخص نے کبھی غیبت کی ہو یا اُسکی عادت ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرکے عزم کرے کہ کبھی غیبت نہ کریگا اور توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہ بالکل معاف فرماتا ہے اور بندہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے آج اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا (**مسئلہ**) کیا غیبت کی توبہ مین یہ شرط ہے کہ جسکی غیبت کی اُس سے معاف کراوے بعض علماء نے کہا کہ یہ شرط نہین ہے بلکہ توبہ سے عفو ہو جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ اس سے معافی شرط ہے پھر کیا معافی مانگنے مین اس سے غیبت کی تفصیل بیان کرنی چاہیئے یا مجمل کافی ہے بعض نے کہا کہ تفصیل بیان کرنی چاہیئے اور بعض نے کہا کہ نہین کیونکہ تفصیل بیان کرنے مین اسکے دل پر میل آویگا اور فتنہ بڑھ جاویگا لہذا مجمل طور پر اس سے کہے کہ آپ کے حق مین مجھسے خطا ہوئی کہ مین نے آپ کی غیبت کی آپ للہ اس کو معاف کر دیجیے اس تفصیل کو **علی قاری** رح نے شرح فقہ اکبر مین بیان کیا ہے اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مسلمان کی غیبت کا ایک نوالہ کھایا تو اللہ تعالیٰ جہنم مین اسکو ایسا ہی نوالہ کھلائے گا اور جس نے مرد مسلمان کی غیبت کا جامہ پہنایا تو اس کے مثل اس کو اللہ تعالیٰ جہنم مین پہنائے گا اور جس نے مسلمان کے ساتھ ریاکاری و شہرت کیلئے کچھ کام کیا تو قیامت مین وہ بھی اسی طرح فضیحت کیا جائیگا (ابوداؤد) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آیا ہے کہ جب مجھے معراج کو لیگئے تو ایک قوم پر سے گذر ہوا جن کے ناخن لوہے کے تھے جن سے وہ اپنے منھ نوچتے اور اپنے سینے کھسوٹتے تھے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہین جبرئیل نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جو آدمیون کا گوشت کھاتے اور اُن کی آبروریزی کیا کرتے تھے (احمد وابوداؤد) اور حدیث ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ مین واقعات معراج مین سے یہ بھی بیان ہے کہ پھر میرا گذر ایک مخلوق کی جانب ہوا وہ بہت سے مرد و عورتین تھین اور مین نے دیکھا کہ کچھ لوگ اس مخلوق پر موکل ہین وہ ان مین سے ایک آدمی کے پہلو سے جوتی کے برابر گوشت کا ٹکڑا نوچکر اُس کے منھ مین دیتے ہین کہ لے اسکو کھا جیسے تو کھایا کرتا تھا اور وہ اس سختی و ناگواری سے موت کی حالت مین پہونچ جاتا ہے ولیکن جبراً بطور عذاب کے اسپر مجبور کیا جاتا ہے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہین جبرئیل نے کہا کہ یہ لوگ چغلی لگائی بجھائی کرنیوالے ہین جو لوگون کی عیب جوئی و نکتہ چینی کرتے تھے (ابن ابی حاتم) سورہ معراج کی تفسیر مین ہم نے اس حدیث طویل کو ذکر کیا ہے اور حدیث مین روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین دو عورتون نے روزہ رکھا پھر ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج اس محلہ مین دو عورتون نے روزہ رکھا تھا اور دوپہر تک اُن کی یہ کیفیت ہوگئی کہ پیاس سے مرنے کے قریب پہونچین ہین راوی کہتا ہے کہ آپ سنکر خاموش ہوگئے یا آپنے منھ پھیر لیا تو اُس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے واللہ آپ کے حضور مین سچ عرض کر دیا کہ وہ دونون مرنے کے قریب پہونچی ہین آپنے حکم دیا کہ ان دونون کو بلاؤ جب وہ دونون آئین تو آپ نے ایک قدح منگاکر رکھا اور ایک عورت کو حکم دیا کہ اسمین قے کرے پس اُس نے بہت سا خون و پیپ کچلوہو قے کیا حتی کہ آدھے کے قریب قدح بھر گیا پھر دوسری عورت کو حکم دیا اُس نے بھی اسی طرح پیپ کچلوہو و خون کا تھکا و گوشت کا لوتھڑا قے کیا حتی کہ پیالہ لبریز ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانے پینے کی جو چیزین ان دونون پر اللہ تعالیٰ نے حلال فرمائی تھین اس سے تو ان لوگون نے روزہ رکھا

اور جو کچھ حرام فرمایا ہے اس سے افطار کر لیا یہ دونون مل بیٹھین اور برابر لوگون کے گوشت کھاتی رہین یہانتک کہ اُن کے پیٹ
سے بھر گئے (رواہ احمد والبیہقی) جب حضرت ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے زنا کا حال اظہار کیا اور برابر اصرار کیا یہانتک کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کیا چاہتا ہے اُسنے عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ مجھے پاک کر دیجیئے غرضکہ آخر مین آپنے اُن کے رجم کا
حکم دیا پھر آپنے دو شخصون سے یہ گفتگو سنی کہ ایک دوسرے سے یون کہتا ہے کہ دیکھو اس شخص (ماعز) کا گناہ اللہ تعالی نے چھپایا تھا مگر اُسنے
نہ مانا یہانتک کہ کُتّے کی موت مارا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر چلے آتے تھے یہانتک کہ آپنے راہ مین دیکھا کہ ایک گدھا مرا
پڑا ہے پس آپ ٹھہر گئے اور ان دونون آدمیون سے فرمایا کہ اپنی سواری سے اُترو اور اس مردار گدھے کو نوچ نوچ کر کھاؤ اُنھون نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا اسمین سے کھایا جاتا ہے اللہ تعالی آپ کی مغفرت فرماوے آپنے فرمایا کہ ابھی تم نے اپنے بھائی مردہ کے
گوشت سے جو کچھ کھایا وہ اس سے بہت سخت تھا اور قسم اُس ذات وحدہ لاشریک کی جس کے قبضہ مین میری جان ہے کہ وہ شخص دائم
تو فی الحال جنت کی نہرون مین عیش کرتا ہے (ابویعلی باسناد صحیح) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ جاتے تھے کہ ناگاہ مردار سڑی ڈھور کی بدبو آئی (حالانکہ وہان کہین مردار کا نشان بھی نہ تھا) پس رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ بدبو کہان سے آئی ہے یہ اُن لوگون کے منہ سے بدبو آئی ہے جو لوگون کی غیبت کیا کرتے ہین دائم
چند منافقون نے ایک گروہ مسلمانون کی غیبت کی تھی تو وہان سے یہ بدبو اُڑی ہے (عبد بن حمید) مترجم کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالی کی طرف
سے مومنون کے حق مین رحمت کا ظہور تھا کہ امتحان کا پردہ اُٹھا کر یہ صریح معجزہ دکھلا دیا تاکہ بالکل پرہیز کرین اور امام ابن کثیر و خطیب
وغیرہ نے اس آیت کا ایک سبب نزول یہ بھی ذکر کیا ہے کہ سدی رحمہ اللہ تعالی نے بیان کیا کہ ایک سفر مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ
اصحاب رضی اللہ عنہم کا لشکر تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرب کا دستور تھا کہ جب سفر مین جاتے تو باہم ایک دوسرے کی خدمت کیا
کرتے تھے سدی رح نے کہا کہ اس سفر مین سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دو صحابیون کا ساتھ اختیار کیا اور اپنی محنت سے اُن کا ہاتھ بٹا لیا اور
ان دونون نے سلمان کو اپنے کھانے مین شریک کر لیا اور سلمان رضی اللہ عنہ اُن کیواسطے کھانا تیار کرتے تھے ایک دن صبح کو سب لوگ روانہ
ہوئے اور سلمان رضی اللہ عنہ سوتے رہ گئے پھر جب منزل پر سب لوگ اُترے تو سلمان کے صاحبین نے سلمان کو تلاش کیا اور نہ پایا آخر
اپنے ہاتھون سے کمل کا خیمہ جیسا کہ اُس زمانہ مین دستور تھا قائم کیا اور کھانے کا بھی بندوبست کیا اور دونون نے باہم یہ گفتگو کی کہ سلمان
یہی چاہتا ہے کہ محنت بچا کر ایسے وقت آئے کہ خیمہ نصب ہو اور کھانا طیار رہو پھر جب سلمان رضی اللہ عنہ آئے تو اُنھون نے سلمان کو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بھیجا کہ اگر روٹی کے ساتھ کھانے کی کوئی چیز ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کرے پس سلمان
رضی اللہ عنہ ایک پیالہ لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے ساتھیون نے مجھے حضور کی خدمت
مین بھیجا ہے کہ اگر کچھ نان خورش موجود ہو تو عطا فرمائی جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرے ساتھی نان خورش کیا کرین گے وہ تو
گوشت کھا چکے ہین پس سلمان رضی اللہ عنہ نے واپس آکر دونون کو آنحضرت صلعم کے ارشاد سے آگاہ کیا یہ سنکر وہ دونون چلے اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ قسم اس پاک عزوجل کی جس نے آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہے جب سے ہم اس
منزل مین اُترے ہین ہم نے کچھ کھانا نہین کھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے سلمان کے حق مین جو غیبت کی وہ سلمان کا گوشت
سدی رح نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا الآیہ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کی اسناد ضعیف ہے واللہ

احادیث صحیحہ سے یہ طریقہ بھی مخالف ہو کہ سلمان سوتے رہ گئے اور لشکر روانہ ہو گیا ولیکن ضیا مقدسی نے کتاب المختارہ مین اسکو حضرت انس
رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اس طرح روایت کیا ہے کہ جب منزل پر جا کر اترے تو وہان دونون صحابی سو رہے اور سلمان رضی اللہ عنہ بھی سو رہے
جب وہ دونون جاگے تو دیکھا کہ سلمان ابھی تک سو رہے ہین تو اُنھون نے ہنسکر کہا کہ یہ بڑا سونیوالا ہے پھر سلمان کو جگایا اور کہا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جا کر کوئی چیز نان خورش مانگ لاؤ یعنی ایسی چیز جو روٹی کے ساتھ کھائی جاتی ہے اور وہان سلمان نے ویسا ہی
جواب پایا جیسا روایت اول مین مذکور ہے پھر جب ان دونون نے جا کر حضور مین عرض کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے
اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے اور قسم اس پاک عز وجل کی جسکے قبضہ مین میری جان ہو کہ مین تمھارے دانتون کے بیچ مین وہ گوشت دیکھتا ہون
پس ان دونون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہم دونون کے واسطے استغفار فرماوین آپنے فرمایا کہ تم سلمان سے کہو کہ وہ تمھارے واسطے
مغفرت مانگے مترجم کہتا ہے کہ اس روایت مین صاحبین کا نام حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بیان کیا ہے اور یہ دلیل ہے کہ جسقدر مرتبہ زیادہ
ہوتا ہے اُسی قدر گرفت بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ انھون نے بہت خفیف لفظ کہا تھا حتی کہ وہ گوشت فقط دانتون مین رہگیا لیکن آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی ان دونون سے توبہ کرائی واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مین آیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا مین غیبت کر کے اپنے بھائی کا گوشت کھایا تو آخرت مین اسکے سامنے مردار گوشت پیش کیا جائیگا اور کھانیکا حکم دیا جائیگا
وہ اسکو کھائیگا اور سختی سے چلائیگا (رواہ ابو یعلی) مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنی یہ ہین کہ اگر اس نے توبہ نہ کی ہو یا بے پروائی سے توبہ کی کہ
غیبت معاف نہوئی تو اس عذاب مین مبتلا ہوگا **شیخ ابن کثیرؒ** نے لکھا کہ اکثر علمارحمہم اللہ کے نزدیک غیبت سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ غیبت کرنا
چھوڑے اور مصمم قصد کرے کہ آیندہ ایسا نہ کریگا پھر کہا یہ بھی شرط ہو کہ اگلی غیبتون پر نادم رہے اور جس کی غیبت کی تھی اس سے معاف
کرادے اور جواب یہ کہ اسمین علما کا اختلاف ہو ایک جماعت نے نادم رہنا و معاف کرانا بھی شرط کیا ہے اور دیگر علما نے فرمایا کہ یہ
شرط نہین ہے کیونکہ اگر اس شخص کو آگاہ کریگا جس کی غیبت کی تو اس سے اسکے دل مین زیادہ دُکھ ہوپہنچے گا پس اسکا طریقہ یہ ہی
کہ جیسے جلسے مین اُس کی مذمت کرتا تھا ویسے ہی جلسون مین اس مذمت کے برخلاف اسکی تعریف کرے اور اگر کسی دوسرے سے
اُسکی غیبت سُنے تو جہانتک ممکن ہے اُسکو رد کرے تاکہ یہ اسکا عوض ہو جاوے معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر منافق کسی مومن کی غیبت کرتا ہو تو جس مومن نے اُسکو منافق کی غیبت سے محفوظ رکھا اور حمایت کی
تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسکے واسطے ایک فرشتہ بھیجے گا جو اُسکے گوشت کو جہنم کی آگ سے بچاویگا اور جس مسلمان نے دوسرے کو
ایسی بات کہی جس سے اسکی نیت یہ ہو کہ عیب لگاوے تو اللہ تعالیٰ اسکو جہنم کے پل پر یہان تک قید رکھے گا کہ جو کچھ اُس نے کہا تھا اس سے
بری ہو (احمد و ابو داؤد) اور حدیث جابر و ابو طلحہ رضی اللہ عنہما مین آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی مسلمان نے
کسی موقع پر دیکھا کہ دوسرے مسلمان کی ہتک حرمت کی جاتی ہے اور اُسکی آبرو ریزی ہوتی ہے اور اُسنے حمایت نہ کی تو جہان اس
مسلمان کی ہتک آبرو ریزی ہوگی وہان اللہ تعالیٰ اس کی بھی نصرت نہین فرمائے گا (اگرچہ وہ دعا مانگا کرے) اور جس مسلمان نے
دوسرے مسلمان کی حمایت کی ایسے موقع پر جہان اسکی ہتک حرمت و آبرو ریزی ہوتی تھی تو اللہ تعالیٰ اسکی حمایت و نصرت فرمائیگا
جہان یہ نصرت چاہیگا (رواہ ابو داؤد) ف فی العرائس قولہ تعالیٰ انما المومنون اخوۃ **شیخ ابو عثمان الحیری** رحمہ اللہ نے کہا کہ دین
کی برادری نسب کی برادری سے زیادہ پائدار ہے کیونکہ نسب کی برادری بوجہ دینی مخالفت کے کٹ جاتی ہے اور دینی برادری کبھی منقطع

نہین ہوتی اگرچہ نسب مین مخالفت ہو مترجم کہتا ہے کہ مثلاً نسب مین ایک اہل ہند سے ہو اور ایک حبشی ہو یا تاتاری یا عربی ہو اور جب دونون مسلمان ہوئے تو اسی نص آیت سے دونون بھائی بھائی ہین اور یہ آیت کبھی منسوخ نہ ہوگی تو اُن کی برادری بھی کبھی منقطع نہ ہوگی یہانتک کہ جنت مین تخت شاہانہ پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھین گے بقولہ تعالیٰ اخوانا علیٰ سرر متقابلین۔ اور اگر نسبی برادری ہو لیکن دین مین مخالفت ہو تو وہ اسکی میراث سے محروم ہی اور وہ اسکی میراث سے محروم ہے اور باہمی نکاح منقطع ہے بلکہ اگر باپ بیٹے ہون تو بھی انقطاع موجود ہے بلکہ حضرت نوح علیہ السلام پیغمبر کے بیٹے کو فرمایا کہ وہ تیرے اہل مین سے نہین ہی قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن الآیہ۔ اس آیت مین صاف بیان فرمایا کہ بہت سے گمان آخر کار فساد ہو جاتے ہین اور گمان اپنی ذات سے گناہ ہے اوسمین نکتہ یہ ہو کہ گمان کی پیدائش نفس امارہ سے ہوتی ہی اور نفس امارہ کو اپنے عیب نظر نہین آتے ہین تو وہ پاکیزہ بنکر شیطانی خیالات مین قدم رکھتی ہے بعض علماء نے کہا کہ یہ شیطانی تصویرین خود اسی نفس کے عیب ہوتے ہین کیونکہ وہ اسی کے خیال مین پیدا ہوئے ہین تو لا محالہ وہ اسی کے اندر موجود ہین ولیکن شیطان اسکو دھوکا دیکر دوسرون کی طرف سے ظاہر کرتا ہے پھر جب اپنی حماقت سے اُس نے رعونت اختیار کی تو شیطان نے اُسکو مار لیا پھر شیطان نے جب دیکھا کہ اس نفس احمق نے ان خیالی عیبون کو دوسرون کی طرف سے مانا منظور کیا اور دوسرون پر یہ عیب لگانے کے واسطے مستعد ہے تو تمام جہان مین اُس نے ایسے لوگون کو چھانٹا جن پر عیب لگانے مین اس نفس کو سخت ضرر پہونچیگا کیونکہ وہ اس نفس کا انتہا درجہ کا دشمن ہے پس اُس نے مومنون کو چھانٹا اور اس نفس احمق نے یہ گمانی تصویرین مومنون کے ذمہ لگائین پس نفس مین طرح طرح کے واہی گمان مومنون کی جانب سے پیدا ہوئے حتی کہ ان بدگمانیون سے اس شخص کے دل پر سیاہی کے ٹکڑے پے در پے آتے جاوین گے اور وہ مومنون سے منقطع ہو کر شیطانی گروہ کی طرف مائل ہوتا رہیگا حتی کہ اگر توبہ کی توفیق نہ پاوے تو شیطانون مین مل جائے گا ونعوذ باللہ من الضلال شیخ نے کہا کہ آیت قدسی مین یہ بھی اشارہ ہی کہ بعض گمان اس سے مستثنی ہین اور یہ وہی گمان ہوتے ہین جو نفس کی جانب سے نہ ہون یعنی جسمی مادے و خیال سے پیدا نہ ہوتے ہون بلکہ عالم فراست کے نور سے قلب پر غیبی صورت طاری ہوئی ہو جیسے مومنون کو اپنے رب عز وجل کی جناب قدس مین ہوتا ہے کما قال تعالیٰ یظنون انہم ملاقوا ربہم۔ اگر کہا جاوے کہ مفسرین نے کہا کہ یہان ظن بمعنی یقین ہی یعنی نماز ایسے بندون پر آسان ہی جو یقین رکھتے ہین کہ وہ اپنے رب سبحانہ تعالیٰ سے ملنے والے ہین مترجم کہتا ہے کہ ہان ولیکن یہان ایک لطیف نکتہ ہی وہ یہ ہی کہ یقین مذکور ایمان کیواسطے رکن بلکہ یہی ایمان ہی ولیکن معرفت اپنی وسعت پر ہی حتی کہ انبیا و عوام اُمت کے یقین مین فرق ہوتا ہے اور عین الیقین و حق الیقین کی نسبت ہم لوگ عوام الناس جو یقین رکھتے ہین گویا گمان ہے اور جو احادیث اس تفسیر مین پہلے اپنے موقع پر گزری ہین اگر نظر کے سامنے ہون تو ان معارف مین آسانی ہو واللہ تعالیٰ ہو الہادی الی سواء السبیل واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے کمال رحمت سے اس سورۂ قدسی مین مومنون کو باہم بھائی بنا کر سب کو نور ایمان مین متحد کر دیا اور ایسے امور سے جو تاریک ہین روکا کیونکہ جب تاریکی مین نہ سوجھے تو راہ گم ہوگی لہذا اپنے گروہ سے اور بھائی کو دشمن سے نہین پہچانے گا حتی کہ بدگمانیون و غیبت وغیرہ سے منع فرمایا اور واضح ہو کہ نفس مین کدورت و ظلمت پیدا ہونے کا بہت بڑا سبب ایک یہ جہل و فتنہ ہے کہ بہت سے مسلمان بھائیون کو رذیل قوم یا غلام سمجھکر اپنے عمل مین ایک خیال لاتے ہین۔ جس نے نور ایمان سے اسپر غور کیا وہ صاف دیکھے گا کہ یہ فتنہ بہت سخت ہے کیونکہ اس کی اصلیت ہی بالکل کذب باطل ہی کیونکہ مالدارون و متکبرون نے اپنے تجربہ بدخصلت سے یہ معنی پیدا کئے ہین تو جہانتک یہ معنی موجود ہون تب تک بالعموم کفر کا مادہ مستحکم موجود ہی لہذا قطعی واجب ہو کہ یہ دور ہو تاکہ پاکیزہ طبیعت ہو جائے الخ

Marfat.com

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ

اے آدمیو ہم نے تم کو بنایا ایک نر ایک مادہ سے اور رکھیں تمھاری ذاتیں اور گوتیں تا آپس کی پہچان ہو

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ

مقرر عزت اللہ کے ہاں اسی کو بڑی جسکو ادب بڑا اللہ سب جانتا ہے خبردار

آدمیون مین خواہ اقوام عجم ہون یا قبائل عرب ہون ہمیشہ سے یہ عادت چلی آتی ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر اپنے آبا و اجداد کے فضائل سے فخر کرتے ہین اور یہ افتخار کا طریقہ خاصکر ایسے جاہلون سے شروع ہوا جھنون نے اپنے باپ دادون کا نام ڈبویا اور جب اُن کے زمانہ مین کسی شخص کو ذاتی شرف حاصل ہوا اگرچہ اُس کے باپ دادون مین یہ شرف نہ تھا تو نا خلف لوگون نے جاہلانہ حمیت سے برابری چاہی و لیکن اسکی کوئی راہ نہ پائی سوائے اس کے کہ باپ دادون کی شرافت سے افتخار کرین حالانکہ عقلا کے نزدیک مثل مشہور ہے کہ پدرت سلطان بود ترا چہ یعنی مانا کہ تیرا باپ بادشاہ تھا مگر تجھے کیا۔ اسی طرح شرف انسانی جو حقیقت مین شرف سمجھا جاتا ہے وہ علم و اخلاق و فضل و ادب ہے کیونکہ یہ انسان کے ذاتی صفات ہو جاتے ہین بخلاف مال و دولت و جواہرات و ثروت کے حتی کہ تاج سلطانی اُسکے سر سے جدا ہے بلکہ ناحق اسکے سر پر بار گران ہے اور تجربہ سے ظاہر ہوا کہ حکمت الٰہیہ سے ہمیشہ فضیلت حقیقی و دولت اعتباری دونون ایک شخص مین جمع نہین ہوتی ہین اگر مرد حکیم و دانشمند ہے تو سلطنت و ثروت سے عاری ہوگا و برعکس گویا حق سبحانہ تعالیٰ نے صفت حقیقت کو اور خصلت عاریت کو یکجا نہین فرمایا پس دولتمندون نے رعونت کو کام مین لا کر فخر کرنا اپنا شیوہ بنایا اور صحیح کی ایک حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نسبی طعنہ و افتخار جو کافرانہ خصلت ہے اس اُمت سے بھی نہین مٹیگی مترجم کہتا ہے کہ بعض علما و حکما نے اس خصلت کی برائیان اور اسکی مضرت بہت وجوہ سے بیان فرمائی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امر حقیقت و اصلیت صرف اسی قدر ہے کہ تمام آدمیون کو حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی خاک سے یکسان نسبت ہے یعنی اس نسبا کی مین باہمی تفاوت کی کوئی صورت نہین ہے بلکہ جو کچھ تفاوت پیدا ہوتا ہے اور باہمی فضیلت ظاہر ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قبولیت سے ہے، اور اسکا مرجع یہ ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت مین اور دینی اُمور کی اتباع مین ایک سے دوسرے کو فضیلت حاصل ہو اور ایسے فضیلت والے اولیائے الٰہی کسی بشر کو نظر حقارت سے نہین دیکھتے ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت مین غیبت و حقارت سے منع فرما کر آگاہ فرمایا کہ تم لوگ آدمی ہونے مین یکسان ہو بقولہ تعالیٰ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى - اے لوگو ہم نے تم کو نر و مادہ سے پیدا کیا۔ ف یہ خطاب تمام آدمیون کو ہے خواہ کافر ہون یا مسلمان ہون بلکہ اگر نر و مادہ عام ہے تو جن بھی شامل ہون گے کیونکہ وہ بھی اپنی جنس کے نر و مادہ سے پیدا ہوئے ہین اور ظاہر یہ ہے کہ نر و مادہ سے مراد حضرت آدم و حوا ہین پس حاصل یہ کہ تمام لوگون کو اپنی سچی حقیقت پر غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو حضرت آدم و حوا سے پیدا فرمایا پس سب کی نسبت حقیقی یکسان ہے۔ وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا - اور ہم نے تم کو شعوب و قبائل بنا دیا تاکہ آپس مین شناخت کرو ف یعنی آدمیون مین جو قبائل معروف ہین جیسے بنی اسرائیل مین اسباط تھے یا عرب مین ربیعہ و مضر وغیرہ قبائل ہین تو ان کا پیدا کرنا اگرچہ کسی مخلوق کا فعل نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نے لوگون کی زبان سے یہ نام پیدا کئے ہین و لیکن اسواسطے نہین پیدا فرمائے کہ ان نامون مین سے بعض نام کی وجہ سے ایک قبیلہ دوسرے کی فضیلت ہے کیونکہ برائے نام فضیلت محض مہمل ہے بلکہ شعوب و قبائل پیدا کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر یکسان نسبت سے فقط

Marfat.com

فرزند آدم یا آدمی کہلاتے تو کروڑون مخلوقات مین امتیاز نہو سکتا لہذا یہ شعوب وقبائل اسواسطے پیدا کردیے کہ باہم شناخت ہو مثلاً
زید کی تلاش ہے اور یہ نام دس آدمیون کا علم ہے مثلاً ایک قریش مین اور دوسرا اسد مین اور تیسرا تمیم مین وعلیٰ ہذا کہ مختلف قبائل
مین ہین پس تلاش کرنیوالے نے جب شناخت بتلائی کہ مجھے اس زید کی تلاش ہے جو قریش مین سے ہے تو پہچان حاصل ہوگئی اور اگر قبیلہ
قریش مین بھی بطون وافخاذ مختلفہ مین زید کے نام کے متعدد لوگ ہون تو اس شناخت کیواسطے ہر ایک بطن وفخذ پیدا کردیئے تاکہ شناخت
پوری ہو پس اسکا فائدہ فقط یہی ہے کہ تم مین باہم شناخت حاصل ہوجانا چاہیئے کہ شعب بہت بڑا گروہ ہوتا ہے جسمین قبائل
داخل ہوتے ہین مثلاً قریش کیواسطے خزیمہ شعب ہے اور اسکے تحت مین بہت سے قبائل ہین جیسے کنانہ ایک قبیلہ ہے اور قبیلہ کے تحت مین
متعدد عمارہ داخل ہوتی ہین جیسے کنانہ مین سے قریش ایک عمارہ ہے پھر عمارہ کے تحت مین متعدد بطون ہوتے ہین جیسے قریش کے تحت مین ایک
بطن قصی ہے اور بطن کے تحت مین متعدد فخذ ہوتی ہین جیسے قصی کے تحت مین ایک فخذ عبد مناف ہے اور فخذ کے تحت مین متعدد فصیلے ہوتے ہین جیسے
عبد مناف کے تحت مین بنو ہاشم ایک فصیلہ ہے پھر فصیلے کے تحت مین متعدد عشیرہ یعنی کنبہ ہوتے ہین مثلاً بنو ہاشم کے تحت مین عباس ایک عشیرہ ہے اور آل
ابوطالب دوسرا عشیرہ ہے بالجملہ شعوب وقبائل وغیرہ سے صرف یہی مقصود ہے کہ باہم شناخت حاصل ہو اور اس سے ذاتی فضیلت نہین ہے کیونکہ عرب کے
سب قبائل آخر آدمی ہین بلکہ عرب وعجم سب نسل انسانی ہین ہان اُنکے ذاتی صفات جن سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل ہو البتہ مختلف ہین حتیٰ کہ
اسلام سے پہلے بھی اہل عرب مین اسی راہ سے فضل وشرف اعتبار کیا جاتا تھا چنانچہ عرب مین بعض خاندان ایسے تھے جو بدخصلتی کے عادی ہوگئے
تھے تو عرب اُنکو حقیر سمجھتے تھے اور قریش کے عادات سب مین بہتر تھے لہذا یہ لوگ اشرف کہلاتے تھے اور قریش مین سے بھی بنو ہاشم بہ نسبت بنو مخزوم
وغیرہ کے عمدہ خصائل رکھتے تھے اور اُس کے واسطے صریح دلیل یہ ہے جو قولہ تعالیٰ فانہم لایکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون۔ کی
کی تفسیر مین بیان ہوچکی ہے اور اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ اخنس بن شریق ثقفی اور ابوسفیان بن حرب وغیرہ نے ابوجہل مخزومی سے کہا کہ محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ مین جلدی نکرنا چاہئے بلکہ کچھ غور بھی کرنا چاہیئے ابوجہل نے ابوسفیان کو کہا کہ تو بیشک ایسی ہی باتین کریگا کیونکہ تیرا نسب اُن سے
زیادہ قریب ہے وہ تیرے چچا کے بیٹے ہین اخنس نے کہا کہ یہ بات کچھ خاندانی لحاظ سے نہین کہی گئی ہے بلکہ عمدہ صفات کے لحاظ سے مین بھی
کہتا ہون کہ آپ مین غور کرلینا چاہیئے ابوجہل نے کہا کہ اے اخنس مین اپنے واسطے خوب غور کرچکا اور مجھے غور کا کوئی موقع باقی نرہا ہے اور اب
مین تجھ سے بیان کرتا ہون تو غور کرکہ بنو ہاشم تمام عرب مین اشرف مشہور تھے ہم نے اُنکا مقابلہ کرنا چاہا تو ہم نے بھی وہی باتین اختیار کین چنانچہ
اگر اُنھون نے مسافرون کو کھانا دیا تو ہم نے بھی کھانا دیا اور اگر اُنھون نے حاجیون کو کپڑا دیا تو ہم نے بھی دیا اور اگر اُنھون نے غریبون کی
دستگیری کی تو ہم نے بھی غریبون کی پرورش کی اور اگر اُنھون نے کنبہ کے خطاوار کی طرف سے دیت دی تو ہم نے بھی ایسا ہی کیا غرضکہ
سب عمدہ افعال ونیک خصال مین اُن کی برابری کی جب یہ نوبت پہونچی کہ ہم اور وہ دونون ایسے ہوگئے جیسے گھوڑ دوڑ کے دو بیل یا جوڑی کے
دو گھوڑے ہوتے ہین اب اُنھون نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم مین ایک ایسا شخص ہے کہ آسمان سے اُس کے پاس وحی آتی ہے اور وہ ہم کو
کلام الٰہی سناتا ہے اب تمھین بتلاؤ کہ یہ ہم کہان سے لادین اور واللہ مین جانتا ہون کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹا نہین ہے اور نہ
کبھی وہ جھوٹ بولا ولیکن واللہ مین بنو ہاشم کا تابع نہین ہونگا مترجم کہتا ہے کہ اس روایت سے بالکل صاف معلوم ہوگیا کہ عرب اس
زمانہ تک باہمی شرافت کو خصائل حمیدہ واخلاق پسندیدہ پر منوط رکھتے تھے اگرچہ اہل عجم مانند روم وایران وغیرہ کے بدخصلتی کو باعث
فخر کرتے تھے جیسے اس زمانہ مین مشاہدہ ہے لیکن عرب مین بھی دینی سمجھ نہ تھی تو اللہ تعالیٰ کے یہان مقبول ہونے کے معنی

بلکہ طبعی خصائل کی راہ سے شرافت قرار دیتے تھے پھر اسلام کی تعلیم سے یہ بھی معلوم ہوگیا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ تم مین سے زیادہ بزرگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہے جو تم مین زیادہ متقی ہو اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا آگاہ ہے ف
پس جو کچھ اُس نے بتلایا وہی علم حق ہے اور جسکو وہ متقی جانتا ہے وہی متقی ہے اور متقیون مین سے بھی جو سب سے زیادہ متقی ہو وہی اشرف ہے
مترجم کہتا ہے کہ قریش مین جب طبعی خصلتین عمدہ موجود تھین تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن مین عمدہ قابلیت رکھی تھی لہذا جو لوگ اُن مین سے اسلام لائے وہ اسلام مین بھی اشرف واتقی ہوئے اسیواسطے حدیث ابوہریرہؓ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ لوگون مین کون شخص زیادہ اکرم ہے آپنے فرمایا کہ جو ان مین زیادہ متقی ہو وہی اللہ تعالیٰ کے یہان زیادہ اکرم ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم آپ سے یہ نہین پوچھتے ہین آپنے فرمایا تو پھر لوگون مین سے اکرم یوسف ہین جو خود نبی اللہ ہے اور اُس کا باپ نبی اللہ ہے اور دادا نبی اللہ ہے اور پردادا خلیل اللہ ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم آپ سے یہ نہین پوچھتے ہین آپنے فرمایا کہ پھر کیا عرب کی کانین دریافت کرتے ہو یعنی کان جہان سے سونا چاندی وغیرہ نکلتا ہے جسکو عربی مین معدن کہتے ہین اور یہان یہ مراد ہے کہ ایسے پاکیزہ بطون جن سے شریف خصلت اولاد پیدا ہوئین یعنی کیا تم لوگ عرب کی ایسی اصلین دریافت کرتے ہو جن سے شریف خصلت قبیلے وکنبے پیدا ہوئے ہین ؟
صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ جی ہان آپنے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت مین جو لوگ تم مین بہتر تھے وہی اسلام مین بہتر ہین بشرطیکہ جب دین مین سمجھدار ہو جاوین (البخاری والنسائی) اس حدیث مین تنبیہ ہے کہ جن قومون مین عمدہ خصائل ہوتے ہین وہ عمدہ جوہر ہین اگرچہ شرک کی نجاست مین آلودہ ہون پھر جب شرک سے پاک ہو جاوین تو خالص جوہر رہ جاوین گے اور اُس کا نتیجہ وہی نکلا کہ جسقدر تقویٰ زیادہ ہو اسی قدر خوبی جوہر زیادہ ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مزید اکرام ہے حتی کہ جب ابوجہل اپنی نجاست شرک مین ٹھہرا رہا تو اُسکو بنی مخزوم کا نسب کچھ مفید نہ ہوا اور بلال رضی اللہ عنہ اگرچہ حبشی غلام بنلائے گئے تھے ان کو دنیاوی نام کچھ مضر نہ ہوا جبکہ اسلام مین اُن کا تقویٰ عمدہ تھا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اکرم ٹھہرے اسیواسطے بعض شرفا نے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمارے سید ہین اور اُنھون نے جسکو آزاد کیا وہ ہمارا سید ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم وہ ہے جو اتقی ہو اور اتقی وہ ہے جو شرک چھوڑنے مین اعلیٰ ہو مترجم کہتا ہے کہ ایک شرک ظاہری ہے جیسے بُت پرستی وصلیب پرستی وخدا کا بیٹا بنانا وغیرہ جو بالکل بدیہی شرک ہین پس اس کا چھوڑنا تو پہلا مرتبہ ہے اسکے بعد اگر پانی برسنے سے کھیتی اُگے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نظر کرنا چاہیے اور اگر مزدوری سے اُجرت حاصل ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل پر نظر رکھنا چاہیے تاکہ شرک نہو اور مزدوری کا فعل اپنی قوت سے نہ سمجھے کیونکہ خالق فقط وحدہ لاشریک ہے تاکہ شرک سے بچے حتی کہ بعض مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نفس بدکار کو ملامت کرنا اگر نیک نظر سے نہو تو شرک ہوگا [illegible] شرک چھوڑنے کے مراتب ہین اور جسقدر شرک چھوٹنے مین اعلیٰ درجہ ہو اسی قدر اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نور الوہیت بندے مین اسی قدر اعلیٰ ہوگا جسقدر شرک چھوڑکر عبودیت اعلیٰ ہو اور اس سے معلوم ہوگیا کہ کمال نعمت یہی ہے کہ بندے کو کمال عبودیت نصیب ہو اور اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ سب جہان سے اعلیٰ ہے اسیواسطے آپکے واسطے کمال مدح مین فرمایا فاوحی الی عبدہ ما اوحی یعنی سب سے اشرف صفت آپکے نام کے ساتھ عبد قرار دی جیسے معراج مین سبحان الذی اسری بعبدہ۔ مین یہی صفت فرمائی حالانکہ معراج بہت اعلیٰ تعریف کا مقام ہے تو یہی اعلیٰ صفت بیان فرمائی فافہم اور نسب کا تعلق صرف اس جسم کی نسبت ہے ایک جسم کی پیدائش دوسرے جسم سے بقدرت الٰہیہ واقع ہوا کرتی ہے اور یہ کوئی بزرگی کا محل نہین ہے بلکہ معرفت وعمل سے اعلیٰ عبودیت ہی اعلیٰ کمال ہے اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین آیا

کہ تم لوگ اپنے نسب یہانتک معلوم کرلو کہ جس سے قرابتیوں کے ساتھ نیک سلوک کرسکو (الترمذی) اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھاری جسمانی صورتین اور تمھارے مال نہین دیکھتا ہے ولیکن تمھارے دل اور اعمال دیکھتا ہے (مسلم وابن ماجہ) اور حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ مین آیا کہ تو اپنی جانب نگاہ کر کہ کسی گورے یا کالے سے بہتر نہین ہے مگر یہ کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ کے تقوے مین اسپر فضیلت ہو (احمد) حدیث حبیب بن خراش رضی اللہ عنہ مین ہے کہ مسلمان باہم بھائی بھائی ہین کسی کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہین مگر تقوی کے ساتھ یعنی فقط تقوی کی وجہ سے فضیلت ہوسکتی ہے (الطبرانی) یعنی مثلاً ایک مسلمان نے ظاہری شرک جلی چھوڑا اور موت و زندگی و رزق و عافیت وغیرہ سب کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے جانا تاکہ وہ مسلمان ہوا پھر اگر دوسرا مسلمان اس ابتدائی تقوی سے اعلیٰ درجہ کا تقوی رکھتا ہو تو یہ اول سے فضل ہے اور یہ مین نے اسواسطے کہا کہ اگر اول مسلمان اپنے آپکو شرک جلی سے نہ بچاوے مثلاً تعزیہ کے سامنے سجدہ کرے یا اس سے مراد مانگے اور مانند اس کے کوئی کام کرے جیسے چیچک مین سیتلا پوجنا وغیرہ تو وہ ابھی مسلمان ہی نہین ہے جبتک کہ شرک جلی نہ چھوڑے اگرچہ وہ نسب مین سید زادہ ہو کیونکہ جسم سے ایمان کا تعلق نہین ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا جسم نطفۂ آذر سے مخلوق ہوا اور آذر اُن کو اپنا لخت جگر سمجھتا تھا حالانکہ آذر کافر جہنمی ہے اور ابراہیم خلیل اللہ سردار جنت ہین حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ تم سب لوگ اولاد آدم ہو اور آدم کی پیدایش خاک سے ہوا اور جو لوگ اپنے باپ دادون پر فخر کرتے ہین یا تو یہ لوگ اس حرکت سے باز رہین گے یا اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ گوبر کے کیڑے سے بھی زیادہ خوار ہون گے (البزار) اور حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے روز اپنے ناقہ قصوی پر سوار ہو کر خطبہ پڑھا اور شان حق سبحانہ تعالیٰ کے لائق حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تم لوگون سے زمانہ کفر کی رعونت اور باپ دادون سے بڑائی کرنا دور کر دیا یعنی اس کی کچھ اصلیت نہین رکھی اب لوگ دو ہی قسم کے ہین ایک پرہیزگار متقی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہے اور دوسرا بدکار شقی جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خوار ہے اور خوب سن لو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الناس انا خلقناکم الی قولہ علیم خبیر یعنی اے لوگو ہم نے تم کو نر و مادہ سے پیدا کیا اور تمھارے شعوب و قبائل بنا دیئے تاکہ آپس مین پہچانو اور اللہ تعالیٰ کے یہان سب سے بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو اللہ تعالیٰ خوب آگاہ و خبردار ہے پھر آنحضرت نے کہا کہ مین اپنا کلام کہہ چکا اور اپنے واسطے اور تمھارے واسطے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہون (ابن ابی حاتم و عبد بن حمید) حدیث مین ہے کہ تمھارے نسب کسی کے واسطے کارآمد نہین ہوسکتے ہین یعنی جس سے اپنا نسب ملاتا ہے اس کے ساتھ یہ نام اس کو لاحق نہین کر سکتا بلکہ تم سب آدم کی اولاد ہو پھر اس پیمانہ مین کسی کیواسطے کم نہین ناپ سکتے ہو یعنی سب مساوی ہو کسی کے واسطے دوسرے پر کچھ فضیلت نہین ہے سوائے دین و تقوی کے یعنی جسقدر زیادہ متدین و متقی ہو اسی قدر افضل ہوگا اور آدمی کے کمینہ ہونے کیواسطے یہی کافی ہے کہ بد زبان بدکردار بخیل ہو (احمد) اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمھارے حسب و نسب نہین دریافت فرماویگا بلکہ جو کوئی تم مین زیادہ متقی ہے وہی اللہ تعالیٰ کے یہان اکرم ہے (ابن جریر) اور ابولہب کی بیٹی درہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ یا رسول اللہ لوگون مین سے کون بہتر ہے آپنے فرمایا کہ لوگون مین سے وہ شخص بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا زیادہ عالم ہو اور اللہ تعالیٰ کے واسطے تقوی زیادہ رکھتا ہو اور نیک کامون کی نصیحت خوب کرتا ہو اور برائیون سے زیادہ منع کرتا ہو اور قرابتیون سے بہتر سلوک کرتا ہو (احمد) حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا مین سے کوئی چیز

Marfat.com

پسند نہین ہوتی تھی اور کوئی شخص بھی پسند نہ ہوتا سوائے ایسے شخص کے جو متقی ہو (رواہ احمد) یہ حدیث صریح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تقیہ نہین فرمایا اسلئے وہ آپکی شان کے لائق تھا اور جو گمراہ فرقہ ایسا گمان کرے وہ اپنا دین برباد کرتا ہے اور عرب کے لاکھون آدمیون مین قریب ایک لاکھ کے صحابہ رضی اللہ عنہم مین حضرات خلفائے راشدین حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و باقی عشرہ مبشرہ پھر صحابہ مہاجرین و انصار سب درجہ بدرجہ متقی و صالحین مشہور و معروف تھے اور جو کوئی منافق تھا وہ بھی اُن مین معروف و مشہور تھا اور بدعتی گمراہ کے بدگمان کے موافق وہان تقیہ سے کچھ خلط و ملط نہین تھا اور جس نے بدگوئی و غیبت کی اس منافق نے اپنا ایمان کھویا فافہم۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جب اس آیت سے صریح ظاہر ہوا کہ اکرام و شرف صرف تقوی کے ساتھ ہے اور وہی اللہ تعالی کے دین مین مکرم ہے جو زیادہ متقی ہو تو اسی آیت سے اور دیگر احادیث شریف سے ایک جماعت کثیر علمائے نے استدلال کیا کہ نکاح مین نسبی کفو کچھ شرط نہین ہے بلکہ دینی پرہیزگاری شرط ہے اور طبرانیؒ نے عبدالرحمن سے روایت کی کہ آپنے بنی ہاشم مین سے ایک شخص کو یہ کہتے سنا کہ مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نزدیکی حاصل ہے تو اس سے فرمایا کہ دوسرا متقی تجکو جواب دیگا کہ تجھے فقط ایک نسبت ہے اور نزدیکی تو فقط اُن ہی لوگون کو حاصل ہے جو اپنے دین پر متقی ہین مترجم کہتا ہے کہ ان علماء رحمہم اللہ تعالی کا قول بیشک صحیح اور صادق ہے اور جن علماء نے نکاح مین کفو شرط کیا ہے تو انکی یہ مراد نہین ہے کہ دین کی راہ سے کفو ہونا شرط ہے بلکہ اُن کی مراد یہ ہے کہ فاسق جہال خصوص جبکہ ان کو دنیاوی دولت حاصل ہو تو منافقانہ طور پر نسب سے فخر کرتے ہین کیونکہ ان کو حقیقی فخر یعنی تقوی مین سے کمتر حاصل ہے تو مال دنیا کے تکبر سے یہ امر گوارا نہین کرتے کہ مفلس لوگ مانند جولاہون کے اُن سے اشرف کہلاوین کیونکہ وہ متقی ہون پس اُنھون نے یہ فساد برپا کیا اور حدیث مین بھی آیا ہے کہ اس اُمت کے لوگون مین سے بھی نسبی فخر کرنا زائل نہ ہوگا پس جب غیر کفو مرد و عورت سے نکاح ہوا اور عورت نے بجائے اطاعت کے نسبی فخر و طعن کیا تو دونون کے دلون مین نفاق پیدا ہوا اور یہ حرام ہے حالانکہ نکاح سے پہلے یہ نفاق نہ تھا بلکہ انھین دونون کی وجہ سے دونون طرف کے اعزا و اقارب کے دلون مین بھی نفاق پیدا ہوگا لہذا ان فقہا نے ایک شرعی دلیل پائی کہ جب کسی امر مباح کے پیچھے کسی حرام کا ارتکاب لازم آتا ہو تو وہ مباح یا مسنون توڑ دیا جاوے اور حرام کا ارتکاب جائز نہ رکھا جاوے پس لازم آیا کہ دونون مین نکاح فسخ کر دیا جاوے جو بوجہ نفاق کفو کے منجر بحرام ہوگیا اور جب یہ اصل ثابت ہوگئی تو آیندہ اُنھون نے تصریح کر دی تاکہ ایسا نکاح بھی نکرین جس کا توڑنا لازم آتا ہو کیونکہ باوجود توڑ دینے کے بھی فریقین کے لوگون مین ایک قسم کا بغض باقی رہیگا پس یہ تو متقدمین فقہا کا خیال تھا لیکن متاخرین مین بعضے مقلدین ایسے گذرے جنھون نے متقدمین کی دلیل نہ پائی اور یہ خیال کیا کہ اُنھون نے کفو کو شرعاً معتبر کیا ہے حتی کہ بعض راویون نے اس بارہ مین حدیث روایت کر دی حالانکہ وہ حدیث کسی طرح ثابت نہین ہوتی ہے فلیحفظ واللہ تعالی اعلم۔ لیکن اس بیان سے اسقدر ثابت ہوا کہ متقدمین نے جس دقیق نظر سے کفو کا فساد رفع کیا تھا اس کو بہت سے متاخرین اہل علم نے نہین سمجھا تو بھلا عوام کیونکر سمجھتے اور اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانون مین یہ بات پھیل گئی کہ نسب پر فخر کرنا شرعاً معتبر ہے حتی کہ شرع مین کفو کا اعتبار ہے اور دنیاوی متمول فاسقون کو یہ دستاویز ہاتھ آئی تو اُنھون نے غریب متقی مسلمانون کو ذلیل و کمینہ کا لقب دیا اور آخر قیامت کی علامت پیدا ہوگئی جو حدیث صحیح مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ آیا ہے کہ آپنے اُمت کو تاکیدی حکم دیا کہ جب تمھارے پاس ایسا مرد آجاوے جسکے دینی تقوی کو تم پسند کرتے ہو تو اُس کے ساتھ بیاہ کر دو اگر ایسا نہ کروگے تو ملک اسلام مین لمبا چوڑا فساد پھیل جائیگا (الترمذی وغیرہ) اور دوسری حدیث مین منجملہ علامات قیامت کے یہ وارد ہے کہ آخر زمانہ مین اہل صلاح و تقوی

Marfat.com

کی حالت ذلیل ہوگی اور اہل فسق وفساد غالب ہوجاوینگے پس آخر یہی نتیجہ سامنے آیا نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا یہ
بلا عام ہے اور اب اسوقت مین جو شخص اس کو ترک کرے وہ عموماً ہر زبان سے مطعون ہوگا ہان اگر وہ اسکو برداشت کرے تو امید کہ اسکو اجر
شہید حاصل ہو اور واضح ہو کہ باعث فساد وہ لوگ ہوتے ہین جو زبان سے مسلمان ہین اور ایمان ان کے دلون مین داخل نہین ہوا

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ
کہتے ہین گنوار ہم ایمان لائے تو کہہ تم ایمان نہین لائے پر کہو مسلمان ہوئے اور ابھی نہین پیٹھا ایمان

فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ
تمھارے دلون مین اور اگر حکم پر چلوگے اللہ کے اور اُسکے رسول کے کاٹ نہ لیگا تمھارے کامون مین کچھ اللہ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا
بخشتا ہے مہربان ایمان والے وہ ہین جو یقین لائے اللہ پر اور اُسکے رسول پر پھر شبہہ نہ لائے اور لڑے

بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ۝ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ
اللہ کی راہ مین اپنے مال اور جان سے وہ جو ہین وہی ہین سچے توکہہ کیا جتاتے ہو اللہ کو

بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝
اپنی دینداری اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ ہے آسمانون مین اور زمین مین اور اللہ ہر چیز جانتا ہے

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ
تجھ پر احسان رکھتے ہین کہ مسلمان ہوئے توکہہ مجھ پر احسان نہ رکھو اپنی مسلمانی کا بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ

هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ
تم کو راہ دی ایمان کی اگر سچ کہو اللہ جانتا ہے چھپے بھید آسمانون کے

وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ ع ۲
اور زمین کے اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہو

اعراب وہ لوگ کہلاتے تھے جو عرب کے شہرون سے باہر رہتے تھے اگرچہ عرب کے شہر خود ایسے تھے جیسے اس دیار مین قصبات ہوتے ہین اور عرب ان پہاڑون وبیابانون مین ایسی ایسی جگہ جھونپڑے ڈال لیا کرتے جہان کبھی کبھی پانی برسنے سے کچھ کیکر وغیرہ کے درخت وکچھ خودرو گھاس جمتی تھی اور قریب قریب گڈھون مین تالاب کی طرح پانی جمع ہوجاتا تھا کیونکہ ملک اکثر ریگستان وکوہستان تھا اور اسپر مزید یہ کہ اس ملک مین علم نہین پہونچا تھا اور وہان شاہی بندوبست کا سایہ نہین پڑا ہان خداے تعالیٰ نے اُن کی جبلت مین شجاعت وصدق وامانت پیدا کردی تھی اور زبان فصیح مین بڑے بڑے خطبات بلیغ واشعار لطیف بناتے تھے اور یمن مین یہ زیادہ تھا اور وہان کچھ علم بھی تھا پھر جب حجاز کے ملکون مین دین اسلام پھیلا تو اس اطراف کے اعراب بھی مسلمان ہونے لگے ولیکن یکایک ان مین سمجھ نہین آسکتی تھی اور جبتک اہل اسلام مین قوت وثروت کم رہی تو اعراب بطور خود مختاری کے آکر مسلمان ہوتے اور جب لوٹ جاتے تو غور کرتے کہ اگر اس سال اس کے اونٹون مین بچہ ودودھ زیادہ ہوا تو کہنے لگے کہ یہ دین خوب ہے اور مین اسکو قائم

رہون گا اور اگر اتفاق تقدیر سے اُس کے خلاف ہوا تو منحرف ہوکر وہی شرک بت پرستی کی طرف پھر گیا پھر جو لوگ ثابت قدم بھی رہے اُنھون نے دین کی سمجھ میں ابھی بہت کم پایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان رکھا کہ ہم نے آپکے تابع ہونا منظور کیا ہے حالانکہ اگر نور ایمان سے مستفیض ہوتے تو ہزار شکر کرتے کہ آپ کی برکت سے ہم ذلت دنیا و آخرت سے چھوٹے اور عذاب جہنم سے بچے اور جب معلوم ہوا کہ اعراب میں سمجھ ہی نہ تھی تو یہ لوگ اپنی اس حرکت میں منافق نہ تھے بلکہ جاہل گنوار تھے اور یہ حال ہمیشہ جاری ہے کہ بہت سے عوام الناس بدون نفاق کے مسلمان ہوتے ہین مگر وہ گنوار ہوتے ہین اور یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ گنوار اس موقع پر کون شخص ہے کیونکہ شہر مین رہنے سے وہ گنوار ہونے سے خارج نہ ہوگا جبتک کہ وہ دین و ایمان کے معنی نہ سمجھے تب تک گنوار ہے اور یہی ناسمجھ لوگ ہمیشہ دین مین فسق و فساد و طعنہ وغیرہ پیدا کرتے اور تقوی کی عزت نہین کرتے ہین قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۔ اعراب نے کہا کہ ہم لوگ ایمان لائے کہدے کہ تم ایمان والے نہین ہوئے ولیکن یون کہو کہ ہم اسلام لائے اور ایمان ابھی تک تمھارے دلون مین داخل نہین ہوا ہے ف جب اللہ تعالی نے بیان فرمایا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ۔ تم مین جو سب سے زیادہ متقی ہے وہی اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ بزرگ ہے ۔ تو اس سے چند فوائد حاصل ہوئے از انجملہ یہ کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سب اُمت سے افضل تھے کیونکہ مفسرین سلف و خلف رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا کہ اللہ تعالی نے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو امتیون مین اتقی فرمایا بقولہ تعالی سیجنبہا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی ۔ اس آیت مین بالاجماع سب کے نزدیک اتقی سے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ مراد ہین اور اتقی عند اللہ اکرم ہے تو ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ عند اللہ اکرم ہوئے اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ کافر کو جب کسی قسم کا بھی تقوی حاصل نہین ہوتا ہے حتی کہ شرک و کفر سے بھی تقوی نہین ہوتا تو اسکو عند اللہ کچھ بھی کرامت نہین ہے کیونکہ جب تقوی ندارد ہے تو اتقی ہونا بدرجہ اولی و بالضرور ندارد ہے اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ تقوی عین ایمان ہے پھر ایمان مین زیادہ خوبیان بڑھنے سے درجہ بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ اتقی و افضل ہوجاتا ہے پس حاصل یہ نکلا کہ پہلے اصل ایمان و اصل تقوی یعنی شرک سے پرہیز کرنا حاصل ہو تو اُس کے بعد ترقی ہوکر اتقی کا مرتبہ ملتا ہے اور اعراب نے اپنے نسب شریف پر یہ دعوی کیا کہ ہم لوگ ایمان سے اشرف ہوگئے اور یہ دعوی خود اس امر کی دلیل ہے کہ اُنھون نے اللہ تعالی کو اچھی معرفت سے نہین پہچانا کیونکہ جس نے اللہ تعالی کو اچھی طرح پہچانا وہ خوب جانتا ہے کہ اللہ تعالی نے مجھ پر بڑا فضل کیا کہ میرے دل مین ایمان پیدا کردیا کیونکہ ہر چیز کا خالق وہی ہے تو بندون کے افعال کا بھی وہی خالق ہے اور جس بندے مین جو فعل پیدا کیا گیا اُسی نام سے وہ بندہ موصوف ہوگا جیسے کپڑے مین جو رنگ ہو اُسی نام سے وہ کپڑا سرخ یا زرد کہلاتا ہے اور رنگریز کو سرخ یا زرد نہین کہتے ہین کیونکہ رنگریز خود رنگین نہین [illegible] رنگنے والا ہے تو ایمان پیدا کرنے والا اللہ تعالی ہے اور جس بندے مین ایمان پیدا کیا وہ مومن ہے اور ایمان عین معرفت شان الٰہی عز و جل ہے جسمین سے اول و اعلی یہ کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ یعنی الوہیت کی شان سوائے اللہ تعالی کے کسی مین نہین ہے تو مخلوقات مین ہر طرح کا نفع و ضرر وغیرہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ سوائے اللہ تعالی کے کسی دوسرے کی طرف سے غیر ممکن ہے کیونکہ اگر کسی غیر کی طرف سے موت یا زندگی یا رزق یا محتاجی یا صحت یا بیماری وغیرہ سمجھے تو اُسنے شرک کیا اور اللہ تعالی کو نہین پہچانا حتی کہ اعراب کا یہ گمان بھی خلاف ایمان تھا کہ ہم ایمان لائے یعنی ہم نے اپنے آپ کو اس صفت سے موصوف کر لیا اور بندۂ مومن سے اگر پوچھا جاوے کہ تو مومن ہے تو وہ یہی کہتا ہے کہ اللہ تعالی کے فضل سے مجھ مین یہ اعلی صفت موجود ہے لیکن چونکہ اس صفت کا پہچاننا بھی اللہ تعالی کے علم سے

Marfat.com

ہوتا ہے اور وہ بندے سے ممکن نہین ہے تو وہ بندہ اپنے دل مین خوفناک ہوتا ہے کہ مین نے اپنے علم کے موافق یہ جواب دیا ہے
ولیکن مین یہ نہین جانتا کہ علم الٰہی مین کیا بات ہے اسیواسطے حضرت حسن بصری و دیگر اجلہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایات ہین کہ اکابر
اُمت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نفاق سے خوفناک ہوا کرتے تھے اور حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی کہا کہ جس شخص کو یہ خوف نہ ہو وہ منافق ہے
مترجم کہتا ہے کہ اسمین نکتہ یہی ہے کہ جب اُس نے اپنے علم پر یہ دعوی کیا تو اللہ تعالیٰ کو نہ پہچانا جیسے منافق نہین پہچانتا ہے مترجم کہتا ہے
کہ یہ مقام ہر شخص کو نہایت احتیاط کے ساتھ سمجھ لینا چاہیے کیونکہ یہی عین ایمان اور تمام خوبیون کی جڑ ہے اور اس زمانہ مین ایمانی
امانت لوگون کے دلون سے زائل ہوگئی ہے اور وعظ کہنے والے اپنے لب لہجہ و خوش بیانیون کی تعریف پر حقیر مال دنیا حاصل کرنے کیلیے
طرح طرح کے دلچسپ قصص و حکایات بیان کرتے ہین ولیکن اصل ایمان سے خود ہی غافل ہین تو دوسرون کو کیا نصیحت کرین کیا نہین دیکھتے
ہو کہ ان واعظون کی غرض دنیاوی مال ہے اور زبانی دعوی پر مغرور ہونا ایمان کی بربادی بلکہ بے ایمانی کی دلیل ہے کیا نہین دیکھتے ہو
کہ اعراب نے یہ دعوی کیا پھر اُن کو کیا فائدہ ہوا شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا کہ اس آیت مین جن اعراب کا ذکر ہے وہ منافق نہ تھے یعنی اُن کی غرض یہ
نہ تھی کہ دھوکا دین اور جو بات دل مین نہین ہے وہ ظاہر کرین بلکہ غفلت سے وہ لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے دل مین ایمان مستحکم ہے
خطیب رحمہ اللہ نے بعض علما سے نقل کیا کہ اکثر غافل لوگ عموماً مسلمان ہوتے ہین اور ان مین ایمان کی صفت نہین ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اعراب نے
ابتدائی حالت مین اللہ تعالیٰ کی معرفت اچھی طرح نہین پائی اور الوہیت کے معنی خوب نہ سمجھے تو اپنے نفس کی طرف سے ایمان کا دعوی کیا قشیری رحمہ اللہ
نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے نفس مین کوئی حال مشاہدہ کیا تو احتیاط سے غور کرے کہ اگر اُس نے اپنے نفس کی طرف سے یہ بات خیال
کی تو وہ مشرک ہے اُس نے شرک کیا اور اگر اُس نے اپنے نفس کے واسطے یہ صفت خیال کی یعنی میرا نفس اپنی لیاقت سے اس صفت کا
سزاوار ہوا تو یہ مکر و دھوکا ہے اگر پوچھا جاوے کہ جن اعراب نے یہ کلمہ کہا تھا وہ کون لوگ تھے تو ایک قول یہ ہے کہ وہ قوم بنو اسد
تھے جو قبیلہ خزیمہ مین سے ایک شاخ ہے یہی مجاہد رحمہ اللہ سے منقول ہے دوسرا قول یہ کہ قوم جہنیہ و مزینہ و اسلم و اشجع و غفار وغیرہ اقوام
تھے جو مدینہ کے گرد رہتے ہین لیکن قول اول زیادہ ثابت ہے امام رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ قوم بنی اسد کی نسبت یون روایت کی گئی کہ قحط کے
سال مین انھون نے ظاہر کیا کہ ہم اسلام لائے اور ابھی اُن کا دل اچھی طرح ایمان پر جما نہ تھا اور اُن کی غرض یہ تھی کہ ہم کو بھی مال زکوۃ و صدقات
مین سے حصہ ملیگا مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ غرض نہین ہے کہ اُنھون نے نفاق سے یہ بات ظاہر کی تھی بلکہ اسلام کو امانت ایمان سمجھے اور
دعوی سے غفلت مین پڑگئے رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ روایت اگر ثابت ہو تو بھی اس روایت سے فقط اتنی بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس آیت کے
نازل ہونے کا ابتدائی قصہ قوم بنی اسد ہے ولیکن ہم نے صاف بیان کر دیا کہ اسمین کسی قوم کی خصوصیت منظور نہین ہے بلکہ قیامت تک
ہر قوم و ہر شخص جو ایسا کرے کہ اسلام کے نیک افعال ظاہر کرکے اپنے نفس مین دعوی کرے کہ مین متقی کے درجہ مین پہونچ گیا ہون اور اتقی
کے واسطے اکرم کا شرف ہے مجھے بھی مل گیا تو یہ شخص غافل ہوگا اور یہ دلیل ہے کہ اس کو ابھی تقوی بھی ٹھیک حاصل نہین ہوا کیونکہ اُس نے
الوہیت مین شرک سے بچنا اچھی طرح نہ پہچانا اور خالی ظاہری افعال پر یہ حکم لگایا یہ دوسری جہالت ہے کیونکہ تقوی تو دل کا فعل ہوتا ہے
کیا نہین دیکھتے ہو کہ اعراب نے نماز روزہ وغیرہ اسلام کے نیک اعمال ظاہر کئے تھے پھر بھی ان کو کہا گیا کہ تم ابھی ایمان نہین لائے یعنی اچھے اطمینان
و معرفت کیساتھ تمہارے دل مین اعتماد و علم ابھی نہین آیا ولیکن یہ کہو کہ ہم اسلام لائے بعض علما نے گمان کیا کہ مجاہدین کے جہاد مین
قتل و قید ہونے کے خوف سے اسلام ظاہر کیا جیسے منافق ہوتے ہین یہی سعید بن جبیر و مجاہد و ابن زید سے نقل کیا جاتا ہے ابن کثیر رحمہ اللہ نے

Marfat.com

کہا کہ امام بخاری بھی اسی طرف گئے کہ یہ لوگ منافق تھے جو ظاہر مین اسلام کا اظہار کرتے تھے اور دیگر علمانے کہا کہ نہین بلکہ یہ لوگ اسلام لائے تھے ولیکن ابھی تک ایمان نکے معنی ان کے دل مین نہین جمے اسیواسطے دعوی کرتے تھے کہ ہم نے ایسا کیا تو اُن کو آگاہ کر دیا گیا کہ تم یون کہو کہ ہم اسلام لائے یعنی ظاہر کے نیک اعمال ادا کرنے پر ہم نے گردن جھکائی ہو ولیکن ایمان ابھی تمھارے دلون مین داخل نہین ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت سے ابھی تمھارے دل مطمئن نہین ہوئے ہین علمانے کہا کہ اس سے اُن کو اُمید دلائی کہ انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ ایمان بھی قلب مین داخل ہوجائیگا اسواسطے کہ نیک اعمال سے جب سیاہی وغفلت کے پردے چھٹ جاتے ہین تو نور عقل ظاہر ہوتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی اُلوہیت پہچانتا ہے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَا یَلِتْکُمْ مِّنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا۔ اور اگر تم لوگ اللہ ورسول کی اطاعت کئے جاؤگے تو اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال مین سے کچھ نہ گھٹاویگا یعنی اگر سچی نیت سے تم لوگ موافق حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو عین حکم حق سبحانہ تعالیٰ ہے فرمانبرداری کئے جاؤگے اگرچہ ابھی پوری معرفت تمھارے دل مین نہین آئی ہے تاہم اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال مین سے کچھ ضائع نہین فرماویگا بلکہ اپنے فضل سے قبول فرماویگا۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ بیشک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ف بندون کی نادانی بخشتا ہے اور اُن کی عاجزی کی خالص بندگی اپنی رحمت سے قبول فرماتا ہے (تنبیہ) اسلام مین بعض بدعتی فرقے دنیا کی ہوا وہوس مین پڑکر ایسے جاہل ہوگئے کہ اُنھون نے یہ گمان کیا کہ اسلام فقط زبانی اقرار کا نام ہے اور شیطان نے اُن کو ایسا غافل کیا کہ یہ آیت بھی اُن کو نہ سوجھی جسمین صریح مذکور ہے کہ اعراب کو باوجود اسلام کے کہا گیا کہ ابھی تمھارے دل مین ایمان نہین آیا ہے یہ جاہل فرقہ محض گمراہ ہے کہ اُن کے بدقول سے پرہیز رکھنا چاہیے پھر دیکھنا چاہیے کہ آیت مین اسلمنا مذکور ہے اس سے اسلام شرعی مراد ہے یا لغوی مراد ہے اور اسلام لغوی یہ ہے کہ حکم کے موافق گردن جھکا دے مثلاً باپ نے بیٹے کو ذبح کرنیکا قصد کیا اور اُس نے فرمانبرداری کے واسطے گردن جھکائی تو کہین گے کہ وہ اسلام لایا جیسے حضرت ابراہیم و اُن کے فرزند کے قصے مین فرمایا۔ فلما اسلما وتلہ للجبین۔ لیکن یہ شرعی اسلام نہین ہے اور شرعی اسلام یہ ہو کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے احکام پہونچائے ہین خاص ان احکام کو بجالانے کے واسطے سر جھکائے بعض علمانے کہا کہ یہان بھی لغوی معنی مراد ہین یعنی اعراب نے ظاہری فرمانبرداری کے واسطے گردن جھکائی تھی اسیواسطے کہا گیا کہ تمھارے دل مین ایمان نہین آیا اور دیگر علمانے کہا کہ نہین بلکہ وہ شرعی اسلام لائے تھے چنانچہ اوپر بیان ہو چکا کہ وہ لوگ منافق نہین تھے اور خود اُن کو اُمید دلائی گئی کہ آیندہ ایمان کے اُمیدوار رہو بلکہ اطمینان دلایا کہ تمھارے اعمال ضائع نہ ہونگے بالجملہ ان کو منافقون کی طرح فضیحت نہین فرمایا اب اگر یہ قول لیا جائے کہ یہان شرعی اسلام مراد ہے تو اس سے یہ معنی ظاہر ہوجاوینگے کہ اسلام مین اور ایمان مین فرق ہے کیونکہ ان کے واسطے شرعی اسلام ٹھیک تھا اور ایمان کی نفی فرمائی تو ظاہر ہوا کہ کبھی اسلام ہوتا ہے اور ایمان نہین ہوتا ہے اور یہ قول امام شافعی وایک جماعت علما سے منقول ہے ولیکن دیگر علمانے مانند امام ابوحنیفہ وامام بخاری وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے کہا کہ نہین بلکہ شرعی اسلام مین اور ایمان مین کچھ فرق نہین ہے بدلیل قولہ تعالیٰ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ اسلام ہی اللہ تعالیٰ کے یہان دین ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے پھر غیر ممکن ہو کہ بغیر ایمان کے پسندیدہ ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا بقولہ تعالیٰ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین۔ پس اپنے پیغمبر ابراہیم علیہ السلام کو اس دین مین لیا تو معلوم ہوا کہ اسلام بغیر ایمان کے اور ایمان بغیر اسلام کے شرعاً غیر ممکن ہے۔ ہان یہ بات ہوسکتی ہے کہ ظاہر مین شناخت کے واسطے فرق رکھا جاوے یعنی مثلاً منافق نے نماز وروزہ وغیرہ ظاہر کیا اور وہ دل مین منافق ہے تو ہم لوگ اسکو ظاہر مین مسلمان کہین گے

Marfat.com

اگرچہ وہ ایمان نہین رکھتا ہے لیکن اُسکا یہ اسلام شرعی نہین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکی نماز و روزہ وغیرہ مقبول نہین ہوتا
ہوتا تو اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ ہوتا بس ظاہری شناخت کے واسطے ہم لوگون کو حکم ہے کہ اسلام پر حکم لگاوین اور ایمان کا حکم
کی دلیل نہ ہو۔ اور دلیل یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ بذریعہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آگاہ فرماوے کہ اس کے دل مین ایمان
رضی اللہ عنہم کی نسبت قرآن مجید مین بکثرت آیات سے مانند اولئک ہم المومنون حقا۔ وغیرہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ
تمام اصحاب کو علم ہو گیا کہ یہ مومنین ہین اور کبھی گمان کی دلیل ہوتی ہے جیسے حدیث مین فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ نماز کیلیے
مسجد آباد کرتا ہے تو گواہی دو کہ یہ مومن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ الآیہ۔ تو یہ گواہی پر گواہ کی
طرف سے اپنے علم کے موافق ہے اور حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بخلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کے کہ وہان اللہ تعالیٰ نے اپنا حقیقی
علم بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنی آیات سے اپنے بندون کا امتحان لیتا ہے بس جو مومن ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آیت پر یقین لاتا ہے اور اسکے
مقابلہ مین اپنی رائے چھوڑتا ہے اور جو منافق ہے وہ اُسکے برعکس کرتا ہے یہان سے ظاہر ہو گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے امتحان کیا گیا تھا اور پچھلی اُمت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے امتحان کیا گیا تو جو لوگ مومن صادق ہین اُنھون نے صحابہ رضی اللہ عنہم
کو بزرگ و افضل امت یقین کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آیتون پر یقین کیا اور جو کچھ لڑائیان وغیرہ ان مین واقع ہوئین اُن کا باطنی بھید ہم نہین
جان سکتے کیونکہ ہر عمل کا مدار نیت پر ہے اور ہم کو معلوم نہین کہ اُن کی کیا نیت تھی تو اگر ہم اپنی رائے سے خراب حکم لگا دین تو اللہ تعالیٰ کی
آیات کو جھٹلا دین نعوذ باللہ من ذلک۔ حالانکہ آیات الٰہی علم قدیم و برحق ہین اور اپنی رائے محض خیال و غلط ہے اس سے ظاہر ہوا کہ
جن بدعتی فرقون نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملہ مین اپنی رائے سے ناقص حکم لگایا یہ سب ایمان سے جاہل اور قرآن سے غافل اور اپنے
نفس کی رائے پر گمراہ ہین الحاصل اسلام شرعی جو اللہ تعالیٰ کے یہان مقبول ہے وہ بدون ایمان کے غیر ممکن ہے اور ظاہری شناخت
کے واسطے دونون مین فرق کھلا ہوا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے قریب جبرئیل علیہ السلام ایک آدمی کی
صورت پر بھیجے گئے اُنھون نے آکر مجمع صحابہ رضی اللہ عنہم مین دریافت کیا کہ اسلام کیا ہے آپ نے زبانی کلمہ شہادت اور ظاہری ارکان
اسلام بیان فرمائے پھر دریافت کیا کہ ایمان کیا ہے تو آپ نے دلی تصدیق یعنی دل مین یقین جاننا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور
اُس کے ملائکہ اور کتابین و رسول برحق ہین اور عاقبت برحق ہے اور تقدیر برحق ہے غرضکہ ایمان کی چیزین بیان فرمائین پھر پوچھا
کہ احسان کیا ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اسطرح عبادت کرنا گویا اسکو دیکھتا ہے یعنی بندہ ہر وقت اپنی بندگی کی حالت مین ایسا ہو جاوے
کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے پھر اگر یہ نہین ہے تو اتنا بہر صورت حاصل ہو کہ اللہ اُسکو دیکھتا ہے مترجم نے اس حدیث کو بار ہا اپنے
اپنے موقع پر ترجمہ کیا ہے اور یہان اس خلاصہ بیان سے غرض یہ ہے کہ اسلام و ایمان کا فرق اس سے ظاہر ہوتا ہے اور اس سے
یہ بھی مقصود ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے خواہ خلیفہ ہو یا نہو کوئی کسی شخص پر سوائے ظاہری
حالت کے باطنی حکم نہین لگا دیگا کیونکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے لوگون کے دلی نفاق کو بذریعہ وحی کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
زبان سے ظاہر فرمایا اور بعد آپ کے کسی کو باطنی حکم لگانے کی گنجایش نہین ہے بلکہ اسلام کے ارکان دیکھے اور اسی پر اسلام کا حکم
لگا دے اور ان کے باطنی اعتقاد کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑے اور باطنی ایمان بھی بتلایا گیا پس جو شخص کہ ظاہری اسلام ظاہر کرے اسکو
اسلامی احکام مین لے لینا چاہیے اور اپنی رائے سے بے ایمان سمجھکر اُسپر جہاد یا جزیہ وغیرہ کا حکم نہ لگایا جاوے الا اگر اُن میں

Marfat.com

دل مین ایمانی اعتقاد نہ ہوگا تو ظاہری اسلام اُس کو آخرت مین کچھ مفید نہ ہوگا ولیکن جبتک وہ ظاہری اسلام کا اقرار کرے تب تک ہم اسکے
باطنی کفر کا حکم نہ لگاوینگے بلکہ اُس کے باطنی ایمان کا بھی حکم نہین لگا سکتے ہین چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر ایمان
کا حکم لگایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی جانتے تھے کہ جسپر حکم لگایا وہ مومن ہی تا ہم آپنے اُن کو ایسا حکم لگانے پر تنبیہ فرمائی چنانچہ
سعد رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کے لوگون مین عطیہ تقسیم فرمایا اور مین بیٹھا ہوا تھا اور مین نے
دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گروہ مین سے ایک ایسے شخص کو کچھ نہ دیا جو میرے نزدیک ایمان مین ان سب سے بہتر تھا تو مین نے
اسکی سفارش کیلئے اُٹھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خفیہ عرض کیا کہ واللہ مین تو اسکو مومن جانتا ہون آپنے اسکی طرف توجہ نہین
فرمائی آپنے فرمایا کہ کیا تو اسکو مسلمان جانتا ہے مین یہ سنکر ادب سے بیٹھ رہا پھر میرے دل نے نہ مانا اور مین نے اُٹھکر مثل اول کے عرض
کیا اور ویسے ہی جواب پایا غرضکہ تین بار یون ہی واقعہ ہوا پھر آپنے فرمایا کہ اے سعد مین بعض آدمی کو جو دوسرے سے بہتر ہے چھوڑ کر
دوسرے کو عطیہ دیتا ہون اس خوف سے کہ ایسا نہ ہو کہ وہ اوندھے منھ جہنم مین ڈالا جائے علما نے کہا کہ سعد رضی اللہ عنہ کو تنبیہ فرمائی کہ اسکے
مومن ہونے کی گواہی مت دو کیونکہ ایمان تو دل مین ہوتا ہے بلکہ ظاہری گواہی دو کہ مین اسکو مسلمان جانتا ہون بعض نے زعم کیا کہ وہ شخص
درحقیقت مومن نہ تھا اسوجہ سے آپنے رد کیا کہ اسکو مومن مت کہو بلکہ مسلم کہو لیکن یہ زعم باطل غلط ہے شیخ ابن حجرؒ نے دوسری روایات صحیحہ
نقل کرکے کہا کہ ان روایات سے اسکا مومن ہونا بلکہ افضل مومن ہونا صریح ثابت ہے پس معلوم ہوا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو آگاہ کرنا منظور تھا
کہ کسی شخص کے مومن ہونے پر اپنا علم نہ بیان کرین ہان ظاہر حالت پر گواہی ممکن ہی اور ظاہر فقط اسلام ہی یعنی ایمان کے ساتھ جو طاعات
لازمہ ہین انکو دیکھا جاتا ہی ولیکن باطنی اعتقاد کا علم اس سے حاصل نہین ہوسکتا اگر کہا جاوے کہ برابر ہم لوگ مشائخ رحمہم اللہ تعالی کو مومنین
بلکہ ائمہ مومنین جانتے ہین جواب یہ کہ ہان یہی گمان رکھنا چاہیے چنانچہ حدیث مین بھی آیا کہ تم جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اُس کے
ایمان کی گواہی دو (الحدیث) ولیکن یہ حکم لگانا کہ عنداللہ یہ شخص مومن ہے تو یہ جائز نہین وعلی ہذا اگر کسی نے قسم کھائی کہ اگر یہ شخص زید
مومن ہو تو اسکی جورو کو طلاق ہی اگر اسکی مراد ایمان عنداللہ ہے تو حقیقۃ طلاق واقع ہونیکا علم نہین ہوسکتا ہی وعلی ہذا اجماع مومنین جو شرع
مین قطعی حجت ہی وہ بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کے اسوجہ سے مفقود ہوا کہ قطعی مومن ہونیکا حکم نہین ہوسکتا مگر آنکہ کل جہان کے اہل اسلام متفق
ہون تو کہا جاسکتا ہے کہ مومنین حقیقی بھی لامحالہ ان مین شامل ہین فافہم۔ اور واضح ہو کہ ظاہری اعمال پر اصلی اعتقاد کا قطعی حکم ظاہر
نہین ہوسکتا حتی کہ ظاہر مین جس شخص سے نماز روزہ مین سستی نظر آوے اُسکو بھی یقینی طور پر بے ایمان نہین جان سکتے ہین جیسے ظاہری
نماز روزہ ادا کرنے والے کو قطعی مومن نہین سکتے شاید وہ منافق ہو لہذا اسلام مین ظاہر پر مدار ہوا اسیواسطے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ
عنہا کی حدیث مین ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفر ہے یا ایمان ہے اور نفاق نہین ہے اس سے حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا
کی یہ مراد نہین ہے کہ اب قیامت تک کہین منافق کا وجود نہ ہوگا اسواسطے کہ صریح احادیث سے خلاف ہی بلکہ مراد یہ ہے کہ ہم کسی پر
یہ حکم نہین لگا سکتے ہین کہ یہ اعتقادی منافق ہی اسواسطے کہ دلی حال تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین آپ کو وحی سے
بتلایا جاتا تھا اور بعد آپکے غیر ممکن ہے تو سوائے ظاہر حال کے کچھ حکم نہ ہوگا اور ظاہر مین سوائے کافر مجاہر کے یا مسلمان کے تیسرا حکم
غیر ممکن ہی اگر کہا جائے کہ حدیث مین ہے کہ جسمین یہ خصلتین جمع ہون کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف
کرے اور جب مخاصمہ ہو یعنی حاکم کے یہان مقدمہ دائر ہو تو فجور کرے یعنی جھوٹی قسم وغیرہ سے یا بدزبانی سے پیش آوے اور جب امانت

Marfat.com

دیا جاوے تو خیانت کرے تو یہ شخص خالص منافق ہوگا پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ منافق کا حکم لگایا جا سکتا ہے جواب جو کچھ بیان ہوا
مین نفاق ہی اور عملی نفاق یہ ہے کہ ایمان کے اعمال سے مخالف اعمال اس سے صادر ہون بدلیل آنکہ اسی حدیث کے آخر مین فرمایا کہ جس شخص
مین ان باتون مین سے کوئی بات ہو تو اسمین یہ خصلت نفاق ہوگی جبتک اسکو نہ چھوڑے یہ دلیل ہے کہ عمل مین نفاق مراد ہے ورنہ
ایمان ونفاق جمع نہین ہو سکتے ہین ہان یہ ممکن ہی کہ شاید ان خصلتون کا جمع کرنیوالا دل سے بھی منافق ہو لیکن یہ علم ہم کو نہین ہوسکتا
ہے اسیواسطے اُمت نے اجماع کیا کہ جسمین یہ چارون باتین جمع ہون اسکو کافر قرار دیکر خارج نہین کیا جاتا ہے اگرچہ منافق حقیقی کو بھی
خارج کرنا معروف نہین ہی فافہم پس حاصل یہ ہوا کہ جن احادیث سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ اسلام وایمان جدا جدا ہین تو وہان صرف
شریعت کا قانون بیان ہوا ہے یعنی جب کسی شخص کو ظاہر مین دیکھا جاوے کہ زبان سے کلمہ توحید کا اقرار کرتا ہے اور اسلام کے ارکان
بجالاتا ہے تو ایسے شخص پر اسلام کے احکام جاری کرنا چاہیے اور اُس کی دلی حالت پر کوئی حکم نہ لگانا چاہیے یعنی اپنے گمان واٹکل سے
اسکے حالات مین غور کر کے مثلاً یہ حکم نہ لگانا چاہیے کہ یہ شخص مسلمان یعنی ایمان والا نہین ہے کیونکہ اسکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین
جانتا ہی الا اسطرح کہ اللہ تعالیٰ وحی سے آگاہ فرماوے اور یہ فقط اُسی زمانہ تک ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا مین تشریف رکھتے
ہین اور بعد آپکے اگرچہ نبوت کی خلافت ہوگی تب بھی یہ ممکن نہوگا اسیواسطے حدیث جبرئیل جس سے دلیل لائی جاتی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے حجۃ الوداع سے واپس تشریف لانے کے بعد بہت قریب زمانہ وفات مین وارد ہوئی چنانچہ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتح الباری
مین اسکو تحقیق کیا ہے اور اس حدیث کے آخر مین وارد ہی کہ یہ پوچھنے والا جبرئیل تھا جو اسواسطے تشریف لایا تھا کہ تم لوگون کو تمھارا دین
تعلیم کرے اور سب جانتے ہین کہ دین سے مراد عملی برتاؤ ہوتا ہے تو معنی یہ ہوئے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قاعدہ پر تم کو
برتاؤ کرنا چاہیئے وہ سکھلا دیا جاوے پس جو شخص دین اسلام کا اظہار کرے اسکو مسلمان قرار دیکر اسکے ساتھ اسلامی برتاؤ کیا جاوے
لیکن یہ خلجان رہا کہ اسلام ملازم ایمان ہی تو کیا اُسکے ایمان کا حکم لگایا جاوے یا نہین پس اسکی تعلیم کیواسطے دوبارہ سوال کیا کہ ایمان کیا
چیز ہے اور اُس کے جواب سے معلوم ہو گیا کہ اسلام ظاہر ہونے سے ایمان کا ثبوت نہین ہوتا ہے کیونکہ زبان سے اقرار توحید مثلاً اگر
موافق دل ہی تو یہ سچا اقرار ہے اور ایمان کے ساتھ ہے کیونکہ دلی الیقین ہی عین ایمان ہی پس نتیجہ یہ نکلا کہ جو اسلام ظاہر کرتا ہے اگر سچے
طور پر ظاہر کرتا ہے تو یہ سچا اسلام ہی اور یہی عین ایمان ہی اور اگر وہ جھوٹا اظہار کرتا ہے تو نہ سچا اسلام ہے اور نہ ایمان ہی لیکن ظاہر مین ہم
اس سے اسلام کو سچا مان کر قبول کرین گے ولیکن وہ خود جان رکھے کہ اس سے ایمان ثابت نہ ہوگا کیونکہ ایمان یہ ہی کہ تو دل سے یقین
مانے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے آخر تک جو امور ایمان بیان فرماتے ہین سب کا اعتقاد ہو پھر یہ اعتقاد کبھی اپنے انوار کمال کے ساتھ
ہوتا ہے اور اسمین غفلت کا خیال لگا ہوتا ہے چنانچہ ہم مین سے بہت لوگون کو عذاب قبر وعذاب آخرت سے خوف ہوتا ہے جب یاد آجاتا
ہے کیونکہ اُسنے یقین کر لیا ہی کہ بعد موت کے قبر کا معاملہ ہے پھر قیامت کا معاملہ ہے اور اسی طرح ہم جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ ہی کی تاثیر
قدرت اپنی مخلوقات مین جاری ہے لیکن غفلت سے کہہ بیٹھتے ہین کہ پانی برسا اب کھیتی خوب اُگے گی یا دھوپ کی تیزی نے سر مین درد
کر دیا یا کچے چنے چابنے سے پیٹ مین درد ہونے لگا حالانکہ اگر ہوشیار کر کے پوچھا جاوے تو ہم سچا اقرار کرین گے کہ بات یہ ہے کہ کچے چنے
بقدرت الٰہی یہ رنگ لائے لیکن یہ ضرور سچ ہے کہ پہلے غفلت طاری تھی پس اگر یہ غفلت بھی دور ہو جاوے اور ہر دم اپنے رب عزوجل
کی یاد رہے گویا اسکے سامنے حاضر ہے اور جان ومال سے اُسی کا بندہ بنا ہوا بیٹھا ہے اُسی کی شرع کے موافق منہ سے بات بولتا ہے

اور اسی کے حکم پر ہر ایک کام کرتا ہے تو اس غفلت کو مجال نہ رہی اور یہی مرتبۂ احسان ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و رہیان سے ظاہر ہوا کہ جن علما نے اسلام و ایمان مین فرق کیا ہے شاید اُن کی مراد یہ ہے کہ شرعی برتاؤ مین ان دونون کا مفہوم بلکہ بعض احکام بھی علیحدہ علیحدہ اعتبار کیے گئے ہین اور یہ صحیح ہی اور جن علما نے کہا کہ سچا اسلام عین ایمان ہے تو اُنھون نے واقعی بات کا لحاظ کیا فافہم واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم پھر اللہ تعالےٰ نے اعراب کو ان کے دعوی کرنے سے منع فرما کر حقیقی مومنون کی پہچان بتلائی بقولہ تعالیٰ ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مومنین تو وہی لوگ ہین جو اللہ و اسکے رسول پر ایمان لائے ف یعنی اللہ تعالیٰ کی الوہیت ذات وصفات کو دل سے یقین مانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا ۔ پھر اُنھون نے شک کیا ف یعنی اپنے دل مین اس یقین کے بعد کسی طرح کچھ بھی شک قبول نہ کیا ۔ اگر کہا جاوے کہ ظاہر آیت کے معنی یہ ہین کہ پھر شک نہین کیا پس تم نے معنی یہ کیون بیان کیے کہ کسی طرح شک کو دل مین قبول نہ کیا اسکا جواب یہ ہی کہ ارتیاب کے معنی یہی ہین کہ شک کیا جاوے اور احادیث و آیات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ شیطان اگر مومنون کے خیال مین طرح طرح کا وسوسہ ڈالتا ہی تاکہ اُنکے دلون مین شک پیدا ہو چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہی کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنا حال عرض کیا کہ اُن کو بعض وقت ایسا خیال آتا ہی جسکو وہ زبان پر لانا نہایت گران جانتے ہین یعنی اسقدر ناگوار سمجھتے ہین کہ اسکو زبان سے بیان نہین کر سکتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس خیال کو اسقدر ناگوار جانا ہی اُنھون نے عرض کیا کہ جی ہان تو آپنے فرمایا کہ یہ صریح ایمان ہے (صحیح مسلم وغیرہ) اسکو ایمان اسواسطے فرمایا کہ انکو جب خالص ایمان حاصل تھا اور یقین کامل تھا تو اسیوجہ سے انھون نے اس وسوسہ کو نہایت ناگوار جانا اور اُن کے دلی ایمان مین کچھ خلل نہین آیا اسواسطے کہ انکے دل نے اسکو قبول نہین کیا بلکہ سخت ناگوار جانا اسی طرح دیگر احادیث مین بھی مصرح بیان ہی تو معلوم ہی کہ شکوک و وساوس آنا فتنۂ شیطانی ہے اور وہ ایمان کو مضر نہین ہے جبتک کہ دل مین نہ لیوے بلکہ اسکو رد کرنے مین ثواب عظیم ہی کیونکہ شیطان نے اسکو وسوسہ سے پریشان کیا اور اُسنے عین ایمان کیوجہ سے اسکا مقابلہ کر کے اسکو مردود کر دیا تو یہ جہاد کا ثواب ہی بلکہ شاید جہاد سے بھی زیادہ ہو کیونکہ جہاد بعد ایمان کے ہوتا ہی اور یہ عین ایمان مین شیطان سے جہاد ہے پس مومنون کی یہی صفت ہی کہ خالص یقین کو دل مین لے لیتے ہین پھر شیطان ہر چند شک ڈالے اور کوشش کرے وہ اسکو قبول نہین کرتے بلکہ پھٹکار دیتے ہین پھر اُن کا یقین خود آمادہ کرتا اور مقتضی ہوتا ہے کہ ایمان کے موافق طاعت و فرمانبرداری کرین ۔ وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ اور اُنھون نے اپنے مالون سے اور اپنی جانون سے اللہ کی راہ مین جہاد کیا ف کیونکہ جب اُنھون نے دل سے خالص یقین کیا تو مال دنیا اور حیات دنیا کو ہیچ سمجھے اور مال جمع کر کے دنیا آراستہ کرنا اُن کے ایمان کی ضد ہے تو اُنھون نے مالون کو اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ کیا اور اسمین کوشش کی کیونکہ دلی یقین کے باوجود انسانی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہی کہ لعل و جواہرات و سونے چاندی کو دیکھکر انکی جانب رغبت کرتی ہے تو اسکو راہ حق پر قائم رکھنے مین صبر و کوشش کرنا پڑتی ہی اور جہاد کے یہی معنی ہین کہ راہ حق مین کوشش پوری کرے اگر کہو کہ جب دل مین پورا یقین ہی تو پھر انسان کا جی کیون ان چیزون کی جانب رغبت کرتا ہے جواب یہ ہی کہ جی یا نفس یا طبیعت کوئی لفظ لکھو اُس سے مراد یہی جسم انسانی ہی اور جسم کی پیدائش اسی خاک سے ہی اور لعل جواہرات و سونا و چاندی وغیرہ سب اسی خاک سے پیدا ہوئے ہین تو دونون کی جنس متحد ہی اور ہر چیز اپنی اصل و جنس کی جانب رغبت کرتی ہی پس روح و عقل نے ہر چند عالم آخرت پر یقین کیا اور دنیا کو ہیچ و فانی سمجھا لیکن جبتک اس جسم سے تعلق باقی ہی تو یہ جسم خواہ مخواہ اپنی طبیعت سے ان چیزون کی جانب مائل رہیگا اور اگر پے در پے روزہ رکھنے سے جسمانی خواہشین کمزور کر دیجاوین تو بھی بالکل زائل ہونا غیر ممکن ہی ہان قوت کی حالت مین خواہشون کے دھوان دھار لشکر ایسے ہجوم کرتے تھے کہ بسا اوقات یہ شخص بیچارہ اُن کے ہاتھون مغلوب ہو جاتا تھا اور جب اُسنے اُنکی قوتین کمزور کر دین

Marfat.com

اور بجائے اس کے رسم وصلوۃ کے نورانی لشکرون سے مدد پائی تو اب خواہشون کے لشکر بہت قلیل دلگرد ہوگئے ہین اور ابھی کچھ
مائل نہین کرنے پاتے ہین پھر انھون نے اُس کے مال کو چھوڑکر بلکہ مالون کو عاقبت کا وسیلہ بنا کر اپنی جان پر نظر کی تو اس کو بھی نعمت
الٰہی کے مقابلہ مین نہایت حقیر پایا اور اسکو بھی قربان کرنا چاہا اگرچہ وہ اسکو بہت حقیر سمجھتے ہین اور اگر ان کے پاس ہزار جانین ہوتین تو بھی
ایک ایک کرکے قربان کرتے اور شرمسار رہتے اور حدیث مین بھی آیا ہے کہ جب شہید کو وہان عظیم نعمت نظر آتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے
فرماتا ہے کہ اپنی مراد مین مانگ تو وہ یہی عرض کرتا ہے کہ مین زندہ کرکے دنیا مین بھیجا جاؤن پھر تیری راہ مین قربان ہون پھر زندہ ہون
پھر قربان ہون پھر زندہ ہون پھر قربان ہون ارشاد ہوتا ہے کہ یہ حکم محکم ہوچکا کہ دنیا مین نہین لوٹائے جائینگے پس حاصل یہ ہوا کہ بعد
خالص ایمان کے شک قبول نہین کرتے اور مقتضائے خلوص سے راہ الٰہی مین اپنے مالون وجانون سے جہاد کرتے ہین أُولَٰئِكَ هُمُ
الصَّادِقُونَ - ایسی صفات کے بندے جنکا ذکر ہوا یہ البتہ صادقین ہین ف پس اعراب کو اور جو لوگ اعراب کے مانند ہون قیامت
تک سب کو نصیحت ہوگئی کہ خالی زبان سے کلمہ پڑھ دینے پر مغرور نہ ہوجاوین بلکہ اپنے دل کو آزماوین کہ آیا اُن مین مومنون کی طرح
خلوص یقین موجود ہے اور آیا یقین کے موافق اُن کے اعمال ہین کیونکہ سچے لوگون کی شان اور اُن کی پہچان یہ ہی کہ جان ومال کو اللہ تعالیٰ
کی شریعت احکام پر حسن نیت سے فدا کرتے ہین پھر بھی شرمندہ ہین یعنی اُن کے ظاہر وباطن دونون موافق ہین اور ایسے ہی حسن یقین
کے باوجود جب وہ بندہ یاد کرتا ہے کہ بہت سے انبیا کے باپ اور بیٹے ایسے لڑے ہین کہ جہنم مین پھینک دیے جائینگے اور اپنے اوپر یہ
انعام واحسان دیکھتا ہی کہ اسکو ایمان عطا کیا گیا تو اُسکے بدن کا رویان رویان صد ہزار زبان سے اپنے رب عزوجل کا شکرگذار ہوتا ہے بلکہ
وہ شکرگذاری کی وسعت نہین پاتا اور عاجزی سے گڑگڑاتا ہے کہ یہ مجھ پر بے انتہا احسان ہے بخلاف بعض اعراب کے کہ وہ اپنے نزدیک ایمان لائے
تھے تو حضرت سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا احسان جتاتے تھے اور اسکا سبب درحقیقت قصور ایمان ہے یعنی ابھی دل مین ایمان داخل
نہ ہوا تھا اور بہت لوگ یہ دھوکا کھاتے ہین کہ خیالی حواس سے اسلام لاتے ہین اور سمجھتے ہین کہ ہم دلی ایمان لائے ہین اور اُن کی پہچان یہی
ہے کہ ایمان کے آثار ظاہر نہین ہوتے ہین جیسے اعراب دعوی کرتے تھے حالانکہ اللہ عزوجل کے سامنے بندہ کیا دعوی کرسکتا ہے کیونکہ ہمارا
مالک خالق سبحانہ تعالیٰ بندہ مخلوق کے ذرہ ذرہ سے اسطرح علیم وخبیر ہے کہ بندہ ہرگز اپنے آپ کو اسطرح جان نہین سکتا لہذا فرمایا۔ قُلْ
أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ۔ کہدے کہ کیا تم اللہ کو اپنا دین سکھلاتے ہو ف یعنی کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ کو آگاہ کرتے ہو کہ تمہارے دل مین یہ
یقین اور تم مین یہ دین موجود ہی حالانکہ اُسی نے تم کو پیدا کیا اور وہی تمہارے آغاز وانجام کا علیم ہے۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ
وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ حالانکہ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے جو کچھ آسمانون مین اور جو کچھ زمین مین ہے اور اللہ سبحانہ
ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف ایک ذرہ اگرچہ ہزار تہ مین ہو اُس پر پوشیدہ نہین ہے پھر ابھی تمہارے دل مین یہ غفلت موجود ہے کہ تم نے اظہار
کیا حالانکہ تمہارا ایمان و اسلام اُس پر کیونکر پوشیدہ ہوسکتا ہے۔ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا۔ تجھ پر احسان رکھتے ہین کہ اسلام لے آئے
ف حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ اے خیرالخلق تجھ پر یہ لوگ اس بات کا احسان رکھتے ہین کہ مسلمان ہوگئے
ابن مردویہ وغیرہ عبداللہ بن ابی اوفی وابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ قوم بنی اسد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم لوگ اپنے
اہل وعیال سمیت بغیر قتال کے آپکے مطیع ہوگئے حالانکہ قوم فلان وقوم فلان نے آپسے قتال کیا۔ قال السیوطی اسنادہ حسن۔ گویا انھون نے آپ پر
بڑا احسان کیا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ۔ کہدے کہ تم لوگ اپنے اسلام کا احسان مجھ پر مت رکھو ف یعنی اگر تم اسلام لائے ہو اور

تم نے اس نعمت کو پہچانا ہے تو مجھ پر اس کا احسان مت رکھو - بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
بلکہ اللہ تعالیٰ ہی احسان رکھتا ہے یہ کہ تم کو ایمان کی ہدایت دیدی اگر تم سچے ہو ف یعنی اگر تم ایمان مین سچے ہو اور تمھارا اسلام ٹھیک ہی
کیونکہ ایمان و اسلام ایک ہی چیز ہے تو یہ اللہ تعالیٰ ہی کا احسان ہے کہ اُس نے تم کو ایمان عطا فرمایا اس نعمت کے مقابلہ مین تمام جہان
ہیچ ہے پس سچے ایمان والا اپنے اوپر رب سبحانہ تعالیٰ کا بے انتہا احسان دیکھتا ہے کہ اُس نے یہ بے مثل نعمت اُس کے دل مین امانت پیدا
فرمائی کیونکہ اگر وہ یہ نعمت پیدا نہ فرماتا تو کوئی پیدا کرنے والا نہین ہے بہت قومین جنکو دنیاوی مال و دولت و ثروت بکثرت حاصل تھی اس
نعمت سے محروم ہو کر ابد الآباد تک جہنم کی خواری مین پڑے ہین کیونکہ ان متکبرون نے اپنے نفوس کے واسطے استحقاق ثابت کیا اور بندے بنکر
التجا نہین لائے پس مردود ہوئے اور بہت سے مفلس جو دنیا مین بیقدر و خوار سمجھے جاتے تھے اپنے رب عز و جل کی بندگی مین حاضر ہوئے تو اکرم
ارحم الراحمین نے اُن کو وہ نعمت ایمان عطا فرمائی جسکا بدل تمام جہان بلکہ کروڑون جہان نہین ہو سکتے ہین اور اللہ عز و جل اپنی مخلوق کو خوب
جانتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - اور اللہ ہی کو معلوم ہے غیب آسمانون و زمین کا
اور جو کچھ تم کرتے ہو اسکو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے ف پس عاجز بندہ بنکر اسکے حضور مین حاضر ہو اور اُس کے ایمان و اسلام کا احسان مانو اور یہ
احسان اُسنے ہم پر بذریعہ اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا تو بدل و جان رسول اللہ کی فرمانبرداری پر قائم رہو اللّٰھم صل علی
سیدنا و مولانا محمد و آلہ و اصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا - غزوہ حنین مین بعد فتح کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت مین سے
بہت کچھ روساء نجد وغیرہ کو دیا تاکہ اُن کے دلون کو اسلام کی اُلفت دلا کر ایمان سے سرفراز فرماوین یہ حال
دیکھکر انصار رضی اللہ عنہم مین سے بعضے نوجوان لڑکون نے کہا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت فرماوے کہ کافرون
کے جہاد مین اُن کا خون ہماری تلوارون سے ٹپک رہا ہے اور اُن کی غنیمت سے جو اموال حاصل ہوئے اُن کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ان نجدیون وغیرہ کو تقسیم فرما رہے ہین اور بعضون نے جو بوڑھے بوڑھے تھے الگ بیٹھکر آپس مین یہ ذکر شروع کیا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان قریش وغیرہ کو اسقدر اموال عطا فرماتے ہین تو شاید آپ کو اپنی قوم کی محبت آگئی اور ہم کو مال کا کچھ خیال نہین ہے
ولیکن یہ خوف ہی کہ شاید اب آپ ہم کو چھوڑ دین گے - اس رنج و غم مین وہ لوگ و رہے تھے کہ ناگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے منادی نے آواز دی کہ انصار حاضر ہون پس جب انصار حاضر ہوئے تو آپ نے ان سب کو علیحدہ خیمہ مین جمع کیا اور انصار کے بزرگون
کو بھی وہ خبر مل گئی تھی جو بعض نوجوان نے کہا تھا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمانا شروع کیا کہ اے انصار کیا یہ بات نہین ہے کہ
مین نے تم کو گمراہ پایا تھا پھر میری برکت سے اللہ تعالیٰ نے تم کو ہدایت فرمائی انصار نے کہا کہ اللہ و رسول ہی کا ہم پر احسان ہے اسی طرح
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک کر کے احسانات بیان فرمانے شروع کئے اور انصار نے ہر ایک بات کے جواب مین یہی کہنا
شروع کیا کہ اللہ تعالیٰ و رسول ہی کا ہم پر احسان ہی پھر آخر مین اُنھون نے عرض کیا کہ ہم مین سے چند نوجوان لڑکون نے البتہ اتنا کلمہ کہا تھا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ رحمت فرماوے کہ کافرون کے خون ہماری تلوارون سے ٹپکتے ہین اور غنیمت آپ ان لوگون
مین تقسیم فرماتے ہین یہ ان نادانون کا خیال تھا اور ہم مین سے سب لوگ جن کو کچھ سمجھ حاصل ہے کوئی اس گفتگو مین نہ تھا البتہ ہم سب اس رنج
مین تھے کہ شاید آپ کو اپنی قوم کی جانب اُلفت آگئی یہ کہکر اُنھون نے رونا شروع کیا آپ نے اُن کو تسکین دی اور فرمایا کہ اے انصار
کیا تم لوگ اس بات پر راضی نہین ہو کہ لوگ دنیا کو اپنے گھر لے جاوین اور تم لوگ رسول اللہ کو لے کر اپنے وطن جاؤ انصار یہ سُنکر

باغ باغ ہوگئے اور سب نے حمد و شکر کیا تہ جواب دیا۔ وللہ الحمد والمنۃ الغرض اہل ایمان کی یہی شان ہے کہ اپنے اوپر اللہ و رسول [illegible] کا احسان جانتے ہین اللھم آمنا بک فلا تحرمنا تمام نعمتک بالایمان علینا وانت ارحم الراحمین ۔

سورۃ قٓ مکیّۃ وھی خمس واربعون آیۃ

سورۂ ق مکیہ ہے یعنی قبل ہجرت کے مکہ مین نازل ہوا ہے سراج مین کہا کہ سوائے قولہ تعالیٰ ولقد خلقنا السموات والارض وما بینھما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب کہ اس آیت کو مدنیہ کہا گیا ہے اس سورہ مین پینتالیس[۴۵] آیات ہین جن کے تین سو ستاون[۳۵۷] کلمات ہین جنکے ایک ہزار چار سو چورانوے[۱۴۹۴] حروف ہین (مس) حسن و عکرمہ و عطاء و جابر کے قول مین پورا سورہ مکیہ ہے اور سراج مین جو قول ابن عباس کا آیت کا مذکور ہے وہ حضرت ابن عباسؓ و قتادہ سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ اس بارہ مین ایک حدیث بھی دلیل ہے جسمین یہود کا قول جہالت مردود کرنے کو نزول ہوا چنانچہ وہان آویگا اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہود کے سوالات مدینہ مین واقع ہوئے ہین فافہم پھر واضح ہو کہ قرآن مین مفصلات سورتین معروف ہین لیکن اختلاف ہے کہ مفصلات کہان سے شروع ہین فتح البیان مین ذکر کیا کہ صحیح قول پر اسی سورۂ ق سے شروع ہین اور بعض نے کہا کہ سورۂ حجرات سے ابتدا ہے امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ سورہ ابتداء حزب مفصل ہے بقول صحیح اور بعض نے کہا کہ حجرات سے شروع ہے اور یہ جو عوام نے عم یتساءلون سے مفصلات کو شمار کیا ہے اسکی کچھ اصل نہین ہے اور نہ جہانتک مین جانتا ہون کسی معتبر عالم نے ایسا کہا ہے اگر پوچھا جاوے کہ تم نے سورۂ ق سے مفصل کی ابتدا ٹھہرائی تو کس دلیل سے تم نے اسکو صحیح کہا ہے جواب یہ ہے کہ حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ہم لوگ قبیلہ ثقیف کے لوگون کیساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگون کو دو حصہ کر کے دو جگہ اتارا پس ہم مین سے جو لوگ قریش کے ہم قسم تھے وہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے یہان اترے اور ہم مین سے بنی مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علیحدہ خیمہ مین اتارا اور بنی مالک بھی ہمارے اسی گروہ مین آئے تھے اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات بعد عشا کے ہمارے پاس تشریف لاکر زبان مبارک سے باتین کیا کرتے تھے بلکہ اکثر کھڑے کھڑے باتین کرتے رہتے تھے اور دیر تک کھڑے رہنے سے راحت حاصل کرنے کیلئے دونون قدم مبارک مین سے کبھی ایک پر اور کبھی دوسرے پر زور دیتے تھے اور اکثر وہ حالات بیان فرماتے جو آپ کو اپنی قوم قریش کی بدسلوکیون سے پہونچے تھے پھر فرماتے کہ اسوقت ہماری اور انکی برابری نہ تھی یعنی مکہ مین میرے اصحاب کی حالت اور مشرکین قریش کی حالت یکسان نہ تھی بلکہ میرے اصحاب کو انھون نے کمزور و ذلیل بنا رکھا تھا پھر جب ہم نکلکر مدینہ مین آئے تو لڑائی ہمارے اور ان کے درمیان ڈول کی طرح رہتی کہ کبھی ہم ان پر غالب ہوتے اور کبھی وہ ہم پر غالب ہوتے اوس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ آپکے تشریف لانے کا معمولی وقت گذر گیا اور دیر ہوگئی تب آپ تشریف لائے وپس مایوسی کے بعد لوگون کو آپکے قدوم مبارک سے فرحت حاصل ہوئی تو ہم نے اس فرحت مین عرض کیا کہ آپ کو تشریف لانے مین آج دیر ہوگئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج میری تلاوت قرآن کا حزب ایسا آگیا کہ اس کے تمام کرنے مین دیر ہوئی اور اسکو پورا کرنے سے پہلے چھوڑ کر آنا مجھے گوارا نہ ہوا (حزب سے مراد ایک حصہ تلاوت ہے مثلاً ہر روز ایک پارہ کا حزب مقرر کرے تو کبھی چھوٹا ہوگا اور کبھی بڑا ہوگا کیونکہ ہر پارہ کے رکوعات برابر نہین ہین) اوس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر مین نے رسول اللہ صلی

اصحاب رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا کہ آپ لوگ کیونکر قرآن مجید کے حزب مقرر کرتے ہین اُنھون نے مجھ سے فرمایا کہ تین اور پانچ اور سات اور نو اور گیارہ اور تیرہ اور مفصل سب کا اکیلا حزب ہے اس حدیث کو امام احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ نے روایت کیا اور آخر جملہ کے معنی یہ ہین کہ ابتدائے قرآن مجید مین سورتون کا ایک حزب ہے پھر پانچ سورتون کا پھر سات سورتون کا پھر نو سورتون پھر گیارہ سورتون پھر تیرہ سورتون کا پھر سب مفصلات کا ایک حزب ہے - اب اس حدیث سے یہ دلیل مل گئی کہ مفصلات کا حزب سورۂ ق سے شروع ہے اور اسکا بیان یہ ہے کہ اول تین سورتین بقرہ و آل عمران و نسا ہین پھر پانچ سورتین مائدہ و انعام و اعراف و انفال و براۃ ہین پھر سات سورتین یونس و ہود و یوسف و رعد و ابراہیم و حجر و نحل ہین پھر نو سورتین بنی اسرائیل و کہف و مریم و طہٰ و انبیا و حج و مومنون و نور و فرقان ہین پھر گیارہ سورتین شعرا و نمل و قصص و عنکبوت و روم و لقمان و الم السجدہ و احزاب و سبا و فاطر و یٰسٓ ہین پھر تیرہ سورتین صافات و صاد و زمر و غافر و حم السجدہ و حم عسق و زخرف و دخان و جاثیہ و احقاف و قتال و فتح و حجرات ہین پھر اُن کے بعد حزب مفصل ہے تو وہ سورۂ ق سے شروع ہے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا اور اسی طرح تین و پانچ و سات و نو و گیارہ و تیرہ جمع کرنے سے اڑتالیس سورتین ہوئین پھر اُن کے بعد اُنچاسوان سورۂ ق ہے پس صحیح ثابت ہوا کہ مفصلات کی ابتدا سورۂ ق سے ہے مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے قرآن مجید اسی ترتیب سے جسطرح اسوقت موجود ہے صحابہ رضی اللہ عنہم مین حفظ تھا اور اسی تلاوت پر اُن کے وظیفہ مین متواتر معروف و مشہور تھا اور یہی عمل اُن سے برابر متوارث چلا آیا اور عمل متواتر کہلاتا ہے تو اُس کے واسطے بیان متواتر کی ضرورت نہین رہتی ہے بلکہ عملی متواتر بھی قطعی یقینی ہوتا ہے جیسے پنج وقتی فریضہ نمازین اور اُن کے اوقات اور اُن کی رکعات کی تعداد سب عملی متواترات ہین اگرچہ نقل زبانی بے انتہا بیان کرنیوالون کی زبان سے متواتر نہین ہے چنانچہ اُمت اسلامیہ کے سب فرقے خواہ اہل سنت ہون یا بدعتی ہون سب متفق ہین کہ ہر زمانہ مین بے انتہا لوگون نے اسکو زبان سے نہین بیان کیا تاکہ اُنکا بیان متواتر کہلاتا پھر باوجود زبانی متواتر بیان نہ ہونے کے سب کے نزدیک بالاتفاق ہر ایک نماز اور اسکی رکعات کا شمار وغیرہ سب قطعی ہے حتی کہ اگر کوئی شخص فرض فجر کو عمداً چار رکعت پڑھے تو اسکی نماز فاسد ہے اور اگر ظہر یا عصر کو دو رکعت پڑھے تو اسکی نماز فاسد ہے اور اُسکی وجہ یہی ہے کہ یہ عمل برابر متوارث و متواتر چلا آیا اور وہ قطعی یقینی ہے اور اسی سے یہ بات بھی سمجھ لی گئی کہ یہان بیان متواتر کی کچھ ضرورت نہین ہے کیونکہ جب صدر اول یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیکر برابر طبقہ تابعین و اتباع و ما بعد مین ہر طبقہ مین ہر قوم و قبیلہ مین ہر شہر و قریہ مین ہر روز پانچ وقت برابر جماعت کی مسجدون مین ہر شخص کے سامنے بلکہ ہر شخص کی ذات سے اسطرح عمل چلا آیا تو پھر ایسی بات کو بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی بلکہ اگر بیان کا التزام کیا جاتا تو بیان کرنے والون کو لوگ خفیف العقل کہتے جیسے ہر روز ایک شخص بیان کیا کرے کہ آج بھی آفتاب نکلا اور روز خبر دیا کرے کہ فلان مسجد روز برابر نکلا کرتا تھا ہان جب کوئی شخص کفر و شرک کی گمراہی سے دین حق مین داخل ہوا تو اسکو البتہ ایک بار تعلیم کر دینا ضروری سمجھا جاتا تھا جیسے بچون کو تعلیم کر دیا کرتے ہین تو آیندہ اس کی نقل کرنے و روایت کرنے کی کوئی ضرورت نہین رہتی تھی پس ثابت ہوا کہ قرآن مجید قطعاً متواتراً اسی ترتیب سے موجود تھا جیسے اب ہے اور اسی دلیل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وضو مین پاؤن دھونا بھی قطعاً ثابت ہے بلکہ موزہ پر مسح کرنا البتہ اسقدر متواتر نہ تھا کیونکہ وہ خاص موسم مین اور خاص موزہ پہننے والون سے عمل مین آتا تھا لہذا اسکے ثابت کرنے کے واسطے نقل متواتر کی ضرورت تھی چنانچہ اسکی نقل بھی متواتر موجود ہے پس ثابت ہوا کہ پاؤن دھونا برابر صدر اول سے

Marfat.com

علی متواتر چلا آیا پھر جب سے بعضے گمراہ فرقے نئے پیدا ہوے تب سے اُنھون نے اپنے تعصب و عداوت کو دخل دیکر ننگے پاؤن پر مسح کا ایجاد
کیا اور سلف صالحین صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کا پاؤن دھونا جو عملی متواتر تھا شیطانی عداوت سے ترک کیا اور جماعت سوادِ اعظم
یعنی اہل سنت رحمہم اللہ تعالی نے اپنے سلف صالحین رضی اللہ عنہم کا طریقہ و عمل نہ چھوڑا چنانچہ جمیع اہل سنت بالاجماع آجتک متفق
ہین اگر کوئی شخص کہے کہ اہل سنت مین سے ابن جریر طبری جو علماے معتمدین سے ننگے پاؤن پر مسح کے قائل ہین جیسا کہ پہلے بھی ائمہ
کے بہت سے فقہ و تفسیر لکھنے والون نے اسکو نقل کیا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ شیخ محمد بن جریر طبری جنکی تفسیر وغیرہ معروف ہے اور جن پر اہلسنت
کا اعتماد ہے وہ ہرگز اس کے قائل نہین ہین اور جس نے اُن کی نسبت یہ قول کہا اُس نے محض اتہام لگایا اور اُن پر بہتان باندھا
اور یہ اسکی نادانی ہے اور وہ اسوجہ سے غلطی کھا گیا کہ شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالی کے زمانہ مین اسی شہر مین ایک دوسرا شخص اسی نام کا
تھا اور وہ بھی رسمی علم رکھتا تھا لیکن وہ در پردہ شیعہ تھا اور اُسنے اپنے تقیہ سے لوگون کو دھوکا دینا چاہا تھا لیکن اُس سے نمازون کا
جماعت سے ادا کرنا اور دین کے شرائع پر قائم ہونا ٹھیک نہ ہوسکا بلکہ جمعہ و جماعات سے غافل رہتا اور طریقۂ سنت پر قائم ہوسکتا
تھا جیسے بدعتی و منافقون کا حال ہوتا ہے اور شراب کی لت بھی اسکے چھپائے نہ چھپ سکی آخر اسکا فسق و فجور کھل گیا اور لوگ
اسکے بارے مین مختلف ہوئے بعضے اسکے ہواخواہ رہے اور بہتون نے اسکو ترک کیا جیسے ہمیشہ دنیا کے لئے نیچر وغیرہ بدعتی کا حال ہوتا
ہے کیونکہ جو بدعت قائم ہوئی وہ قیامت تک نہین مٹے گی جیسا کہ حدیث شریف مین آگاہ کیا گیا ہے تو اُس کی یہی صورت ہوتی
ہے کہ بعضے بدطینت اس کے ہواخواہ باقی رہتے ہین اسی طرح اس ابن جریر طبری کے بھی ہواخواہ کچھ لوگ باقی رہے جو مسلمانون
مین فساد ڈالنے کیواسطے اُس کے خراب اقوال بیان کرتے رہے اور امام ذہبی نے میزان الاعتدال مین اس شخص کا نام و حال صاف
صاف بیان کیا ہے اور یہی وہ ابن جریر طبری ہے جس نے کھلے پاؤن پر مسح کرنا جائز کہا تھا اور تقیہ کر کے سُنی بنا تھا مگر پچھلے اہل علم جنکو
یہ حرص تھی کہ فقہ مین بہت سے مختلف اقوال بیان کرین اور بڑے آگاہ کہلاوین انھون نے غلط فہمی سے یہ گمان کیا کہ یہ شخص وہ ابن جریر
ہین جو ثقہ محدث اہل السنت کی معتمد علما مین سے ہین پس بغیر تحقیق کے اپنے گمان پر اُنھون نے مسلمانون مین یہ فتنہ پھیلا دیا اسیواسطے
علماے محققین و ثقات صالحین نے عموماً اُمت کو یہ نصیحت فرمائی ہے کہ جب کسی عالم معتمد کی نسبت کوئی ناگوار قول نقل کیا جاوے تو
ہرگز اسپر اعتبار کر لینا نہ چاہیئے اگرچہ نقل کرنیوالا تمھارے نزدیک ثقہ ہو اسواسطے کہ ثقہ نے اپنے زعم مین جو کچھ سمجھا تھا وہ نقل کر دیا تو اُسنے
عمداً جھوٹ نہین کہا و لیکن اس کی سمجھ مین غلطی ہوئی پس تمھارے سامنے دو باتین پیش آئین ایک یہ کہ اس نقل کرنے والے کو بے خطا سمجھو اور
معتمد اماموں مین سے جس امام کی نسبت یہ شخص ناگوار قول نقل کرتا ہے اس امام کو خطاکار ٹھہراؤ اور دوسری یہ بات ہے کہ اس نقل کرنیوالے
کی غلط فہمی سمجھو اور اس امام کو بے خطا سمجھو پس بالضرور ان دونون باتون مین سے یہی بہتر ہے کہ تم اس امام کو ایسے ناگوار قول سے پاک سمجھو اور
اس نقل کرنیوالے کی نسبت یہ گمان کرنا آسان ہے کہ اس کی سمجھ مین غلطی ہوئی یہ فائدہ نفیس سمجھکر مترجم نے یہان بیان مین داخل کیا
جو بہت مفید ہے پس بتوفیق الٰہی سبحانہ تعالی اسکو یاد رکھو والحمد للہ رب العالمین پھر مین یہان تفسیر کی جانب رجوع کرتا ہون شیخ ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالی نے لکھا کہ امام احمدؒ نے حدیث روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عید کی
نماز مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سورت پڑھتے تھے ابو واقد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورۂ ق اور سورۂ اقتربت الساعۃ وراہ مسلم
و اہل السنن، امام احمد نے حدیث ام ہشام بنت حارثہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ دو سال یا ڈیڑھ سال تک ہمارا اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تنور ایک ہی تھا اور مین نے سورہ ق والقرآن المجید کو آنحضرت ہی کی زبان مبارک سے حفظ کیا کہ ہر جمعہ کو آپ منبر پر لوگون کو خطبہ سناتے تو یہ سورہ پڑھتے تھے (رواہ مسلم ونسائی وابن ماجہ وابوداؤد) اس سے ظاہر ہوا کہ بڑے بڑے مجمع مین مانند عید وجمعہ کے اس سورہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسواسطے پڑھتے کہ اسمین ابتدائے خلقت کا اور بعث وحشر وقیامت وحساب وجنت ودوزخ وثواب وعقاب کا جامع بیان ہی ع قطبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کی پہلی رکعت مین ق والقرآن المجید پڑھا کرتے تھے (رواہ مسلم وغیرہ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۚ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ

قسم ہے اس قرآن بڑی شان والے کی بلکہ اُنکو تعجب ہوا کہ آیا اُن پاس ایک ڈرسنانیوالا اُنھی مین کا تو کہنے لگے منکر

هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۚ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝ قَدْ عَلِمْنَا

یہ تعجب کی چیز ہے کیا جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی یہ پھر آنا بہت دور ہے ہم کو معلوم ہے

مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ

جتنا گھٹاتی ہے زمین اُن مین سے اور ہمارے پاس لکھا ہے جسمین سب یاد ہے کوئی نہیں پر جھٹلانے لگے ہین سچے دین کو جب اُن تک

فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝

پہونچا سو وہ پڑ رہے ہین اُلجھی بات مین

یہ سورہ بھی منجملہ ان سورتون کے ہے جن کے اول مین حرف متشابہ موجود ہے یعنی قولہ تعالیٰ۔ ق۔ اس کی تفسیر مین صحیح ومختار قول یہ ہو کہ اسکی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے اور اسکو نازل فرمانے سے مقصود یہ ہے کہ اسپر اہل ایمان ایمان لاوین اور زیادہ توضیح وتحقیق ابتداء سورۂ بقرہ مین گذر چکی ہے اور واضح ہو کہ آخر زمانہ مین ایسے لوگ پیدا ہونے لگے جن کے دلون مین علم کا اثر نہ تھا بلکہ اُنھون نے علم کا محل اپنی زبان سمجھی لہذا ہر جگہ سے قوی وضعیف ورطب ویابس جمع کر کے بیان کرنے کو اپنے نزدیک زیادہ تبحر وفخر سمجھے چنانچہ اس مقام پر بھی ق کے متعلق بہت سے اقوال بیان کئے گئے واحدیؒ نے لکھا کہ اہل تفسیر نے بیان کیا ہے کہ ق ایک پہاڑ ہے جو تمام دنیا کو محیط ہے بعض نے کہا کہ زبرجد کا پہاڑ ہے اور بعض نے کہا کہ زمرد سبز ہے اور اسی کے رنگ سے آسمان نیلگون سبزی مائل ہوگیا ہے اور آسمان اُسپر بطور قبہ کے قائم ہے اور آفتاب جس حجاب کے پیچھے غروب ہوتا ہے اس سے یہ پہاڑ ایک سال کا راستہ ہے شیخ ابن کثیرؒ نے یہ روایت ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ جہان تک مین جانتا ہون میرے نزدیک یہ روایت بھی بنی اسرائیل یہود ونصاریٰ کے خرافات مین سے ہی اور یہودیون مین مدت دراز کے بعد یہ بلا پھیل گئی تھی کہ اُن کے علماء دنیا کی طرف مائل ہو کر وعظ کے واسطے عجائب قصص وحکایات تلاش کرتے وبناتے تھے اور اپنی کتابون مین درج کرتے تھے اور اہل اسلام کو اسواسطے اجازت دی گئی ہی کہ بنی اسرائیل کی روایتین سن لین ولیکن ان کی تصدیق یا تکذیب کرین اور اس کے معنی یہ ہین کہ بنی اسرائیل جو غیر معقول بات بیان کرین وہ تین حال سے خالی نہ ہوگی اول یہ کہ توریت مین سے ایسی بات بیان کرین جو قرآن مین صریح موجود ہے تو

Marfat.com

اُسکا سچ ہونا خود قرآن مجید سے ثابت ہے دوم یہ کہ اپنی طرف سے ایسی جھوٹ بات بیان کرین جس کے خلاف خود قرآن مجید [illegible] تو اُسکا جھوٹ ہونا خود قرآن مجید سے ثابت ہی سوم یہ کہ وہ لوگ ایسی بات بیان کرین جسکا ذکر قرآن مجید یا حدیث مین نہین ہے اور عقل [illegible] بھی نہ محال ہے مثلاً انبیار بنی اسرائیل مین سے کسی پیغمبر کا ایسا حال بیان کرین جو اسکی شان سے خلاف نہو تو عقل کی راہ سے یہ محال نہین شاید ایسا واقع ہوا ہو اسوجہ سے ہم کو تکذیب کرنا نہ چاہیئے ولیکن تصدیق بھی جائز نہین ہی کیونکہ یہود و نصاری وغیرہ ایسے لوگون کی دیانت پر کچھ اعتماد نہین ہی علاوہ اسکے ان مین روایت کا کوئی قاعدہ نہ تھا اور ان کے عالمون نے کتاب آلہی مین تحریف کی تو ایسی قوم پر ہرگز اعتماد نہین ہوسکتا ہی اب ہم غور کرتے ہین کہ اُنھون نے کہا کہ "ق ایک پہاڑ ہے جو تمام دنیا کو محیط ہے" یہ ایسی بات ہی کہ اگر ہم خدا تعالی کی قدرت پر نظر کرین تو کچھ بعید نہین ہے کہ اُسنے اپنی مخلوقات مین ایسا پہاڑ پیدا فرمایا ہو ولیکن ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ واقع مین ایسا پہاڑ موجود ہی اسواسطے کہ یہ بات بدون علم نبوت کے معلوم نہین ہوسکتی ہے اور سوائے پیغمبر کے دوسرے کی زبان پر اسطرح یقین کرنے مین کفر کا خوف ہی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ ایسی بات ہی کہ اسکو بنی اسرائیل کے اہل علم نے بھی نہین بنایا بلکہ ان مین سے بعضے زندیق بے ایمانون نے گڑھ کر عوام الناس کو بہکایا تاکہ اپنے دینی معاملات مین خبط و خلط ہو جاوین اور اس کو بعید مت سمجھو کیا نہین دیکھتے ہو کہ اس اُمت مرحومہ مین باوجودیکہ اسکے علما جلیل القدر ہین اور حفاظ ثقات موجود ہین اور ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک زمانہ بھی دراز نہین گذرا پھر بھی تم دیکھتے ہو کہ روافض وغیرہ اہل بدعت و زنادقہ نے بیشمار باتین گڑھ کر حدیث کے نام سے روایت کین اور علمائے حفاظ نے فوراً ان کو پڑھ کر گڑھنے والے کو گرفتار کیا حتی کہ بہتون نے اپنی زبان سے حدیث بنانے کا اقرار کیا پھر بھی وہ باتین عوام الناس مین مرض وبا کی طرح پھیل گئین اب تم بنی اسرائیل کا قیاس کرسکتے ہو کہ اول تو ان کے پیغمبر حضرت موسی علیہ السلام کا زمانہ بہت دراز گذرا تھا اور دوم ان مین حافظ نہین ہوتے تھے سوم یہ کہ اول ثقہ سے دوسرے ثقہ کا لینا یعنی روایت کا طریقہ معروف نہ تھا چہارم یہ کہ ان مین شراب خواری پھیل گئی پنجم یہ کہ ان کے عالمون نے دنیا کے لالچ سے کتاب آلہی مین تحریف کی ششم یہ کہ بہتر فرقون مین سے ہر ایک فرقہ دوسرے کی تکفیر کے واسطے کتاب مین ایسی باتین کم و بیش کرتا جس سے دوسرے فرقے کا کفر ثابت ہو ہفتم یہ کہ خود قرآن مجید سے ہم کو معلوم ہوگیا کہ اُن کو آخرت کا یقین برائے نام تھا فقط دنیا کی خواہش رکھتے تھے اور ان کا علم فقط اسی واسطے تھا کہ دنیا مین سرغنہ بن کر دنیا کماوین پھر کیونکر اُن کی روایت قابل اعتماد ہوسکتی ہی رہا یہ امر کہ بنی اسرائیل سے روایت لینے کی اجازت ہی تو جاننا چاہیئے کہ یہ اجازت فقط ایسی روایات مین ہی جو عقل سے محال نہ ہون یعنی عقل ان کو جائز رکھتی ہو پس جو روایت کہ عقل کے نزدیک بدیہی باطل ہو تو اسکا جھوٹ خود ظاہر ہی پس اس کی روایت جائز نہین ہی اور افسوس ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر مین ناحق بغیر ضرورت کے بہت لوگون نے یہود وغیرہ اہل کتاب کی حکایات لیکر درج کین حالانکہ ہم کو ان کی کچھ احتیاج نہین ہے اور تعجب یہ ہی کہ یہان ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے عجیب روایت بیان کی حالانکہ اسکی سند صحیح نہین ہی اور وہ روایت یہ ہی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا اللہ تعالی نے اس زمین کے بعد ایک سمندر پیدا کیا جو تمام زمین کو محیط ہے اور اس سمندر کے بعد ایک پہاڑ پیدا کیا جسکا نام کوہ قاف ہی اور اسی کے بعد دنیاوی آسمان اسپر چھت کی طرح سائبان ہی پھر اس پہاڑ کے بعد اللہ تعالی نے دوسری زمین پیدا فرمائی جو اس زمین کے مثل ہے اسی طرح سات زمینین پیدا فرمائین اور اُن کے بعد ایک سمندر ہی جو ان سب کو محیط ہی اور اُن کے بعد ایک پہاڑ پیدا فرمایا کہ اس کا [illegible] ہے اور دوسرا آسمان اُسی پر سائبان ہی غرضکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سالوں زمینین اور سات سمندر اور سات پہاڑ [illegible]

بات تمان بیان فرمائے امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکی اسناد منقطع ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہود کا خیال
لکھ دیا کیونکہ حضرت عبد اللہ ابن سلام اور کعب حبار وغیرہ جو سابق مین علمائے یہود مین سے تھے جب وہ ایمان لائے تو اکثر وہ روایات
بیان کیا کرتے تھے جو یہودیون کی کتابون مین درج ہین اور اس بیان سے اکثر ان کی غرض یہ ہوتی تھی کہ یہودیون نے دین کو اسطرح
قصے کہانیون کا مجموعہ بنا لیا تھا اور یہ بھی غرض ہوتی تھی کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعضی بات بیان فرمائی ہو تو معلوم
ہو جاوے کہ یہودیون کے بیان مین سے یہ بات جو موافق حدیث واقع ہوئی ہے البتہ سچی ہے اور ضرور یہ بات ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام
یا ما بعد کے انبیا علیہم السلام سے میراث ملی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ابن کثیرؒ نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے روایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ
نے تفسیر ق مین کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نامون مین سے ایک نام ہے مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ روایت ثابت ہوئی کہ مجاہدؒ نے فرمایا
کہ ق حرف ہے جیسے صٓ اور نٓ اور یٰسٓ اور الٓمٓ وغیر ذلک یہی قول مختار ہے کہ ق متشابہات مین سے ہے اور اس کی مراد کو اللہ تعالیٰ ہی
جانتا ہے۔ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ۔ قسم ہے قرآن مجید کی ف جسکو سب کتابون پر مجد و شرف حاصل ہے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے
بہتر و افضل کوئی چیز نہین ہے پس اس کتاب بزرگ کی قسم بیان فرمائی کہ ہم نے اسکو عین رحمت نازل فرمایا تا کہ بندون کو آنیوالے
عذاب آخرت سے خوف دلایا جاوے اور اُس سے نجات کا طریقہ بتلایا جاوے ولیکن کافرون نے اُس کو نہ مانا۔ بَلْ عَجِبُوْٓا
اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ۔ بلکہ کافرون نے اس بات سے تعجب کیا کہ انھین مین سے ایک شخص ڈر سنانے والا اُنکے
پاس آیا یعنی اللہ تعالیٰ نے آدمیون مین سے ایک رسول بھیجا۔ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ۔ پس کافرون نے کہا
کہ یہ عجیب چیز ہے ف یعنی محض تعجب کی بات ہے کہ آدمیون مین سے ایک شخص رسول بنایا جاوے اور وہ بھی پشتہا پشت سے باپ
دادون کے خلاف یہ بات سناوے کہ اکیلے خدا کی بندگی کرو اور یہان سے مرنے کے بعد دار آخرت کی زندگی کے واسطے طیار رہو۔ ءَاِذَا
مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا۔ کیا جب ہم مرے اور خاک ہو چکے ف یعنی کافرون نے بہت تعجب سے کہا کہ کیا جب ہم لوگ مر کر خاک ہو جاوینگے
تو پھر دوبارہ پیدا کئے جاوینگے یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ۔ یہ لوٹایا جانا بعید ہے ف یعنی اسطرح دوبارہ
پیدا ہونا ہماری سمجھ سے بہت دور ہے یا غیر ممکن ہے حاصل یہ کہ کافرون نے فقط اپنے خیال کو حاکم قرار دیا اور اُن کے خیالات نے خدا کی
قدرت مین یہ فیصلہ سنایا کہ جس خالق نے تم کو پہلے پیدا کر دیا تھا پھر جب تم مر کر خاک ہو جاؤ گے تو اُسکی قدرت سے دوبارہ پیدا کرنا
بہت بعید ہے اگر غور کیا جاوے تو کافرون کی یہ حماقت البتہ بہت عجیب ہے اگر مجمل دلیل عقلی سے دیکھو تو صاف ظاہر ہے کہ جس نے انکو
پہلے پیدا کر دیا کہ جب اُن کا نشان بھی نہ تھا تو وہ ان کو دوبارہ بہت آسانی سے پیدا کر سکتا ہے اگر مفصل نظر سے غور کرو تو بھی ظاہر
ہے کہ ابتدا مین بالفعل اُسنے پیدا کیا اور اُن کے جسم مین دو جز ہین ایک جسم ظاہری جو اسی زمین کے عناصر سے مرکب کیا گیا دوم
جز نورانی یعنی روح پس روح اپنے مرکز مین موجود ہے اور جسم اسی زمین مین مل گیا اور وہ اجزا بعینہ اس زمین مین موجود ہین پھر
جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو زمین ان اجزا کو حاضر کریگی پھر کیا مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم و قدرت تمام جہان کو محیط ہے لہذا فرمایا
قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ۔ ہمکو خوب معلوم ہے جو کچھ زمین نے ان لوگون مین سے کم کیا ف یعنی زمین نے فقط ان کے
جسم کھا لئے اور اپنی صورت مین ملا لئے تو وہ کہین گم نہین ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے روبرو اس کے علم مین موجود ہین اور باقی ان مین
کا ہر ایک اپنے مقام پر موجود ہے وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ۔ اور ہمارے یہان محفوظ رکھنے والی کتاب ہے ف پس اُس کتاب مین

Marfat.com

ہر ایک شخص کا نام وشمار ہو جو ہے بلکہ اُنکی نیکی و بدی کے اعمال و اقوال بلکہ اوہام وخیالات تک سب محفوظ موجود ہیں پھر کوئی شخص
دوبارہ پیدائش کو محال سمجھتے ہیں - بَلْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ - بلکہ ان کافرون نے تو امر حق کو جھٹلایا جب وہ ان کے پاس آیا
یعنی قیامت کی زندگی تو بالکل آسان اور صریح ظاہر ہے تو انکا انکار حماقت تھا بلکہ حماقت ہی نہیں اس سے بڑھکر ان لوگوں کی جہالت
یہ ہو کہ ان کے پاس صریح حق آیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم مع قرآن مجید و بیان شافی کے تشریف لائے اس کو انھوں نے بے سوچے سمجھے
جھوٹا بتلایا - فَهُمْ فِي أَمْرٍ مَّرِيجٍ - اب یہ لوگ ایک پریشان خلط ملط میں پڑے ہیں ف اگر کسی وقت صریح دلیلوں کی طرف دیکھتے ہیں
اور رسول اللہ کے حسن ذات و صفات پر نظر کرتے ہیں تو ان کو حق کی چمک نظر آتی ہے پھر جب انکا نفس و شیطان اُن پر غلبہ کرتا ہے تو جہالت
کے گرداب میں سو جھیں مارتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ شخص تو شاعر معلوم ہوتا ہے کوئی کہتا ہو نہیں بھلا شاعر سے کہیں معجزات ظاہر ہوتے ہیں بلکہ
یہ جادوگر معلوم ہوتا ہے کوئی کہتا ہے کہ جادوگر نہیں غیب کی خبریں بتلا سکتا ہے یہ تو کاہن معلوم ہوتا ہے کوئی کہتا ہے کہ ہم نے لاکھوں شاعر
و جادوگر و کاہن دیکھے ہیں بھلا انکی خوبی اخلاق و عادات کے سامنے انکا ذکر اُلٹی بات ہو تب کہتے ہیں کہ خیر کچھ ہو لیکن یہ بڑے تعجب کی بات
ہے کہ اُس نے سب آلہہ کو مٹا کر ایک خدا بنایا ہے یہ کیسا اعجوبہ گل کھلایا ہو ہم کسی طرح اسکو نہیں مانیں گے جب غور کر کے دیکھا جاوے کہ
کافرون کے سب خیالات اور بیہودہ حرکات کا مرجع فقط یہ ہو کہ عقل سے بے نصیب ہو کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ذات و صفات سے بے ایمان
ہوں اسیوجہ سے اللہ تعالیٰ کے کلام سے و اُس کے رسول سے اور اُس کے افعال قدرت سے منکر ہوئے جاتے ہیں اور اگر اس کو پہچانتے
تو کسی طرح منکر نہیں ہو سکتے تھے لہذا اُن کو اپنے آثار قدرت کی جانب توجہ دلائی تاکہ غور کر کے معرفت حاصل کریں فقال تعالےٰ

أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ۝ وَالْأَرْضَ
کیا نگاہ نہیں کی آسمان کو اپنے اوپر کیسا ہم نے اسکو بنایا اور رونق دی اور اسمیں نہیں کوئی سوراخ اور زمین کو
مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَذِكْرَىٰ
پھیلایا اور ڈالے اسمیں بوجھ اور اُگائی اسمیں ہر قسم قسم رونق کی چیز سوجھانے کو اور یاد دلانے کو
لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ ۝
اس بندے کو جو رجوع رکھے اور اُتارا ہم نے آسمان سے پانی برکت کا پھر اُگائے اس سے باغ اور اناج کھیتے کھیت کا
وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۖ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً
اور کھجوریں لمبی اُن کا گابھا تہ برتہ روزی دینے کو بندوں کے اور جلایا اس سے ایک مردہ دیس
مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ۝
یوں ہی ہے نکل کھڑے ہونا

خروج قیامت یعنی دوبارہ پیدائش آخرت کیواسطے ان آیات سے دلیل قدرت دکھلائی بقولہ تعالیٰ أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ
فَوْقَهُمْ - کیا اُنھوں نے دیکھا نہیں - آسمان کو درحالیکہ وہ ان سے اوپر ہے ف یعنی ان کے جسم سے آسمان کا جرم بلند ہے اور
ہر شخص کو اسکا دیکھنا ممکن ہے کیونکہ وہ ایک چھت کی مثال ہے تو کیا ان لوگوں نے اس چھت کو نظر غور سے اجتک نہیں دیکھا کہ
كَيْفَ بَنَيْنَاهَا کس کیفیت سے ہم نے اسکو بنایا ہے ف حواس کسی طرح کام نہیں کرتے ہیں کہ کیونکر بغیر ستون کے اتنی بڑی چھت

قائم ہے اور اسی طرح کبھی حواس نہیں کام کرتے کہ کس مادہ سے بنایا گیا ہے کہ ہزاروں برس گذر چکے اور کبھی اسمین زنگ بھی نہیں لگا بلکہ بہت سے بدحواس لوگون نے جب دیکھا کہ کسی طرح ادراک نہیں ہوتا تو انکار کر گئے کہ آسمان کا وجود ہی نہیں ہے صرف ہماری نظر بہت دور پہونچکر اندھی ہو جاتی ہے اس سبب سے یہ سیاہ سیاہ یا نیلگون یا برنگ شفق نظر آتا ہے اور درحقیقت وہان کوئی جسم نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ اگر وہان کوئی جسم نہ ہوتا تو کیا آئینہ و پانی مین بھی اُن کی نگاہ کا اندھاپن اپنا عکس ڈالتا ہے کیونکہ محض اندھیرا ایسی چیز نہیں ہے جسکا عکس نظر آوے کیا رات کی سیاہی ان کو آئینہ مین دکھلائی دیتی ہے جسکے حواس درست ہین وہ خوب جانتا ہے کہ عکس فقط ایسے جسم کے واسطے ہوتا ہے جو محسوس ہون خواہ اسپر اصلی رنگ ہو یا عارضی رنگ ہو اور انھین حواس سے ہر طفل نادان بھی جبکہ اُس کے حواس ٹھیک ہون صریح محسوس کرتا ہے کہ ضرور اس بے انتہا بلندی پر ایک جسم ہے جسکا یہ عکس نظر آتا ہے اب صاف معلوم ہو گیا کہ انکار کرنیوالا فرقہ بیشک بدحواس فرقہ ہے اور جس گروہ کے دماغی حواس مین یہ خلل ہو تو ظاہر ہے کہ وہ عقل سے بالکل بے نصیب ہو گا پھر اس سے کیا اُمید ہو کہ وہ استدلال عقلی سے حضرت خالق عزوجل کے آثار قدرت کو غور نظر سے دیکھے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ آسمان کیونکر بنایا ہے اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندون کو تنبیہ کے ساتھ یہ خطاب فرمایا کہ اب تک اُنھون نے غور نظر سے اللہ تعالیٰ کے آثار قدرت مین سے اپنے اوپر یہ چھایا ہوا آسمان نہ دیکھا کہ ہم نے کس کیفیت سے اس کو بنایا وَزَيَّنَّاهَا اور ہم نے اسکو زینت دی ف یعنی ستارون سے اور چاند و سورج وغیرہ سیارون سے اسکو مزین فرمایا لقولہ تعالیٰ ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح الآیہ یعنی ہم نے دنیاوی آسمان کو چراغون سے زینت بخشی ہے۔ پھر جن لوگون کو آسمان و ستارے و آفتاب و ماہتاب کے روشن چراغ نظر آتے ہین وہ بھی اس عظیم حکمت و قدرت کا پتا نہین پاتے کیونکہ جنھون نے عقل و حواس سے آسمانی اجرام دریافت کرنے مین کوشش کی اُن کے حواس و عقل بھی اس کی عجائب حکمت مین سے یقینی کوئی بات دریافت نہ کر سکے بلکہ قیاس و خیال سے کچھ دلائل قائم کئے ولیکن اُن کو یہ فائدہ یقینی حاصل ہوا کہ اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت کو یقین کیا اور عاجزی کے ساتھ اُس کے حضور مین اپنے بندہ ہونے کا اقرار کیا کیونکہ جس خالق سبحانہ تعالیٰ کی مخلوقات مین سے ایک مخلوق آسمان ہو کہ اس کے مقابلہ مین عقل و حواس حیران ہون تو اُس کے پیدا کرنے والے کی عظمت و شان بندے کے قیاس و گمان سے برتر ہو کیونکہ وہ دیکھتے ہین کہ اسکی قدرت کا نمونہ یہ ہو کہ عجب شان سے یہ آسمان بنایا اور عجب حکمت سے اسکو مزین فرمایا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ حالانکہ آسمان مین شگاف نہین ہین ف مفسرین نے اسکو نافیہ لیا یعنی آسمان مین پھٹے ہوئے شگاف نہین ہین بلکہ وہ سطح مسطحہ ملی ہوئی صاف ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اکثر اہل تفسیر نے اختیار کیا لیکن ارجح یہ ہے کہ جملہ مثبتہ ہو یعنی اسمین کیسے کیسے دروازے و شگاف ہین اور شگاف کا وجود اگرچہ فلاسفہ نے محال جانا لیکن احادیث مین قطعاً متواتر ثابت ہو اور بعض شگاف اگرچہ مخفی ہین لیکن بہت سے ظاہر ہین ہان نفی کی صورت مین فروج یعنی خلل و فتور لینا اولیٰ ہے جیسا کہ کسائی وغیرہ جماعت علماے لغت نے بیان کیا ہے تو حاصل یہ ہو کہ آسمان کو اس کیفیت و زینت سے پیدا کیا حالانکہ اسمین کچھ فتور و خلل نہین ہو اور اگر جملہ مثبت ہے تو اسکی صنعت کا بیان ہو کہ عجائب طرح سے اپنے اپنے موقع پر دروازے ہین بعض مین آفتاب جڑا ہوا ہے اور بعض مین ماہتاب و ستارے ہین غرضکہ ظاہر شگاف نہایت عجیب شان سے دکھلائی دیتے ہین مثلاً جب طلوع آفتاب یا غروب کے وقت غور کرو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گردہ مدور آسمان کے اندر انگوٹھی کے حلقے کی طرح نگینہ مین جڑا ہوا تیزی کے ساتھ چکر کھاتا ہو یہ سب تو عام لوگون کی نگاہ سے نظر آتا ہے اور اس سے زیادہ بھی خاص بندون کی نظرون مین

Marfat.com

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان سے دروازے نظر آتے تھے بلکہ بعض اوقات ان میں سے کسی کے دروازہ کھلنے کی آواز بھی سنتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ناگاہ آپنے فرمایا کہ تم لوگوں نے نہیں سنا کہ ابھی ایک دروازہ کھولا گیا ہے تھوڑی دیر نہیں گذری تھی کہ یکایک آپ کے چہرے پر موت کے آثار ظاہر ہوئے اور وحی طاری ہوئی جب وحی آتی تھی تو آپکا چہرہ مبارک جو آفتاب سے بہتر خوشنما منور تھا اسپر مردنی کے آثار چھا جاتے تھے اور آپ غشی کی حالت میں ہو جاتے اور پیشانی مبارک سے پسینے کی بوندیں مثل موتیوں کے گلاب سے بہتر خوشبودار ٹپکنے لگتی تھیں اور برابر یہی کیفیت رہتی تھی یہانتک کہ وحی ختم ہو پس آپنے اس کیفیت کے بعد قرآن مجید کی سورہ مبارک جو اسوقت نازل ہوئی تھی صحابہ کو پڑھکر سنائی۔ (فائدہ) ہمارے زمانہ اخیر میں بعضے فقہ جاننے والوں نے ایک سوال لکھا کہ کیا غشی طاری ہونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں ٹوٹتا اور اسکا جواب لکھا کہ ہاں ٹوٹ جاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب تو صحیح ہے اور متقدمین فقہا سے بھی روایت کیا گیا ہے پھر ان لوگوں نے یہ سوال لکھا کہ کیا انبیاء علیہم السلام کی غشی سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اسکا بھی فی الجملہ یہ جواب لکھا کہ ہاں مترجم کہتا ہے کہ سوال لایعنی ہے اور جواب غلط ہے اور علامہ عینی رحمہ اللہ تعالی نے بھی شرح ہدایہ میں اس جواب پر ملامت کی ہے اور بیشک یہ ملامت کے لائق ہے کیونکہ اسی حالت غشی میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر جو تمام عالم سے اطہر تھا کلام طاہر مطہر قرآن مجید نازل فرمایا جاتا تھا اور بعد اس کے آپ تلاوت فرماتے تھے پھر انبیاء علیہم السلام کو کیونکر عوام الناس پر قیاس کیا گیا حالانکہ یہ نص سے بالکل خلاف ہے اور میں نے اس سوال کو اسواسطے لایعنی کہا کہ مقصود مسئلہ سے عمل ہے تو انبیاء علیہم السلام کے واسطے ہم کو اس مسئلہ کے استخراج کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ہمارے استنباط پر انبیاء علیہم السلام کا عمل نہیں ہے بلکہ آپ کے ارشاد پر ہم فرمانبردار ہیں تو اس گستاخانہ سوال و جواب سے کیا غرض ہے علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور کوئی پیغمبر نہ ہوگا تو فقیہ صاحب نے کیوں تکلیف فرمائی تھی اور ایسی ہی لغویات کو مشائخ صوفیہ رحمہم اللہ تعالی نے حجاب اکبر کہا ہے اور یہ علم نہیں بلکہ ایسے خیالات سے پرہیز کرنا علم ہے اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ ہر لایعنی قول و فعل کو ترک کرے فافہم واللہ سبحانہ تعالی ہو الہادی الحاصل اللہ تعالی نے اپنی قدرت کے آثار میں سے اول آسمان کی طرف غافلوں کی تنبیہ فرمائی کہ کیا نظر عبرت اٹھا کر آسمان کو نہیں دیکھتے کہ سب قدرت والے خالق عزوجل نے کیونکر اسکو بنایا ہے اور کس طرح اسکو مزین فرمایا ہے اور اسمیں کسی طرح کا خلل و فتور نہیں ہے لقولہ تعالی ہل ترى من فتور الآیہ۔ یا یہ کہ اسکے حلقے و شگاف کیسی کیسی صنعتوں کے ساتھ ہیں دوم زمین کو نہیں دیکھتے وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا اور ہم نے زمین کو بچھا دیا جیسے دسترخوان کو کھینچکر کشادہ کر دیتے ہیں یا یوں ترجمہ کرو کہ کیا انھوں نے زمین کو غور سے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسکو پھیلا کر بچھا دیا ہے یعنی مٹی کو پانی پر بچھا دیا اسطرح کہ درمیان میں ایک حصہ مٹی ہے اور قریب سات گونہ کے اس کے گرد پانی ہے اور خود اس خشکی کے رگ و ریشہ میں بھی پانی بھرا ہوا ہے اور عجیب قدرت یہ ہے کہ جو پانی اس زمین کے رگ و ریشہ میں بھرا ہے یا اس کے سطح پر دریاؤں ضمنوں میں جاری ہے یا چشمہ یا جھیلوں و تالابوں میں بھرا ہوا ہے وہ سب میٹھا پانی ہے جس سے حیوانات و نباتات کی زندگی ہے اور برابر کثرت سے ترو تازہ برسات میں آسمان سے برستا ہے اور زمین کے پاکیزہ قطعات اسمیں سے اپنی استعداد کے لائق دھر لیتے ہیں پانی لیتے ہیں اور اخیر تک اس کو قبول نہیں کرتے اور بکثرت بہکر اس کے محیط سمندر میں چلا جاتا ہے اور جو سمندر اس کے گرد محیط ہیں وہ سب کھاری و تلخ ہیں جس سے انسان و نباتات کی زندگی دشوار ہے اور اکثر حیوانات بھی اس سے نہیں زندہ رہتے سوائے مچھلی وغیرہ بحری جانوروں کے کہ وہ پانی

Marfat.com

ہین اور انھیں سمندرون مین موتی و مونگا وغیرہ پیدا ہوتے ہین اور نہایت عجیب قدرت یہ ہے کہ سمندر اس خشکی سے ہمیشہ نیچے رہتا ہے جنوب یا شمال وغیرہ کسی جانب خشکی کے برابر بھی نہین آتا ہے تاکہ خشکی کی سطح غرقاب نہ ہو جاوے اور نہ یہ مٹی کا ڈھیلا اس قدر پانی کے اندر معدوم ہوکر پگھلتا ہے اور نہ کھاری پانی کا اثر اس زمین کے رگ و ریشہ مین پہونچتا ہے اگرچہ بالکل کنارہ ملحق ہو پس اس حسن صنعت سے خالق عزوجل نے زمین یعنی خشکی کو پانی پر بچھا دیا۔ وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ۔ اور ہم نے اسمین جمے ہوئے پہاڑ ڈالدیئے ف یہ پہاڑ زمین کے اطراف مین اور وسط مین بہت کثرت سے جابجا بلند و پست نظر آتے ہین اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ شور سمندر کے اندر ہزارون پہاڑون کا جال پھیلا ہوا ہے اگر جہاز چلانے والے مدت کے تجربے سے اپنی راہ کو خیال نہ رکھین تو جہاز غارت ہو جاوے اور آجتک کسی قطعی دلیل سے جو اطمینان کے قابل ہو یہ ظاہر نہ ہوا کہ سمندرون مین ان پہاڑون کا سلسلہ کس طرح قائم ہے ولیکن آدمیون نے اپنی عادت کے موافق طرح طرح کے خیالات قائم کئے ہین اور حق یہ ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کا تماشہ ہے تاکہ عبرت کی نگاہ سے دیکھین کہ کس صنعت سے پیدا فرمایا جہان حواس کام نہین کرتے ہین۔ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰی لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ۔ اور ہم نے زمین مین ہر قسم کے جوڑے خوش منظر پیدا فرمائے تاکہ ہر رجوع لانیوالے بندے کیواسطے تبصرہ و تذکرہ ہو ف یعنی ایسا بندہ اپنی عقل نورانی سے نگاہ کے روبرو ایسی چیز دیکھے جس سے اسکو قدرت الٰہی دیکھنے کی بصارت حاصل ہو اور غفلت سے بیدار ہوکر اپنے وطن کو یاد کرے تبصرہ ایسی چیز کو کہتے ہین جسکو آنکھون دیکھکر بصارت حاصل ہو جیسے آئینہ کہ اس سے آدمی کو بصارت حاصل ہوتی ہے تذکرہ ایسی چیز جو غفلت سے بیدار کرے رجوع کرنیوالے بندے سے یہ مراد ہے کہ وہ شیطانی سرکشی سے توبہ کرکے اپنے خالق عزوجل کی جانب رجوع کرے اسمین اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال قدرت اور اُس کی صفات قدس سے اُسی بندے کی آنکھین روشن ہوتی ہین جو اپنے رب عزوجل کی جانب رجوع لاکر اُس کے نور ہدایت سے عقل پاوے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ شیطانی سرکشی مین گرفتار ہو اور شرک و کفر مین منہمک ہو تو اسکو تمام جہان کی آیات قدرت مین سے سوائے ظاہری صورتون کے کچھ بھی صنعت باری تعالیٰ نظر نہین آتی ہے بلکہ وہ ان چیزون کو اپنی شیطانی ہوسات مین صرف کرنے کیلئے اپنا مرغوب محبوب بنالیتا ہے جس سے زیادہ غفلت و گمراہی مین پڑ جاتا ہے الحاصل جس زمین پر یہ لوگ بستے ہین اس کو بھی کبھی نظر عبرت سے نہ دیکھا کہ کیونکر اللہ تعالیٰ نے اسکو پانی پر بچھایا اور اُس پر بہت بوجھل پہاڑ قائم کر دیئے جس سے وہ کسی طرف جنبش نہین کرتی اور نہ پانی کے اندر غرق ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسمین ہر قسم کے حیوانات و نباتات و جمادات مین سے خوش نما اقسام و انواع پیدا کر دیئے تاکہ جو بندہ اپنے رب عزوجل کی جانب دل و جان سے متوجہ ہو اور باقی سب چیزون سے منہ موڑے اس کیلئے یہ اقسام و انواع مذکورہ ایسا آئینہ ہو جاوین جسمین صنعت الٰہی کا نور نظر آوے اور فعل سے صفت یاد آوے (تنبیہ) ذات و صفات و فعل ان تین چیزون مین سے ذات باری سبحانہ تعالیٰ ایسی پاک ذات ہے کہ اسمین کسی بندے کو خوض نہ کرنا چاہیئے کیونکہ کسی مخلوق کی مجال نہین ہے کہ اس بارگاہ قدس تک رسائی ہو سکے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت تاکید سے منع فرمایا کہ ہرگز کہ ذات باری سبحانہ تعالیٰ مین فکر مت کیجیو بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزون مین فکر کرو (الصحاح) اور اسی کے مانند ابتدا مین صفات باری سبحانہ تعالیٰ ہین مثلاً حق سبحانہ تعالیٰ کی صفت ہے جس سے وہ پیدا فرماتا ہے پھر پیدا کرنا اُسکا فعل ہے جو اسی صفت کا اثر ہے پس افعال الٰہی مین نظر عبرت سے حسن صنعت کو دیکھو تاکہ یہ فعل جس صفت کا اثر ہے اس صفت سے فیض ہو لیکن خوب غور سے سنو کہ صنعت دیکھنے سے اسی شخص کو بصارت حاصل ہوتی ہے جو عبد منیب ہو یعنی سب سے منہ موڑ کر اپنے رب عزوجل کی جانب متوجہ ہو تو معلوم ہوا کہ

جس شخص نے مخلوقات پر نظر کی وہ گمراہ ہوا اور اسکو صنعت باری تعالیٰ مین سے کچھ بھی نظر نہ آویگا بلکہ وہ مخلوق چیزون مین ... اسی قدر ان چیزون سے زیادہ تعلق پیدا کر کے گمراہ ہوتا جائیگا تو اس سے سمجھدار کے واسطے یہ طریقہ حاصل ہوا کہ ... قولہ افلم ینظروا الی السماء الآیہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی حسن صنعت الٰہی کو دیکھنا چاہیے اس کے ... کافر مشرک بدکار اپنی دوربین لگاکر آسمان کے تارے گنے یا دور دراز سفر کر کے سورج گہن کا تماشا دیکھے بلکہ جب یہ جان لے کہ ... کا خالق حق سبحانہ تعالیٰ ہے تو زندگی و موت و رزق وغیرہ جمیع امور مین بندے کا وہی مولیٰ ہے پس دل و جان سے خالق کی جناب مین متوجہ ہو جاوے اور اُس کے ماسوائے کل مخلوق کو مخلوق سمجھے پھر جس صنعت سے اُس نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا ہے اُسپر غور کرے تاکہ اسکا یہ جواب ہو ربنا ما خلقت ہذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار چنانچہ آخر سورۂ آل عمران مین اس کی تفسیر گذر چکی ہے اور اس حالت پر بندے کو وہ نور حاصل ہوتا ہے جو عمر بھر کسی کافر مشرک کو ہرگز اسکا نشان بھی نظر نہ آیا تھا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنے افعال قدرت مین یون ہی ہدایت فرماتا ہے تاکہ وہ باتین جو کافر کو محال نظر آتی تھین مانند قیامت وغیرہ کے وہ اس نور کو بالکل حق صریح آنکھون سے نظر آتی ہین۔ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبٰرَكًا۔ اور ہم نے آسمان سے پے در پے مبارک پانی اُتارا۔ ف آسمان سے اگر سحاب مراد ہو تو سحاب کی ترکیب بھی سماوی آثار سے ہوتی ہے کیونکہ زمین کے اثر سے سحاب نہین بنتا ہے ہان ہوسکتا ہے کہ زمین سے ابخرات اُٹھا کر سماوی ترکیب سے سحاب بنائے گئے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو زمین خود بخود سیراب ہو جاتی لیکن حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ امتحانی پردے کیساتھ جسطرح دنیاوی چیزین پیدا کی جاتی ہین اسی طرح بارش کا پانی بھی پیدا کیا جاوے اور اگر سماء سے آسمان مراد ہے تو یہ معنی ہین کہ یہ آسمانی تاثیرات سے اللہ تعالیٰ نے پانی پیدا کر کے سحاب کی شکل مین نازل فرمایا جس سے حیوانات و نباتات وغیرہ کو برکت دی یعنی اس پانی کی اُن کی حیات رکھی۔ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ۔ پس ہم نے اس پانی سے باغات اور اناج کے دانے اُگائے جو کاٹ لئے جاتے ہین یعنی پھل پھول کے باغ شاداب کر کے میوہ جات و ترکاریان پیدا کین اور کھیت سیراب کر کے کھیتی اُگائی جو پختہ ہونے پر کاٹ لی جاتی ہے اور خاص کر عرب کے واسطے درختان خرما پیدا کئے جنکو اکثر میوہ جات پر فضیلت ہے لہذا فرمایا۔ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ۔ اور خرما کے درخت اُگائے لمبے لمبے جنکے شگوفے تہ بتہ ہین ف یعنی شگوفے مین کھجورون کی گودہ پیدا فرمائی۔ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ۔ یہ سب بندونکے رزق ہین ف یا اسواسطے پیدا فرمائے کہ بندونکے واسطے رزق ہون۔ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا۔ اور اس پانی کے ذریعہ سے ہم نے مردہ ملکون کو زندہ کر دیا ف جیسے اکثر عرب کے وادی ہوتے ہین کہ وہان کی زمینین خاکساری کے ساتھ اپنے رب سے پانی کی آرزو رکھتی ہین پھر جب اللہ تعالیٰ نے باران رحمت سے سیراب کیا تو یکایک پھول کر طرح طرح کی نباتات سے سرسبز ہو جاتی ہین۔ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ۔ اسی طرح قبرون سے نکلنا ہوگا ف پس اس دلیل کا حاصل یہ ہوا کہ اول اللہ تعالیٰ نے آسمان و اُس کی زینت سے اور زمین و اس کی حالت سے بندون کو عبرت دلائی کہ غور سے دیکھو کہ انکو اللہ تعالیٰ نے کس شان سے پیدا فرمایا پھر برابر اُس کی قدرت سے ایک حالت پر باقی ہین پھر بندون کے واسطے رزق پیدا کرنے کیلئے پانی اُتارا اور اس سے میوہ جات و اناج پیدا کئے اور مردہ زمین کو زندہ کر دیا پس آخرت مین مخلوقات پیدا کرنے کی یہی صورت ہے کیونکہ دونون باتین صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہونے والی ہین تو جب ایک چیز مین اُس نے اپنی قدرت دکھلا دی تو وہی بعینہ دوسرے کے واسطے دلیل ہے ... مین کچھ محال نہین رہا اور کچھ فرق ہے سوائے اتنی بات کے کہ رزق پیدا کرنے کا وقت بالفعل تھا اسکو فی الحال پیدا فرمایا ...

مست کرکے دوبارہ پیدا کرنے کا ایک وقت خاص ہی جسکا ظہور اپنے وقت پر ہوگا تو اس سے انکار کرنا کفر و جہالت ہی جسکا انجام آخر عذاب و ہلاکت ہی جیسے اگلی قومون پر واقع ہوا تھا چنانچہ انکا واقعہ عبرت یاد دلایا بقولہ تعالیٰ۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ۝ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ

جھٹلا چکے ہین اُن سے پہلے نوح کی قوم اور کنوین والے اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوط کے

لُوطٍ ۝ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ۝ أَفَعَيِينَا

بھائی اور بن کے رہنے والے اور تبع کی قوم سبنے جھٹلایا رسولون کو پھر ٹھیک پڑا میرا ڈرکا اب کیا ہم تھک گئے

بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝

ع ۱۵

پہلی بار بنا کر کوئی نہین اُن کو دھوکا ہے ایک نئے بننے مین

زمانہ قریش سے لیکر قیامت تک جس طرح اس اُمت کے کفار جھٹلاتے ہین اسی طرح اگلی اُمتون نے بھی اپنے انبیا علیہم السلام کو جھٹلایا تھا اور سوائے دنیاوی محسوسات اور دنیاوی حیات کے قیامت و آخرت سب سے انکار کیا چنانچہ۔ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ۔ اس امت والون سے پہلے جھٹلایا تھا قوم نوح نے ف نوح علیہ السلام کے پیغام رسالت کو جھٹلایا آخر عذاب غرق سے ہلاک کئے گئے۔ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ۔ اور رس والون نے جھٹلایا ف بعض نے کہا کہ یہ شعیب علیہ السلام کی قوم تھی جیسے اصحاب الایکہ بھی انہین کی دوسری قوم تھی اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ صالح علیہ السلام کے بعد شمالی یمن کی جانب کچھ لوگ قوم ثمود سے باقی رہے تھے یا ثمود کے مسلمانون کی نسل بہت مدت کے بعد شرک مین مبتلا ہو گئی تھی تو اُن کی ہدایت کے واسطے حنظلہ بن صفوان یا کوئی دوسرے پیغمبر بھیجے گئے اور زیادہ توضیح اُن کے بارہ مین سورۂ فرقان کی تفسیر مین گذر چکی ہی رس ایک موضع کا نام ہے یا مشہور اندھا کنوان تھا اور جب انھون نے نہ مانا تو یہ لوگ مع کنوین و شہر کے زمین مین دھنسا دیئے گئے واللہ تعالیٰ اعلم۔ بہرحال یہ امر یقینی ہی کہ اصحاب الرس ایک قوم تھی جنھون نے اپنے پیغمبر کو جھٹلایا اور عذاب سے ہلاک کئے گئے۔ وَثَمُودُ۔ اور ثمود نے جھٹلایا ف جن کے یہان صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے وَعَادٌ۔ اور قوم عاد نے جھٹلایا ف جن کے یہان ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے وَفِرْعَوْنُ اور فرعون نے جھٹلایا ف جس کے یہان حضرت موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ وَإِخْوَانُ لُوطٍ۔ اور لوط کے بھائیون نے جھٹلایا ف چونکہ پیغمبر اپنی قوم کے مثل ایک آدمی ہوتا ہے تو آدمی ہونے مین سب بھائی بھائی ہین لہذا قوم لوط کو ان کا بھائی قرار دیا اگرچہ وہ نسبی یا دین مین اُن کے بھائی نہ تھے کیونکہ کفر و نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کئے گئے۔ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ اور ایکہ والون نے جھٹلایا ف چونکہ اس قوم کی زمین سرسبز و شاداب تھی کہ برابر پانچ شہرون تک ہر طرف درختون و باغات و جنگلون سے سرسبز ہو رہا تھا لہذا ایکہ کہلاتا تھا کیونکہ ایکہ ایسے وادی کو کہتے ہین جہان درخت اپنی کثرت سے جھنڈ ہون اہل تفسیر نے کہا کہ یہ شعیب علیہ السلام کی قوم تھی آخر کفر و بدکاریون سے ہلاک کی گئی۔ وَقَوْمُ تُبَّعٍ اور تبع کی قوم نے جھٹلایا ف یہ شخص حمیر کا بادشاہ تھا اور شاید پیغمبر ہو۔ قتادہؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تبع کی مذمت نہین فرمائی بلکہ اس کی قوم کافر و فاجر تھی۔ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ۔ ان قومون مین سے ہر ایک نے رسولون کو جھٹلایا ف اگر کہا جاوے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تبع بھی پیغمبر تھا جسکو اس کی قوم نے جھٹلایا جیسے قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلایا تھا جواب یہ ہی کہ شاید ایسا ہو ولیکن ضروری نہین ہے کیونکہ اس سے فقط اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ قوم تبع نے اپنے رسول کو جھٹلایا تو شاید وہ رسول یہی تبع ہو یا کوئی دوسرا پیغمبر ہوا اور آیات مین یہی عبرت مقصود ہی کہ ان قومون نے اللہ تعا

کے پیغمبرون کو جھوٹا بنایا و، اللہ تعالیٰ نے جو پیغام بھیجا تھا اُس سے انکار کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا [illegible]
شکر کے اس کے ذریعہ سے فسق و فجور کیا فحق وعید ۔ اے وعیدی پس میرا حکم عذاب اُن پر ٹھیک اترا ف [illegible] مون نے [illegible]
فسق و فجور کرنا اس حد تک بڑھا یا کہ جس حد پر مین نے عذاب مقرر فرمایا ہے پس وہ عذاب اُن پر اترا اور چلا گیا [illegible]
بدکاریون کے عذاب مین دنیا سے نیست کیا گیا اور جس حیات و شہوات دنیاوی کے پیچھے انھون نے آخرت کو اور اپنے [illegible]
ملاقات کو جھٹلایا تھا اس سے یک لخت محروم ہو گئے اور تعجب ہے کہ یہ کفار آخرت کی پیدائش کو کیون جھٹلاتے ہین [illegible]
کیا پہلی بار پیدا کرنے مین ہم تھک گئے تھے ف اللہ تعالیٰ ان کافرون کو ملامت فرماتا ہے کہ کیا جب ہم نے تم کو ابتدا مین پیدا کیا
جس حالت مین تم کچھ نہ تھے تو کیا اس پیدا کرنے مین ہم عاجز رہے تھے ہرگز نہین پھر بھلا دوبارہ پیدا کرنے مین کیون عاجز ہون گے
تو پھر یہ لوگ کیون انکار کرتے ہین ۔ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ۔ بلکہ یہ لوگ نئی پیدائش سے شبہہ مین پڑے ہین ف یعنی یہ لوگ
اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انکار نہین کر سکتے بلکہ اُن کو یہ تحیر و اختلاط حواس گھیر گیا ہے کہ نئی پیدائش ہوگی یا نہین کیونکہ وہ لوگ وسوسۂ شیطانی
کی قابلیت رکھتے ہین اور پیغمبر کی ہدایت نہین قبول کرتے ہین پس عقل معرفت سے محروم ہین اور وسوسۂ نفس مین گرفتار ہین اور اللہ تعالیٰ
اس کو خوب جانتا ہے ۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِ نَفْسُهُ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ
اور ہم نے بنایا انسان کو اور جانتے ہین جو باتین آتی ہین اُسکے جی مین اور ہم اُس سے نزدیک ہین
حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝ إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ
دھڑکنی رگ سے زیادہ جب لیتے جاتے ہین دو لینے والے داہنے بیٹھا اور بائین بیٹھا نہین بولتا
مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ
ایک بات جو نہین اُس پاس ایک راہ دیکھتا طیار اور آئی بیہوشی موت کی تحقیق یہ وہ ہے جس سے تو
مِنْهُ تَحِيدُ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيدِ ۝ وَجَاءَتْ
ٹل رہا کرتا اور پھونکا گیا نرسنگا یہ ہے دن ڈرنے کا اور آیا
كُلُّ نَفْسٍ مَعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا
ہر ایک جی اُس کے ساتھ ہے ایک ہانکنے والا اور ایک احوال بتانیوالا تو بے خبر رہا اُس دن سے اب کھول دی ہم نے
عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ ۝
تجھ پر سے تیری اندھیری اب تیری نگاہ آج تیز ہے

انسانی شک سوجھ سے ہے کہ اسکو دو طرف سے القا ہوا ایک از جانب حق تعالیٰ اور وہ پیغمبر علیہ السلام کی ہدایت ہے اور مخلوقات مین
آیات قدرت پہچاننے کیلئے قلب مین ہادی ہے چنانچہ حدیث صحیح مین اس کا ذکر آیا ہے لیکن کافر آدمی نے دونون کو قبول نہ کیا
اور دوم وسواس از جانب شیطان بذریعہ نفس کے اور وہ اس نے قبول کر لیا اور اس سے غفلت مین رہا یہانتک کہ موت آ گئی اور
اسوقت آنکھین کھلین اور حسرت و خواری نصیب ہوئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ [illegible]

...به نفسه ونحن اقرب اليه من حبل الوريد ۔ بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور ہم خوب جانتے ہین جو اُس کا جی اُس کو وسوسہ دلاتا
ہے اور ہم اس سے اُس کی شہ رگ گردن سے بھی زیادہ قریب ہین ف ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی عظیم قدرت سے آگاہ فرماتا ہی کہ وہ
انسان پر ہر طرح قادر ہے کیونکہ اُس نے انسان کو پیدا کیا اور اُس کا علم انسان کے تمام اُمور کو گھیرے ہوئے ہی یہان تک کہ آدمیون
کے دل مین اُن کے نفس کی جانب سے نیک و بد کا جو وسوسہ آتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ جانتا ہے چنانچہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت کے نفوس جو باطن مین باتین بناتے ہین اللہ تعالیٰ نے ان باتون سے تجاوز فرمایا یعنی عفو کر دیا جبتک
عمل مین نہ لاوین یا زبان سے نہ نکالین (ع) یہان انسان سے مراد جنس انسان ہین اور بعض نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام مراد ہین
اور وسوسے یہان وہ خلجان مراد ہے جو آدمی کے باطن مین پیدا ہوتا ہے تو حاصل یہ ہوگا کہ آدمی کے باطن مین جو باتین پیدا ہوتی ہین
اور آدمی اپنے جی ہی جی مین باتین بناتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (مف) اور انسان کا پیدا کرنا اسواسطے بیان فرمایا کہ انسانی
خلقت سب مخلوقات سے زیادہ عجیب ہی کیونکہ زمین و آسمان و بادل و مینہ و درخت وغیرہ جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے سب سے انسان اشرف ہی
کیونکہ مخلوقات مذکورہ مین جو خوبیان متفرق ہین وہ انسان مین سب جمع ہین بلکہ ان اُمور سے زائد بھی انسان مین بہت سی باتین موجود ہین جیسے
اُنس یعنی کسی چیز سے مانوس ہو جانا یا اُلفت پیدا کر لینا اور فرمانبرداری کرنا یا سرکشی کرنا اور عقل سے اپنے رب عزوجل کی صفات پہچاننا یا جہالت
مین گرفتار ہونا اور یاد کرنا بھول جانا (س) اور انسان کی ترکیب جسم و روح کیساتھ ہی اور جسم کی پرورش اُس کے نفس سے ہی اور روح
جوہر اعلیٰ ہی اور قلب ان دونون کے درمیان مجمع البحرین ہی پھر اگر اُس نے جسم کی خواہشون سے اُلفت پیدا کر لی تو جہالت و نافرمانی
اور بھول و سرکشی اُسپر غالب ہو جاتی ہے اور وہ دنیاوی خواہش مین منہمک ہو کر مرتے مرتے اسکی محبت نہین چھوڑتا ہے غرضکہ انسانی خلقت
مین یہ عجائبات ہین ۔ م ۔ پس انسان عجیب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اپنے پوشیدہ لشکرون مین سے ایک لشکر ملائکہ اسکی حفاظت کیواسطے
مامور کیا وہ اس کی زندگی تک اُس کی حفاظت کرتے ہین اور بعضے اس کے اقوال و افعال بلکہ جمیع احوال کو لکھتے ہین اور اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا
ہے کہ اُس کے نفس مین جو پوشیدہ وسواس پیدا ہوتے ہین وہ بھی ہم کو معلوم ہین اور اس بیان سے اظہار فرمایا کہ کفار عرب کے دل خوب جانتے
ہین کہ تمام جہان فقط اللہ تعالیٰ کی قدرت سے قائم ہوا ہے اور یہ قرآن معجزہ صحیح ہے اور جسپر نازل کیا گیا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بیشک رسول برحق ہین ولیکن اُن کے نفوس نے دنیا کی بلکہ شرک کی الفت پیدا کر لی ہے جس سے اُن کی عقلون پر پردہ پڑگیا ہی تو نفسانی
حسد و تکبر و سرداری نے اُن کو آمادہ کیا کہ وہ اس سے انکار کر گئے حالانکہ ہم اُس کی شہ رگ گردن سے زیادہ نزدیک ہین (السراج) حسن بصریؒ
سے روایت ہی کہ ورید ایک رگ ہی جسکو وتین کہتے ہین اور اسی سے بندھا ہوا دل لٹکتا ہی اور تفسیر خازن مین لکھا ہے کہ ورید ایسی رگ کا نام ہی
جسمین ہو کر خون تمام بدن کے اجزا مین پھیلتا ہی اور زمخشری نے کہا کہ ورید دو رگین ہین جو سر کی طرف سے گردن کے دونون جانب آئی ہین
اور ابو السعودؒ نے لکھا کہ ورید ایک رگ ہی جو دل سے متصل ہی اگر وہ قطع ہو تو آدمی مرجاتا ہے (مف) خطیبؒ نے زمخشری اور ابو السعود
کے اقوال کا مجموعہ ذکر کیا ہی اور یہان مراد یہ ہی کہ جس طرح یہ رگ آدمی کے دل سے بہت قریب ہی تو اسی کی مثال سمجھو کہ علم الٰہی اپنے
بندے کو ہر طرح سے محیط ہی پس آیت مین جو فرمایا کہ ہم شہ رگ سے زیادہ قریب ہین اس سے بطور تمثیل کے یہ مراد ہی کہ ہمارا علم اسکی
شہ رگ سے زیادہ اسپر محیط ہی اور اس سے معلوم ہو گیا کہ حقیقت مین نزدیکی مراد نہین ہی کیونکہ ذات باری سبحانہ تعالیٰ ہر جگہ و زمانے و مکان سے
پاک ہے (س ف) اگر کہا جاوے کہ یہ بات سب لوگون مین مشہور ہی کہ خدائے تعالیٰ سب جگہ موجود ہی اسکا جواب یہ ہی کہ اس سے یہ مراد نہین ہے کہ

جس طرح آدمی مکانون مین ہوتے ہین کوئی کوٹھری مین ہو کوئی بالاخانہ پر ہے اور کوئی پیخانہ مین ہے یا آدمی کی طرح جگہ جو حیوانات [illegible]
و بلون و موریون وغیرہ مین ہوتے ہین تو معاذ اللہ یہ مراد نہین ہو کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے بلکہ خدا تعالیٰ [illegible]
سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات مین سے ہر مخلوق کے فعل کو خوب دیکھتا ہے اور اُسکا علم ہر جگہ موجود ہے۔ م [illegible]
لکھا کہ آیت کے معنی یہ ہین کہ انسان کی رگون مین جسطرح خون جاری ہوتا ہے اس سے بھی بڑھکے ہماری قدرت [illegible]
ابن مردویہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی مین چار باتین بیان فرمائین ایک یہ کہ [illegible]
کی شہ رگ گردن سے زیادہ نزدیک ہو دوم قولہ یحول بین المرء وقلبہ یعنی انسان و اس کے قلب کے درمیان حائل ہوجاتا ہے [illegible]
آخذ بناصیتہ کل دابۃ یعنی اللہ تعالیٰ ہر جاندار کی پیشانی اپنے قبضہ مین پکڑے ہوئے ہو چہارم قولہ وہو معہم اینما کانوا یعنی آدمی جہان
ہون اللہ تعالیٰ وہان اُن کے ساتھ ہے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حبل الورید رگ گردن ہے جس سے قلب لٹکتا ہے (مف)
قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس آیت مین ایک قوم کے واسطے ہیبت و گھبراہٹ و خوف ہو اور ایک قوم کے واسطے راحت و انس
دلجمعی ہو۔ م یعنی ابرار و صالحین کے واسطے سکون و راحت ہو اور باقیون کے واسطے خوف و ہیبت ہو۔ م شیخ ابن کثیر نے اس
مقام پر زیادہ نزدیک ہونا بذریعہ ملائکہ مراد لیا ہے چنانچہ تفسیر مین لکھا کہ حبل الورید سے ہم زیادہ اقرب ہین یعنی ہمارے ملائکہ ہر آدمی
سے زیادہ قریب ہین اور بعضے علما نے کہا کہ ہمارا علم اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ نزدیک ہو اور یہ تاویل اسوجہ سے لازم آئی کہ
کوئی نادان یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے مین حلول کر جاتا ہے کیونکہ تمام اُمت کے نزدیک بالاجماع یہ خیال باطل ہو پھر من نے
علم کی تاویل نہین کی کیونکہ آیت مین انا اقرب الیہ نہین ہے بلکہ نحن اقرب الیہ آیا۔ لہذا ہم نے ملائکہ سے تاویل کی جیسے دوسری
آیت مین نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون یعنی جو شخص مرنے لگتا ہے اُس کے حق مین لوگون کو آگاہ کیا کہ تمھاری بہ نسبت ہم اس سے
زیادہ نزدیک ہوتے ہین ولیکن تم لوگ دیکھتے نہین ہو یہان بھی مراد ملائکہ ہین پس اللہ عز و جل نے ملائکہ کو یہ قدرت دیدی ہے کہ
وہ انسان کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہوتے ہین اور اسی طرح شیطان کو بھی یہ قدرت دی ہو چنانچہ حدیث صحیح مین ثابت ہوا ہے کہ انسان مین جسطرح خون
اُسکے رگ و ریشہ مین جاری ہوتا ہو اسیطرح شیطان بھی ساری ہوتا ہو پس یہان ملائکہ کا بیان ہو اور آیندہ اسکی کچھ تفصیل بھی نازل فرمائی چنانچہ قولہ تعالیٰ
اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيدٌ۔ جب ملے لیتے ہین دو ملے لینے والے داہنے سے اور بائین سے بیٹھے ہوئے ف واضح ہو کہ نحن اقرب مین
دو تفسیرین مذکور ہوئین اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کیساتھ بندے سے بہت قریب ہے پس اس تفسیر کے موافق قولہ اذ یتلقی الخ جدید مضمون شروع ہو یعنی بندے کے داہنے اور
بائین دو فرشتے بیٹھے ہوئے ہین خطیب نے کہا کہ یہ دونون فرشتے انسانی قول و فعل پر موکل ہین وہ اُس کی حفاظت کرتے ہین اور اُسکے
ہر قول و فعل کو لکھتے رہتے ہین بعض علما نے اسکا فائدہ یہ بیان کیا کہ ہم اپنے بندے سے بہت قریب ہین ہم کو خود خوب معلوم ہے ولیکن آدمیون
کی عادت کے موافق ہم نے آدمی کے داہنے اور بائین دو فرشتے موکل کر دیے کہ وہ اُس کے قول و فعل کو لکھتے رہتے ہین (مع)
پس اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے حالات کیواسطے کسی فرشتے موکل کی ضرورت نہین ہو بلکہ فرشتون کا مقرر کرنا آدمی پر اس کے الزام کیواسطے
ہے کہ وہ اپنا نوشتہ دیکھکر ملزم ہو حسن و قتادہؒ نے کہا کہ اے آدمی یہ دونون فرشتے تیرے اعمال لکھتے ہین ایک تیرے داہنے ہے
اور وہ تیری نیکیان لکھتا ہے اور دوسرا تیرے بائین ہو اور وہ تیری برائیان لکھتا ہے مجاہدؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پر دو فرشتے
رات مین اور دو فرشتے دن مین موکل کیے وہ اُس کے آثار و اعمال لکھا کرتے ہین (مف) دوسری تفسیر یہ تھی کہ نحن اقرب یعنی ملائکہ

[illegible] نہایت اعلیٰ ہے بہت نزدیک ہین اور انجمکہ کرام کاتبین کی نسبت فرمایا کہ یہ دونون فرشتے آدمی کے داہنے و بائین بیٹھے ہین اور اُس کے اعمال لکھتے ہین (ابن کثیر) مَایَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ نہین بولتا ہے وہ کوئی بات مگر آنکہ وہان ایک نگہبان مستعد ہوتا ہے یعنی آدمی اگر زبان سے بھی کوئی بات نکالتا ہو اگرچہ کیسی ہی خفیف بات ہو مگر وہ فرشتہ پوری حفاظت و اعتماد کیساتھ اسکو لکھ لیتا ہو ایک حرف بھی نہین چھوڑتا ہے کما قال تعالیٰ وان علیکم لحافظین کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون یعنی تم پر نگہبان فرشتے ہین جنکو دائمی کاتبین کہتے ہین جو تم کرتے ہو وہ جانتے ہین (ابن کثیر) واضح ہو کہ کراماً کاتبین اُن کا نام نہین ہے بلکہ اس کے لفظی معنی محافظ بزرگ لکھنے والے ابو سعید نے اس آیت کی تفسیر مین بیان کیا کہ ہر نیک و بد جو زبان سے نکالتا ہے وہ لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر اُس نے کہا کہ مین نے کھایا یا پیا یا آیا یا گیا تو یہ بھی لکھا جاتا ہے پھر جب پنجشنبہ کا روز ہوتا ہے تو اُس کے اقوال و اعمال پیش کئے جاتے ہین پھر جس قول و فعل سے نیکی یا بدی کا حکم متعلق ہو وہ باقی رکھے جاتے ہین اور باقی ساقط کردیئے جاتے ہین بدلیل قولہ تعالیٰ یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہو ثابت رکھتا ہے (ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ فقط نیکی و بدی لکھی جاتی ہین اور مباح باتین نہین لکھی جاتی ہین جیسے خادم سے کہا کہ میرا گھوڑا تیار کردے یا مجھے پانی پلا دے) اور ایک حدیث مین وارد ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا حکم متعلق ہے پس بندے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے تقوی رکھے اور دیکھے کہ وہ زبان سے کیا کہتا ہے (رواہ احمد وابونعیم وبیہقی وابن ابی شیبہ) اور حدیث ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکیان لکھنے والا آدمی کے داہنے ہوتا ہے اور برائیان لکھنے والا بائین ہوتا ہے اور نیکیان لکھنے والا دوسرے پر افسر ہو پس جب بندے نے کوئی نیکی کی تو دایان فرشتہ بجائے اسکے دس نیکیان لکھتا ہو اور اگر اُس نے بدی کی تو دایان اپنے بائین سے کہتا ہے کہ اسکو کچھ دیر چھوڑ دے شاید یہ تسبیح پڑھے یا استغفار کرے مجاہدؒ نے کہا کہ دونون فرشتے ہر بات لکھتے ہین حتیٰ کہ بیماری مین آدمی کا کراہنا بھی لکھتے ہین اور عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نہین بلکہ وہی بات لکھتے ہین جسمین ثواب یا گناہ ہے (مس) شیخ نے لکھا کہ علما مین اختلاف ہو کہ فرشتے کیا لکھتے ہین بعض نے کہا کہ ہر طرح کا کلام لکھتے ہین اور یہی حسن و قتادہؒ کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ فقط وہی قول لکھتے ہین جسمین ثواب یا گناہ ہے اور یہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول ہے شیخ نے کہا کہ آیت قدسی سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر بات لکھتے ہین کیونکہ آیت مین ما یلفظ من قول بالکل عام ہے بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ باتون مین سے ایک کلمہ بولتا ہے حالانکہ اُس کو یہ گمان بھی نہین ہوتا کہ اس کی کیا قدر ہے لیکن اللہ عزوجل اس کے عوض اسکے لئے اپنی رضامندی لکھتا جاتا ہے یہانتک کہ بندہ اُس سے ملاقی ہو اور بعض آدمی ایسے کلمات مین سے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہین ایک کلمہ بول جاتا ہے اور اُس کو یہ گمان نہین ہوتا کہ کہانتک پہونچے گا ولیکن اللہ تعالیٰ اس کلمہ کے عوض اُس پر اپنی ناخوشی لکھتا ہے یہانتک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوگا بلال رضؓ کی حدیث کو علقمہ نے روایت کیا اور کہا کہ بہت سی باتین مجھے اس حدیث نے منع کردین رواہ احمد وابن ماجہ ونسائی وترمذی وقال حسن صحیح) احنف بن قیس نے کہا کہ دایان فرشتہ بائین پر افسر ہو پس جب بندے نے کوئی گناہ کیا تو وہ بائین فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ ابھی ٹھہر و پھر اگر بندے نے استغفار کر لیا تو اس کو لکھنے سے منع کر دیتا ہو اور اگر استغفار نہ کیا تو وہ لکھتا ہے رواہ ابن ابی حاتم) حسن بصریؒ نے یہ آیت پڑھکر فرمایا کہ اے آدمی تیرے واسطے دفتر کھلا ہوا ہے اور اُس پر دو بزرگ فرشتے

موکل ہین ایک تیرے دائین ہے اور دوسرا تیرے بائین ہے تیرے دائین والا تیری نیکیان محفوظ رکھتا ہے اور بائین والا تیری بدیان
لکھتا ہے اب تو مختار ہے جو چاہے وہ کر چاہے زیادہ کر اور چاہے کم کر پھر جب تو مریگا تو تیرا نامۂ اعمال لپیٹ کر تیری گردن
مین ہیگا اُس کو تو قیامت مین اپنے ساتھ نکالیگا کما قال تعالیٰ وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقاہ منشورا
اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا یعنی ہر آدمی کے ساتھ ہم نے اسکی گردن مین اسکا نامۂ اعمال چسپان کر دیا ہے اور قیامت کے
روز اُس کے واسطے ہم نوشتہ نکالین کے کھلا ہوا حکم ہوگا کہ اپنا نوشتہ پڑھ آج تو خود اپنے اوپر حساب کرنے والا کافی ہے۔ حسن بصری رح
کہتے تھے کہ واللہ کتنا بڑا انصاف کیا کہ خود تجھے تیری ذات کا محاسب کر دیا (ابن ابی حاتم) علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی
کہ آدمی کا ہر کلمہ لکھا جاتا ہے خواہ نیک ہو یا بد ہو حتیٰ کہ اگر اُسنے کہا کہ مین نے کھایا یا پیا یا آیا یا گیا یا دیکھا تو یہ بھی لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ پنجشنبہ
کے روز اُس کے اعمال و اقوال پیش کئے جاتے ہین پھر جو کچھ اسمین نیکی و بدی ہے وہ باقی رکھی جاتی ہے اور باقی سب میٹ دیا جاتا ہے
امام احمد سے روایت ہے کہ اپنی بیماری کی حالت مین درد سے کراہتے تھے اس حالت مین ان کو یہ روایت پہونچی کہ طاؤس رحمہ اللہ تعالیٰ
فرماتے تھے کہ فرشتے آدمی کا کراہنا بھی لکھتے ہین تو امام احمد چپ ہوگئے اور کراہنا چھوڑ دیا یہانتک کہ وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ۔
وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۔ اور آگئی سکرات موت کی حق کے ساتھ یہ وہی ہے جس سے تو گریز کرتا تھا
ف یعنی اے آدمی موت کی سکرات حق کے ساتھ آگئی یعنی یقین کھل گیا اور یہی وہ چیز ہے جس کے نام سے تو بھاگتا تھا اب تیرے واسطے
کوئی ٹھکانا نہین ہے اور بعض علماء نے کہا کہ ذلک ماکنت منہ تحید یعنی یہی وہ چیز ہے کہ تو نہ تھا اس سے بچنے والا یعنی موت انسان کیلئے
لازمی ہے اس سے بھاگنا بے فائدہ ہے۔ اور طبرانی رح نے معجم کبیر مین سمرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی کہ جو شخص موت سے بھاگتا
ہے اسکی مثل ایسی ہے جیسے زمین نے لومڑی سے اپنا قرضہ مانگا پس لومڑی ادھر ادھر بھاگتی پھری یہانتک کہ جب تھک کر عاجز آگئی تو دم لینے
کیواسطے اپنے بل مین گھسی اور ہنوز قدم نہ جمائے تھے کہ زمین نے کہا کہ اے لومڑی میرا قرضہ دے پھر وہان سے نکلکر ہانپتی ہوئی بھاگی
اور برابر یہی حال رہا یہانتک کہ گر کر مرگئی اس مثل سے مقصود یہ ہے کہ لومڑی کو زمین مین گھر بنانے سے چارہ نہ تھا اسی طرح انسان کو بھی موت
سے چارہ نہین ہے (ع) وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۔ اور صور مین پھونکا گیا یہی وعید کا دن ہے ف وعید ایسے وعدہ کو
کہتے ہین جسمین سختی و عذاب ہو تو جسدن صور پھونکا جائیگا وہی کافرون پر عذاب کرنے کا دن ہے حتیٰ کہ جہنم وغیرہ ہر ایک سزا جسکا کافرون کو
وعدہ دیا گیا ہے وہ آج اُسکے سامنے آویگا اور صور ایک سنکھ ہے جسکی بڑائی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور جب سے حضرت خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بھیجے گئے اُسوقت سے اسرافیل نے جو صور پھونکنے پر موکل ہین صور اپنے منہ مین لیا ہے اور منتظر ہین کہ کسوقت صور پھونکنے کا حکم دیا جاوے اور طیبی
اور حدیث مین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے کیونکر راحت ہو کیونکہ مین دیکھتا ہون کہ صور پھونکنے والے نے صور اپنے
منہ مین لیا اور سر جھکایا ہے اور منتظر ہے کہ کس وقت اُسکو صور پھونکنے کا حکم دیا جاوے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر ہم کیا
کہین آپ نے فرمایا کہ کہو حسبنا اللہ ونعم الوکیل ۔ع وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۔ اور ہر نفس آیا اُس کے ساتھ اُسکا چلانے والا
اور گواہ ہے ف یعنی اول موت سے داخل آخرت ہوا تھا پھر نفخ صور سے زندہ ہوا پھر حکم الٰہی سے سائق اُس کو محشر مین لایا اور اُس کے
ساتھ اُسکا شاہد موجود ہے یعنی ایک فرشتہ اس کو محشر مین ہانک لایا اور ایک فرشتہ اُسکے اعمال سے اُسپر گواہ ہے اسی کو امام ابن جریر رح
نے پسند کیا شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ آیت قدسی سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اور حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آپ نے منبر پر یہ آیت

اور فرمایا کہ ایک سائق ہوگا جو اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچ لاوے اور ایک شاہد ہوگا جو اسپر اسکے اعمال کی گواہی دے یہی تفسیر مجاہد و قتادہ و ابن زید سے منقول ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سائق تو ایک فرشتہ ہوگا اور شہید خود اُس کے اعمال ہیں یہی تفسیر ضحاک و سدی رح سے منقول ہے عوفی رح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ سائق تو ملائکہ میں سے ہوگا اور شہید خود انسان اپنی ذات پر گواہ ہے ع شاید اپنی ذات پر گواہ ہونے سے بھی یہی مراد ہے کہ اس کے ساتھ اسکا نامۂ اعمال ہوگا جس سے وہ خود اپنی ذات کا محاسبہ کر سکتا ہے خطیب رح نے لکھا کہ سائق کچھ کفار کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر نیکوکار و بدکار کے ساتھ ایک سائق ہوگا پس کفار کا سائق اُسکو میدان حشر میں لاکر اسکے اصلی گھر کے جانب ہانک لیجائیگا اور وہ جہنم ہے اور اس کے قریب سب جہنمی کھڑے کئے جاوینگے تاکہ اُن سے باز پرس ہو اور نیکوکار کو سائق اس کا عزت کے ساتھ میدان حشر میں لاویگا پھر یہان سے اُسکو محل منزلت یعنی جنت کی جانب لیجائیگا تاکہ پل صراط سے پار ہوکر باہمی حقوق و مظالم سے پاک کرنے کے واسطے ٹھہرائے جاویں پھر وہاں سے جنت میں داخل ہوجاویں لیکن اس مقام کی آیات کا سیاق ایسے لوگوں کے حق میں ہے جنھوں نے قرآن و رسول سے تعجب و انکار کیا تھا اور موت و حشر کو نہیں مانا اور وہ کافر ہیں۔ لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۔ تو پہلے اس سے غفلت میں تھا پس ہم نے تجھ سے تیرا پردہ کھول دیا پس تیری نظر آج خوب تیز ہے ف ابن عباس و ضحاک سے روایت ہے کہ یہ خطاب کافرون و مشرکون کو ہوگا کیونکہ وہی لوگ ان معاملات سے غافل و منکر تھے اور اکثر مفسرین رح نے کہا کہ نہیں بلکہ اسمین سب نیک و بد شامل ہیں بیضاوی رح نے کہا کہ غطا سے مراد پردہ ہے یعنی ایسی چیز جسکی وجہ سے امر آخرت نہیں سوجھتا ہے اور وہ غفلت ہے اور دنیاوی محسوسات و شہوات سے اُلفت پیدا کرکے انھیں پر نظر رکھنا اور یہان سے تجاوز نہ ہونا اور امام ابن جریر رح نے اختیار کیا کہ اس سے نیک و بد سب مراد ہیں کیونکہ دنیا میں انسان بمنزلہ خواب کے ہے حتیٰ کہ جب موت آویگی تو اسوقت گویا وہ جاگیگا پس دنیا میں جو بندہ اعتقاد حق پر ایمان دار رہا وہ مرتے ہی ولی کے مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے بلکہ اکابر اولیاء نے بیان کیا کہ دنیا میں ہزارہا چلہ کشی سے یہ صفائی حاصل نہیں ہو سکتی جو موت سے ایک دم میں حاصل ہوجاتی ہے پس موت گویا ایک پل ہے جس کے ادھر ایک خارستان و جنگل و بیابان ڈھور و نجاست خانہ ہے اور ادھر باغ جنت و شاہانہ مکان و تخت و تاج ہے و لیکن آدمی ادھر دنیا میں ایسی اُلفت پیدا کرلیتا ہے کہ اسکو ادھر جانا ناگوار ہوتا ہے۔ اسی طرح کفار و مشرکین جنکو آخرت کا یقین نہیں ہے وہ بھی موت کے بعد اصلی حالت معائنہ کرینگے چنانچہ سورۂ حم السجدہ میں گذرا قولہ تعالیٰ ربنا ابصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون یعنی کفار سر جھکائے ہوئے پروردگار کے سامنے عرض کرینگے کہ اے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا اب ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیجدے کہ ہم نیک کام کریں ہم کو خوب یقین آگیا۔ ھ۔ اور دنیا میں کافرون نے اپنی غفلت سے اپنے شیطان کی بات مانی اور اپنے ساتھی فرشتے کی ہدایت نہ مانی اسی واسطے بعض مفسرین رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہر کافر کے ساتھ اُسکا سائق وہی شیطان ہوگا جس کی پیروی میں گمراہ ہوا تھا۔ اب

قرین سے بحث و انجام کفر بیان کیا

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ

اور بولا اُس کے ساتھ والا یہ ہے جو میرے پاس تھا حاضر ڈالو تم دونوں دوزخ میں ہر ناشکر مخالف کو نیکی سے روکنے والا

مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ

حد سے بڑھنے والا شبے میں ڈالنے والا جسنے ٹھہرایا اللہ کے ساتھ اور کوئی پوجنا تو ڈالو اسکو سخت

الشَّدِيدِ ۝ قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلَٰكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ قَالَ

مار میں — بولا اُس کا ساتھی اے رب ہمارے — میں نے اسکو شرارت میں نہیں ڈالا پر یہ تھا — بھولا راہ

لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ ۝ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا

جھگڑا نہ کرو — میرے پاس — اور میں بھیج چکا — پہلے ہی تم کو ڈر کا حکم — بدلتی نہیں — بات میرے پاس

أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ ۝ ع ۲

میں — ظلم نہیں کرتا بندوں پر

مجمع حشر میں ہر انسان اپنے قرین کے ساتھ لایا جائیگا اور واضح ہو کہ قرین بالکل نزدیک کا نام ہے اور معلوم ہو چکا کہ ہر آدمی کے ساتھ میں ایک قرین اسکا ہمزاد ہوتا ہے جو ذریات شیطان سے ہو اور دوسرا فرشتہ ہوتا ہے لیکن قرین کا اطلاق عموماً ہمزاد شیطانی پر معروف ہے اور یہاں مفسرین نے اختلاف کیا چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ وَقَالَ قَرِينُهُ هَٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيدٌ۔ اور اُس کے قرین نے کہا کہ یہ جو میرے پاس ہے عتید ہے ف یعنی مستعد محضر ہے یعنی میرے پاس تیرا نامۂ اعمال پورے اعتماد کے ساتھ بغیر کمی و بیشی کے حاضر موجود ہے ابن کثیرؒ نے لکھا کہ جو فرشتہ کہ آدمی کے اعمال پر موکل ہے وہ قیامت کے روز اس کے افعال پر گواہ ہوگا اور کہے گا کہ ہذا مالدی عتید یعنی یہ نوشتہ میرے پاس بغیر زیادتی و کمی کے بالکل مستعد موجود ہے اور مجاہدؒ نے کہا کہ یہ اوس فرشتہ کا کلام ہے جو آدمی کا سایہ تھا یعنی جناب باری تعالیٰ میں عرض کریگا کہ جس آدمی پر تو نے مجھے موکل کیا تھا میں اسکو حاضر لایا ہوں یہ موجود ہے۔ شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر یوں پسند کیا کہ قرین اگرچہ بلفظ واحد ہے مگر وہ سائق و شہید دونوں کو شامل ہے مترجم کہتا ہے کہ اس صورت میں شہید سے بھی ایک فرشتہ مراد ہوگا ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول بھی قوی ہے جب یہانتک نوبت پہونچیگی تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں حکم عدل جاری فرمانے کیواسطے کہیگا کہ أَلْقِيَا فِي جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيدٍ تم دونوں ڈالدو جہنم میں ہر کافر سرکش کو ف شاید یہ خطاب انھیں دونوں فرشتوں یعنی سائق و شہید کو ہو ابن کثیرؒ نے کہا کہ علمائے نحو نے اس مقام پر القیا کے معنی بیان کرنے میں اختلاف کیا بعض نے کہا کہ عرب میں سے بعض قبائل کی زبان ہے کہ لفظ مفرد کو تثنیہ سے خطاب کرتے ہیں چنانچہ حجاج ثقفی ظالم مشہور کا بھی یہ قول تھا کہ یا حرسی اضربا عنقہ۔ حالانکہ اسکی مراد یہ ہوتی تھی کہ اے پہرے والے تو اس کی گردن مار دے مگر اس نے اضربا بصیغہ تثنیہ کہا اور شیخ ابن جریرؒ نے اسی محاورہ کے موافق شاعر کا شعر پیش کیا ۔ فان تزجرانی یا ابن عفان انزجر۔ وان تترکانی احم عرضا ممنعا۔ چنانچہ اس شعر میں شاعر نے ابن عفان کو خطاب کیا ولیکن تزجرانی و تترکانی بصیغہ تثنیہ لایا۔ الحاصل اس قول کے موافق آیت میں یہ معنی ہوں گے کہ اے فرشتہ ہر کافر سرکش کو جہنم میں ڈالدے بعض علماء نے کہا کہ القیا میں الف بعوض نون ہے اور یہ نون در اصل تاکیدی تھا یعنی بالضرور ایسا کر و پھر زبانی سہولت کیواسطے وہ الف سے بدل لیا گیا اور اصل تاویل میں صیغہ مفرد ہے لیکن شیخؒ نے کہا کہ یہ تاویل بعید ہے اسواسطے کہ ایسا مبادلہ فقط حالت توقف میں ہوا کرتا ہے شیخ نے کہا کہ ظاہر حال یہ ہے کہ القیا صیغہ تثنیہ ہے اور یہ خطاب سائق و شہید کو ہے چنانچہ سائق نے اُس کو حساب کیواسطے لا کر پیش کیا پھر جب شہید نے اس کے اعمال کی گواہی دیدی تو اللہ تعالیٰ نے سائق و شہید کو خطاب کیا کہ دونوں اس کو لیجا کر جہنم میں ڈالدو لیکن القیاہ فی جہنم نہیں فرمایا بلکہ بجائے ضمیر کے اس جہنمی کی فضیحت کیواسطے اسکی بدکاریاں بیان کیں یعنی القیا فی جہنم کل کفار عنید۔ ڈالدو جہنم میں ہر کفار یعنی بشدت کفر کرنے والے عنید کو عنید حق سے سخت معارضہ کرنیوالا یعنی جان بوجھکر جھگڑنیوالا مَنَّاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُرِيبٍ۔ بھلائی سے سخت منع کرنیوالا

[illegible] دنیا کی [illegible] گیا ہو اف مناع للخیر کوئی نیکی نہین کرتا نہ حقوق ادا کرتا اور نہ مان باپ کے ساتھ نیکی کرتا اور نہ صدقہ
دیتا اور نہ کسی کو بھلائی پہونچاتا تھا بلکہ دوسرون کو اسلامی نیکیون سے منع کرتا تھا معتد - ہر بات مین حد سے بڑھ چلتا اور اپنی خیالی باتون
مین جو کچھ خرچ کرتا اسمین اسراف کیا کرتا تھا مترجم کہتا ہے کہ جیسے شادی بیاہ وغیرہ رسوم جنمین دنیاوی زینت ہو جب وہ کسی رسم کو ادا کرتا تو
اسمین اسراف کیساتھ خرچ کرتا قتادہ نے کہا کہ خالی خرچ کرنے مین حد سے متجاوز نہین تھا بلکہ اپنی گفتگو مین اور چال ڈھال سب کامون
مین حق سے تجاوز کرکے باطل کی جانب جاتا تھا مریب - شک مین ڈالنے والا یعنی خود اسکو امر حق سے انکار تھا اور باوجود اسکے دنیاوی امور
مین اسنے ایسا طریقہ اختیار کیا تھا کہ جو کوئی اسکے حال کو دیکھتا وہ شک مین پڑتا تھا - الَّذِي جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا آخَرَ جسنے اللہ تعالی
کے ساتھ دوسرا معبود بنایا ف یعنی اللہ تعالی کے ساتھ ساجھی لایا کہ غیر کی پرستش بھی کی مترجم کہتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کا قائل ہو
مگر وہ اپنے اقوال و افعال مین غیر کو شریک لاوے تو اسپر یہ صفت صادق ہوگی کہ اس نے اللہ تعالی کے ساتھ دوسرا معبود بنایا مثلاً
تعزیہ پر عرضی لٹکائی یا قبر سے مراد مانگی یا مانند اس کے جو امور ایسے ہین کہ اللہ تعالی کی الوہیت مین شریک پیدا کرتے ہین سب اسی حکم مین
شامل ہین شیخ نے لکھا کہ حدیث مین آیا ہے کہ جہنم کی ایک گردن نکلکر بلند آواز سے کہیگی کہ مین تین قسم کے لوگون پر موکل ہون ایک وہ کہ
جو جبار عنید ہو دوم وہ کہ جسنے اللہ تعالی کے ساتھ دوسرا معبود بنایا سوم وہ کہ جس نے تصویرین و مورتین بنائین پھر وہ ان کو گھیر لیگی
اور حدیث ابو سعید الخدری مین تیسری آیات یہ کہ جس نے کسی نفس کو بے گناہ قتل کیا پس وہ ان سب پر حاوی ہوجائیگی اور ان کو لے کر
جہنم کے گرداب مین ڈالیگی (ع) واضح ہو کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ اور ایک ہمزاد بھی پیدا کیا جاتا ہے اور فرشتہ عالم بالا کے فیضان
کو قبول کرکے آدمی کو نیک راہ لگاتا ہے اور ہمزاد اپنے باپ ابلیس کے وساوس قبول کرکے انسان کو بدراہ لگاتا ہے پھر اگر اسنے ہمزاد کا کہنا
مان لیا پس اگر اعتقادات مین اس کا کہنا مانا تو کافر مشرک یا منافق ہے اور اس کے اعمال بھی سب بد ہونگے اور اگر اسنے عقائد
مین فرشتہ کا کہنا مانا تو اہل ایمان مین سے ہوگیا پھر اگر اس نے بعض افعال مین ہمزاد کا کہنا مان لیا تو دیکھا جاوے کہ اگر اسطرح اسکا کہنا
ماننا جس سے اعتقاد مین بھی شک آگیا مثلاً دنیا کی دولت و ثروت و اسکی عیش و عشرت کی جانب ہمزاد نے اسکو مائل کیا حتی کہ وہ دنیا
پر مطمئن ہوگیا تو یہ شخص گویا کفر کے ڈانڈے مین آگیا مگر آنکہ اس سے توبہ کرے کیونکہ ایمان کا ادنی درجہ یہ ہے کہ آدمی دنیا سے آخرت کو
بہتر سمجھے اور اگر اسنے بعض افعال مین ہمزاد کا کہنا مانا ولیکن ہوشیار ہوتے ہی توبہ کرلی تو یہ ایمان کی راہ ہے اسواسطے کہ مومن کچھ معصوم نہین
ہوتا ہے اور شیطان کے وساوس سے کبھی کبھی گناہ مین پڑجاتا ہے ولیکن فوراً توبہ کرلیتا ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو جاننا چاہیئے کہ قیامت
کے دن کافرون کے ساتھ ان کا قرین یعنی ہمزاد بھی مع ان سب شیاطین کے جنکی پیروی مین یہ کافر زندہ رہا تھا ایک ہی زنجیر مین باندھکر
پیش کئے جاوینگے اور حکم ہوگا کہ - فَأَلْقِيَاهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيدِ - اب تم دونون اسکو لیکر عذاب شدید مین ڈالدو یعنی بعد ثبوت
گناہ کے حکم ہوگا کہ اسکو جہنم کے عذاب شدید مین ڈالو اسوقت آدمی اپنے ہمزاد سے جھگڑا کریگا - قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْغَيْتُهُ وَلٰكِن كَانَ
فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ یعنی اسکا قرین کہیگا کہ اے پروردگار مین نے اسکو سرکشی مین نہین ڈالا ولیکن یہ خود دور کی گمراہی مین پڑا تھا ف اور انسان
کہیگا کہ اسی شخص نے مجھکو ذکر سے بہکا دیا یعنی جب پیغمبر کی زبان سے قرآن پہونچا تو مین اسکو ماننا چاہتا تھا ولیکن اس قرین نے
[illegible] بیان صاف نظر آتا ہے اس نے بہت سے وسوسہ دلا کر مجھے بہکا دیا ابن عباس و مجاہد و قتادہ
نے کہا کہ اسکا قرین یعنی شیطان موکل اسکو جواب دیگا کہ مجھے یہ قدرت نہ تھی کہ مین اسکو گمراہ کردیتا ولیکن اسنے دنیا کی لالچ اور شہوات

Marfat.com

تین دن رات کے کھانے پینے و سونے و مال جمع کرنے میں اپنے آپکو خود اس لائق بنالیا کہ [illegible]
اس سے بہت دور ہو گیا۔ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ إِلَيْكُمْ بِالْوَعِيدِ۔ فرمایا کہ تم لوگ میرے سامنے [illegible]
تمہارے پاس وعید پہلے بھیج چکا ہوں ف یعنی حق تعالیٰ نے کافر مجرم آدمی کو اور اُس کے قرین شیطان کو جو آپس میں جھگڑ [illegible]
اور یہ اسطرح کہ ملائکہ علیہم السلام کو حکم دیا کہ ان لوگوں سے کہو کہ یہاں کچھ جھگڑا مت کرو اور اللہ تعالیٰ نے خود ان کافروں سے کلام
نہیں فرمایا کیونکہ کلام الٰہی بہت بڑی عزت و زندگی ہے اور اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ قیامت میں کافروں سے اللہ تعالیٰ کلام [illegible]
لہذا اس مقام پر یا تو یہ مراد ہے کہ ظہور رحمت کے طور پر کلام نہ فرمائے گا بلکہ ظہور غضب کے طور پر کلام فرمائیگا یا یہ مراد ہے کہ ملائکہ کی زبان سے کافروں
و اُن کے شیاطین کو جھڑک دیا جائیگا کہ یہاں یعنی دار الآخرت میں تم دونوں کچھ جھگڑا مت کرو اور رب عزوجل نے پہلے ہی دنیا میں وعید
بھیجدی تھی یعنی عذاب عظیم سے خوف دلا دیا تھا کہ اگر کفر و بد کاریاں کروگے تو آخرت میں جہنم میں ڈالے جاؤگے اور تم میں سے ہر ایک کو
کافی حواس دیدئے تھے کہ خدائے تعالیٰ کا فرمان جو پیغمبر نے پہونچایا اس کو تم سمجھ سکتے تھے چنانچہ طفل و مجنون اور جس کو خدائے تعالیٰ کا
فرمان نہیں پہونچا وہ مستثنیٰ کر دیئے گئے پھر جب تم لوگوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کا فرمان سنا یعنی تم کو پہونچ چکا تو وہاں تم پر ماننا فرض
تھا واضح ہو کہ یہاں ان دونوں کے جھگڑنے کا حاصل یہ ہے کہ اس شخص نے مجھکو بہکایا اور میں نے اسکا کہنا مانا تو گمراہ ہوا اور اسکا خلاصہ یہ
نکلا کہ خدائے تعالیٰ نے جو فرمان بھیجا تھا اس کو نہ مانا اور بجائے اس کے اپنے قرین کا کہنا مانا اور یہ خود کفر ہے تو ان احمقوں نے جو عذر
کیا وہ عذر نہیں بلکہ بدتر کفر ہے اسی واسطے یہ احمق لوگ جھڑک دیئے گئے ولیکن بعد اس کے یہ لوگ اپنے گناہوں کا اقرار کرکے چاہیں گے
کہ پہلے جو وعید پہونچی تھی وہ حکم بدل دیا جاوے اور دوبارہ دنیا قائم کرکے ہم لوگ بھیجدیئے جاویں حالانکہ یہ بھی ان کو پہلے ہی وعید میں جتلا دیا
گیا تھا کہ دنیا سے مرنے کے بعد پھر کبھی دنیا میں آنا نہ ہوگا بلکہ دار الآخرت زمانہ غیر متناہی ہے اور وہاں دو ہی ٹھکانے ہیں یعنی اگر رسول
سے انکار و کفر ہے تو دائمی ٹھکانا جہنم ہے اور اگر رسول کا سچا اقرار و ایمان ہے تو وہ شخص جنتی ہے لہذا کافروں کی یہ ہوس بھی منظور نہیں
فرمائی اور حکم دیا مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ میرے یہاں قول بدلا نہیں جاتا ہے ف یعنی میں نے جو حکم سابق میں بھیجا کہ دوبارہ دنیا
میں آنا نہ ہوگا اور دار آخرت میں جو جس ٹھکانے والا ہے وہ اپنے ٹھکانے میں ہمیشہ رہیگا تو اس قول میں تبدیلی نہیں ہے۔ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ
لِّلْعَبِيدِ۔ اور میں کچھ بھی اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں ف کیونکہ سب طرح سے اُن کے حق میں انصاف کا برتاؤ کیا گیا
اور انہیں کے خیالات کے موافق ان پر حجت پوری کر دی گئی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کافر و اس کے قرین نے جو عذر کیا تو
اللہ تعالیٰ نے اسکو رد کر دیا ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ وما انا بظلام للعبید یعنی میں کسی فرد کو دوسرے کے گناہ پر عذاب نہیں کرتا ہوں اور
کسی فرد کو بغیر گناہ کے عذاب کرتا ہوں بلکہ جب اسکا گناہ اسکے ذاتی اقرار و حجت سے اُس پر ثابت ہوتا ہے تو بقدر گناہ کے عذاب کرتا ہوں
(ع) ولیکن گناہ کفر و شرک کا عذاب یہی ہے کہ ہمیشہ جہنم میں رہے بعض اہل تفسیر نے یہاں ایک سوال وارد کیا اور وہ یہ ہے کہ ظلام صیغہ
مبالغہ ہے یعنی بشدت ظلم کرنیوالا پس جب فرمایا کہ میں ظلام نہیں ہوں تو یہ معنی ہوئے کہ میں بشدت ظلم کرنیوالا نہیں ہوں [illegible]
ہوتا ہے کہ اس سے خفیف ظلم کی نفی نہوئی جواب اسکا کئی وجہ سے دیا گیا اول یہ کہ تنظیم شان کے لائق صیغہ ظلام فرمایا اور مراد یہ ہے کہ میں ہرگز
ظالم نہیں ہوں چنانچہ دوسری آیات میں قولہ لا ظلم الیوم و قولہ لا یظلم ربک احدا حتیٰ کہ نقیر و قطمیر کے برابر بھی ظلم نہ ہوگا [illegible]
نہیں ہے پس ظلام بمعنی ظالم ہے جواب دوم یہ کہ ظلام یہاں بکثرت ظلم ہوا اور یہ عبید کے مقابلہ میں واقع ہوا اور عبید [illegible]

بندوں کے مقابلہ میں ظلم بکثرت آیا کہ ہر بندے کے مقابلہ میں ایک ظلم ہوا پس اسکا حاصل یہ ہوا کہ کسی بندے پر اُس کا ظلم نہیں ہی تو بکثرت
بندوں کے مقابلہ میں بکثرت ظلم بھی نہ ہوا اور واضح ہو کہ اہل الحق کے نزدیک جناب باری تعالیٰ سے ظلم کا وجود ہی ممکن نہیں ہی کیونکہ ظلم تو
بیجا تصرف کو کہتے ہیں حالانکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فعل بیجا نہیں ہو سکتا حتی کہ اگر بحکم قولہ تعالیٰ ان اراد ان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن
فی الارض جمیعا اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ مسیح ابن مریم کو اور اسکی ماں کو اور جو کوئی زمین میں ہی سب کو ہلاک فرماوے تو اسکا تصرف اپنی ملکت میں
عین عدل ہی کچھ بھی بیجا نہیں ہو سکتا و لیکن کفار و مشرکین اپنے زعم کے موافق جا و بیجا خیال کرتے ہیں تو اُن کے خیال کے موافق بھی
پوری حجت ان پر قائم کر دی کہ ان کو اپنے خیال کے موافق بھی یہ مجال نہ رہی کہ کوئی بیجا تصرف ہوا و للہ الحمد والمنہ پھر دنیا میں جو تخویف
وتہدید کافروں کو پہونچائی گئی از انجملہ یہ ہی کہ کافروں سے جہنم بھر دی جائیگی اگرچہ ابتداء سے قیامت تک کافروں کی کثرت رہی۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ ۝ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ

جس دن ہم کہیں دوزخ کو تو بھر چکی اور وہ بولے کچھ اور بھی ہے اور نزدیک لائی گئی بہشت ڈر والوں کے واسطے

غَيْرَ بَعِيدٍ ۝ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ ۝ مَّنْ خَشِيَ الرَّحْمَٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ

دور نہیں یہ ہی جس کا وعدہ ہے تم کو ہر ایک رجوع رہنے یاد رکھنے والے کو جو ڈرا رحمٰن سے بن دیکھے اور لایا دل

مُّنِيبٍ ۝ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ۖ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ ۝ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ۝

جس میں رجوع ہے چلے جاؤ اس میں سلامت یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا اُن کو ہر وہاں جو چاہیں اور ہمارے پاس ہے کچھ زیادہ بھی

پیغمبر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلانے اور وعید سنانے کا ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ
وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيدٍ۔ جس دن ہم جہنم سے کہیں گے کہ بھلا تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ بھلا کچھ اور زیادہ ہے ف یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم نیک بندوں کو یاد دلادے اور منکروں و بدکاروں کو وعید سنادے کہ خوفناک وہ دن ہی جس دن ہم جہنم سے فرمادیں گے کہ تو بھر گئی
یعنی تجھ میں جو کچھ سمائی تھی وہ تیری خواہش کے موافق پوری ہو گئی اور وہ یہی کہے جائیگی کہ کچھ اور زیادہ ہے یہ وقت اسوجہ سے بہت خوفناک ہی
کہ جہنم اپنے لوگوں کی زیادہ خواہش کریگی اور اللہ عزوجل کو منظور ہی کہ وہ بھر دی جاوے واحدی رح نے کہا کہ علمائے مفسرین کہتے ہیں کہ
حق سبحانہ تعالیٰ نے یہ کلام محکم فرمایا لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین یعنی بالضرور میں جہنم کو جن اور آدمیوں سے بھر دونگا اور یہ کلام محکم
دوبارہ وجود مخلوقات سے واقع ہو چکا تو یہاں اللہ تعالیٰ نے اسکی تصدیق بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کو اس دن جہنم کا پورا بھر دینا منظور ہے اگر
کہا جاوے کہ حق سبحانہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ جہنم بھر گئی یا نہیں بھری پھر کیونکر جہنم سے استفسار فرمائیگا کہ کیا تو بھر گئی جواب یہ کہ ہاں
بیشک حق سبحانہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس سوال سے تمام جن و انس کو ہولناک خوف دلانا منظور ہے کہ باوجود اپنے علم کے جہنم کی خوشی
سے جہنم کا پورا بھر دینا منظور ہی اور بعض اہل تفسیر نے اس کے یہ معنی بیان کئے کہ ہل امتلات استفہام اقراری ہے یعنی اب تو تیرا پیٹ خوب بھر گیا
اور جہنم عرض کریگی کہ ہل من مزید یعنی اے رب تو علیم خبیر ہے بھلا اب کہیں مجھ میں گنجایش باقی ہے یعنی مزید کی جگہ مجھ میں اب باقی نہیں ہی مترجم
کہتا ہے کہ یہ تفسیر اگرچہ محتمل ہی لیکن اسمیں ایک طرح کا تکلف ہی اور علاوہ اسکے اگر یہ استفہام اقراری لیا جاوے تو آیت قدسی میں ہولناک
یہ ہی کہ جہنم اس دن پوری بھر جائے گی اسمیں کچھ گنجائش باقی نہ ہوگی اور اگر موافق قول اول کے یہ استفہام اس معنی میں ہو کہ کچھ اور زیادہ
ہی تو اسمیں ہولناک خوف دو چند ہو گیا اول اسطرح کہ جہنم ضرور بھری جائیگی اور دوم اسطرح کہ جہنم بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے

Marfat.com

پس اللہ تعالیٰ کو اسکی مراد بھی اُس دن پوری کرنا منظور ہے تو شیطان یہ وسوسہ نہین ڈالسکتا کہ کافر اسکی جنت ...
وخوف دوچند ہوگیا اور حدیث شریف سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جہنم زیادہ مانگے گی چنانچہ حدیث انس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ...
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم مین برابر جہنمی ڈالے جائین گے اور وہ یہی کہے جائے گی کہ کچھ اور زیادہ ہے رواہ البخاری ...
حدیث حضرت انس و ابوہریرہ و ابوسعید خدری و ابی بن کعب و ابن عباس وغیرہ جماعت کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بخوبی ...
روایت کیگئی اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت و دوزخ نے باہم گفتگو کی دوزخ نے کہا ...
متکبرین اور ظالم بادشاہ وغیرہ مجکو دیے گئے ہین جنت نے کہا کہ میرا کیا حال ہے کہ میرے اندر آدمیون مین سے وہ لوگ آوینگے جو دنیا
مین کمزور وگرے ہوئے تھے پس اللہ عزوجل نے جنت سے فرمایا کہ تو میری رحمت ہے مین اپنے بندون مین سے جسپر چاہونگا تیرے ساتھ رحمت
کرونگا اور جہنم سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے اپنی مخلوقات مین جسپر عذاب کرنا چاہونگا تیرے ذریعہ سے اسپر عذاب کرونگا اور تم دونون
مین سے ہر ایک کو اسکی سیری بھر پور ملیگی یعنی تم دونون بھر دیجاؤگی پھر حدیث مین فرمایا کہ جہنم برابر مانگے جائیگی یہانتک کہ رب العزت
جل شانہ اسمین اپنی شان صفت سے رکھے گا تب کہیگی کہ بس بس اسوقت سب طرف سے سمٹ کر بھر جائیگی اور اللہ عزوجل اپنی خلقت مین سے
کسی پر ظلم نہین فرمائیگا اور رہی جنت تو برابر اسمین فاضل جگہ رہیگی حتی کہ اللہ تعالیٰ اُس کے واسطے ایک خلقت پیدا فرمادیگا (رواہ البخاری
وغیرہ) اور حدیث ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مین آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مجھے اپنی ذات پاک کا دیدار
عنایت فرمائیگا پس مین اسکے واسطے سجدہ مین جاؤنگا جس سے وہ مجھ پر اپنا رضوان نازل فرمائے گا (یعنی یہ سجدہ کے طور پر نہین ہے بلکہ ظہور رضوان
کے طور پر ہے) پھر اللہ تعالیٰ اپنی مدح مجھے الہام فرمائے گا جس سے مین اسکی حمد وثنا کرونگا پس مجھ پر اپنا رضوان نازل فرمائے گا پھر مجھے کلام
کی اجازت دیگا یعنی شفاعت کی اجازت ہوگی پھر جہنم کی پیٹھ پر جو پل صراط رکھا جائے گا اسپر سے میری اُمت کے لوگ گذرنا شروع ہونگے
پس گروہ اول پلک مارنے سے زیادہ تیز گذر جاوینگے پھر درجہ بدرجہ نازل ہوتے جائینگے یعنی تیر سے زیادہ تیز اور عمدہ تیز رفتار گھوڑے
سے زیادہ تیز گذرتے جائینگے یہانتک کہ آخر ایسا شخص بھی گذریگا جو اپنے چوتڑون کے بل کھسکتا ہوگا اور اپنے اپنے اعمال کی راہ سے
فرق ہے اور جہنم برابر زیادتی مانگے جائیگی الحدیث (رواہ حافظ ابو یعلی) اور اس حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حوض کوثر کا
ذکر فرمایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسکی صفت پوچھی آپنے فرمایا کہ واللہ اسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہے اور شہد سے زیادہ شیرین ہے
اور برف سے زیادہ خنک ہے اور مشک سے بہتر خوشبودار ہے اور اُسکے اندر تارون سے زیادہ جنتی ظروف ہین جس شخص کو اسمین سے
ایک گھونٹ میسر آویگا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم رہا وہ کبھی سیراب نہ ہوگا مترجم کہتا ہے کہ دنیاوی قیاس والے لوگون نے
یہان یہ خیال دوڑایا کہ جب حوض کوثر کا پانی پی کر کبھی پیاسا نہ ہوگا تو جنت کی نعمتین بے مزہ ہو جائینگی جواب یہ ہے کہ اول تو اُسی
شخص نے وہان کی زندگی کو دنیاوی زندگی پر قیاس کر لیا اور یہ دلیل ہے کہ اسکو بھی معرفت سے نصیب نہین ہوئی دوم یہ کہ اُس نے
یہ نتیجہ کہان سے نکالا کہ جنت کی نعمتین بے مزہ ہو جائینگی کیونکہ اگر سوزش حرارت سے کسی کے حلق مین کانٹے پڑ رہے ہون اور وہ ٹھنڈے
پانی سے بجھائے جائین پھر جب وہ آسودہ ہو تو اس کو شربت مفرح دیا جاوے تو کیا اُس کی زبان سے مزہ باطل ہو جائیگا یہ خیال غلط
ہے اور اصلی غلطی یہ ہے کہ اس نے محسوس حواس دنیاوی کا قیاس پاکیزہ حیات آخرت پر دوڑایا حالانکہ وہان معرفت عقلی کہ ہم دنیا
سے واللہ الہادی ولله الحمد والمنة بالجملہ آیت کی تفسیر مین عمدہ قول یہ ہے کہ جہنم برابر مانگے جائیگی اور رب العزت اپنا ...

له یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حوض کوثر کے پانی کا یہ حال ہو گا کہ اس کے پینے سے تشنگی پانی سے ... ضرورت ... ۱۲ منہ

...اور اسی تفسیر کو امام ابن جریرؒ نے پسند کیا ہے پھر غور کرنا چاہیئے کہ یہ ہولناک عذاب کا سامنا ان لوگون کے واسطے پیش آوے گا جنھون نے دنیا مین شرک و کفر اور اسکے لوازم سے پرہیز نہین کیا اور اپنے قرین ہمزاد اور شیطانی وساوس کے تابع ہو کر اللہ تعالیٰ کی کتاب و اسکے رسول سے مغرور ہوا اور آخر وقت تک توبہ نہ کی یہانتک کہ اسی حالت کفر و شرک پر بغیر توبہ کے مرگئے نعوذ باللہ من ذلک۔ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ۔ اور نزدیک کردیجائے گی جنت متقین کیلئے بغیر دوری کے ف یعنی جن بندون نے دنیا مین اللہ کی کتاب و رسول کی پیروی کی اور اسکا کمتر مرتبہ یہ ہو کہ شرک سے بچے تو ایسے پرہیزگارون کے واسطے جنت بدون فاصلہ کے نزدیک کردیجائے گی حتی کہ وہ اپنی نعمتون مین لہلہاتی ہوئی پل صراط کے اس پار نظر آوے گی یا شاید جب پل صراط سے پار ہو جاوین اسوقت جنت نظر آوے یہ تقریر بمعنی مجازی ہو کیونکہ ظاہر کلام یہ ہو کہ متقیون کے واسطے جنت نزدیک کی جائے گی اور تقریر مذکور کے یہ معنی ہوئے کہ متقین پل صراط سے پار لیجا کر جنت سے نزدیک کئے جاوین گے اگر کوئی کہے کہ یہ تو الٹی تقریر ہوگئی اور کیونکر اسپر یقین لاوین اسواسطے کہ اگر یہی مقصود ہوتا تو صریح یون ہی بیان آتا کہ متقین لیجا کر جنت سے نزدیک کئے جاوین گے جواب یہ کہ نہین بلکہ یہ مجاز بطریق بلاغت کے عمدہ ہو اور فائدہ یہ کہ اس بیان سے متقیون کی تکریم ظاہر ہوئی اور متقی اصل ہین اور جنت انھین کے واسطے ہو پس رب عزوجل نے اپنے بندون کی کرامت ظاہر فرمائی کہ جنت اُن کیلئے آراستہ ہو کر ان کے سامنے کی گئی اور ایسے مجاز کے نظائر دیگر بھی ہین جیسے آب حوض کو اونٹ کیواسطے پیش کیا یہ محاورۂ عرب معروف ہو حالانکہ اونٹ کو لیجا کر حوض پر پیش کرتے ہین لیکن اصل یہی ہو کہ پانی کو اونٹ کے سامنے پیش کیا جائے ولیکن عذر کیوجہ سے حوض پر پیش کیا جاتا ہے اسی طرح بیان ہو کہ گویا متقیون کا وہانتک لیجانا صرف اسواسطے ہو کہ جنت اپنی آرائش سے ان کے سامنے پیش کی جاوے اور اگر کلام اپنی حقیقت پر محمول کیا جاوے یعنی جنت خود لا کر مومن کے سامنے پیش کیجاویگی" تو یہ بھی ممکن ہے خطیبؒ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ مین سب قدرت ہو اور اُس کی قدرت مین یہ بہت آسان ہے کہ جنت آسمان سے آکر زمین محشر مین مومن سے نزدیک کیجاوے مترجم کہتا ہے کہ خطیب کا کلام اس بنیاد پر ہو کہ جنت آسمان پر ہے اور محشر زمین پر ہوگا فتدبر پھر اسمین زیادہ تمہید کی ضرورت صرف ایسے بدحواس لوگون کے سمجھانے کیلئے لازم آتی ہو جن کے حواس صرف دنیا اور اس کے محسوسات کے پابند ہو گئے ہین بلکہ یہ جاہلی سے آخرت کو دنیا پر قیاس کرنا چاہتے ہین اور یہ بڑی خطا ہے اور مترجم نے بارہا تنبیہ کردی کہ یہ وہم و قیاس محض باطل و خرافات ہو اور اس سے گمراہی کا خطر شدید ہو اسی قسم کے لوگ جہنم کو جلتی ہوئی آگ کا ایک غار تصور کرتے ہین اور یہ امر اُن کی سمجھ مین نہین آتا کہ دار الآخرۃ سب جاندار ملک ہے جہنم خود اپنے لوگون کو پہچانتی اور اُن پر حاوی ہو جائے گی اور پہلے حدیث مشہور بیان ہو چکی کہ عرصۂ محشر مین جہنم کی ایک گردن یعنی کنارہ ظاہر ہو کر بلند آواز سے متکبرین و مشرکین و ظالمین و مصورین وغیرہ پر اپنا تسلط بیان کرکے ان پر حاوی ہو جاویگا اور اللہ تعالیٰ نے منصوص فرمایا کہ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون یعنی دار آخرت جاندار ہو کاش مشرکین جہالت سے اسکو سمجھتے اور اللہ تعالیٰ نے نار جہنم کی صفت مین فرمایا۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی آگ کہ جو دلون کو جھانک لیتی ہو اور حدیث معروف مین ہے کہ مومن سے کہے گی کہ آپ یہان سے جلد تجاوز فرمائیے کہ آپ کے نور نے میری نار افسردہ کردی اور حدیث الصراط کے بعض روایات مین ہو کہ جہنم انکے دلون کو جھانک کر جس کو اپنے لوگون مین سے پاویگی اُسے گرفتار کرکے اپنے اندر جہنم لیجاویگی یہان سے ظاہر ہوا کہ جسر جہنم کے دونون طرف خاردار کانٹے جن کا بیان حدیث مین آیا اور سابق مین [illegible] ہو چکا ہو وہ بھی بے حواس نہین ہین جب یہ معلوم ہو چکا کہ جہنم کے محل عذاب مین یہ شان ہے تو جنت محل رضوان و رحمت مین

Marfat.com

اس سے بدرجہا فضیلت زائد ہے اور خود حدیث مین ہو کہ وہان کے تخت و درخت و جانور و جل [illegible]
کرین گے پھر آخر یہان آمین کیا اشکال دامنگیر ہوا کہ جنت آراستہ ہو کر متقیون کے قریب ہوا سقدر معرفت [illegible]
نہین چاہیے وان ربی ہو الہادی وانہ قریب مجیب آور خطیب ؒ و قبل اسکے امام رازی ؒ وغیرہ نے عوام الناس کیلیے [illegible]
خنانچہ سراج مین ہو کہ قولہ تعالیٰ ازلفت الجنۃ یعنی متقیون کے لیے بغیر دوری کے جنت قریب کی گئی یہان چند احتمال ہین [illegible]
مین اسکی تفسیر متعین نہین کی گئی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تفسیر بیان نہین فرمائی پس بندے خود فصیح زبان [illegible]
اسکے معنی سمجھین اور ثواب حاصل کرین اور بندون نے جو غور کیا تو کئی طرح معنی سمجھ مین آتے ہین اول یہ کہ جنت کو قریب لایا جانا بندگان [illegible]
کے واسطے تکریم ہے مترجم نے اسی کو اور بخوبی صاحت سے بیان کر دیا ہے والحمد للہ والمنۃ۔ یہ معنی اس بنیاد پر ہین کہ قرب [illegible]
کا قرب ہے جیسے ایک چیز دوسری چیز سے جگہ کی راہ سے نزدیک ہوتی ہو اور شاید کہ قرب از راہ معنی ہو یعنی حاصل ہونا نزدیک ہو لہٰذا [illegible]
معنی یہ لکھے کہ جنت متقیون سے نزدیک کی گئی یعنی اُن کو جنت کا حاصل ہونا نزدیک ہوا یہ سب اس بنیاد پر ہو کہ ازلفت یعنی نزدیک
کیا جانا متقیون سے نزدیکی ہو خواہ جگہ کے طریقے سے یا حاصل ہونے کے طریقہ سے ہو اور یہ بھی احتمال ہو کہ یہ خود جنت کی صفت ہو لہٰذا
تیسرے معنی یہ بیان کیے کہ شاید یہ مراد ہو کہ جنت نے اپنی آرایش کے اوصاف مجتمع و قریب کیے تا کہ متقیون کے لیے آراستہ ہو تو اسکا
حاصل یہ ہوا کہ متقیون کے واسطے جنت اپنی تمام خوبیون سے آراستہ و پیراستہ ہوئی مترجم کہتا ہے کہ یہ بعضے وجوہ تو تکلفات ہین اور لطیف
بلیغ وہی معنی اول ہین کہ بندگان متقین کے لیے جنت اپنی نعمتون سے آراستہ ہو کر ان کے مشاہدہ کے لیے بدون فاصلہ کے قریب کیجائیگی
اور ملائکہ کی زبان سے بشارت دی جائے گی کہ۔ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ۔ یہ ہو وہ عظیم نعمت جو تم وعدہ دیے جاتے تھے ف یعنی دنیا
مین اللہ تعالیٰ کے رسولون علیہم السلام کی زبان سے ایمان کے نتیجہ آخرت مین جس جنت بیمثال کا تم وعدہ دیے جاتے تھے وہ یہ سامنے
مشاہدہ ہے اگر کہا جاوے کہ ازلفت الجنۃ کے معنی یہ کہ جنت قریب کی گئی پھر غیر بعید کے معنی دور نہین تو یہ خود قریب ہے پس مکرر ہوا
ابن کثیر ؒ نے اشارہ کیا کہ غیر بعید سے یہ مراد ہو کہ متقیون کے واسطے ایسی تکریم ہونا کچھ بعید نہین ہے بلکہ بہت جلد ایسا واقع ہونیوالا ہے
جیسے کافرون کی موت سے ان کی آنکھین کھلنا اور عذاب کا سامنا اُن پر پیش ہونا بہت نزدیک ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید غیر بعید
سے تنبیہ ہو کہ ازلفت الجنۃ سے یہ مراد نہین ہے کہ بالفعل جنت ان کے واسطے مانند طعام کے قریب کی جائے گی بلکہ نزدیکی مراد ہے
جسکے معنی یہ کہ دور نہین ہے پس کہا جائے گا کہ یہی چیز جو قریب ہے مشاہدہ ہے وہ عظیم نعمت ہے جسکا وعدہ تم کو دنیا مین دیا جاتا تھا
پھر یہ بشارت متقین کو سنائی جائے گی اور متقین کے بعض صفات بیان کر کے رب سبحانہ تعالیٰ نے ان کو ظاہر کر دیا اول قولہ تعالیٰ
لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيظٍ۔ ہر ایک اوّاب حفیظ کے واسطے ف یعنی للمتقین متقین کے واسطے جنت قریب کر کے اشارہ بحاضر ہے بشارت
دی جائے گی یہ متقین کس صفت کے بندے ہین تو ان کے مولائے کریم رب رحیم نے بیان فرمایا کہ ہر ایک اوّاب حفیظ جسکے واسطے
اوّاب نہایت رجوع لانیوالا یعنی ہر کام مین اپنے رب عزوجل کی طرف رجوع لانیوالا اور گناہ کے کام سے توبہ کر کے نادم ہو کر رجوع
لانیوالا حفیظ حفاظت رکھنے والا پس شرمگاہ کو بدکاری سے حفاظت کرنیوالا اور مال کو اسراف سے اور دنیا کی آرایش و لہو و لعب
مین صرف کرنے سے حفاظت رکھنے والا اور اوقات کو بربادی و رائیگانی سے حفاظت رکھنے والا اسطرح کہ حکم شریعت کے موافق نماز [illegible]
و یاد اور تسبیح و درود وغیرہ کے ذریعے بربادی سے بچانے والا اور سب کا خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے عہدون کو امانت کیساتھ حفاظت [illegible]

Marfat.com

[illegible] ہو کہ اللہ تعالیٰ نے بندون پر کمال رحمت سے دن رات کے اوقات کی حفاظت مین سے بہت قلیل وقت کی حفاظت فرائض فرمائی ہے اور وہ نماز کے پانچ وقت فریضہ ہین اگر غور کرو تو ہر نماز فریضہ مین جسقدر وقت خرچ ہوتا ہے اگر سب جمع کیا جاوے تو فقط فرائض کے سترہ رکعات کا وقت دن رات کے چوبیس حصہ مین سے ایک حصہ بھی نہ ہوگا پھر بندہ اپنے حال پر ندامت سے افسوس کرے کہ اس نے کتنی دیر یاد کیا اور کس قدر وقت غفلت مین برباد کیا پھر اگر اسمین بھی قصور رہا تو حفاظت چھوڑنے سے عذاب ہوگا اسی طرح شرع کے جمیع امور مین فرائض کی حفاظت فرض ہے اسی واسطے ابن کثیرؒ نے کہا کہ اواب حفیظ یعنی عہد کی حفاظت کرنیوالے یعنی جو بندے عہد الٰہی کو نہین توڑتے ہین عبید بن عمیر نے کہا کہ اواب حفیظ وہ شخص ہے جو کسی جلسے مین بیٹھے پھر اٹھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے مترجم کہتا ہے کہ اس شخص نے اکثر اوقات کی حفاظت کر لی اور حدیث مین بھی آیا ہے کہ جس مجلس مین آدمی نے اللہ تعالیٰ کی یاد نہ کی وہ قیامت مین اسپر حسرت ہوگی صفت دوم قولہ تعالیٰ۔ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ۔ ایسے بندے کیواسطے جو الرحمن عزوجل سے در پردہ خوف کرتا ہے ف یعنی متقین جن کے واسطے جنت مہیا و قریب کی جائے گی انکی صفت یہی ہے کہ دنیاوی زندگی مین جہان غائبانہ ایمان ہے اور اپنے رب عزوجل سے لقا حاصل نہین ہے تو اس غیب کی حالت مین اپنے رب عزوجل سے خوف رکھتے ہین سابق مین جا بجا تحقیق کیا گیا کہ خشیہ ایسے خوف کا نام نہین ہے جیسے بکری کو شیر سے ہوتا ہے یعنی عداوت کا خوف نہین ہے بلکہ عین محبت کا خوف ہے اس تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ جتنے بندے دنیاوی زندگی مین جہان ایمان بالغیب ہے اپنے رب عزوجل سے انتہائے محبت کیساتھ خوف رکھتے ہین گویا ان کے دل ڈرتے ہین کہ ایسا نہ ہو رد کر دیے جاوین اور شاید کہ غیب یہان لوگون کی نظر سے غائب ہو یعنی لوگون کی نظر سے پوشیدہ اپنے رب عزوجل سے خوف رکھتے ہین چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ من خشی الرحمن بالغیب یعنی وہ شخص جسنے لوگون کی نظر سے پوشیدہ جہان اسکو کوئی نہین دیکھتا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے وہان اپنے رب عزوجل سے خوف کیا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل وہ ہے جسنے خالی جگہ اپنے رب عزوجل کو یاد کیا کہ اسکی آنکھون سے آنسو جاری ہوئے۔ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ۔ اور صفت سوم یہ کہ وہ بندہ قلب منیب لایا یعنی اس کا دل ایسا نرم و رقیق ہوگیا کہ ہر دم اپنے رب عزوجل کی طرف عاجزی کے ساتھ رجوع لاتا ہے پس وہ اسی حالت پر مرا کہ جناب باری تعالیٰ مین اسی قلب کیساتھ حاضر ہوا پس ایسے بندون کے واسطے جنت آراستہ ہو کر نزدیک کی جائے گی اور حکم ہوگا کہ۔ نِ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ۔ ان پاکیزہ متقیون کو جنت مین اسلام کے ساتھ داخل کرو یہ ہمیشگی کا روز ہے ف قتادہ نے کہا کہ سلام کے ساتھ یعنی عذاب سے بچنے کی سلامتی پر ملائکہ ان کو سلام علیکم طبتم فادخلوہا خالدین۔ کہتے ہوئے داخل کرین گے اور یہ ہمیشگی کا روز ہے یعنی آج قیامت کے روز جس منزلت قرب مین داخل کئے جاتے ہین یہ ہمیشگی کا روز ہے اسمین ہمیشہ کے لئے داخل کئے جاتے ہین یہان سے نکالے نہ جاوینگے اور نہ کبھی سفر کرین گے اور نہ موت آوے اور نہ کبھی اکتا کر یہان سے جگہ بدلنا چاہین اسواسطے کہ جنت وہ مقام عیش ہے کہ روز بروز اسکی نعمتون کی ترقی سے ہر دم سرور و خوشی بڑھتی جائے گی کیونکہ عطائے الٰہی کی انتہا نہین ہے لہذا فرمایا۔ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ۔ ان بندون کیواسطے جنت مین کل وہ چیز ہے جس کی خواہش کرین اور ہمارے پاس مزید ہے ف یعنی زیادتی ہے اور [illegible] انتہا ہے اسواسطے کہ رب عزوجل کی قدرت بے انتہا ہے پس جنت کا اندازہ کسی حواس و قیاس مین کیونکر آسکتا ہے اسلئے کہ حواس [illegible] مخلوق محدود ہے تو اسمین بے انتہا کی سمائی غیر ممکن ہے چنانچہ جسکو ذرا بھی سمجھ ہے وہ خود دیکھتا ہے کہ غیر متناہی جنت مثلاً [illegible] حواس مین نہین لاسکتا ہے کیونکہ جہانتک وہ قیاس مین لایا تو متناہی ہوگیا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے یہان مزید کی بعض مثالین

Marfat.com

جو آثار میں وارد ہیں بیان کیں مثلاً ابن ابی حاتم نے کثیر بن مرہ سے اسناد کیا کہ اہل جنت کی جماعت اپنی مجلس میں [illegible]
ایک پارہ ابر گذریگا اور اُن سے عرض کریگا کہ آپ کیا چاہتے ہیں جو کچھ ارشاد ہو میں برساؤں پس ان میں سے ہر شخص جو کچھ [illegible]
وہ اسپر برساویگا حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جنت میں اگر تیری خواہش کسی پرندے گوشت پر ہوگی تو وہ [illegible]
عمدہ بھُنی ہوئی شکل میں حاضر ہوگا مترجم کہتا ہے کہ اس سے زیادہ لطیف قدرت یہ کہ اُڑتا ہوا پرند فوراً حاضر ہوکر [illegible]
جہاں سے جی چاہے عمدہ لذیذ لطیف پختہ غذا اسمین سے کھا لیجئے پھر وہ اُڑتا چلا جائے گا سبحان اللہ یہ لطیف قدرت ہے [illegible]
خون و گوشت و دھواں دھار جلتی بلتی لکڑیاں وکوئلہ نہیں ہے بلکہ حیوان ہے ولیکن سمجھ دکار ہے امام احمد نے حدیث ابو سعید خدری
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں بندۂ مکرم نے اگر فرزند کی خواہش کی تو حمل و [illegible]
ہوا جوان ہو جانا ایک ساعت میں پورا ہو جائیگا (رواہ الترمذی وابن ماجہ) بعضے احمقون کو وہم ہوا کہ شاید وہ بچہ جس و حرکت [illegible]
سے پرورش پانیوالا چاہیے جواب یہ ہے کہ دنیا میں اس قسم کی نجس خواہشیں بوجہ گندگی جسم و کدورت حواس کے ممکن ہیں [illegible]
پاکیزہ و مصفی ہوں گی تو ہر قسم کی گندگی و مکدر خواہش وہاں غیر ممکن ہے پھر واضح ہو کہ مزید ہر قسم کی جنتی طبقہ کے عالی ہمتی و منزلت کے موافق
بڑھتی جائے گی اور ابھی سمجھا دیا گیا کہ مزید کی کوئی انتہا نہیں ہے اگر کہا جائے کہ مزید اعلی دیدار باری تعالیٰ ہے تو حد ہوگئی جواب یہ کہ نہیں بلکہ
ہر طبقہ کیواسطے دیدار کی تجلیات بھی بے انتہا ہیں اور صحیح مسلم میں صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے آیا کہ مزید دیدار باری تعالیٰ ہے ابن ابی حاتم
نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ لدینا مزید انس نے کہا کہ ہر جمعہ کو اُنکا رب عز و جل اُنکو دیدار سے سرفراز فرما دے گا
(رواہ الشافعی مرفوعاً قال فی مسندہ اخبرنا ابراہیم بن محمد حدثنی موسی بن عبیدة حدثنی ابو الازہر معاویة بن اسحق بن طلحة عن عبید اللہ بن
عمیر انہ سمع انس بن مالک رضی اللہ عنہ یقول الخ یعنی انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جبرئیل علیہ السلام ایک سفید آئینہ جسمیں
ایک سیاہ نقطہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے تو جبرئیل علیہ السلام
نے بیان کیا کہ یہ جمعہ ہے جو آپ کو اور آپ کی اُمت کو عطا کر کے فضیلت دی گئی ہے اور دیگر لوگ یعنی آپکے تابع ہیں یعنی یہودیوں نے
سنیچر اختیار کیا اور نصاری نے اتوار اختیار کیا اور یہ دونوں جمعہ کے بعد ہیں اور آپکی اُمت کیواسطے یوم الجمعہ میں بہت بہتری ہے اور
اس روز ایسی ایک ساعت ہوتی ہے کہ جو بندہ مومن اس ساعت میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی توفیق پاوے تو ضرور اُس کی دعا
قبول ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک یہی یوم المزید ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے جبرئیل یوم المزید کیا چیز ہے جبرئیل علیہ السلام
نے بیان کیا کہ آپکے رب تبارک و تعالیٰ نے فردوس میں ایک وادی بہت وسیع پیدا فرمایا ہے جسمیں مشک کے ٹیلے بنے ہوئے ہیں
تو جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ جسقدر ملائکہ چاہتا ہے نازل فرماتا ہے اور اس کے گرد نور کے منبر ہیں جن پر انبیاء علیہم السلام کی
نشستگاہ ہے اور ان منبروں کے گرد سونے کی کرسیاں ہیں جن میں یاقوت و زبرجد جڑے ہیں ان پر شہداء و صدیقین بیٹھتے ہیں اور ان
نشستوں کے گرد یہ سب لوگ بیٹھتے ہیں پس اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ میں تمہارا رب ہوں میں نے تم سے اپنا وعدہ پورا کر دیا اب تم مجھ سے مانگو
میں تمہیں عطا کرونگا یہ سب بندے عرض کرتے ہیں کہ اے رب ہم تیری رضامندی چاہتے ہیں پس رب عز و جل فرماتا ہے کہ میں تم سے راضی
ہوا اور جو کچھ تم آرزو کرو وہ تمہارے واسطے موجود ہے اور میرے پاس تمہارے واسطے مزید ہے یعنی ایسی زیادتی جو مخلوقات کے خطرات سے
باہر ہے پس سب بندے اس یوم الجمعہ کو بہت پسند کرتے ہیں کیونکہ اسی روز انکو اللہ تبارک و تعالیٰ عطیات عطا فرماتا ہے [illegible]

Marfat.com

یہ دن وہی ہے جس مین رب عزوجل نے عرش پر استوا فرمایا اور اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی (کذا رواہ الشافعی
فی الام بطرق عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ وقد رواہ ابن جریر من روایۃ عثمان بن عمیر عن انس رضی اللہ عنہ بابسط من ہذا) اور امام احمد
نے بطریق ابن عبداللہ بن لہیعہ رحمہ اللہ تعالی کے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوع روایت کی کہ جنت مین مرد ستر برس تک
تکیہ دیکر بیٹھے گا قبل اس کے کہ متحول ہو یعنی کروٹ بدلے پھر اسکے بعد ایک خوبصورت عورت آویگی جو اس کے مونڈھون پر ہاتھ رکھکر
اشارہ کریگی تو مرد جنتی اس کے چہرے کی جانب نظر اٹھائے گا اور اس کا چہرہ شفاف آئینہ سے زیادہ خوبصورت پائے گا اور اسکے
زیور مین سے سب کمتر موتی ایسا ہوگا کہ اسکی روشنی سے مشرق سے مغرب تک روشن ہو جاوے پس اسکے اسلام کے جواب مین مرد
جنتی سلام کرکے پوچھے گا کہ تم کون ہو وہ کہے گی کہ مین آپکے واسطے نعمت مزید مین سے ہون یعنی قولہ تعالی ولدینا مزید مین جو نعمت مزید کو
ہے اسی مین سے مین بھی ہون اس عورت پر لباس طوبی سے ستر حلہ ہون گے لیکن خوبصورتی سے مرد کی نظر نافذ ہوکر اس کی ساق تک
پہنچیگی اور اسکے سر پر تاج ہوگا جسمین سب سے کمتر موتی کی یہ روشنی ہے کہ اگر ظاہر ہو تو مشرق سے مغرب تک نورانی ہو جاوے وہکذا رواہ
عبداللہ بن وہب عن عمرو بن الحارث عن دراج عن ابی الہیثم عن ابی سعید الخدری مترجم کہتا ہے کہ یہ سب بیان جو نعمت مزید کے متعلق ہے
سب کمتر اہل جنت کیواسطے ہوگا بلکہ اُن کے حق مین بھی جسقدر بیان کیا گیا یہ ایسا کمتر درجہ ہے کہ جسکو دنیاوی حواس انسانی اپنی سمجھ سے
ادراک کر سکتے ہین حالانکہ جنت مین بیشک وہ نعمتین ہین جنکا ادراک کرنا دنیاوی حواس کے امکان سے باہر ہے کیونکہ ان حواس کی
بلند پروازی بدرجہا انتہا یہ ہے کہ نفیس سے نفیس جو چیزین اس دنیا مین میسر آسکتی ہین اُن کی نظائر کو اپنے قیاس سے سمجھ لے کیونکہ
یہ حواس اسی زمین سے مخلوق ہین اور اس سے زیادہ ادراک کرنا ان کی ذاتی استعداد سے باہر ہے پس اگر خاص نعمتون مین سے کچھ بیان کیا جاوے
تو نا سمجھی سے اُن کی رغبت نہ کھلے حالانکہ فی الجملہ بیان سے اُن کی رغبت کو جوش دلانا طریقہ حکمت ہے بلکہ واجب ہے اسواسطے کہ کافرون
نے جو کچھ اس دنیا مین اپنے نزدیک سب سے زیادہ نفیس پایا اسی کے پیچھے دنیا کو اختیار کر لیا اور عاقبت کو چھوڑ دیا پس اگر بیان نہ ہوتا تو وہ
لوگ آخرت مین یہ حجت پیش کرتے کہ ہم نے پیغمبرون کی زبان سے دارالآخرت کی نعمتون کو ایسے طور پر نہین سنا جس سے ہم کو یہ بات معلوم
ہوتی کہ اس کی خوبی کے مقابلہ مین تمام دنیا کی نفیس سے نفیس نعمتین بالکل کوڑا کرکٹ ہین ولیکن ہم سے فقط آخرت کی خوبی بیان کی گئی
تو ہم نے دنیا کو آخرت کے مساوی یا قریب قریب سمجھا اور دنیا مین زیادہ نفیس سونا چاندی اور لعل و یاقوت وغیرہ معدنیات و جمادات
ہین یا انسانی ازواج یعنی خوبصورت عورتین وغیرہ ہین یا کھانے پینے کے اقسام ہین لہذا انھین تینون چیزون کے مقابلہ مین آخرت کی
انھین اقسام کی چیزین ایسی بیان فرمائی گئین جس سے کافرون کا کچھ عذر باقی نہین رہا اور یہ صاف ظاہر ہوگیا کہ دنیا کی چیزین بمقابلہ
آخرت کے محض کوڑا کرکٹ ہین پس ثابت ہوا کہ اسقدر بیان کرنا بھی ضروری تھا اور آخرت کی اصلی نعمتون کا بیان کرنا اس سبب سے
مفید نہ تھا کہ کسی طرح اسکو انسانی حواس نہین سمجھ سکتے ہین ہان عقلی فہم کے واسطے مجمل بیان کیا گیا چنانچہ آیات مین بقولہ تعالے
للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ وبقولہ تعالی ولدینا مزید و مانند اس کے آیات ہین اور احادیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی
نے اپنے بندگان صالحین کے واسطے ایسی نعمتین مہیا فرمائی ہین جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہین اور کسی کان نے سنا نہین اور کسی بشر
کے دل پر اسکا تصور بھی نہین گذرا کما فی الصحاح۔ اس بیان سے ظاہر ہوگیا کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ وغیرہ مین لدینا مزید کے متعلق
جو تفسیر مذکور ہوئی یہ بھی مزید کی اصلی مثالون مین سے کوئی مثال نہین ہے بلکہ انھین چیزون مین سے ہے جس کو حواس ادراک کر سکتے ہین اور

Marfat.com

اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا۔ مزید نعمتین دونون قسم مین سے ہر ایک درجہ جنت کے لائق ہونگی یعنی مزید نعمتین ایسی نعمتین بھی [illegible]
جنکا قیاس دنیا مین ہوسکتا ہے اور ایسی نعمتون مین سے بھی ہونگی جو خاص آخرت ہی مین پیدا کی گئی ہین اور ہر ایک درجہ [illegible]
درجہ والون کے لائق عام نعمتین اور مزید نعمتین ہون گی واللہ سبحانہ تعالیٰ علی کل شئی قدیر اس سورہ ق مین اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت [illegible]
رت سے رسول کی صدق رسالت بیان فرمائی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ رسول سے انکار کرنے والے نجس و پلید و ذلیل [illegible]
ہین بعد اُن کا ٹھکانا اُن کے لائق جہنم و اسکا عذاب و ذلت ہے اور رسول پر ایمان لانیوالے پاکیزہ و نیک سیرت و خوش خصلت ہین
اور اُن کا ٹھکانا بھی جنت و دار کرامت ہے اور دنیا فقط چند روزہ ہے جسکا انجام عنقریب قیامت ہو بلکہ ہر شخص کے واسطے چند دن
کے بعد مرتے ہی آنکھین کھل کر آخرت کا سامنا پیش ہوگا پھر اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے کافرون کو خوف دلایا کہ گذشتہ امتین اپنی شرارت
کفر سے ہلاک کی گئین اور پچھلون کے واسطے عبرت کر دی گئین پھر اس طبقہ اُمت کے بعد قیامت ہے اور آئندہ کوئی اُمت و نبوت
نہین ہونے والی ہے پس اس اُمت کے کافرون کو نیست کرنے والے عذاب سے ہلاک کرنے مین یہ فائدہ حاصل نہ ہوگا کہ آئندہ اُمت
کو عبرت حاصل ہو کیونکہ آئندہ کوئی اُمت ہی نہ ہوگی و لیکن ان کافرون کو یہ خوف ضرور چاہیئے کہ جس ملک یا جس شہر کے لوگ بطرح
حد سے گزرین کہ مومنون کو یا دین اسلام کو مٹانے کا قصد کرین تو وہ برباد کر دیئے جاوین پس ان کی دنیاوی زندگی بھی برباد ہو لہذا فرمایا

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ هَلْ
اور کتنی کھپا چکے ہم ان سے پہلے سنگتین اُن کی قوت زبردست تھی ان سے پھر لگے کُریدنے شہرون مین کہین ہے
مِنْ مَحِيصٍ ۝ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ ۝
بھاگنے کو ٹھکانا اسمین سوچنے کی جگہ ہے اسکو جسکے اندر دل ہے یا لگادے کان دل لگا کر
وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا
اور ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو اُن کے بیچ مین ہے چھ دن مین اور ہم کو نہ آئی
مِنْ لُغُوبٍ ۝ فَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ
کچھ ماندگی سو تو سہتا رہ جو کہتے ہین اور پاکی بول خوبیان اپنے رب کی پہلے
طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُودِ ۝
سورج نکلنے سے اور پہلے ڈوبنے سے اور کچھ رات مین بول اس کی پاکی اور پیچھے سجدے کے

ہر زمانہ کے کافرون نے اپنی دنیاوی قوت و شوکت پر اعتماد کر کے رسولون و مومنون پر الزام لگایا کہ یہ لوگ ہم کو تقدیر کے
معنی سکھلا کر فقیر و ذلیل بنایا چاہتے ہین اور جہنم سے ڈرا کر بزدل بناتے ہین اور اسکی وجہ یہ تھی کہ کافرون کو ہر طرح دنیاوی زندگی اور
اُسکا مال و متاع محبوب تھا تو اسکو چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہین ہوتے تھے اور کبھی کبھی شیطان نے اپنے گروہ کفار کو دوسرے طریقے
سے وسوسہ دلایا اور وہ یہ ہے کہ پیغمبر نے جو دین تعلیم کیا تھا اُسپر توجہ کرنے سے کافرون کو روکا بلکہ یہ کہا کہ تم اس پیغمبر کی پیروی کرنیوالے
لوگون کو دیکھو کہ وہ کس طرح دنیا کے مال جمع کرتے ہین اور کس طرح دنیاوی زندگی کو محبوب رکھتے ہین کہ کافرون سے لڑائی مین بزدل
ہو کر بھاگ جاتے ہین اور اپنے شہرون مین سونا چاندی و جواہرات وغیرہ جمع کرنے کیلیے غریبون پر ظلم کرتے ہین اور شراب کباب [illegible]

...ہین پس تم لکھ این دین کی تعلیم سے ان کو کیا حاصل ہوا حتی کہ بہت سے کافرون نے اخیر زمانہ کے اسلامی رئیسون
شاہون کو بھی یہی الزامات لگائے حالانکہ یہ محض وسوسۂ شیطانی ہے کیونکہ جن شاہون و رئیسون کی نظیر قائم کی وہ خود دین اسلام کی تعلیم
سے گشتہ ہو کر کافرون کے شریک ہوگئے تو ان کی نظیر کیونکر قائم ہو سکتی ہے بلکہ اصلی دین اسلام کی تعلیم پر غور کرنا چاہیے کہ وہ سراسر عدل و
نیک صورتی کی تعلیم ہے اور تقدیر کے اعتقاد سے اہل ایمان اسقدر دلیر ہو جاتے ہین کہ اکیلا آدمی بمقابلہ ہزارون کفار کے بھاگنا نہین پسند
کرتا کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ موت مقدر ہی بلکہ وہ شہید ہونا چاہتا ہے کیونکہ دنیا فانی اور آخرت بہتر ہے اور وہ دنیا کے جمادات خواہ
سونا چاندی ہون یا پتھر کی قسم سے لعل جواہر ہون کسی سے دل نہین لگاتا کیونکہ یہ سب دنیاوی متاع فانی ہے تو بھلا بندۂ مومن ان
پتھرون کے واسطے کیونکر کسی مخلوق پر ظلم کریگا پس کافرون کو چاہیے کہ اسلام کی نصیحت نیک پر کان دھرین ورنہ اپنے بدانجام و عذاب
آخرت سے ڈرین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا ۔ اور ان کافرون سے پہلے ہم نے بہت
سی سنگتین جو قوت مین اُن سے سخت تھین ہلاک کر ڈالین ف یعنی ان کافرون سے پہلے بہت جماعتین کافر گذری ہین جو قد و جسم مین یادہ
قوی تھے اور مال و دولت مین بہت زیادہ تھے پھر جب اُنھون نے اپنے پیغمبر کی ہدایت کو نہ مانا اور اپنی جہالت پر اسقدر رہے کہ پیغمبر و مومنون
کو قتل کر ڈالنے پر آمادہ ہوئے اور ظلم و فساد کو پھیلایا تو اللہ تعالےٰ نے عذاب استیصال سے ان کو ہلاک کر دیا فَنَقَّبُوا فِي الْبِلَادِ
هَلْ مِنْ مَحِيصٍ ۔ پس ڈھونڈھتے پھرے ملکون ملکون کیا کہین نجات کی جگہ ہے ف یعنی وہ کفار جماعتین بھی تمام جہان کے ملک
چھانتے پھرے پھر بھلا کہین ان کو ہلاکت سے بچاؤ کا ٹھکانا ملا یعنی اُنھون نے کہین نجات نہ پائی اسی طرح اس اُمت مین بھی جو کفار
جماعتین اپنی قوت و دولت پر مغرور ہو کر ملکون ملکون غلبہ کرتے پھرین کیا بھلا وہ موت سے بچ کر عذاب سے چھوٹ سکتے ہین یعنی ہرگز
نہ ہوگا بلکہ آخر وہ عذاب سے ہلاک و برباد ہون گے ۔ اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۔ اس بیان مین
بیشک نصیحت ہو ایسے شخص کے واسطے جسکو دل حاصل ہو یا اُسنے کان لگائے اور وہ حاضر ہے ف یعنی ان آیات آلہی مین عبرت سے
نصیحت ہر ایسے شخص کو حاصل ہوتی ہے جو خود صاحب دل ہو یا اگر صاحب دل نہین ہے تو اُس نے صاحب دل کے سنانے پر کان لگائے
اور دلی توجہ سے اسکو سنا پس حاصل یہ ہوا کہ علما کو آیات آلہی سے خود نصیحت حاصل ہوتی ہے اور جو لوگ خود عالم نہین ہین وہ اگر کان دھر کر
عالمون کی بات سنین تو اُنکے دلون مین نصیحت حاصل ہو اور بعض علمائے کہا کہ یہان قلب سے مراد عقل ہی یعنی جس شخص کو عقل حاصل ہی
وہ ان آیات آلہی سے نصیحت و عبرت حاصل کرتا ہی اور جسکو اسقدر عقل نہین ہی اگر وہ دل سے متوجہ ہو کر سنانیوالے کی بات سنے تو اسکو عبرت
حاصل ہوتی ہے بعض علمائے کہا کہ خود دل مراد ہی کیونکہ قلب سلیم ان آیات کی حقیقت مین فکر و غور کر لیتا ہے اور اگر قلب سلیم نہ ہوا ولیکن اسمین
اسقدر صلاحیت ہی کہ وہ نصیحت سننے پر کان لگاتا ہے تو اسکو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ تحقیق واللہ تعالیٰ اعلم یہ ہی کہ قلب کو
اللہ تعالیٰ نے روح و جسم کے درمیان ایک حد مقرر فرمایا ہے اور وہان روح کی جانب سے بھی ایک واعظ موجود ہے اور جسم کی جانب سے بھی
ایک بلانے والا موجود ہے پھر جسم کی جانب سے جس قسم کی زندگی اسکے قلب کو درکار ہے وہ جسمانی زندگی ہے تو وہ ہر ایک شخص کے قلب کو
حاصل ہوتی ہے کیونکہ ہر جسم جاندار مین اسکا قلب محل خون ہے یعنی جگر سے خون پیدا ہو کر قلب کے ذریعہ سے ہر جگہ تقسیم ہوتا رہتا ہی اور
اس زندگی سے فقط یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اسکے جسم کی پرورش کے لیے جن چیزون کی ضرورت ہے اور جن سے نفس خوش ہوتا ہے اُن
کے تمیز ... کی منفعت و مضرتین قلب کے واعظ سے حاصل ہوتی ہین اور اُس کا نتیجہ یہ ہی کہ جسم ایک عمر طبعی تک تازگی

Marfat.com

وتوانائی کے ساتھ زندہ رہے لیکن اسکو یہ امتیاز حاصل نہین ہی کہ اُس کا آخری انجام کیا ہوگا یا نہین دیکھتے [illegible]
نہین ہی حتی کہ جوانی کی قوت اپنی حالت پر رہتی ہی پھر بڑھاپے کا ضعف یوماً فیوماً ترقی کرتا ہے اور انتہا کوشش [illegible]
کھیل کود وغیرہ کے ایسے سامان بذریعہ حواس قلب کے مہیا کرے کہ مرتے وقت تک بہ نسبت [illegible] بڑھون کے کسی قدر [illegible]
تقویت رہے ولیکن آخری موت سے بچنا کسی طرح ممکن نہین ہی اور فرقہ مادیہ نے دعوی کیا کہ اگر [illegible] حفاظت [illegible]
مین لگتا ہون کہ جان سے زیادہ عزیز کسی قوم کو کوئی چیز نہین خصوصاً فرقہ مادیہ ونیچریہ کو جو آخرت سے بالکل منکر ہین پھر تعجب کہ بہان
بغیر دلیل کے اس امر کے قائل ہوگئے حالانکہ صریح مشاہدہ کے خلاف ہی تو ایسے بیہودہ دعوی کا کیا اعتبار ہی اور کچھ عجب نہین کہ اس فرقہ کا
یہی حال ہی کہ حقیقی دلائل کو چھوڑ کر وہمی وخیالی باتون پر خوب جمتا ہے اور اللہ عزوجل نے سچ فرمایا کہ یہ لوگ الکل کے پابند ہوتے ہین انکے
حال سے بحث چھوڑ کر پھر مین اپنی تحقیق کی جانب رجوع کرتا ہون اور یہانتک جو کچھ بیان ہوا وہ قلب کی ایسی زندگی کا بیان ہی جو اس کو جسم
کی پرورش کے واسطے درکار ہے یعنی خون کے ذریعہ سے قلب کا زندہ ہونا اسی واسطے اگر قلب سے آمد ورفت خون کی منقطع ہوا اور اسکی حرکت
بند ہوجائے تو فوراً انسان مرجاتا ہی پھر واعظ روح کیواسطے قلب کی روحانی زندگی درکار ہی جس سے عقل وفراست ومعرفت حاصل
ہوتی ہے اور یہ نور توحید ہے بس جبتک لا الٰہ الا ہو الحی القیوم کے نور سے اسکو حیات حاصل نہو تب تک عقلی واعظ کا وعظ کچھ کارآمد نہین ہوسکتا
کیونکہ اسکے اعتبار سے قلب مردہ ہی اور تو مردہ کو نہین سنا سکتا ہی لہذا کافرون کی نسبت حق سبحانہ تعالی نے فرمایا کہ افئدتہم ہواء یعنی انکے
دل خالی ہین کہ ان مین روح معرفت نہین ہی اور فرمایا لہم قلوب لایفقہون بہا یعنی کافرون مین ایسے دل ہین کہ جن سے فہم عقلی نہین پاتے
ہین وعلی ہذا دیگر آیات کثیرہ ہین اب غور کرنا چاہیئے کہ اس سورۂ مبارک مین اللہ تعالی نے جو آیات حکمت بیان فرمائین اُن مین بہت
علوم واشارات ہین لیکن یہ سب معارف روحانی ہین جو بذریعہ عقل قلبی کے حاصل ہوتے ہین اور قلب درحقیقت وہی قلب ہی جسکو کہ حیات
جسمانی سے علاوہ بہتر واعلی حیات روحانی حاصل ہو اور وہ سچا مومن ہی بس سچا مومن جسکو قلب حاصل ہی وہ تو ان آیات ربانی سے فوائد
عظیمہ حاصل کرتا ہے اور جسکو ابھی یہ قلب کامل حاصل نہین ہے ولیکن اسمین صلاحیت موجود ہے اور نفرت وجہالت وجہل مرکب وعونت وغیرہ
اسمین نہین ہین تو وہ ہر کلام حکمت کی طرف توجہ سے کان لگاتا ہے اور اس کے معانی کو سمجھنا چاہتا ہے پھر کلام ربانی سے بڑھکر کون کلام حکمت ہوسکتا
ہے تو جب اُس نے بہت کوشش سے اپنے قلب کو حاضر کیا اور کان کے ذریعہ سے واعظ کی تلاوت آیات کو سُنکر اپنے قلب پر پیش کیا تو
اس نورانی حیات سے وہ نصیحت کو سمجھ جائیگا اور یہین سے ظاہر ہوگیا کہ فقط دماغی حواس سے آیات الٰہی کا سننا اور پڑھنا سمجھنا کارآمد نہین
ہوتا ہی جبتک قلب تک نہ پہونچے اور یہی نکتہ ہی کہ یہود برابر توریت کو پڑھتے اور اُس کے متعلق تفسیرین لکھتے اور یہودیون کے مختلف فرقے
ہر ایک اپنے مذہب کی تائید کے واسطے اسکی آیات سے بحث وجدال کرتے رہتے تھے یا نصاری اپنے دعوی کے موافق انجیل مین [illegible]
تھے مگر قلب نہونے کی وجہ سے اُن کو کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا کیونکہ کتاب الٰہی سے دو حصہ متعلق ہین ابتدائی حصہ یہ ہی کہ صرف ونحو وفصاحت
وبلاغت کے متعلق ہر آیت سے بحث کرنا اور اس سے ظاہری جسم کے متعلق جو احکام ہین وہ نکالنا جیسے نماز وطہارت وروزہ وزکوۃ
وحج وغیرہ چنانچہ نماز کی ایک ظاہری صورت ہی اور وہ یہی افعال ہین جو سب جانتے ہین اور دوم اُس کی باطنی روحانیت ہی اور [illegible]
وحمد وثنائے باری تعالی بطہارت ظاہری وباطنی اور خشوع وخضوع اور صدق قلبی سے بدوام تعالم آخرت وخوف [illegible] اور یہ بدون قلب کے
نہین حاصل ہوسکتا ہی بس یہودیون کو چھوڑ کر اس آخر زمانہ مین مسلمانون کے بدعتی فرقون کو دیکھو کہ حصہ اول کے واسطے [illegible]

تو تفرقہ کرتے ہیں حتیٰ کہ بجائے ہدایت کے باہم مخالفت و نفاق پیدا کرتے ہیں اور یہودیوں میں بھی یہی حال تھا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے
فرمایا الم تر الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یعنی یہودیوں کی مذمت میں تعجب سے کھلایا کہ ان کو کتاب سے ایک حصہ دیا گیا ہے یہ وہی حصہ ولی ہے جسکا
بیان اوپر مذکور ہوا اور سنن دارمی وغیرہ میں بہت احادیث و آثار موجود ہیں جنمیں بطور خبر غیب کے معجزہ مذکور ہے کہ آخر زمانہ میں علما بگڑ جائینگے
اور قرآن مجید کی آیات و تفاسیر میں تدقیقات کرینگے ولیکن اُن کے دل میں کچھ اثر نہ ہوگا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب حاصل یہ نکلا کہ جس
شخص نے صدق ایمان کے ساتھ آیات الٰہی میں غور کیا تو اسکو عبرت و نصیحت بے انتہا حاصل ہوتی ہے اور وہ آیات الٰہی کو یقینی معجزات دیکھتا ہے
یا عالم نہیں مگر ایمان صادق ہے تو عالم کی نصیحت سے اسکو بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے یا اُسی وقت حیات قلبی پیدا ہو کر نصیحت اس کو نافع
ہوتی ہے اور اگر یہ بات حاصل نہو تو آیات سے بجائے معنی حقیقت اپنے خیالی معنی سمجھتا ہے اور اُسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سلف صالحین و
علمائے ربانیین سے مخالف ہو جاتا ہے پھر کبھی تو معتزلہ و خوارج وغیرہ کی طرح صریح مخالف ہو جاتا ہے اور کبھی دوسرے بدعتیوں کیطرح
اُن کے اقوال کو بیجا تاویلوں سے پھیر کر اپنی مراد پر لاتا ہے بلکہ وہ آیات و حدیث کو اسی تاویلوں سے تحریف کرتا ہے کیونکہ آیات سے امر حق
نہیں سمجھتا ہے جیسے یہودیوں نے آیات توریت میں یوں پایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو چھ یوم میں پیدا فرمایا اور ساتویں دن عرش
پر مستوی ہوا تو ان جاہلوں نے امر حق کو اپنے قلب کی مردگی سے نہیں پایا بلکہ بجائے اسکے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے بھی جسم ہے جسمیں
ہاتھ پاؤں ہیں اور تخت ہے اور تخت پر مستوی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ چھ دن تک تکلیف اُٹھا کر سب جہان کو پیدا کرنیکے بعد ساتویں دن
تھک کر لیٹ رہا مترجم کہتا ہے کہ میں ان جاہلوں کافروں کے فہم و اقوال سے حضرت باری سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس میں پناہ مانگتا ہوں
پھر دیکھو کہ توریت کی آیات وحدانیت سے ان مردہ دلوں کو کچھ فائدہ نہوا بلکہ حق کے بجائے انھوں نے جسمانی قلب سے برعکس حقیقت کے
جسمیت کا اعتقاد کیا اور وہ صریح باطل ہے تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا اور حق عزوجل نے اپنے فضل سے ہم بندوں
کو قرآن مجید میں اپنی توحید سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا
مِنْ لُّغُوْبٍ۔ اور بیشک ہم نے آسمانوں و زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور ہم کو کچھ
تکان نہیں چھو گیا ف دوسری آیات و احادیث میں ثابت ہے کہ روز یکشنبہ سے شروع فرمایا اور آخر جمعہ تک سب پیدائش کو تمام
کر دیا اللہ زمین کو دو دن میں اور آسمان کو دو دن میں اور زمین کے منافع کو دو دن میں پیدا کیا اور اگر اللہ عزوجل چاہتا تو پلک
مارنے سے کم میں سب کو پیدا فرماتا ولیکن اُسنے ہم بندوں کو آگاہ فرمایا کہ حکمت الٰہی اسیطور پر مقتضی ہے پس جو بندہ اپنے کمتر و ادنیٰ مقام سے
ترقی کر کے مقام قدس پر پہونچنا چاہے تو وہ اپنے نفس کے اضطراب میں گرفتار نہو بلکہ آہستگی سے اپنے نفس کو پاکیزہ کرے اور صبر کرے تاکہ
معارج بلند پر عروج حاصل ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پیدا کرنا کن فیکان ہے جو کچھ اُسنے چاہا فوراً موجود ہو جائے گا ولیکن اسکی حکمت مقتضی ظہور
صفت ہے تو بندہ حکیم عارف نہوگا جبتک اس حکمت سے فیضیاب ہو پس اگر کوئی شخص ایمان لایا اور اُسنے عبادات میں یہانتک غلو کیا کہ
ساتدن روزہ و نماز میں صرف کرتا ہے تاکہ وہ دو چار روز میں ولی ہو جائے تو یہ اُسکے ہوسات خلاف مقتضائے حکمت ہیں ہاں اگر کوئی خاص
تعلق اسکے ساتھ متعلق ہو تو اُسکے ولی ہونیکے واسطے دو چار روز کی بھی ضرورت نہیں ہے جیسے بعض خاص صورتوں میں اللہ تعالیٰ بعض مخلوق کو
فوراً پیدا فرماتا ہے جیسے ناقہ صالح علیہ السلام کو فوراً پہاڑ سے پیدا کیا اور وہ فوراً بچہ جنی اور وہ بھی فوراً اُسی کے برابر ہو گیا پس یہ واقعات خاصہ
ہیں لیکن ہر بندے کو چاہیے کہ اپنی عمر کو بندگی و عبودیت میں صبر و عبادت کے ساتھ صرف کرے واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ یہودی

Marfat.com

مردود کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سنیچر کے روز استراحت فرمائی اور عرش پر چت لیٹ گیا کیونکہ اسکو چھ دن تک [illegible]
تکان پیش آیا تھا مترجم کہتا ہے کہ آدمی باہم ایک دوسرے کے حق میں جو سب سے بدتر جھوٹ بہتان و بدگوئی کرے [illegible]
ایسا کلمہ بدتر فحش و افترا ہے چنانچہ ہر ہوشیار عاقل اسکو خوب سمجھتا ہے کہ ان خبیثوں نے اپنے کو کس قدر سخت بدگوئی [illegible]
کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جماعت مفسرین رحمہم اللہ کے نزدیک اس آیت قدسی کے حکم سے یہودیوں کا افترا مذکور ان خبیثوں پر مردود کر دیا گیا اور [illegible]
ایسی چیزیں ہیں جو جسم کو لاحق ہوا کرتی ہیں اور حق سبحانہ تعالیٰ پاک اعلیٰ و اجل ہے جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے [illegible] کن سے اس کا
وجود ہو جاتا ہے یعنی اُس کا ارادہ متعلق ہونا ہی مخلوق کا وجود ہے مترجم کہتا ہے کہ ارادات آلٰہی سب قدیم ہیں اور اس کی شان پاک
میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہے بس اسکے ارادۂ قدیم کے موافق ہر چیز اپنے اپنے وقت پر پیدا ہوتی جاتی ہے اور جو حوادث اس عالم میں ظاہر
ہوتے ہیں وہ تقدیر قدیم ہے اور وہ کسی تدبیر سے ٹل نہیں سکتے ہیں اور ان سب کا ظہور بحکمت قدسی ہے اور مخلوق کو اس حکمت غیر متناہی
سے آگاہی غیر ممکن ہے اور علمائے ربانی اگر بعض حکمتوں میں کلام کرتے ہیں تو یہ عطیہ سبحانی ہے وہ بھی ایک ذرہ برابر ہے تعالیٰ اللہ عزوجل
پھر تعب ہونے کے واسطے جو دلیل بیان کی وہ یہودی جاہلوں کو کیا مفید ہوگی جن کمبختوں نے شان باری عزوجل میں جسمیت سمجھ رکھی تھی
امام رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ توریت میں آسمان و زمین پیدا کرنے کے بعد عرش پر مستوی ہونا مذکور ہے جیسے قرآن مجید میں یہ آیت مذکور ہے ولیکن
یہودیوں نے یا تو اسکو نہیں سمجھا یا بعض فرقوں نے توریت میں تحریف کر دی اور اسی آیت سے سب قسم کے مشرکوں کا گمان باطل مٹا دیا گیا
اس دلیل سے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان و زمین کو اور ان کے درمیانی چیزوں کو پیدا فرمایا تو جب اسی کی قدرت و قیومی سے ان چیزوں
کا وجود و قیام ہے تو ان میں سے کسی چیز کو دوسری چیز کے پیدا کرنے یا باقی رکھنے یا مٹانے میں یعنی کسی طرح کا نفع یا ضرر پہونچانے میں کچھ بھی دخل
نہیں ہے تو شرک کی سب قسمیں باطل ہو گئیں پھر جب خالق عزوجل اپنی قدرت سے ان کو پیدا کرتا و مٹاتا ہے اور جو کچھ ان میں باہم
ایک سے دوسرے کو نفع یا ضرر پہونچتا ہے وہ سب اسی کی ایجاد سے ہوتا ہے تو سوائے شان توحید کے یہاں جبریہ قدریہ وغیرہ کوئی فرقہ
باقی نہ رہا کیونکہ نفع و ضرر صرف یہی ہے کہ مثلاً زید کے ہاتھ سے ضرب پیدا کی اور بکر پر ضرب واقع ہوئی یا بکر کے ہاتھ سے عطیہ پیدا کیا اور خالد کو وہ
حاصل ہوا تو جب ان سب کا پیدا کرنیوالا وہی خالق سبحانہ تعالیٰ ہے تو زید میں ضرب پیدا فرمائی پس زید اس چیز کا محل ہے اور اسی کو
کمانیوالا کہا گیا ہے یعنی اہل سنت کے نزدیک بندہ کمانے والا ہے اور خالق عزوجل پیدا کرنے والا ہے پس زید کی کمائی ضرب ہوئی
جیسے بکر کی کمائی عطا ہوئی اسی طرح سب افعال نفع و ضرر کو قیاس کر لینا چاہیئے پس دنیا میں اسکی الوہیت و توحید اسی طرح جاری ہے
پھر نہایت آسان و بالکل صاف بات ہے کہ جب خالق سبحانہ تعالیٰ چاہے گا تو سب کو مٹا کر دوبارہ پیدا کر دیگا پھر جب دوبارہ مثلاً
زید پیدا ہوگا تو ضرب وغیرہ جو کچھ کمائیاں تمام عمر میں اسکو حاصل ہوئی ہیں سب اُسکا سرمایہ اُسکے ساتھ ہوگا پس نیکبخت وہ ہے جسکا سرمایہ
نیکیاں ہوں اور بدبخت وہ ہے جسکا سرمایہ بُرائیاں ہوں اور بدبختوں کی کثرت ہے اور اس کثرت میں سے بھی شقی بدبخت وہ ہیں جن کی
بدکمائیوں میں شرک و کفر ہو خواہ حضرت خالق عزوجل سے انکار رہا ہو یا اُسکے کسی رسول یا کسی کتاب سے انکار رہا ہو یا خالق اللہ عزوجل یا
اُسکے رسول کو ایسے طور پر مانے جو شان الوہیت کے خلاف ہے جیسے نصاریٰ نے اپنے زعم میں جس پیغمبر کو مانا اور مسیح اُسکا نام [illegible]
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محض انکار ہے اور ایسے مسیح کا اقرار ہے جس میں وہ باتیں موجود ہوں جنکو نصرانی بتلاتے ہیں اور منہ سے دعوت
محبت کچھ مفید نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ اسکی نظیر اسلام میں فرقۂ روافض وغیرہ ہے جو حضرات طاہرین اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کی [illegible]

Marfat.com

زبان سے دعوی محبت کرتے ہین اور بظاہر عزم والم وجزع وفزع کرتے ہین ولیکن بکثرت ایسے اقوال وافعال ان حضرات طیبین کے حق مین
بہت کرتے ہین جو عیب ہین جن سے وہ حضرات بحکم نص الٰہی عز وجل قطعاً پاک ہین فافہم اور جیسے یہود ملعون کہ وہ لوگ جناب باری تعالی کو جسم
لیتے اور پیدائش آسمان و زمین کے بعد اسکی شان مین تکان بتلاتے او رمانند اسکے اپنے حق مین بہت سے لعنت کے کلمات بکتے تھے جن کے
سننے سے اللہ تعالی کے بندگان صالحین کو غم لاحق ہوتا ہے تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کلمات سب سے زیادہ ناگوار ہون گے
کیونکہ آپ سید الصالحین ہین اور حق سبحانہ تعالی کو اپنے بندۂ صالح کی خاطر منظور ہوتی ہے پس اگر مشیت الٰہی عز وجل متعلق نہ ہوئی ہوتی تو
حق سبحانہ تعالی اپنے بندہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کا غم بوجہ ایسے کلمات کے منظور نہ فرماتا بلکہ ایسے کلمات کہنے والے مشرکون کو
یہان سے مٹا دیتا اور یہ اس کے نزدیک بہت آسان ہے ولیکن اُسنے بندگان صالحین کیواسطے رفع درجات چاہا اور مشرکون سے جہنم کو
بھر دینا مقدر فرمایا اور یہین اسکی حکمتین بے انتہا ہین لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا بقولہ تعالی۔ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ
پس صبر فرما ان باتون پر جو وہ لوگ کہتے ہین ف یعنی ہر قسم کے مشرکین بت پرست ویہود وغیرہ جو بیہودہ باتین اپنے حق مین بکتے ہین اور بارگاہ
کبریائی اُن سے پاک ہے تجکو چاہیے کہ اُن مشرکون کی باتون پر صبر کر اور دنیاوی حیات چند روزہ تک انکا برداشت کر لینا آسان کرے تاکہ
بحکم مشیت وحکمت الٰہیہ یہ جہان اسی حالت پر باقی رہے وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۔ اور تسبیح پڑھ اپنے رب کی حمد کے
ساتھ طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب سے پہلے ف پس تمام مشرکین کی بدگوئیان مع شیاطین بالکل کالعدم ومردود ہین اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی تسبیح مقبول و بلند ہے اور آپکی اُمت صالحہ آپکی تابع ہے پس اہل ایمان کو اپنی نماز و تسبیح کی قدر سمجھنا چاہیے کہ اہل کفر وشرک باوجودیکہ
اس کثرت سے تمام جہان مین پھیلے ہوئے ہین لیکن ایک بندۂ مومن کی جو تسبیح بحمد حق سبحانہ تعالی پیدا ہوتی ہے وہ اعلیٰ واحسن ہے بعض علماء نے کہا
کہ طلوع آفتاب سے پہلے وقت فجر ہے اور غروب سے پہلے وقت عصر ہے پس یہ دونون وقت بہت عمدہ ہین کہ ان مین تسبیح پڑھا کرے اور اسیوجہ سے بعد
فریضۂ فجر کے طلوع تک اور بعد فریضۂ عصر کے غروب تک نوافل نماز نہین ہین بلکہ خالص تسبیح ہے اور حدیث شریف مین جس شان کے ساتھ اشارہ
فرمایا گیا ہے علما اُسکے بیان کرنے کو مناسب نہین سمجھتے کیونکہ وہ عوام کی سمجھ سے بہت بلند ہے اور حدیث مین ان دونون وقتون مین تسبیح پڑھنے
کا بہت ثواب عظیم بروایت صحیحین موجود ہے چنانچہ بعض بیان انشاء اللہ تعالی آتا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ طلوع آفتاب سے پہلے
تسبیح پڑھنے سے نماز فجر مراد ہے اور غروب سے پہلے نماز عصر مراد ہے مترجم کہتا ہے کہ کثیر یہی ہونا چاہیے ولیکن مقصود یہان مشرکین کی بدگوئیون پر
صبر ہے کہ جسکے عوض اجر ہو تو ان کے بدکلمات کے مقابلہ مین نیک کلمات تسبیح ہین اور وہ اس تمام وقت کے اندر پس اگر فریضۂ نماز مراد ہو تو باقی
وقت خالی ہوگا حالانکہ اسی وقت شیاطین ومشرکین اپنے کفریہ کلمات سے ہجوم کرتے ہین اور ایسے حرکات بھی کرتے ہین جن کو وہ اپنے نزدیک
نماز سمجھتے ہین کیونکہ حدیث مین وارد ہوا ہے کہ شیطان کے دونون سینگ کے درمیان آفتاب طلوع کرتا ہے اور شیطان کے دونون سینگ کے
درمیان غروب ہوتا ہے اور بعض روایات مین آیا کہ اسوقت کفار واتباع شیاطین اپنی عبادت کرتے ہین جب یہ بات معلوم ہوگئی اور یہ پہلے معلوم
ہو چکا کہ نوافل اسوقت بوجہ جسمانی تعلقات کے جو ہر انسان مین موجود ہوتے ہین منع کردی گئی ہین تو تسبیح قلبی بزبان طہارت اداکرنا احسن وافضل
ہے پس اگر فقط نماز فریضہ پر اکتفا کریگا تو کفار ومشرکین کے مقابلہ مین بندگان صالحین کی تسبیح موجود نہ ہوگی اور یہ جو مترجم نے اشارہ کیا کہ
اسوقت مین نوافل بوجہ تعلقات جسمانی کے ممنوع کردی گئی ہین اور یہ ہر شخص مین موجود ہے تو اس سے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مستثنی ہین
کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت ہو گیا کہ آپکا ہمزاد مسلم ہو گیا تھا اسی واسطے صحاح سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد عصر کے نفل پڑھتے تھے

Marfat.com

اور علمائے محققین سب نے اتفاق کیا کہ یہ فقط آپ کی خصوصیات شریفہ میں سے ہے فافہم واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ بالجملہ قول اول جو [illegible]
تسبیح مقصود ہے اگر کہا جائے کہ آیت میں حکم منصوص ہے اور احادیث سے یہ التزام ظاہر نہیں ہوتا کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
عصر کے ہمیشہ تسبیح پڑھتے رہتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح ہم لوگوں کے قیاس سے باہر ہے کیونکہ آپ ہمیشہ
یاد الٰہی میں رہتے تھے ملا علی قاری رح نے لکھا کہ بعد معرفت کے بندے کا قلب ہر وقت تسبیح میں رہتا ہے اگرچہ زبان سے ظاہر نہ ہو تو
سید الصالحین صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح کو کوئی شخص کیونکر قیاس کر سکتا ہے بعض علماء نے کہا کہ آیت میں معنی یہ ہیں کہ طلوع آفتاب سے پہلے دو رکعت
نماز پڑھ اور غروب آفتاب سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ۔ اور رات میں سے تو اس کی تسبیح پڑھ ف یعنی رات میں سے تھوڑے
حصے میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر بعض نے کہا کہ تسبیح سے مراد مانند سبحان اللہ وبحمدہ ہے اور بعض نے کہا تسبیح سے نماز مراد ہے پھر جنھوں نے نماز مراد
لی انہیں سے بعض نے کہا کہ نماز تہجد مقصود ہے لہٰذا صیغہ حکم دیکھ کر بعض اس طرف گئے ہیں کہ نماز تہجد آپ پر واجب تھی اور بعض نے کہا کہ نماز فجر دو رکعت مراد ہے
اور بعض نے کہا کہ نماز عشاء مراد ہے اور بعض محققین رح نے کہا کہ رات میں تسبیح مقصود ہے خواہ بطریق سبحان اللہ وبحمدہ وغیرہ ہو یا بطریق نماز ہو اور نماز خواہ نماز
عشاء ہو یا تہجد ہو یا فجر ہو لیکن نماز فجر کو قبل طلوع شمس کی تسبیح میں داخل کرنا بہتر ہے پس مطلقاً مراد یہ کہ رات میں سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر۔
وَأَدْبَارَ السُّجُودِ۔ اور سجدوں کے پیچھے ف یعنی سجود کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھ جمہور کی قرأت میں ادبار بفتح اول ہے اور بعض کی قرأۃ میں بکسر اول ہے
اور اصح ہے کہ دوسری آیت میں ادبار النجوم آیا ہے اور یہاں بالاتفاق بکسر اول ہے صحابہ و تابعین کی ایک جماعت نے فرمایا کہ ادبار السجود بعد مغرب کے دو رکعت
ہیں اور ادبار النجوم قبل فجر کے دو رکعت ہیں اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ و ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور یہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا رواہ مسدد بن مسرہد و ابن المنذر و ابن مردویہ اور یہی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ میں ایک رات
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سویا اور ابن عباس نے نماز تہجد کی کیفیت بیان کر کے کہا کہ پھر فجر کی نماز سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خفیف دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز فجر کے واسطے باہر تشریف لے چلے اور مجھ سے فرمایا کہ اے ابن عباس نماز فجر سے پہلے دو رکعتیں ادبار النجوم ہیں اور نماز مغرب کے بعد
دو رکعتیں ادبار السجود ہیں (رواہ الترمذی و الحاکم و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم) مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دوسری روایت میں خود
ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول آیا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ سب نمازوں کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی تسبیح
پڑھا کریں اور یہی مجاہد کا قول ہے کرخی رح نے کہا کہ اس بارہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جس شخص نے ہر نماز کے پیچھے تینتیس مرتبہ سبحان اللہ و تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کہا یہ سب ننانوے ہوئے اور سو پورا کرنے کے
واسطے ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شیء قدیر۔ کہا تو اس شخص کی خطائیں سب بخشی جائیں گی اگرچہ سمندر کے
پھین کے برابر ہوں (کما فی الصحیح) مترجم کہتا ہے کہ اس تاویل پر ادبار السجود بمعنی ادبار الفرائض ہے یعنی فریضہ سجدوں و نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ
کی تسبیح پڑھ اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز کے تسبیح و تہلیل و تکبیر کہتے تھے اور ابن عباس نے بیان کیا کہ ہم لوگ اپنے
گھروں میں تہلیل و تسبیح کی آواز سنکر جان لیتے تھے کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے سلام پھیرا ہے (کما فی سنن ابی داؤد وغیرہ) اور اسی
تاویل پر نظر کر کے بعض علماء نے کہا کہ اس آیت میں پانچوں نمازیں داخل ہیں چنانچہ قبل طلوع کے نماز فجر ہے اور قبل غروب کے نماز عصر ہے اور [illegible]
سے پہلے یہی دو نمازیں مفروض تھیں اور وہ بھی بقدر دو دو رکعت تھیں اسی واسطے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نماز دوگانہ فرض
ہوئی پھر سفر میں وہی برقرار رکھی گئی اور حضر میں بڑھا کر چار رکعت کر دی گئی (کما فی الصحیح) بعض لوگوں کو وہم ہوا کہ نماز مغرب تو بھی [illegible]

مطلب یہ ہی کہ چار رکعتین بڑھائی جانے سے پہلے نماز مغرب ہی مفروض نہ تھی کیونکہ معراج سے پہلے صرف نماز فجر و نماز عصر تھی پھر شب معراج مین پنج وقتی
مفروض ہوئی اور دو رکعت بڑھا کر چار رکعت ہوئی تو حدیث ام المومنین رضی اللہ عنہا کے معنی یہ ہوئے کہ جو نماز دو رکعت فریضہ تھی وہ سفر مین بدستور
رہی اور حضر مین بڑھائی گئی اور جو نمازین کہ بڑھائی گئین ان مین سے مغرب و عشا و ظہر ہی بالجملہ پانچون نمازون مین سے دو نمازون فجر و عصر کا بیان قولہ
تعالیٰ قبل طلوع الشمس و قبل الغروب مین ہی و لیکن قبل الغروب مین نماز ظہر بھی داخل ہی اور قولہ من اللیل فسبحہ ۔ نماز مغرب و عشا کو شامل ہی اور قولہ ادبار السجود نماز فجر کی
شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شب معراج سے پہلے فقط دو نمازین فرض تھین ایک طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر تھی اور دوم غروب آفتاب سے پہلے نماز عصر تھی جسوقت کہ
فی الحال نماز عصر پڑھتے ہین مترجم کہتا ہی کہ اگر کہا جاوے کہ اس آیت سے جب فجر و عصر کا فریضہ نکالا تو قولہ تعالیٰ و من اللیل فسبحہ سے رات کی تسبیح بھی فرض ہوگی
شیخ ابن کثیرؒ نے اس کے جواز کی جانب اسطرح اشارہ کیا کہ ہان رات کی نماز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابتدا مین فرض
تھی اور برابر ایک سال تک واجب ہی اور وہ سورہ مزمل کا شروع سورہ یعنی قولہ تعالیٰ یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا نازل ہونے پر مفروض ہوئی چنانچہ
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکو صریح بیان کیا ہی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے شروع سورہ کو نازل فرمایا اور اس کا خاتمہ قریب ایک سال کے آسمان مین
روک لیا پھر نازل فرمایا مترجم کہتا ہی کہ خاتمہ مین اس مشقت سے عفو فرما کر تخفیف کر دی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابتدا مین رات کی نماز آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم پر مع آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم کے واجب تھی اور ایک سال تک واجب ہی پھر امت کے حق مین اسکا واجب ہونا منسوخ فرمایا گیا پھر اسکے
بعد اللہ تعالیٰ نے شب معراج مین امر محکم کر دیا کہ صرف پانچ نمازین مفروض ہوئین اور انھین مین سے صبح و عصر کی نماز ہی کہ ایک آفتاب طلوع
ہونیسے پہلے ہی اور دوسری آفتاب غروب ہونیسے پہلے ہی امام احمد نے جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم لوگ (چاندنی رات مین) رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھے کہ آپنے چودھوین رات کے چاند کی جانب نظر فرمائی پھر ہم لوگون کو خطاب فرمایا کہ عنقریب تم لوگ اپنے رب عز و جل
کے حضور مین پیش کئے جاؤگے تو اسکے وجہ کریم کو اسی طرح دیکھوگے جیسے اس چاند کو دیکھتے ہو یعنی تمھارے دیکھنے مین کچھ حجاب نہوگا بس اگر تم سے ہوسکے تو
طلوع آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے اور غروب آفتاب سے پہلے نماز پڑھنے سے مغلوب نہو تو ضرور اسپر عمل کرو پھر آپنے یہ آیت پڑھی و سبح بحمد ربک قبل
طلوع الشمس و قبل الغروب (رواہ البخاری و مسلم و ابو داؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ وغیرہم) اور ہر نماز کے بعد خفیف تسبیحات مین فضل
عظیم ثابت ہوا ہی چنانچہ ایک جماعت صحابہؓ نے جنمین حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہین بیان کیا جسکا حاصل یہ ہی کہ ایک وزدہ صحابہ جو مکہ معظمہ
و دیگر مقامات سے ہجرت کر کے گھر بار چھوڑ کے مدینہ مین آئے تھے اور اکثر ان مین دنیا چھوڑنے سے فقیر و محتاج تھے تو یہی فقرا ایک روز حاضر ہو کر رسول اللہ صلعم
سے عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ جن لوگون کو دنیاوی ثروت ہی وہی لوگ عالی درجات و نعیم مقیم لے گئے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو انھون
نے عرض کیا کہ جن لوگون کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہی وہ نماز پڑھتے جسطرح ہم نماز پڑھتے ہین (یعنی ہم نماز پڑھتے ہین) تو وہ لوگ بھی ہمارے مانند نماز پڑھتے
ہین و جسطرح ہم روزہ رکھتے وہ بھی رکھتے ہین اور باقی ان کو فضیلت یہ ہی کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ مین صدق دل سے خیرات کرتے ہین اور ہم خیرات
نہین کر سکتے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نام پر بردے آزاد کرتے ہین اور ہم نہین آزاد کر سکتے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بھلا مین تم کو ایسی ایک بات سکھلا دون
کہ اگر تم اسکو عمل مین لاؤ تو اپنے سوائے سب سے سبقت لیجاؤ اور کوئی تم سے افضل نہو سکے مگر وہی جو تمھارے مثل عمل کرے پھر فرمایا کہ تم لوگ ہر نماز
کے بعد تینتیس بار سبحان اللہ و الحمد للہ و اللہ اکبر پڑھا کرو یہ لوگ بہت خوش ہوئے پھر چند روز بعد وہ لوگ حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ
ہمارے مالدار بھائیون نے بھی یہ بات سن لی تو جیسے ہم کرتے ہین ویسے ہی انھون نے بھی کرنا شروع کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی جسکو چاہے عطا فرماوے (الصحیحین وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ آیت کا نزول شب معراج سے پہلے واقع ہوا اور

Marfat.com

اعجاز قرآنی مین سے یہ بھی ہے کہ فضیلت مذکورہ اگرچہ پانچون نمازون کے بعد ہے ولیکن طلوع شمس سے پہلے اور غروب آفتاب سے پہلے ایک فضیلت نام
تسبیح کیواسطے رکھی گئی ہے جسکا مختصر بیان یہ ہے کہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلوع آفتاب تک ذکر کرنے کے فضائل مین سے اور
غروب تک کے فضائل مین سے یہانتک فرمایا کہ اگر مین ان اوقات مین ذکر و تسبیح کرون تو میرے نزدیک یہ امر اس سے بھی زیادہ محبوب ہے کہ
اولاد اسمعیل علیہ السلام سے چار بردے آزاد کرون (کما فی الصحیح) پس اس سے اسکی فضیلت کا اندازہ کر لینا چاہیے ف ۲ فی العرائس شیخ
رحمہ اللہ تعالی نے اس سورۂ مبارک کے بعض آیات کے ذیل مین حکماء ربانی کی سمجھ سے بعض اشارات بیان کیئے ہین اور مترجم بھی اسی طرح
مین سے ہر آیت کے ذیل مین بعض فوائد کا ترجمہ کرتا ہے اور اسکو اپنے اپنے موقع پر سمجھ لینا چاہیئے قولہ تعالی ولقد خلقنا الانسان ونعلم ما توسوس بہ نفسہ
اس آیت مین خالق عزوجل نے بیان فرمایا کہ وہ اپنے مخلوق کے وسوسۂ نفس کو جانتا ہے شیخ نے کہا کہ سبحان اللہ اسپر خلق کا وسوسہ کیونکر مخفی ہو سکتا
تھا کیونکہ عدم سے وجود مین لانا اسی کی قدرت سے ہوا اور اس حالت مین باقی ہونا اسی کی قیومی سے ہے پھر عرش سے فرش تک کوئی ذرہ
نہین جو اسپر مخفی ہو اور اس خطاب مین ایک لطافت ظاہر ہے کہ پہلے یون فرمایا لقد خلقنا الانسان تاکہ کسی نفس کو وسوسۂ شیطان کا موقع نہ ملے بلکہ
پہلے ہی سمجھ جائے کہ جب اسی نے ذات انسان کو پیدا کیا تو انسان کے صفات بدرجۂ اولی اسی کے پیدا کیئے ہوئے ہین بلکہ وسوسہ تو صفت بھی نہین ہے کیونکہ یہ
فعل نفس ہے تو انسان کو معلوم ہو جائے کہ جسنے اسکی ذات وصفات کو پیدا کیا وہی اسکے وسوسہ کا پیدا کرنیوالا ہے تو پھر کیونکر اسپر مخفی ہو سکتا ہے بلکہ انسان کے نفس
مین جو چیزین غیب سے مقدر تھین وہی ظاہر ہوتی ہین اور ایجاد و اظہار کرنا شان حق عزوجل ہے قولہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ اسی واسطے روایت کیا جاتا ہے کہ
من عرف نفسہ فقد عرف ربہ مترجم کہتا ہے کہ بہت لوگون نے اسکو حدیث خیال کیا حالانکہ علمائے محدثین متفق ہین کہ یہ حدیث نہین ہے ولیکن یہ قول بہت پاکیزہ
ہے اور روایت سے ثابت ہوا کہ یہ شیخ ذوالنون مصری رحمہ اللہ تعالی کا قول ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ نفس کو اسکی مخلوق ہونے اور قبضۂ قدرت مین مسخر ہونے کو جسنے سمجھ لیا
وہ بالضرور خالق عزوجل کی الوہیت پہچان گیا شیخ نے لکھا کہ اس آیت قدسی سے ہرگز کسی جاہل کو یہ گمان نہونا چاہیئے کہ خالق سبحانہ تعالی اپنی مخلوق مین حلول کیئے ہوئے ہے جیسے
عوام جاہل گمان کرتے ہین کہ ہر جگہ موجود ہے یہ گمان بالکل جہالت ہے کیونکہ حق سبحانہ تعالی اپنی ذات وصفات سے پاک عالی متعالی ہے کہ وہ مخلوقات
مین سے کسی جگہ حلول کرے یہ عقلاً ونقلاً بالکل محال ہے بلکہ آیت قدسی مین معرفت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو پیدا فرمایا اور پیدا کرنا اس کا
فعل ہے اور فعل اسکی صفت ایجاد کے ساتھ قائم ہے اور صفت اسکی ذات کے ساتھ قائم ہے تو مخلوق کا قیام اسی کے فعل پاک سے ہے جو اسکی
صفت سے متحد ہے۔ شیخ ابوسعید الخراز و شیخ واسطی رحمہ نے اشارہ کیا کہ انسان کو اپنی ذات سے خود وہ علم حاصل نہین ہے جو خالق عزوجل کو اپنی مخلوق
سے حاصل ہے کیونکہ انسانی علم تو مخلوق آلہی ہے پس انسان کو اپنے نفس کا اسی قدر علم ہو سکتا ہے جسقدر انسان مین پیدا کیا گیا بلکہ اسی طرح
سمجھے گا جسطرح سمجھ پیدا کی گئی ہے حتی کہ شیطان ملعون مین اسکے تکبر کی سمجھ پیدا کی گئی ہے اسیواسطے شیطان نے اپنے نفس کو انسان سے بہتر
سمجھا حالانکہ اس سے شیطان مین مغضوب ہونے کی کیفیت ہوئی اور حق عزوجل کو اپنی مخلوق کا علم تحقیقی ہے اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ مخلوق
مین انکی ذاتی استعداد کے موافق دو طرح کا علم پیدا ہوتا ہے ایک بظہور غضبی جیسا شیطان و اس کے تابعین کفار و مشرکین مین ہے کہ یہ لوگ
اپنے نفس کو تکبر کی نظر سے دیکھتے ہین اور دوم وہ لوگ ہین جنمین بصفت رحمت ظہور ہوتا ہے تو وہ اپنے نفس کو شیطان والون کے مقابلہ مین ذلیل
نہین کرتے بلکہ اپنے رب عزوجل کی شان الوہیت کے سامنے اپنے نفس کو بالکل حقیر و ذلیل بلکہ ہیچ سمجھتے ہین پس اسی قوم کو مبارک ہو جو
بے سبب اور بے طلب کے اپنے رب عزوجل کے قبضۂ قدرت مین آسودہ ہو گئے اور انھون نے اپنے نفس کو اپنے رب ہی سے پہچانا لیکن یہ پہچان
بھی بقدر اپنی طاقت کے ہے ورنہ حقیقت کو بندہ نہین برداشت کر سکتا ہے قولہ تعالی لقد کنت فی غفلۃ من ہذا فکشفنا عنک غطاءک

الآیہ۔ اسمین حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جب وہ غافلون کی آنکھون سے قہر کے پردے اُٹھاویگا تو اُسوقت اُن کو عجائب غیب نظر آویگا اور یہ اُن کے حق مین عذاب ہوا اور بندگان مومنین اسوقت اسی پر ایمان لائے ہین تو نقاب اُٹھ جانے پر اُن کو فرحت و سرور حاصل ہوگا پھر وہان کسی دلیل و خیال و حجت و استدلال کا پردہ نہین رہے گا بلکہ عیان و عرفان ہو جائیگا سبحان اللہ اسکا علم اپنی مقدورات مین حاوی ہے اور اسکا حکم اپنی مخلوقات مین نافذ ہے لہذا قال تعالیٰ ما یبدل القول لدی الآیہ۔ پس جسکے حق مین ازل سے حسن انجام کا قول ہے وہ دنیاوی امتحانات و تغیرات سے بدلتا نہین اور جس کے حق مین شقاوت ثابت ہو چکی تو ابلیس کی طرح اسکو کثرت طاعت وہ نتیجہ نہین دیسکتی جس سے وجہ آخرت پاوے بلکہ اس کی طاعت مین جیسی نیت تھی ویسا ہی پھل ملا یعنی تمام دنیا اسکو مل گئی بلکہ صور قیامت تک زندہ رہے گا مترجم کہتا ہے کہ افسوس کے قابل تو اس کے تابعین یعنی کفار و مشرکین ہین کہ ان کو دنیا بھی اتنی کلفت کے ساتھ ملی وہ بھی چند ساعت ہے یہانتک کہ موت آجاوے ولیکن شیطان ہین اور اس کے تابعین مین فرق یہی ہے کیونکہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اگرچہ اسکی نیت یا غرض کچھ ہی ہو بخلاف کفار و مشرکین کے کہ انھون نے اپنے بتون وغیرہ کے پردے مین درحقیقت شیطان کی طاعت کی تو شیطان کی دنیا مین سے کچھ حصہ مل گیا نعوذ باللہ من اتباع الشیطان و سوء الخاتمہ قولہ تعالیٰ یوم نقول لجہنم ہل امتلأت الآیہ۔ حق تعالیٰ نے جہنم سے یہ وعدہ دیا ہے کہ اسکو جن و انس سے بھر دیگا پس اسمین جن و انس بھرے جائین گے پھر فرمائے گا کہ کیا تو بھر گئی وہ اس سے زیادہ مانگے گی کیونکہ جسقدر اسمین بھرا جائے گا وہ ایسا ہے جیسے سمندر مین ایک چھلا ڈال دیا گیا اور جہنم کو بھی درحقیقت اپنے رب عز و جل کا اشتیاق ہے جیسے جنت اسکی جانب مشتاق ہے لہذا حدیث مین وارد ہوا ہے۔ فیضع رب العزۃ قدمہ فتقول قط قط پس اسکی حالت شوق کے لائق قہر القدم سے اسپر تجلی فرمائیگا تو وہ عظمت سے بھر جائے گی کیونکہ عظمت الٰہی کے سامنے تمام جہان ہیچ ہے مترجم کہتا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا کہ حدیث مین (قدمہ) سے انسانی قدم یا جو آدمی کے خیال مین آوے وہ ہرگز مراد نہین ہے کیونکہ رب عز و جل اس سے پاک ہے بلکہ تجلی صفت مراد ہے ولیکن جہنم کی جانب کسی صفت رحمت سے تجلی نہ ہوگی کیونکہ وہ محل قہر ہے چنانچہ حدیث صحیح مین جہنم کو اللہ تعالیٰ نے مظہر قہر و انتقام بیان فرمایا ہے جیسے جنت کو محل رحمت و انعام فرمایا ہے پس جہنم پر جو تجلی ہوگی وہ قہر کی صفت سے ہوگی فافہم قولہ تعالیٰ لکل اواب حفیظ جس شخص نے اپنے نفس کی حفاظت کی وہ اواب حفیظ ہے شیخ سہل رح نے کہا کہ اواب وہ ہے جسنے اپنے قلب کو وسوسہ سے بچایا اور اسکو اللہ تعالیٰ کی جانب سکون حاصل ہوا اور حفیظ وہ ہے جسنے احکام طاعات بجالانے مین محافظت کی مترجم کہتا ہے کہ وسوسہ سے بچانا بہت مختصر لفظ ہے اور بہت جامع ہے چنانچہ اول تو عقائد کو شکوک شیطانی سے محفوظ رکھے دوم یہ کہ دنیاوی معاملات مین جس چیز کو دنیا کے واسطے حاصل کرے وہ شیطانی وسوسہ ہے بلکہ جو چیز حاصل کرے اسکو اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے حاصل کرے پس اللہ تعالیٰ کی یاد سے اسکا دل مطمئن ہے شیخ حارث محاسبی رح نے کہا کہ اواب وہ ہے جو اپنے قلب سے اپنے رب عز و جل کی طرف رجوع ہوا اور حفیظ وہ ہے جو اس رجوع ہونے کو حق تعالیٰ کے غیر سے محفوظ رکھے قولہ تعالیٰ من خشی الرحمٰن بالغیب وجاء بقلب منیب۔ یہ ایسے شخص کا وصف ہے کہ جسکے قلب مین یقینی مشاہدہ حاصل ہو کہ علم الٰہی سبحانہ تعالیٰ ہر ذرہ کو محیط ہے اور اُس کے جلال عظمت کے سامنے تمام جہان ہیچ ہے پس اس سے اسکے دل مین تعظیم و اجلال حاصل ہو کہ وہ اپنے وجود سے بھی بجانب صفات حق عز و جل رجوع ہوگا شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ خوف سے خشیہ زیادہ دقیق ہے خوف عوام کیواسطے ہے جو عذاب جہنم سے ڈرتے رہتے ہین اور خشیہ ایک آگ ہے جو خاص بندون کے اندر روشن ہو کر اُن کے باطن کو [illegible] ہے کہ ایندہ اُن کو جہنم کی آگ سے نجات ہے اور اس سے علما کے باطن مین پاکیزگی پیدا ہوتی ہے اور جس بندے کو خشیہ عطا ہوئی وہ انابت

Marfat.com

بھی محروم نہ ہوگا یعنی اسکو اثبات بھی عطا ہوگی تو اُسکا قلب منیب ہو جائیگا یعنی ہمہ تن اپنے حق تعالیٰ کی جانب رجوع [illegible]
ہوئی وہ تفویض و تسلیم سے بھی محروم نہین رہتا یعنی وہ اپنے نفس کو حکم قضاء و قدر کیواسطے سپرد کر دیتا ہے اور تدبیر اسکو حاصل ہوئی [illegible]
[illegible]لاف نتیجہ نکلتا ہے تو اسکو کچھ اضطراب نہین ہوتا ہے اور جسکو تفویض و تسلیم نصیب ہوئی وہ مکروہات پر صبر کرنے سے محروم نہین ہوتا ہے یعنی اسکو [illegible]
کہ وہ ناگواریون پر صبر کرے مثلاً عبادات و طاعات ادا کرنے مین نفس کو گرانی لاحق ہوتی ہے تو وہ اسپر صبر کریگا اور دنیاوی تدبیرات مین جو [illegible]
خواہش کے خلاف نکلتا ہے اسپر صبر کریگا کیونکہ اسکو معلوم ہو چکا کہ امر مقدر یہی تھا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا وہی بہتر ہے تو [illegible]
جسکو صبر کرنا نصیب ہو جاتا ہے وہ رضا سے محروم نہین رہتا یعنی اسکو یہ توفیق حاصل ہوتی ہے کہ جو مقدر پیش آوے اسپر راضی ہو مترجم کہتا ہے کو جب کوئی شخص
یہ دعا کرنا چاہے کہ مجھے صبر عطا ہو تو یہ نہین چاہیئے کہ وہ مطلقاً صبر مانگے کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ ایک شخص نے اپنی دعا مین صبر مانگا تھا [illegible]
صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ اے شخص تو نے اللہ تعالیٰ سے بلا مانگی ہے پس تو عافیت مانگ یعنی صبر کرنا کسی بلا پر ہوتا ہے تو اسکو صبر جبھی حاصل
ہوگا کہ پہلے کوئی بلا آوے تو اسپر وہ ثابت قدم رہے حالانکہ بلائے الٰہی کے مقابلہ مین دلیری نہ کرنا چاہیئے بلکہ انسان کو اللہ تعالیٰ سے عافیت
مانگنی چاہیئے ہان جب مقدرات سے کوئی بلا آوے تو اللہ تعالیٰ اسکو عافیت کے پیرایہ مین بدل سکتا ہے اور اگر کسی نے یون کہا کہ مجھے طاعت
ادا کرنے پر صبر دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ نیکیون کی توفیق مانگے اور برائیون سے پناہ مانگے یہ سب کو جامع ہے واللہ تعالیٰ اعلم
بعض مشائخ نے فرمایا کہ معرفت مین سب سے پہلے بندے کو دل مین خشیہ نازل ہوتی ہے پھر اجلال پیدا ہوتا ہے پھر تعظیم پیدا ہوتی ہے پھر ہیبت آتی
ہے پھر اپنے نفس سے فانی ہو جاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ اکثر جہال صوفیہ نے عوام کو گمراہ کرنے کے واسطے فنا فی اللہ کے یہ معنی بتلائے کہ خود
نیست ہو کر رب عزوجل سے مل جاوے اور اسکی مثال یہ بتلائی کہ جیسے قطرہ جا کر دریا مین ملجاتا ہے یہ اُنھون نے اپنی اٹکل لگائی اور یہ اٹکل
قریب کفر ہے حالانکہ علمائے صوفیہ نے جو اسکے معنی بیان فرمائے ہین وہ یہ ہین کہ عوام تو اپنے ارادے سے کام کیا کرتے ہین اور اُن کا ہر کام
ہر دم بلکہ اُن کی ہر سانس جو آتی جاتی ہے کچھ اللہ تعالیٰ کے واسطے نہین ہوتی کیونکہ اپنے اختیار کی غفلت درمیان مین موجود ہے اور جب
بندے نے معرفت مین ترقی پائی تو جو کام وہ کرتا ہے خالص اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے کرتا ہے حتی کہ اُسکا کھانا و پینا و سونا و جاگنا سب اُسی کیواسطے
ہو جاتا ہے حتی کہ اسکی سانس کی آمد و رفت بھی بیاد الٰہی ہوتی ہے تو وہ اپنے نفس کو یاد سے بالکل بھول جاتا ہے حتی کہ اسکو یہ یاد بھی نہین رہتا کہ
مین کون ہون اور کہان ہون اور یہی مقام فنا ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم قولہ تعالیٰ لہم مایشاؤن فیہا ولدینا مزید اس انعام مین سب
بندگان مومنین شامل ہین ولیکن اُن کے درجات علیحدہ علیحدہ ہین پس عامہ مومنین مثلاً اپنی خواہشین جنت کی نعمتون مین دیکھین گے اور [illegible]
چیزون سے ظہور صفات باری تعالیٰ ہوگا اور اعلیٰ درجہ والے صفات حق سبحانہ تعالیٰ مین اپنی اُمیدین بلند کرین گے ولیکن یہ اسی قدر [illegible]
اُنکے معارف نے ترقی پائی تھی حالانکہ تمام ترقی بمقابلہ حقائق صفات کے ہیچ ہے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی ثنا و صفت خود اسکی شان ہے لیکن
حق تعالیٰ اُن کی اُمیدون کے موافق اُن کو عطا فرماویگا پھر اپنی طرف سے مزید عنایت کریگا یعنے جہان اُن کی معرفت نہین پہنچی تھی [illegible]
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندگان صالحین کے واسطے مہیا کیا ہے وہ ایسی نعمت ہے کہ اسکو کسی آنکھ نے نہین دیکھا
اور کان نے نہین سُنا اور کسی بشر کے دل پر اُس کا خطرہ نہین ہوا شیخ عبد العزیز مکی رح نے کہا کہ جنت مین ان کو وہ نعمتین ملین گی جہان تک
اُن کی اُمیدین پہونچی ہین پھر حق تعالیٰ اپنی طرف سے اُن کو ایسی نعمت عطا فرمائے گا کہ جو انکی انتہا اُمید سے باہر ہے [illegible]
ہے مترجم کہتا ہے کہ کسی بندے کو صفت حقیقت کا ظہور نہین ہوا کیونکہ شان حق سبحانہ تعالیٰ کمال اعلیٰ و [illegible]

الا فافہم قولہ تعالیٰ ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب الآیہ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ کے انوار حکمت وآثار کبریا و عظمت ایسے بندے کو ظاہر ہوتے ہین جسکو قلب حاصل ہو یا کان لگا کر حضور قلب سے سُنے شیخ نے کہا کہ قلب ایک نقطہ ہی جو فطرت پاکیزہ کے دائرہ کا مرکز ہے اور اس فطرت کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فعل خاص کے نور سے پیدا کیا ہی اور اس فعل کے واسطے نور صفت سے تجلی حاصل ہی اور یہان ایک عجیب لطیفہ ہی کہ اس نقطہ کے گرد دائرہ عقل ہی اور اس دائرہ کے گرد فعل ہے جسپر صفات کا پردہ ہے اور اسی پردے سے ظہور ذات ہی پس حق سبحانہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات سے اپنے فعل کا حافظ ہی پس فعل کا پردہ یہی عالم ملک وملکوت ہی اور باطن مین ظہور صمدیت وجلال ازلیت ہی شیخ حسین رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے نصیحت قرآنی کو ایسے بندے کے حق مین مفید فرمایا جسکو دل حاصل ہو یعنی جس دل مین سوائے شہود رب عزوجل کے کوئی خطرہ نہ آوے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ جس قلب نے حق کو تعظیم کی آنکھ سے دیکھا وہ اسکے لئے پگھل گیا اور غیر سے منقطع ہو کر اُسی طرف ہو رہا شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ قرآن مجید بیشک ذکر و نصیحت ہی لیکن یہ سب کے واسطے نہین ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اسکو سب کے واسطے بھیجا لیکن بدبخت اس سے محروم رہے اور یہ سب کے واسطے نصیحت نہ ہوا بلکہ ایک خاص قوم کے واسطے نصیحت ہوگیا اور یہ وہی قوم ہے کہ جس کو دل حاصل ہے جنکا بیان اللہ تعالےٰ نے فرمایا بقولہ تعالیٰ او من کان میتا فاحییناہ یعنی جسکو مردگی سے زندہ فرمایا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ زندگی کبھی بروجہ کمال ہوتی ہے جیسے جسمی زندگی مین کوئی شخص جمیع اعضا سے تندرست اور پوری خلقت مین قوی ہو اور اُسکے اعضا کو پوری خوبصورتی حاصل ہو اور کبھی ان باتون مین عیب ہوتا ہی اسی طرح سے حقیقی زندگی بروجہ کمال تو انبیا علیہم السلام کو حاصل ہی اسیواسطے شیخ قاسم صوفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ لوگ انبیا علیہم السلام ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلون کو مشاہدہ کے واسطے خاص فرمایا ہی شیخ حسین رح نے کہا کہ قرآن مجید مین نیک بخت بندون کے لئے خوبیان موجود ہین پس جن کے دلون کی آنکھین کھل گئین اُن کیلئے قرآن عین بصیرت ہی اور عارفون کیلئے معرفت ہی اور علمائے ربانی کیلئے نور ہے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ یہ قلب ایسے بندے کو حاصل ہی جو حق کو مشاہدہ کرتا اور اُس سے غافل نہین ہوتا ہے پس جب اُس نے خوف کی آنکھ سے دیکھا تو خوفناک ہو کر کانپ گیا پھر جب جمال کی نظر سے دیکھا تو ساکن ہو کر ٹھہر گیا شیخ بندار بن الحسین رح نے کہا کہ قلب ایک مضغہ گوشت ہی لیکن یہی محل ہی جسمین انوار اُترتے ہین اور معارف کے آثار ظہور کرتے ہین اسی کا اعتبار ہی اور اسی پر دار مدار ہے اللہ تعالیٰ نے اسکو جسم کا بادشاہ کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ جسم مین ایک مضغہ گوشت ہی کہ جب وہ درست ہوتا ہے تو سب درست ہوجاتا ہی اور جب وہ بگڑتا ہے تو سب بگڑ جاتا ہے سن رکھو کہ وہ دل ہی (الصحیح) شیخ جعفر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جب قلب کسی بدی کا قصد کرتا ہی تو اسکو ناگوار چیزون سے عتاب کیا جاتا ہے یعنی اُسپر ناگواریان پیش آتی ہین مگر اسکو وہی لوگ پہچانتے ہین جو فاہم ہین مترجم کہتا ہی کہ شاید مراد یہ ہی کہ انسان پر جو ناگواریان پیش آتی ہین خصوصًا صالحین پر بہت بلائین پیش آتی ہین تو وہ بطور سزا نہین ہوتی ہین بلکہ اس سے درجات کی بلندی مقصود ہوتی ہے لہذا کسی جاہل آدمی کو یہ گنجایش نہین ہی کہ وہ کسی شخص کی تکلیف دیکھکر یہ گمان کرے کہ یہ بطور سزا ہے ہو واسطے کہ شاید بلندی مرتبہ ہو فافہم صبیحی رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے خطاب ہاک کو اہل دل کیواسطے خاص کر دیا کیونکہ قلوب رب عزوجل کے قبضہ مین ہین یعنی کافرون مین دل ہی نہین ہوتا ہی اور اہل ایمان البتہ زندہ دل ہین تو انھین کو اللہ تعالیٰ جسطرح الٹ پلٹ فرماتا ہی پس اسمین وسعت دیکر کشادہ و فسیح کر دیتا ہے پھر اسکو پاکیزہ کر کے محبت و ایمان و یقین سے بھر دیتا ہے تو خصائص الٰہی پہچان سکتے ہین لہذا وہی اس خطاب معرفت کے لائق ٹھہرے بعض مشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قلوب کے بہت مرتبہ ہین تو قلوب قرب حق تعالیٰ مین متفاوت ہین بعضے اُس کے کشف سے مسرور ہین اور بعضے قلوب اسکی محبت مین مستغرق ہین اور بعضے اُس کے شائق ہین

Marfat.com

اور بعضے اُمیدوار ہین اور بعضے شاہد دیدار ہین اور بعضے وجد فراق مین زار ہین اور بعضے اس عالم فنا مین تنگ ہو کر ارتباط [illegible]
انھین معاملات سے قلوب کے مراتب بکثرت ہین (عس) پھر اللہ تعالےٰ نے اہل سعادت و اہل شقاوت کو جب [illegible]

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ۝ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ

اور کان رکھ جس دن پکارے پکارنے والا نزدیک کی جگہ سے جس دن سنین گے چنگھاڑ تحقیق وہ ہے

يَوْمُ الْخُرُوجِ ۝ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ

دن نکل پڑنے کا ہم ہین جلاتے اور مارتے اور ہم تک ہے پہونچنا جس دن زمین پھٹ کر نکل پڑین وہ

سِرَاعًا ۚ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ ۖ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ

دوڑتے یہ اکھٹے کرنا ہم کو آسان ہے ہم خوب جانتے ہین جو کچھ وہ کہتے ہین اور تو نہین اُن پر

بِجَبَّارٍ ۖ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ ۝ ع ۳ / ۱۶

زور کرنے والا سو تو سمجھا قرآن سے اُسکو جو ڈرے میرے ڈرانے سے

چونکہ امر حق کا فائدہ انسان کے واسطے یہی حاصل ہوگا کہ وہ حشر و قیامت کو سمجھے اور یقین لاکر اقرار کرے اور یہان اللہ تعالیٰ نے اسی کو
بتاکید بیان فرمایا تو اُسکے سننے کیواسطے کمال اہتمام رکھنے کا حکم دیا بقولہ تعالیٰ۔ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ
اور کان لگا کر سن رے جس دن پکاریگا ایک پکارنے والا قریب جگہ سے ف پھر اس دن کیواسطے زیادہ وضاحت بیان فرمائی۔ يَوْمَ
يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ جس دن سب سُن لین گے بلند آواز کو سچا سننا ف اس سننے مین کوئی عیب نہ ہوگا جیسے دنیاوی کانون
مین کلام حق بوجہ شیطانی تلبیس کے ٹھیک نہین سنائی دیتا ہے یا اکثر دن کو بالکل سنائی نہین دیتا ہے تو اس دن یہ التباس و امتحان
جاتا رہے گا اور ٹھیک طور پر سن لین گے الحاصل اہتمام سے فرمایا کہ خوب کان لگا کر سُن لو کہ ایک دن ایسا آنے والا ہے پھر اُس سے آگاہ
فرمایا۔ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ۔ یہی باہر نکلنے کا دن ہے ف یعنی زمین سے پیدا ہو کر نکلنے کا دن ہی یہی نشر و حشر کا دن ہے واضح ہو
کہ یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اسواسطے کہ حقیقت مین کامل سننا آپ ہی کو نصیب تھا پھر تمام مخلوقات مین سے جو لوگ نیکبخت
ہین وہ آپ ہی کے طفیل مین سننے والے ہین اور وہ سب آپ کی اُمت اور آپکے تابع ہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الصالحین
ہین بلکہ سید الانبیا والمرسلین ہین صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین پس گروہ سعادت کے سردار کو خطاب فرمایا اس سے خود اس خطاب کی خوبی
ظاہر ہے اور حاصل کلام یہ ہو کہ اے سید الصالحین خوب کان لگا کر سن رے کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پکارنے والا
نزدیک جگہ سے پکاریگا اُسکی آواز کو سب لوگ سچے طور پر سن لین گے یہی وہ دن ہے کہ جب اول سے آخر تک سب خلائق اپنی قبرون سے
نکلین گے اور قبرون کی یہی زمین ہے خواہ اُن کے اجسام مرنے کے بعد اسمین دفن کئے گئے ہون یا جل کر راکھ ہو گئے ہون یا سمندر مین غرق
ہوئے ہون یا درندون کی غذا سے ہضم ہو کر زمین مین مل گئے ہون ہر صورت اس زمین سے نکالے جائین گے اور نکالنا پیدا کرنا ہے تو
اسمین کسی تردد کا مقام نہین ہے۔ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ بیشک ہم ہی ہین کہ زندہ کرتے ہین اور موت دیتے ہین اور
ہماری ہی جانب سب کے لوٹ آنے کا ٹھکانا ہے ف اور یہ بات بدیہی ظاہر ہے کہ اول مین اللہ تعالیٰ نے زندگی دی اپنی قدرت [illegible]
حالانکہ کسی کا کچھ وجود نہ تھا پھر خواہ مخواہ قبضۂ قہر سے موت دیدی کہ وہ کسی طرح بچ نہ سکا تو ابتدا مین اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا [illegible]

Marfat.com

غائب ہو چکا وہ جب چاہے دوبارہ پیدا کر دیگا اور اُس نے آگاہ فرمایا کہ اسی آنیوالے دن میں یہ ہوگا۔ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا
ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ جس دن کہ اُن پر سے زمین پھٹے گی اس حالت میں کہ یہ لوگ جلدی کرنیوالے ہوں گے یہی حشر ہم پر آسان ہے یعنی
وہ ایک دن ہوگا کہ حکم الٰہی سے اُن کے اجسام زمین کے اندر ایسے پیدا ہوں گے جیسے دانہ اُگتا ہے جب پانی برستا ہے اور لطف یہ ہے کہ ان اجسام
کے پیدا کرنے کیواسطے بھی یہی سامان ظاہری دکھلایا گیا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک زمانہ تک آسمان سے پانی
برسیگا جس سے تمام مخلوقات کے اجسام اسی زمین میں اُگیں گے پھر اسرافیل کے صور میں جہاں سب ارواح ہوں گی پھونکنے کا حکم ہوگا اور
حق عزوجل ارشاد فرمائے گا کہ ہر ایک روح اپنے جسم میں جاوے پس وہ اپنے جسم میں اسطرح سمانے لگے گی جیسے سانپ کا زہر چڑھتا ہے اور حکم
الٰہی کی عظمت سے زمین شق ہوکر تمام مخلوقات کو اُگل دے گی پس یہ لوگ پکارنیوالے کی آواز پر بہت تیزی سے دوڑیں گے اور ہولناک منظر کو
دیکھکر آنکھیں پتھرا جائیں گی ٹکٹکی بندھ جاویگی اور لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ ہم کہیں ذرا سی دیر سوئے تھے کیونکہ دنیا مٹ گئی اور اس حساب
کا خیال بھی مشکل سے آئیگا اگر پوچھا جاوے کہ منادی نزدیک جگہ سے پکاریگا یہ نزدیک جگہ کہاں ہے جواب یہ ہے کہ بعض علما نے بیان فرمایا کہ
آوازِ صور ایک آوازِ قدرت ہے تو وہ ہر شخص کو خواہ نزدیک ہو یا دور ہو یکساں سنائی دیگی گویا اس کے جسم کا ہر بال اپنی زبان سے بولتا ہے کہ
اے پراگندہ جوڑ بند اور اے بوسیدہ ہڈیو تم کو اللہ عزوجل حکم فرماتا ہے کہ فیصلہ قضا کیواسطے حاضر ہو پس یہ آواز ہر شخص کو اپنے دل و دماغ
و جگر و بال بال سے سنائی دیگی کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اس آواز کیواسطے معمولی آواز کی کیفیت نہیں ہے وہ زمین کی تہ میں ان سڑی ہوئی ہڈیوں
کو سنائی دیگی اور غور کرو کہ ہر ذرہ کیونکر قبضۂ قدرت میں مسخر ہے سبحان اللہ کیا شان ہے کہ ہر ذرہ اس کے حضور میں اور اُس کے قبضۂ قدرت
میں محو ہے قتادہؒ نے بیان کیا کہ کعب الاحبار جو پہلے یہودی عالم تھے وہ اسطرح بیان کیا کرتے تھے کہ یہ آواز بیت المقدس کے صخرہ
پتھر کے اوپر سے پکاری جائے گی اور وہ آسمان سے زیادہ قریب ہے۔ (ابن کثیرؒ) اور یہی کلبی وغیرہ نے بھی بیان کیا ہے (س)
اور قتادہؒ سے یہ بھی روایت آئی ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگ بیان کرتے تھے کہ بیت المقدس کے پتھر پر سے پکارا جائیگا (مف) مترجم
کہتا ہے کہ شاید یہ یہودیوں کے اختراع میں سے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل کے بیانات سے اُن لوگوں نے اسکو حاصل
کیا ہو لہٰذا ہم اس بارے میں تصدیق یا تکذیب نہیں کرتے ہیں ہاں اگر یہ بات صحیح ہو تو اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ زمین ساکن ہے یعنی
اسکو گردش نہیں ہے اور دلائل عقلی سے بھی یہی بات تحقیق نظر آتی ہے چنانچہ مقدمۂ تفسیر میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے اور جن لوگوں
کو معارف عقلی سے کچھ نصیبہ حاصل ہوا ہے وہ اسی جانب مطمئن ہوتے ہیں برخلاف اُن کے جو لوگ محض حواس ہی حواس رکھتے ہیں وہ اپنے
اوہام و خیالات بیہودہ طور پر دوڑاتے ہیں جنکی مقدار جانوروں سے زیادہ نہیں ہے۔ م صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اول مجھی سے زمین شق ہوگی رواہ اصحاب السنن۔ گویا نکتہ یہ ہے کہ ابتدائے ایجاد میں حضرت آدمؑ
سے لیکر صالحین کا ظہور ہوتا رہا تاکہ ترقی بدرجۂ کمال ہو یعنی آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے پھر عالم آخرت میں اول آپ ہیں تاکہ
پھر سب تابعین ہوں اور یہ دائرہ پورا ہو جاوے فافہم یہی حشر ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ہم پر آسان ہے بلکہ فرمایا ہمارے حکم کی شان ایسی
ہے جیسے پلک مارنا مترجم کہتا ہے کہ سمجھنے والے بندے خوب سمجھتے ہیں کہ پلک مارنے کی تشبیہ بھی ہم ناچیز بندوں کو ہماری سمجھ کے لائق
ہونے کیواسطے بیان فرمائی ورنہ اسکی شان اعلیٰ و اجل ہے اُس کی شان سے کسی چیز کو مشابہت نہیں ہے پھر یہ بات جیسی تم دیکھتے ہو
بہت ہی آسان ہے ولیکن تعجب یہ ہے کہ کفار و مشرکین اسکو محال سمجھتے ہیں اور تم سمجھ سکتے ہو کہ انھوں نے اپنے رب عزوجل کو

Marfat.com

کیا پہچانا یعنی انہار در۔ انجان ہین کیونکہ اسکی شان کی بزرگی کیواسطے جوبات بالکل بدیہی تھی اُس سے یہان بھی انجان ہین کیونکہ لوگ اقرار
کرتے ہین تو یہ اُن کا کہنا صریح دلیل ہے کہ اُنھون نے اپنے رب عزوجل کی ذات وصفات بلکہ کسی شان کو بھی نہین پہچانا اور حکم ظاہری
ہوجائیگا کہ جتنے کفارہ مشرکین ہین کسی نے اپنے رب عزوجل کو کچھ بھی نہین پہچانا ہے اگر تم کو یہ دھوکا ہو کہ بہت مشرک فرقے اللہ کا نام لیکر
اقرار کرتے ہین تو اس شیطانی وسوسہ مین مت پڑو اور صاف سمجھ لو کہ خالی نام ہی نام سے معرفت نہین ہوتی ہے کیونکہ جب وہ لوگ معنی
بیان کرتے ہین تو بے انتہا جاہل ظاہر ہوتے ہین نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ۔ ہم خوب جانتے ہین جو وہ لوگ کہتے ہین ف یعنی اے محمدؐ
اس حشر کے بارے مین جو کچھ مشرکین کہتے ہین ہم کو خوب معلوم ہے کہ وہ تجکو جھوٹا بتلاتے ہین اور حشر کو محال کہتے ہین اور شان رب عزوجل سے
بھی منکر ہین یہ سب اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے پھر جس حال پر ان کو اللہ تعالیٰ نے چھوڑ دیا ہے اس سے تجکو غم لاحق نہ ہو اور تیرا دل تنگ
نہ ہو بلکہ اپنے رب عزوجل کی حمد و تسبیح کر وَمَآ اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِجَبَّارٍ۔ اور تو اُن پر کچھ جبار نہین ہے ف یعنی ہم نے تجکو اسواسطے نہین بھیجا کہ
تو جہنمی مخلوقات کو مجبور کرکے ہدایت پر لاکر جنتی بنادے بلکہ یہ تو قدرت الٰہی ہے اگر اس کو یہ منظور ہوتا تو وہ خود تمام مخلوقات کو ایک ہی شان
پر جنت کیواسطے پیدا کر دیتا یا جبر و قہر سے اُن کو ہدایت پر کر دیتا بلکہ یہان اُس کی شان حکمت ہے جسکا احاطہ کرنا کسی مخلوق کی وسعت نہین
ہے پس تم کو ہم نے فقط ادائے رسالت کے واسطے بھیجا ہے تاکہ ہر وعدہ و وعید کو یکسان سنادے۔ فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ۔
پس قرآن سے یاد دلادے ایسے بندے کو جو وعید سے ڈرتا ہے ف اور یہ وہ بندہ ہے جسکو رب عزوجل نے اپنی شان کی معرفت عطا
فرمائی ہے تو قرآن پاک سے اسکو اپنا عہد ازل یاد آتا ہے قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کہا کرتے تھے کہ اللھم اجعلنا ممن یخاف وعیدک ویرجو وعدک
یا بار یا رحیم۔ قال المترجم آمین یا ارحم الراحمین۔ الٰہی ہم بندون کو اپنے ایسے بندون مین سے کیجیو جو تیری وعید سے ڈرتے ہین اور
تیرے وعدے کے اُمیدوار ہین اے رحیم ارحم الراحمین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ف فی العرائس قولہ تعالیٰ فذکر بالقرآن من یخاف
وعید۔ قرآن مجید سے نصیحت کرنا ایسے بندون کے ساتھ خاص فرمایا جو عذاب کی وعید سے ڈرتے ہین کیونکہ وعید عذاب یہ ہو کہ
جہنم مین منقطع کرکے ڈالدیئے جاوین اور ہمیشہ کیواسطے بساط قرب وانس سے محروم ہوجاوین اور یہ ان بندون کے نزدیک اُنکی
صدہزار جان جانے سے بھی زیادہ سخت ودشوار ہے حالانکہ یہ معاملہ صرف اتنی بات پر ٹھہرا کہ ایمان مین شک آوے اور شک لانیوالے
اسباب ہزارون موجود ہین لیکن وہ لوگ اپنے یقین سے اسباب کی جانب لحاظ نہین رکھتے ہین بلکہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہین پس
اگر شیطان یا سو ہزار شیطان ہون تو اُن کو ڈر نہین ہے کیونکہ کسی چیز مین کوئی قدرت نہین ہے جبکہ حفظ عنایت شامل حال ہو پس اُنکو
اپنے رب حافظ حقیقی پر نظر ہے لیکن اسکی شان عالی مین یہ خطر ہے کہ وہ جس طرح رحمٰن رحیم ہے اُسی طرح غنی وحمید ہو اُس کی بارگاہ عظمت
مین کسی چیز کی ہستی نہین اور کفر و شرک سے اُس کے ملک مین کمی نہین ہے اور کسی طاعت وبندگی سے اُس کے ملک مین زیادتی نہین ہے
پس یہ لوگ خوفناک رہتے ہین کہ جب کسی بندگی یا نافرمانی اس کی بارگاہ کبریائی کے لائق نہین ہے تو نہین معلوم کہ ہمارا کیا حال ہو نجیب
نصیب اگر قبولیت سے سرفرازی دی جاوے پس یہی بندے جو عظمت الٰہی سے خوفناک ہین اور اسکی کبریائی سے پگھلے جاتے ہین
انھین کو قرآن سے نصیحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ یہی قرآن کے واسطے خاص بندے رکھے گئے ہین اور جب اُنھون نے صفات الٰہی
کو پہچانا تو اپنی عبودیت کو بھی پہچانا پس خطاب حق عزوجل کو سمجھنے لگے اور بندگی کی صفت سے ہر موقع خطاب پر حاضر ہو کر
معارف صفات کی جانب ترقی پائی شیخ احمد بن حمدان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نصائح قرآن سے کسی کو فائدہ نہین ہوتا ہے سوائے اسکے

Marfat.com

ما پنے ایمان پر خوفناک ہیں بلکہ ہر دم کی سانس پر خوفناک ہیں کہ ایسا نہ ہو یہ سانس انکے واسطے دوری و ہلاکت ہو بس یہ لوگ سوائے اپنے رب عزوجل کے کسی سے نہیں ڈرتے ہیں اور تمام جہان کے بادشاہ و فوجیں و شیطین و جن و انس ان کی نگاہ میں ہیچ ہیں لیکن تکبر کی راہ سے نہیں بلکہ عظمت الٰہی کی نگاہ سے سوائے وجود حق کے انکے نزدیک کسی چیز کا وجود نہیں ہے فتعالی اللہ الملک الحق لا الٰہ الا ہو رب العرش الکریم

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سِتُّوْنَ اٰيَةً

یہ سورہ مبارک مکیہ ہے یعنی قبل ہجرت کے مکہ میں نازل ہوا قرطبی رح نے کہا کہ اسمین سب مفسرین متفق ہیں اس کی آیات ساٹھ ہیں خطیب رح نے لکھا کہ تین سو ساٹھ کلمات معدود ہیں اور ایک ہزار دو سو نواسی ۱۲۸۹ حروف ہیں مترجم کہتا ہے کہ نماز ظہر میں بعض اوقات اسکی قرات سے بعض آیات سُنی گئیں کما فے السنن۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطیب رح نے لکھا کہ بِسْمِ اللّٰهِ شروع ہے اللہ کے نام سے ف جو تمام صفات کو بر وجہ کمال محیط ہے یعنی ہر صفت پاک مانند علم کے کسی چیز میں کامل غیر ممکن ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے کہ اس کی شان پاک میں کمال ہے بے نقص کے انتہائے حقیقت پر حصول ہے جس کا ادراک بھی مخلوق سے محال ہے پھر کمال میں کسی قسم کا نقص و حاجت غیر ممکن ہے لہذا جو کچھ اسنے وعدہ فرمایا وہ لامحالہ واقع ہونے والا ہے کیونکہ نقص و احتیاج ہی سے خلاف وعدہ ہو سکتا ہے وہ یہاں معدوم ہے تو وعدہ انعام بروجہ تمام بندوں کو عطا فرما دیگا الرَّحْمٰنِ۔ نہایت مہربان ہے ف جسکی شان میں خود تو کوئی احتیاج و غرض محال ہے کیونکہ کمال ہے تو اُسنے نہایت احسان سے ہم سب مخلوقات کو ایجاد فرمایا اور ہر طرح کی دنیاوی حیات کی نعمتیں دیدیں نہ اس کے یہاں کسی کی دشمنی مؤثر ہے نہ معصیت و نا فرمانی کیونکہ اسکو کوئی غرض نہیں جا تو یہاں نہایت مہربانی کی صفت سے عموماً ہر ایک کو اسکی امید پوری کر دی۔ الرَّحِيْمِ۔ نہایت رحمت والا ف جس نے اپنی خصوص رحمت سے اپنے بندوں کو اپنی رضامندی کی توفیق دیدی جن کو اپنے کمال علم و حکمت سے پسند فرمایا ہے واضح ہو کہ جب اللہ تعالےٰ نے سورۂ ق کو وعید قرآنی پر ختم فرمایا تو اس سورۂ مبارک کو قسم سے شروع کیا (س) مترجم کہتا ہے کہ سورۂ ق کو قسم قرآن مجید سے شروع فرمایا تھا اور خاتمہ میں خوف وعید والوں کو نصیحت قرآن سے مخصوص فرمایا اور اس سورۂ مبارک میں اقسام قسم سے آگاہ کیا کہ قیامت اور وعدہ وعید بیشک سچ و واقع ہے چنانچہ فرمایا۔

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۝ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۝ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۝

قسم ہے بکھیرنے والیوں کی ڈور دا کر پھر اُٹھانے والیاں بوجھ کو پھر چلنے والیاں نرمی سے پھر بانٹنے والیاں حکم سے

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝ اِنَّكُمْ

[illegible] وعدہ کو سو سچ ہے اور بیشک انصاف ہوناہے قسم ہے آسمان جالی دار کی تم

لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ

[illegible] کی بات میں اس سے باز رہے وہی جو پھیر گیا مارے گئے اٹکل دوڑانے والے وہ جو

هُمْ فِي غَمْرَةٍ سَاهُونَ ○ يَسْأَلُونَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّينِ ۖ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ ○

غفلت مین ہین بھول رہے پوچھتے ہین کب ہے دن انصاف کا جس دن وہ جو آگ پر ... [illegible]

ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ ۖ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ○

چکھو مزہ اپنی شرارت کا یہ ہے جس کی تم شتابی کرتے تھے ۔

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ کفار و مشرکین جو اپنی اٹکل کے پابند ہین وہ اس دنیا کی محسوس چیزون سے ایسے مانوس ہین ... اپنی ہٹ سے آنکھ بند کرکے آخرت سے انکار کرتے ہین اور قیامت کو نہین مانتے ہین اور نیکون کیلئے جنت کا وعدہ اور بدون کیلئے جہنم کی وعید کو محال و بعید جانتے ہین یہ لوگ اس قابل نہین ہین کہ ایمان سے سرفراز ہون بلکہ ان باتون کو نہین مانین گے جبتک کہ جہنم کی آگ پیش نہ کئے جاوین حالانکہ یہ سب سچ ہے چنانچہ قسم فرمایا۔ وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا۔ قسم ہے جھٹکانے والیونکی بخوبی جھٹکانا ف بعض نے کہا کہ یہ عورتین ہین جن کی ذات سے ایک صنعت خاص سے اولاد پیدا ہوکر جہان مین جھٹکی ہوئی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ علما نے کہا کہ یہ ہوائین ہین جو گرد جھٹکاتی ہین یا ہوائین جو بخارات کو اقسام اجسام سے جھٹکا کر آسمان مین پھیلاتی ہین اور یہی قول اقوی و ارجح ہی۔ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا۔ پھر قسم ہے اُٹھانے والیون کی جو بوجھ اُٹھاتی ہین ف یہ بھی بقول اول ان عورتون کی صفت ہے جو حالت حمل مین پیٹ کا بوجھ اُٹھاتی ہین کیونکہ بچہ دان ایک جسم نازک و نرم ہی کہ خفیف صدمہ سے اکثر اوقات عورت بیہوش ہو جاتی بلکہ مر جاتی ہی حالانکہ حمل کی حالت مین عجیب قدرت الٰہی ہی کہ عورتین اس بوجھ کو اُٹھاتی ہین اور کسی قسم کا صدمہ اُن کو محسوس نہین ہوتا ہے سوائے اتنی بات کے کہ جیسے کوئی شخص کچھ بوجھ اُٹھائے ہو اگرچہ مرد اس طرح اپنے نازک عضو سے ایک سیر بوجھ اُٹھاوے تو اسکی جان پر نوبت آوے فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا۔ پھر قسم ہے چلنے والیون کی بہ آہستگی ف بقول اول یہ بھی عورتین ہین جو اس بار حمل کو لطیف جھلی مین اُٹھائے ہوئے اپنے کام کاج کے واسطے بہ آسانی چلتی پھرتی ہین اور راجح تفسیر یعنی قول دوم کے موافق فالحاملات وقرا سے مراد وہی لطیف ہوائین ہین جنھون نے اجسام زمین سے بخارات اُڑائے تھے جو آسمان پر جاکر سماوی ترکیب الٰہی سے سحاب کی صورت مین ہوگئے اب یہی پاکیزہ ہوائین یہ بوجھ اُٹھائے ہین پھر حق عزوجل اپنی قدرت سے جہان چاہتا ہے ان بادلون کو پہونچانے کا حکم فرماتا ہی چنانچہ عرب کے بادل اُٹھتے ہین وہ سیکڑون کوس روان ہونے کے بعد ہندوستان کے ملکون مین پہونچکر برستے ہین اور وہی ہوائین جو اُن کو اُٹھائے تھین لیکر روان ہوتی ہین لہذا فرمایا۔ فالجاریت یسرا۔ اب یہی ہوائین اُن کولے کر آسانی سے روان ہوتی ہین پھر حق عزوجل کے حکم سے جہان جہان پانی برستا ہے اُس سے مختلف آثار ظاہر ہوتے ہین کہین تو وہ پانی بہت نافع ہوتا ہے کہ ہری بھری کھیتیان ایک پر پٹ مردہ زمین سے اُگتی ہین اور طرح طرح کے پھل پھول پیدا ہوتے ہین اور کہین بارش سے ایسا سیلاب آتا ہے کہ کھیتیان بلکہ بستیان بگڑ کر ویران ہو جاتی ہین اور کہین کثرت بارش سے اس دریا کے گنہگارون کی نجاست سے ایسی سمیت پیدا ہوتی ہی کہ طرح طرح کی بیماریان پھیل جاتی ہین غرضکہ حق تعالیٰ اپنی قدرت سے ہر محسوس چیز کے اندر باطنی آثار ملکیہ پیدا کرتا ہے لہذا فرمایا۔ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا۔ پھر قسم ہے بانٹنے والیون کی کام الٰہی کو یا حکم الٰہی سے ف یہ ملائکہ ہین کہ اس پانی کے سحاب کو حکم الٰہی سے ہر جگہ مختلف طور پر تقسیم کرتے ہین اور واضح ہو کہ ارجح تفسیر الجاریات یسرا مین جہاز و کشتیان ہین جو ہوا کے ان سے سبک پانی پر بہ آسانی روان ہین شیخ ابن کثیر یعنی روایت کی کہ ... نے مسجد کوفہ کے منبر پر فرمایا کہ کتاب الٰہی و سنت رسالت پناہی سے جو کچھ تمھین پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لیکہ ... [illegible]

Marfat.com

یوچھنے کی مگر وقت جاتا رہیگا نہ تم کوئی آیت قرآنی یا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت مجھ سے پوچھو گے مین تم کو بتلاؤ نگا۔ ابن الکوا نے
کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے امیر المومنین اس آیت کے کیا معنی ہین والذاریٰت ذروًا یعنی الذاریٰت سے کیا مراد ہے آپنے فرمایا کہ یہ ہوائین ہین
پھر اس نے پوچھا کہ حاملات وقراً سے کیا مراد ہے آپنے فرمایا کہ یہ بادل ہین پھر اُس نے پوچھا کہ فالجاریات یسراً سے کیا مراد ہے آپنے فرمایا کہ
یہ کشتیان ہین یعنی قسم ہے جہازون وکشتیون کی جو سمندر مین آسانی سے روان ہوتی ہین پھر اسنے پوچھا کہ فالمقسمات امراً سے کیا مراد ہے
آپنے فرمایا کہ یہ ملائکہ ہین شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس بارہ مین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ایسی تفسیر خود حدیث سے وارد ہوئی ہے مترجم
کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین اہل کوفہ مین سے ایک شخص احمق تھا جسکا نام صبیغ التیمی تھا اس احمق کو ظاہر آیہ قرآنی بھی سمجھ مین نہین
آتی تھین کیونکہ اسکو معرفت ایمانی سے نور حاصل نہ تھا حالانکہ بارہا یہ بیان ہو چکا کہ بغیر نور عقلی کے آثار قدرت وصنائع حکمت کچھ سمجھ مین
نہین آتے ہین بلکہ فقط حواس سے وہ محسوسات کو اپنے قیاس واٹکل مین لاتا ہے اور اپنے دنیاوی کام کیلئے اسکا تجربہ کر کے کام چلاتا ہے
اور اسی کو بہت کمال اور انتہا مراد سمجھتا ہے اس سے غافل کہ موت نے ایک دم مین گردن دبائی اور مر گیا چنانچہ یہ شخص صبیغ بھی ایسی ہی
جہالت مین گرفتار تھا حتی کہ اسنے کوفہ سے روانہ ہو کر مدینہ مین آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھنا شروع کیا کہ والذاریات ذرواً کے کیا معنی ہین
آپنے فرمایا کہ یہ ہوائین ہین اور اگر مین نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو اپنی طرف سے نہ کہتا صبیغ نے کہا کہ پھر فالجاریات یسراً کے کیا معنی
ہین آپنے فرمایا کہ یہ کشتیان ہین اور اگر مین نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو اپنی طرف سے نہ کہتا صبیغ نے کہا کہ پھر فالمقسمات
امراً کے کیا معنی ہین آپنے فرمایا کہ یہ ملائکہ ہین اور اگر مین نے اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنا ہوتا تو اپنی طرف سے نہ کہتا صبیغ یہ سنکر
چپ ہو گیا (ولیکن اس احمق کو ابھی تک دل مین تردد باقی رہا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسکو بلایا تھا تو اپنے پاس خرما کی چھڑیان
منگوا کر رکھی تھین اور اسوقت تک کسی کی سمجھ مین نہین آیا تھا کہ کیون منگوائی ہین پھر جب صبیغ نے آکر یہ گفتگو کی تو سب جوابات دینے کے بعد
چھڑی اٹھا کر سو ضرب اسکو مارین اور حکم دیا کہ وہ ایک مکان مین قید رہے جب اچھا ہو گیا تو اسکو بلوا کر پھر سو ضرب مارین اور اس کو
کوفہ بھجوا دیا اور وہان کے عامل حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ کوفہ کے لوگون کو اعلان کر دے کہ صبیغ احمق کو کوئی اپنے
پاس نہ بیٹھنے دے ایک مدت تک صبیغ اسی حال مین رہا پھر اسکے حواس درست ہوئے اور اسنے حضرت ابو موسیٰ کی خدمت مین حاضر ہو کر
بتاکید قسم کے ساتھ عرض کیا کہ اب مین اپنے جی مین وہ بات نہین پاتا ہون جو پاتا تھا پس ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بارہ مین
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا تو آپنے جواب لکھا کہ ہان میرا بھی یہی خیال ہے کہ اس نے سچ کہا اب لوگون کو اجازت دیدے کہ اُس کو
اپنے پاس بیٹھنے دین (رواہ البزار) اس روایت مین بعض راوی ضعیف ہین شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صبیغ بن عسل کا قصہ تو مشہور ہے یعنی
صحیح اسانید سے ثابت ہے لیکن ان روایات مین یہ مذکور نہین ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ مین نے اس تفسیر کو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا ہے پس اس روایت کے ضعیف راوی سے کچھ خطرہ نہین ہو سکتا سوائے اسکے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شاید یہ تفسیر مانند
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خود بیان فرمائی ہو اور یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ و ابن عمر و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن بصری و قتادہ و سدی وغیرہم
سے منقول ہے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ فالجاریات یسراً مین جمہور علما سے مشہور تفسیر یہ ہے کہ جاری ہونے والے جہاز و کشتیان ہین جو آسانی
سے پانی پر جاتی ہین ولیکن بعض علما سے یہ منقول ہے کہ مراد نجوم ہین جو اپنے اپنے فلک مین سُرعت سے روان ہین اس قول کے موافق آیت
مین نیچی چیزون کے بیان سے آسمانی چیزون کے بیان کی طرف ترقی ہے گویا ادنیٰ چیز سے اعلیٰ چیز کی جانب عروج ہے چنانچہ والذاریات

Marfat.com

ذروًا سے ہوائین ہین جو خوب پانی کی مقدار و بہل پھول وغیرہ بناتی ہین فالحاملات وقرا سے [illegible]
مین آسمانی قوتون کی ترکیب ہے فالجاریات یسرًا اس سے اور یعنی نجوم ہین فالمقسمات امرًا اس سے [illegible]
لاتے ہین خواہ شریعت سے متعلق ہون یا ایجاد خلقت سے متعلق ہون پس اللہ تعالیٰ نے ان سب چیزون کی قسم کھائی [illegible]
ہی شان پاک کی قسم کھائی کہ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ وَّاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ بیشک جو کچھ تم کو وعدہ دیا جاتا ہے [illegible]
دین ضرور واقع ہونے والا ہے ف دین سے مراد حساب ہے یعنی تم کو جو وعدہ دیا جاتا ہے کہ ایک دن [illegible]
سب اول سے آخر تک زندہ کر کے اُٹھائے جاؤ گے یہ بالکل سچ ہے پھر حشر مین جمع کر کے سب سے حساب لیا جاویگا [illegible]
پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے سوائے جو کچھ تمھارے خیالات ہین وہ بالکل خبط ہین اُن کو ماننے والا ہی ہو جو حق سے گمراہ ہو گیا [illegible]
قسم فرمایا۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ قسم ہے آسمان حبک والے کی ف ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یعنی خوبصورتی [illegible]
آسمان کی قسم ہے یہی مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و ابو مالک و ابو صالح و سدی و قتادہ و عطیہ و ربیع بن انس وغیرہم نے بیان کیا
اور بعض علما کا قول ہے کہ جیسے پانی مین ہوا کے جھونکون سے لہرین پڑتی ہین یا نازک کھیتون مین ہوا کے جھونکون سے چناوٹ پڑ جاتی ہے
اور درمیان مین راستے پیدا ہو جاتے ہین یہی حبک کہلاتے ہین تو آسمان مین سیارون کی گنجائی سے اور روان ہونے والے سیارون کی
روانی سے ایک لطیف کیفیت پیدا ہوگئی ہے اسیواسطے اسکو ذات الحبک فرمایا اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس سے
ساتوان آسمان مراد ہے ابن کثیر نے کہا کہ شاید اس سے مراد یہ ہو کہ جس آسمان مین ستارے جڑے ہوئے ہین اور جو لوگ علم ہیئت مین گفتگو کرتے ہین
ان مین سے ایک جماعت کا بیان یہ ہو کہ ساتوین آسمان سے اوپر آٹھوین آسمان مین ستارے جڑے ہین اور بعض علما نے کہا کہ ذات الحبک
یہ مراد ہو کہ تہ بتہ خوبصورت ہو ابن کثیر نے لکھا کہ سب اقوال کا حاصل یہی نکلتا ہو کہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا کہ وہ اپنے حسن
مین بلند شفاف تہ بتہ مضبوط وسیع اور ثوابت و سیارات کے جواہر سے جڑا ہے اور شمس و قمر سے مزین و روشن ہے اقول اس کا
حاصل یہ ہو کہ اس آسمان سے اللہ عزوجل کی شان قدرت بہت حسن صنعت سے ظاہر ہے پس اللہ تعالیٰ نے ایسی آسمان کی قسم کھا کر فرمایا کہ اِنَّکُمْ
لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ۔ تم لوگ پراگندہ بات مین پڑے ہو ف یعنی اے اہل شرک و کفر تم نے رسول کے حق کو جھٹلایا اور خود جس امر کا اعتقاد کیا وہ
پراگندہ بات ہے جو کسی حالت مین مجتمع نہین ہوتی ہے چنانچہ نصرانیون مین بہتر فرقے ایک دوسرے کو خود ہی جھٹلاتے ہین اور اگر وہ لوگ
اپنے زعم مین مسیح کو خدا بناتے ہین تو ان کے مقابلے مین یہود ہی ان کو رد کرنے کیلیے عزیر کو خدا بتلاتے ہین اور ان مین بھی بہت سے فرقے
ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہین اور ان کے علاوہ کوئی آگ کو اپنا خدا بناتا ہے اور کوئی سورج و چاند کو پوجتا ہے اور کوئی بتون کو معبود بناتا ہے
غرضکہ بیل اور سانپ وغیرہ ہزارون شرک و ہزارون خیال مین یہ لوگ اپنی جہالت سے عجیب جنجال مین پڑے ہین [illegible] مختلف
اقوال مین کسی بات پر قیام نہین ہے يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ۔ اس سے برگشتہ وہی جو گمراہ احمق ہے ف [illegible]
ہے کہ عاقل کبھی اس کو اپنے پاس نہین آنے دیگا بلکہ یہ حماقت کا حال اسی پر پھیلتا ہے جو خود ہی گمراہ ہے [illegible]
جو محض بے عقل اپنی حماقت مین گرفتار ہے یہی معنی قتادہ و مجاہد و سدی وغیرہ سے منقول ہین اور بعض نے [illegible]
نے اپنی شان قدرت آسمانی کی قسم کے ساتھ فرمایا کہ تم لوگ پریشان باتون مین بھٹکے ہوئے ہو [illegible]
قرآن سے انکار کرتے ہو تو قرآن و رسول سے منکر وہی ہوگا جو بے عقل گمراہ ہے مترجم کہتا ہے کہ اس کی [illegible]

[illegible] کسی طرح نہیں بنتا کیونکہ بدن سکی سمجھ میں نہیں آتی حالانکہ وہی سچ ہوتی ہے تو خواہ مخواہ اس کو چھوڑ کر جدھر جائے گا گمراہی
میں پڑیگا بس حق معلوم ہونے کا جو عقل ہے اس سے بے نصیب ہے اگر کسی شخص کو یہ شبہہ ہو کہ بہت سی مشرک قومیں گذری ہیں جو اپنی دانائی میں ارسطو
و افلاطون کی طرح مشہور ہیں حالانکہ تم ان کو بے عقل کہتے ہو تو جواب یہ ہے کہ جن کو تم دانائی میں مشہور بتلاتے ہو ان کی دانائی سوائے
اسکے کچھ نہیں ہے کہ انھوں نے زمین آسمان کی موجودات میں اپنے قیاسات دوڑائے اور دنیاوی زندگی کے لئے طرح طرح کے تجربے
و آگاہی سے صنعتیں نکالیں جس سے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کو بہت نفع پہونچا تو یہ فقط حواس کے کام ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے
انسان میں حواس کامل پیدا کئے ہیں جو دیگر جانوروں میں اس طرح کامل نہیں ہیں اگرچہ بعضے جانوروں میں بعض حواس بہ نسبت
انسان کے بہت قوی ہیں جیسے دن میں گدھ کی نظر یا رات میں الو وغیرہ کی نظر یا جیسے بیا کی صنعت اپنے جو نجھ بناتے ہیں بہ نسبت انسان کے
بہت قوی ہے تاہم ان جانوروں میں سب قسم کے حواس کا مجموعہ نہیں ہے جس سے تدبیر و ترتیب کر کے کوئی ایجاد نکالیں اور انسان میں ایسا مجموعہ
موجود ہے تو جن میں مجموعہ حواس زیادہ قوی تھا انھیں کو تم نے دانا قرار دیا اور یہ تم کو اختیار ہے کہ ان کا جو کچھ چاہو نام رکھو اور اگر حقیقت کی راہ سے
پوچھتے ہو تو یہ عقل نہیں ہے حواس ہیں اور عقل تو معرفت ایمان کے بعد ظہور نورانی کا نور ہے اگر وہ موجود ہوتا تو دنیا کے واسطے اسقدر کوشش خود یہ لوگ
نکرتے جسکا نتیجہ سوائے چند روزہ زندگی کے کچھ نہیں ہے کیونکہ جب دارالآخرت یقینی ہے تو دنیا میں انسان مسافر ہے حالانکہ اگر دنیاوی سفر میں
کسی جنگل میں کوئی شخص اپنی صنعت کے پتلے بنایا کرے تو تم لوگ اسکو احمق کہتے ہو پھر جب کفار کا حال اس سے بدتر ہے تو تم نے کیوں دھوکا کھایا
کہ اسکو عقلمند بنایا بلکہ وہ بدتر بے عقل احمق ہے لہذا حق تعالی نے فرمایا۔ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ غَمْرَۃٍ سَاھُوْنَ۔ مارے پڑے وہ
اٹکل والے جو اپنی حماقت میں غافل ہیں ف رسولوں سے اور آسمانی کتابوں سے انکار کرتے ہیں حالانکہ جو کچھ قرآن میں مذکور ہے سب سچ ہے
تو جب دار آخرت سچ ہے تو ان کے جھٹلانے کا ضرر انھیں پر عاید ہوگا تو یہی مارے پڑے حالانکہ جہاں اپنی حماقت میں غافل پڑے ہیں کہ ایسا
گھر برباد کرتے ہیں جو ان کی آنکھوں کے سامنے برباد ہے اور تعجب یہ ہے کہ حق بات سے انکار کرتے ہیں یَسْئَلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ۔ پوچھتے
ہیں کہ بدلے کا دن کب ہے ف یعنی اہل حق کو طعنہ دیتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ قیامت آنے والی ہے اور اس دن مومنوں کو جنت ملیگی اور
کافروں کو ان کے کفر کے بدلے جہنم ہے تو بھلا وہ دن کہاں ہے اقول یہ ان کی حماقت کیواسطے صریح دلیل ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اگر کسی شخص سے
کہا جائے کہ ایک دن تیری موت آویگی جب تکلیف کے ساتھ تیری روح کھینچیگی مگر وہ نادان کہے کہ یہ سب غلط ہے اگر سچ ہے تو ہمیں دکھلاؤ کہ
وہ کون دن ہے اب خیال کرو کہ اس شخص کے انکار سے کیا فائدہ ہوگا جبکہ آخر اسکو یہ دن دیکھنا پڑے گا اور اس کے کہنے سے کیونکر وہ آج ہی
آسکتا ہے تو لا محالہ یہ شخص ایک احمق ہے اسی طرح جو لوگ امر حق سے یعنی قیامت وغیرہ سے انکار کرتے ہیں یا یقین نہیں لاتے اور شک کرتے ہیں اور
اپنی غفلت میں پڑے ہیں وہ بھی بدتر احمق ہیں اور اسپر طرہ یہ کہ طعنہ سے پوچھتے ہیں کہ وہ دن کب ہے گویا جہنم کی آگ ان پر محیط ہو تب انکو یقین آوے
لہذا اللہ تعالی نے فرمایا۔ یَوْمَ ھُمْ عَلَی النَّارِ یُفْتَنُوْنَ ذُوْقُوْا فِتْنَتَکُمْ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ یوم الدین وہ دن ہے جس میں یہ
لوگ آگ میں تپائے جائیں گے اب اپنا فتنہ چکھو یہی ہے وہ جس کو تم جلدی مانگتے تھے ف یعنی کفار طعنہ دیکر یوم الدین کو دریافت کرتے ہیں کہ
کب ہے اللہ تعالی نے آگاہ فرمایا کہ یہ دن وہ ہے کہ جس دن یہ لوگ آگ میں ڈال کر مفتون کئے جائیں گے یعنی جیسے چاندی وغیرہ کو آگ میں ڈالکر
مفتون کرتے ہیں یعنی تپاتے ہیں تاکہ اسکا میل ظاہر ہو جائے اسی طرح یہ لوگ یوم الدین کے روز آگ میں تپائے یعنی جلائے جائیں گے اور یہ
اسی کے بدلے عذاب [illegible] میں اس دن ملائکہ طعنہ دینگے کہ لو یہ اپنا فتنہ چکھو یعنی عذاب جہنم کو چکھو یہی وہ وعید عذاب ہے جسکو تم

Marfat.com

دنیا مین جلدی مانگتے تھے یعنی مذاق سے کہا کرتے تھے کہ بھلا وہ عذاب کہان ہو جس سے ہم کو ڈراتے ہو یعنی ایسی دہشت [illegible]
لاتے تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تھوڑے زمانہ تک تم کو مہلت دی تھی پس اب اپنا وہ عذاب چکھو اور یہ اُن کے واسطے [illegible]
من عذاب جہنم واضح ہو کہ ان آیات قدسی مین اللہ تعالیٰ نے کافرون کے اقسام بیان فرمائے اور بہت ایسی نعمتون کی جانب اشارہ [illegible]
عموماً موجود نہ تھین اور اس زمانہ مین موجود ہین کیونکہ قرآن مجید تو قیامت تک سب کافرون پر حجت ہے چنانچہ اس زمانہ مین بہت [illegible]
کہ جہازون و کشتیون سے بکثرت لوگون کو طرح طرح کے منافع حاصل ہین ولیکن بجائے شکر کے اور بجائے ظہور ایمان کے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی
شان مین بے انتہا افک و بہتان کرتے ہین اور دنیاوی محسوسات مین منہمک ہو کر اسی کو اصل مقصود جانتے ہین اور سوائے اس زندگی کے [illegible]
کے بعد جو کچھ حالات ہونیوالے ہون اُن کی بابت محض اٹکل لگاتے ہین بلکہ دنیاوی موجودات مین سے بھی سوائے زمین و اسکی چیزون کے
باقی آسمانی چیزون وغیرہ مین بالکل خراص ہین یعنی اٹکل کے پابند ہین بعضے اپنی رائے سے تجویز کرتے ہین کہ یہ جوف محض خالی ہے اور آفتاب
وغیرہ سیارات ہین آبادیان ہونگی بلکہ دوربین سے آسمان کی جانب نظر اُٹھاؤ تو جھاڑ دار درختون کے مانند اور گھوڑون کے مانند
صورتین نظر آتی ہین اور اُس کے سوائے کوئی آسمان وغیرہ نظر نہین آتا ہے پس ہماری یہ رائے ہے کہ آسمان کچھ نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ اگر اُن کی
دوربین نے کام نہ دیا اُن کی آنکھ سے نظر نہ آیا تو بیچارے آسمان کا کیا قصور ہے اگر اندھے کو سورج نظر نہ آوے تو کیا سورج معدوم ہو سکتا ہے
فافہم بعضے اپنی دوسری رائے لگاتے ہین غرضکہ بعضے کچھ کہتے ہین اور بعضے کچھ کہتے ہین اور ہر ایک اپنی اپنی اٹکل پر ناز کرتا ہے جن کے حق مین قول
اللہ تعالیٰ خوب صادق ہے یعنی قتل الخراصون الذین ہم فی غمرۃ ساہون اور اکثر ان مین سے خالق عزوجل کے وجود سے منکر ہین اور شاید
کل فرقے یہی کہتے ہین کہ لاؤ ہم کو دکھلاؤ یہ بات کہان ہے حتی کہ عاقل اُن کی باتون سے ایسا مایوس ہو جاتا ہے کہ گویا اُن کے سمجھانے
سے خاموش رہنا اپنے حق مین عافیت ہے اور اُن کو سمجھانے سے سوائے مضرت کے کوئی فائدہ نہین ہے اور یہ لوگ ایسے غافل ہین کہ کسیطرح
ماننے والے نہین ہین سوائے اس صورت کے کہ جب آگ پر پیش کئے جاوین تب بلاچاری اقرار کرین گے اعوذ باللہ من عذاب النار ف
واضح ہو کہ اس سورۂ مبارک کے شروع مین عالم کے بعض خاص خاص موجودات کا بیان ہے اور مشائخ کے اقوال مین یہ بات مشہور ہے کہ انسان
عالم اصغر ہے یعنی اس عالم کبیر مین جو چیزین موجود ہین سب کا نمونہ جسم انسان مین موجود ہے تو جن لوگون کو فہم سلیم دی گئی ہے وہ آیات عالم کو
جسم انسانی سے مطابقت دیسکتے ہین چنانچہ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عرائس مین لکھا کہ قولہ تعالیٰ والذاریات ذروا۔ اس کلام مین ذروا [illegible]
مطلق واقع ہے تو ان ہواؤن کی خوبی اقسام کا اشارہ ہے ولیکن ان اقسام کا بیان نہین کیا گیا اور آئین کہتے ہیں کہ ہوائین [illegible]
تو مخصوص ہین اگرچہ ہر قسم کی ہوا کا فائدہ جاننا دشوار ہے بلکہ ہر قسم کی ہوا جس وقت چلتی ہے تو اُس وقت کی اُسکی خوبیان اور اُس کے سبب
نتائج بھی کوئی نہین جان سکتا ہے تو بھلا سب قسم کی ہواؤن کو کیونکر پہچان سکتا ہے اور بعضی ہوائین غیر محسوس ہین [illegible]
بھی فرمایا۔ ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا۔ تو ایسی نسیم عنایات کا حال سوائے اہل کمال کے کوئی نہین پہچان سکتا ہے [illegible]
تعالیٰ فالحاملات وقرا۔ مین بعضے سحاب ہین کہ وہ از قسم غیر محسوس ہین کیونکہ جیسے سحاب آنکھون سے محسوس ہوتا ہے [illegible]
لائق ہے جو تم کو محسوس ہے اور زمین قلب بھی ایک قسم کی زمین ہے تو اُس کا سحاب بھی اُسی کے لائق ہے کہ وہ [illegible]
کے قطرات لیکر عارفین کے سینہ پر برساتا ہے جس سے حقائق دقائق کے نباتات جمتے ہین اسی طرح قولہ تعالیٰ فالجاریات [illegible]
کشتیون کے سوائے اسرار کی کشتیان ہین جو ہوائے عنایت سے ازل کے سمندر مین روان ہوتی ہین اسی طرح قولہ تعالیٰ [illegible]

Marfat.com

[illegible] ان میں جو عارفین کی عقول کہلاتی ہیں اور وہ ہر مقام عبودیت کے لائق امور شریعت کو میزان طریقت کے موافق تقسیم کرتی ہیں اور اسکا زیادہ بیان کرنا فہم عوام سے باہر ہے کیونکہ اُن کی استعداد اس کو متحمل نہیں ہے اور اگر کسی کو کچھ نور معرفت حاصل ہو تو اُسی کیلئے اسیقدر اشارت کافی ہو فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ

البتہ ڈر والے باغوں میں ہیں اور چشموں میں پائے ہیں جو دیا اُن کو اُنکے رب نے وہ تھے اس سے پہلے

مُحْسِنِيْنَ ۭ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

نیکی والے وہ تھے رات کو تھوڑا سوتے اور صبح کے وقتوں میں معافی مانگتے

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝

اور اُن کے مال میں حصہ تھا مانگنے والے اور ہارے کا اور زمین میں نشانیاں یقین لانے والوں کو

وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝

اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سوجھ نہیں اور آسمان میں روزی تمہاری اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا

ع ۱۳ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝ ع

سو قسم ہے رب آسمان کی اور زمین کی یہ بات تحقیق ہے جیسے کہ تم بولتے ہو

جب اللہ تعالیٰ نے آیات قدرت کو صریح بیان فرمایا اور بیان کو انواع قسم سے مؤکد کیا اور آخر میں مشرکوں کو دھمکایا کہ پھر بھی تمہارا انکار کرنا مقتضی ہو کہ یہ کسی طرح زائل نہو سوائے اس صورت کے کہ تم جس سے انکار کرتے ہو یعنی جہنم اسی میں تپائے جاؤ تو ایسے منکروں کا انجام جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہو اور یہ تمہارے تکبر و بدکاری و شرک اٹکل کی پابندی اور دنیا پر بھروسے کا نتیجہ ہو پھر جو بندے کہ ایسے بدکار مشرکوں سے برعکس تھے وہ آخرت میں بھی جہنمیوں سے برعکس یعنی جنت میں ہوں گے کیونکہ وے متقی ہے یعنی شرک و انکار سے تقوی و پرہیز کرنے رہے تو یہ نعمت جنت آخرت میں اُن کیلئے ضرور ہو لہذا فرمایا اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ۔ البتہ ایسے بندے جنھوں نے تقوی کیا وہ باغوں و نہروں میں ہیں فــ چشموں سے یہاں ایسے چشمے مراد ہیں جو جاری ہوں کیونکہ دیگر آیات میں انہار جمع نہر مذکور ہو اور شاید جنت میں نہروں کے سوائے ایسے چشمے بھی ہوں جو جاری نہیں ہیں کیونکہ وہاں تو ہر ایک نعمت موجود ہو اور متقین یہاں افاکین خراصین کے مقابلہ میں ہیں یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت سے انکار کرکے شرک کا افک و افترا باندھتے ہیں اور قیامت و دار آخرت سے منکر ہو کر خیالی اٹکل دوڑاتے ہیں یا فعلاً اپنی اٹکل و قیاس پر یقین واعتقاد رکھتے ہیں تو آخرت میں جہنم کے عذاب سے ہوش میں آویں گے اور اُن کے متقابل میں انکے برعکس جو لوگ متقین ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنی اٹکل کو کچھ دخل نہیں دیتے بلکہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت و دار آخرت سے آگاہ فرمایا ہے اسی طرح یقین و ایمان رکھتے ہیں تو اُن کا اصلی گھر وہ مقام ہو جہاں باغات بے مثل و نہریں و چشمے خوشگوار بے مثل و بے مثال موجود ہیں اور میں نے اس کو بے مثل و بے مثال اسواسطے کہا کہ حق عز وجل نے [illegible] حیات فرمایا ہے تو دنیا میں اس کی مثال موجود نہیں ہو سکتی ہے اسواسطے کہ دنیا میں نہریں و باغات وغیرہ از قسم نباتات [illegible] جمادات ہیں جنمیں حیات کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہے تو حیوانات کے مقابلے میں محض بے قدر ہیں اور دار الآخرت میں اُن کی روحانی

Marfat.com

حیات ونورانی کیفیت ایسی خوشنما وپسندیدہ ہو کہ دنیا کے کفار فلاطون فطرت جن کو حق تعالیٰ [illegible]
محض ہیچ وبے قدر ہیں اور یہاں سے ہر ایمان دار عاقل کو دار الآخرت کی خوبیوں کا کچھ عقلی اندازہ حاصل ہو سکتا ہے [illegible]
نام جنت ہی متقین بندوں کے واسطے خاص کیا گیا ہو اور جب صریح ظاہر ہو گیا کہ افاکین وخراصین کے مقابلے میں یہاں متقین [illegible]
تو بالیقین ظاہر ہو گیا کہ فقط سچے اعتقادات پر فرق ہے یعنی افاکین وخراصین وہ لوگ ہیں جو باطل اعتقادات پر مرے [illegible]
سچے اعتقادات پر مرے تو یہاں رب عزوجل نے اپنے بندوں میں امتیاز فقط اُن کے اعتقاد پر رکھا ہے اور آخرت میں اعمال کو شرط نہیں فرمایا [illegible]
جس بندے کو ایمان عطا ہوا اور عقل دی گئی وہ صاف پہچانتا ہے کہ مخلوقات اپنی حیثیت سے مردہ ہوا اور اُن میں سے جسکو حق سبحانہ تعالیٰ
نے اپنی وحدانیت سے حیات عطا فرمائی سو اسی حی القیوم عزوجل سے بندے کو حیات حاصل ہوئی پس اگر ایک شخص طلوع آفتاب کے بعد سمجھا
اعتقاد لایا تو وہ اس حیات سے سرفراز ہوا اور ذی حیات مقام یعنی جنت کا رہنے والا ہو گیا پھر اگر وہ دوپہر سے پہلے مر گیا تو [illegible]
وہ جنتی ہونے سے خارج نہیں ہو بلکہ اگر ایمان لاتے ہی اس نعمت کی خوشی میں مر گیا تو قطعی جنتی ہو تو اعمال کو مقامی استحقاق میں دخل نہ ہوا یعنی
آخرت کے دو ہی مقام ہیں جہنم یا جنت اور ان دونوں مقام کے واسطے بندے خاص خاص ہیں تو سب مردہ دل خاص جہنم والے ہیں اور
سب زندہ دل خاص جنت والے ہیں پس جنت والا ہونے کیلئے صرف حیات ایمان شرط ہے اور اُس کے ساتھ میں اعمال مشروط نہیں ہیں بلکہ
اعمال تو اس شخص سے ایمان دار کے پھل ہیں ہاں یہ البتہ سمجھنے کے لائق ہو کہ ہر درخت سے اُسی کے پھل پیدا ہونے چاہئیں تو متقی سے ایسے
ہی نیک اعمال پیدا ہوں گے جو اس کے مناسب ہیں کیونکہ اعمال بقصد قلبی وارادۂ باطنی عمل میں آتے ہیں اور جب اُس کے قلب میں ایمان ہے
تو ایمانی ارادے کے موافق اس سے نیک عمل پیدا ہوگا پس اگر ایک شخص ایمان کا دعوی کرتا ہو لیکن اس سے وہی اعمال پیدا ہوتے ہیں جو
مردگی وبے ایمانی سے پیدا ہوتے ہیں تو اسکو بے انتہا خوف کیساتھ رب عزوجل سے ہدایت مانگنی چاہئے تاکہ ایمان صحیح ہو ہاں یہ ممکن ہو
کہ ایک شخص سے مخلوط اعمال پیدا ہوں مثلاً بعضے اصول نیک ہیں اور بعضے جزوی اعمال بد بھی ہیں مثلاً وہ اصولی اعمال مانند نماز وروزہ وغیرہ کے
ادا کرتا ہے اور بعضے گناہ بھی اس سے سرزد ہوتے ہیں تو گویا اُسکی یہ کیفیت ہو کہ اُس کے قلب میں شمع حیات روشن ہو ولیکن اُسکا نور ابھی تک اُسکی
انگلیوں وقدم تک نہیں پہونچا تو کبھی کبھی اُس تاریکی کی وجہ سے وہ بدکاری میں قدم رکھتا ہے بہر حال اُسکا خلاصہ یہ ہوا کہ زندہ دل ومردہ دل کا
مدار فقط ایمان اور کفر پر ہے اور اعمال کو اسمیں دخل نہیں ہے بلکہ زندہ دل سے اُس کے لائق نیک اعمال پیدا ہوں گے اگرچہ کبھی کبھی بعض اوقات
میں بوجہ جسمانی کدورات وشہوات کے وبوجہ شیطانی تلبیسات کے وہ بدکاری میں قدم رکھے تو وہ اپنے مقام جنت میں جانے کیواسطے جبتک اس
لوث نجس سے پاک نہ ہو جائے روکا جائیگا اور پاک ہونا یا تو بطور رحم ہے یعنی عفو ارحم الراحمین سے یا بذریعہ شفاعت رحمۃ للعالمین پاک کیا
جائے یا آگ کے ذریعہ سے پاک کیا جائے لیکن آگ میں ڈالا جانا بطور عذاب نہ ہو گا بلکہ اسواسطے ہو گا کہ وہ اپنے لوث نجس سے پاک ہو جائے اور
چونکہ اُس کے قلب میں نور حیات موجود ہے تو جہنم کو بھی اس سے تکلیف ہوگی کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حدیث میں آیا کہ جب مومنین [illegible]
گذرینگے تو صالحین سے جہنم عرض کریگی کہ آپ جلدی گذر جائیے کہ آپ کے نور سے میری آگ بجھی جاتی ہے (صحیح) پس جہنم کی آگ سے
وہ لوث نجاست چھوٹ کر جہنم میں رہ جائیگا اور وہ بندۂ زندہ دل اپنے اصلی گھر یعنی جنت میں پہونچا دیا جائیگا بخلاف کافر کے کہ وہ بطور
عذاب ڈالا جائیگا اور پاک کرنے کیواسطے نہ ہوگا کیونکہ مردار تو پاک نہیں کیا جاتا ہو کیونکہ تم خیال کر سکتے ہو کہ اگر سور کی سری میں نجاست لگی ہو
اور وہ الاؤ میں ڈالدی گئی تاکہ بال جل جاویں تو نجاست بیشک چھوٹ جائیگی لیکن وہ ذاتی نجس مردار ہے تو پاک نہ ہو جائے گی [illegible]

…ہے کہ اگر اس کے اون مین پیشاب و غیرہ کی نجاست لگ گئی ہو اور وہ ذبح کی ہوئی تھی تو معمولی طور پر اس کو آگ مین جلاکر پاک کر لیتے ہین اور یہان سے معلوم ہوگیا کہ معتزلہ وغیرہ جن جاہل فرقون نے اعمال کو شرط ٹھہرایا ہے وہ معرفت سے غافل ہو کر آیات قدسی کے خلاف اور احادیث نبوی سے منحرف ہو کر اصل معرفت سے غافل ہین اور اس بیان سے معلوم ہوگیا کہ خالی اعمال کی وجہ سے کوئی شخص جہنمی یا جنتی نہین ہو سکتا ہے حتی کہ اگر ایک شخص تمام عمر روزہ و نماز و حج و زکوٰۃ وغیرہ جمیع اعمال ادا کرے لیکن اُس کے دل مین یہ تردد ہو کہ شاید قیامت ہے اور آخرت مین یہ معاملات ہون یا کہے کہ عاقبت کی خبر خدا جانے یعنی مین نہین جانتا کہ موت کے بعد کیا ہے تو یہ اعمال کچھ کام نہ آوین گے اور وہ شخص یہان سے خارج ہے ہان آدمی یہ کہہ سکتا ہے کہ موت کے بعد تو قبر کے واقعات و قیامت و دوزخ و جنت کے واقعات بیشک اتھی حق ہین لیکن مین اپنے حق مین نہین جانتا ہون کہ بعد موت کے میرے واسطے کیا ہونے والا ہے تو یہ صحیح ہے بلکہ ہر ایک آدمی کے واسطے ضروری ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کے حال سے بخوبی واقف نہین ہو سکتا ہان یہ کلیہ یقین جانتا ہے کہ جو بندہ متقی ہے وہ اپنے رب عزوجل کی رحمت سے جنت مین ہے جیسے بیان فرمایا کہ متقین بندے جنات و عیون مین ہین یعنی بہشت مین سرفراز ہین اُن کی سرفرازی کا وصف کوئی بندہ نہین بیان کر سکتا ہے سوائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اگر آپ مفصل بیان فرماتے تو اُس کا کوئی سمجھنے والا بھی نہ تھا لہذا آپ نے اسیقدر بیان فرمایا جسقدر حضرت عالم الغیب و الشہادۃ عزوجل نے اپنے بندون کے واسطے مناسب جانا کہ اُن کی سمجھ مین فرحت و غبطت حاصل ہو اگرچہ وہ اسکی کیفیت سمجھ نہ سکین تو ایسے ہی عنوان سے اس مقصد مین کفایت فرمائی کہ بندگان متقین خوشگوار باغات و عیون مین سرفراز ہین۔ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ۔ لینے والے ہین وہ چیز جو اُن کو اُن کے رب عزوجل نے دی ف شیخ ابن جریرؒ نے اسکے معنی بیان کیے کہ مراد یہ ہے کہ اُنکے رب عزوجل نے جو اعمال اُن پر مفروض فرمائے اُن کو وہ لینے والے ہین یعنی اُن پر پورے طور سے عمل کرنیوالے ہین۔ اقول یہ تفسیر ٹھیک نہین معلوم ہوتی ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر نے اعتراض کیا کہ قولہ تعالیٰ آخذین الخ جملہ حالیہ ہے یعنی متقین جب جنت مین ہون گے تو اس حالت و شان سے ہون گے کہ جو کچھ اُن کو اُن کے رب عزوجل نے نفیس کرامت عطا فرمائی اُسکو لینے والے ہون گے اگر کہا جائے کہ شیخ ابن جریرؒ نے جو تفسیر بیان کی وہی عبد بن حمید اور عثمان بن ابی شیبہ نے اپنے اپنے شیخ سے حضرت سفیان کی اسناد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جواب یہ کہ شیخ ابن کثیرؒ نے دونون اسناد کو ضعیف کہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ تفسیر ثابت نہین ہوئی مترجم کہتا ہے کہ اسناد مین ابو البزار راوی ضعیف ہین اور اگر ثابت بھی ہو تو بھی اُسکے معنی یہ لیے جاوین گے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مراد یہ ہے کہ متقین جب جنات و عیون مین داخل کیے جاوین گے تو وہان اپنے اعمال فرائض و صالحات کا ثواب عظیم پاوینگے یعنی ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال صالحہ کی مقدار سے مراتب حاصل ہونگے۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ۔ یہ لوگ اس سے پہلے نیکوکار تھے ف یعنی دنیا مین جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اُن پر فرائض نازل فرمائے تھے اُنکو عمل مین لاتے تھے اور جو تفسیر کہ شیخ ابن کثیرؒ نے مع دیگر مفسرین کے اختیار فرمائی ہے یعنی متقین جب جنت مین ہون گے تو اس شان سے ہون گے کہ جو کچھ اُن کو رب عزوجل نے نعمت موفور و فرحت و سرور عطا کیا اُس کو لینے والے ہون گے اس بیان کا فائدہ یہ ہے کہ رب عزوجل کا عطا کرنا اپنی کمال رحمت ہے کیونکہ جیسے غضب کا کمال ظہور اہل جہنم کی جانب ہوگا برعکس اُسکے رحمت کا کمال ظہور اہل جنت کی جانب ہوگا چنانچہ حدیث صحیح مین بھی صریح منصوص ہے کہ دنیا مین رحمت الٰہی کے سو حصون مین سے ایک حصہ نازل ہوا اور وہ بھی تمام حیوانات چرند و پرند و جن و انسان وغیرہ مین مشترک ہے پھر قیامت کے روز جمع باقیات کے یعنی کامل سو حصہ رحمت کے اہل جنت پر نازل ہون گے جب یہ معلوم ہوا تو سمجھ لینا چاہیے کہ اسکی کوئی انتہا نہین ہے

پھر اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو کیونکر بے انتہا رحمت کو پا سکتے ہیں بلکہ اپنی استعداد کے لائق اس میں حصہ پاویں گے تو بے انتہا رحمت پاویں گے پھر روز بروز بلکہ دم بدم اُن پر رحمت کا نزول اور انعامات موفورہ کا ظہور ہوتا جائیگا یہانتک کہ بے انتہا ہو جائیگا اور وہ سرفراز ہوتے جاویں گے نہ وہاں کبھی اُکتا دیں گے اور کبھی نہ گھبرادیں گے تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ متقین جب جنت میں داخل ہو جاویں گے تو اس حال سے کہ اپنے رب عزوجل کی نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو دی ہیں یعنی اپنی کمال رحمت اُن کو دی ہے وہ لینے والے ہوں گے یعنی برابر لیتے جاوینگے جہاں تک کہ اسکی شان ہے یعنی اُسکی کوئی انتہا نہیں ہے اور یہ اُن کی سعی مشکور کا عوض ہے کیونکہ وہ لوگ اس سے پہلے دنیا میں محسنین ہیں یعنی حسن اعتقاد پر اپنے دل کو ثابت قدم رکھتے تھے اور احکام الٰہی سبحانہ تعالیٰ برابر ادا کرتے تھے واضح ہو کہ اہل جنت میں بہت سے لوگ اپنے بزرگوں کے ساتھ لاحق کر دیئے جائینگے جیساکہ سابق صریح نص آیت قدسی سے یہ بات مذکور ہو چکی ہے اور یہ درحقیقت اُن بزرگوں کی بڑی کرامت ہے کہ اُن کی اولاد و متوسلین اُن کے طفیل میں اُنکے درجہ میں ساتھ کر دیئے گئے اگرچہ اُن کے ذاتی اعمال اس لائق نہ تھے مگر ان کے بزرگوں کے اعمال اس لائق تھے تو اصل میں اُنھیں کا اعتبار ٹھہرا لہذا ایسے ہی اصول بندوں کے اوصاف بیان فرمائے گئے بقولہ تعالیٰ انھم کانوا قبل ذلک محسنین یعنی یہ لوگ اس سے پہلے مرتبہ احسان پر تھے احسان نہایت عمدہ بندگی کا مرتبہ ہے جسکا بیان حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ تو اپنے رب عزوجل کی بندگی اسطرح ادا کرے گویا تو اُسکو دیکھتا ہے پھر اگر تو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔ ھ یعنی جب یہ بات یقینی ہے کہ میرا رب سبحانہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہے تو میرے کل اعمال بیٹھنا و اُٹھنا و سونا و جاگنا و کھانا و پینا و زکوۃ و روزہ و نماز سب حالت میں ایسے طور ہوں گے کہ میں کام کو کرتا ہوں اور میرا رب مجھے دیکھتا ہے تو وہ غافل نہ ہوگا اور نہ اُس کے اعمال میں بوجہ غفلت کے کوئی شیطانی حصہ ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے ان بندوں کی تعریف فرمائی کہ دنیا میں ایسی ہی خوبی سے بندگی کرنیوالے محسنین تھے پھر اُن کے محسنین ہونے کے بعضے نشان بیان فرمائے ایک یہ کہ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۔ یہ لوگ رات میں سے قلیل حصہ ہجوع کرتے تھے ف ہجوع ایسی نیند کو کہتے ہیں جو خفیف ہو جیسے بولتے ہیں کہ ایک جھپکی لیلی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یعنی رات میں کمتر سوتے تھے دوسری روایت میں کہا کہ کوئی رات اُن پر ایسی نہیں گذرتی تھی کہ جسمیں نماز نہ پڑھیں اور رات بھر صبح تک پڑے سوتے رہیں ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہاں مفسرین کے دو قول ہیں ایک یہ کہ مایہجعون بمعنی نفی ہے یعنی لایہجعون لہذا ابن عباس سے روایت ہے کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ ان لوگوں پر کوئی رات پوری نہیں گذرجاتی تھی کہ صبح تک سوتے رہتے بلکہ ہر رات میں سے کچھ لیتے تھے اگرچہ تھوڑا حصہ ہو قتادہ نے مطرف بن عبداللہ سے روایت کی کہ یعنی کمتر کوئی رات گذرتی تھی جو خالی جاتی ہو مگر یہی ہوتا تھا کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کے واسطے نماز پڑھتے خواہ اول میں یا درمیان میں یا آخر میں مجاہدؒ نے کہا کمتر تھا کہ رات بھر صبح تک پڑے رہتے ہوں تہجد نہ پڑھتے ہوں اور یہی قتادہؒ سے بھی ایک روایت ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ابوالعالیہ نے کہا کہ یعنی یہ لوگ مغرب و عشا کے درمیان نماز پڑھا کرتے تھے حضرت ابوجعفر الباقر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یعنی بغیر نماز عشا اداکئے سوتے نہیں تھے یہ سب اس بنا پر بیان ہوا کہ مایہجعون بمعنی نافیہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اسکی وجہ یہ ہے کہ تمام رات میں سے بہت قلیل سونا بالکل نہ ہونے کے برابر ہے اس سے نہیں ہے قول دوم یہ کہ مایہجعون میں حرف ما مصدریہ ہے پس مایہجعون لے ہجوعہم یعنی یہ لوگ بندگی میں اس صفت کے ساتھ رہتے تھے کہ رات میں سے اُنکا سونا بہت قلیل تھا حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسکی تفسیر بیان کی یعنی وہ لوگ رات میں بہت کم سوتے تھے ان لوگوں نے رات میں نماز کے لئے کھڑے رہنے کی مشقت اُٹھائی پس ایک قلیل حصہ رات کے سوائے دنیا دی خواب راحت کا سونا ترک کیا اور اُن کو اپنے رب عزوجل کی بندگی میں ایسی خوشی حاصل ہوتی تھی کہ شب بیداری کی عبادت کو برابر بڑھاتے رہے یہانتک کہ ...

Marfat.com

بخشے گئے ... وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور سحر کے اوقات مین وہ لوگ مغفرت مانگا کرتے تھے ف مترجم کہتا ہے کہ بعضے
علماء مین سفیان ... ایک لطیف نکتہ بیان کیا کہ جن بندگان صالحین کی صفت بیان فرمائی وہ رات کے اوقات مین درگاہ کرم کے دروازے پر اپنی
بندگی و ضعف و عاجزی عرض کرتے رہے اور بازوئے ہمت سے درگاہ عظمت تک بلند پروازی چاہی کیونکہ اُن کا جذبہ شوق کشان
کشان انکو لئے جاتا ہے اور روح قدسی اپنے جسمی گھوڑے پر سوار ہو کر تیزی سے چاہتی ہے کہ اپنے معدن نور مین جلد پہونچے کہ وہین
اُس کے واسطے فرحت و سرور ہے اس کوشش مین تمام رات گذری یہانتک کہ سحر ہوگئی اُسوقت نالہ و زاری کے ساتھ استغفار کرتے
ہین بلکہ اپنی تمام رات کی عبادت سے بھی مغفرت مانگتے ہین کیونکہ اُن کو خوب معلوم ہے کہ اُن کی یہ عبادت اس بارگاہ عظمت کے لائق نہین
ہے اسواسطے کہ بارگاہ کبریائی قدیم عالی متعالی ہے وہان حادث کو یا حادث سے پیدا ہوئی عبادت کو کچھ لیاقت نہین ہے پس وہ لوگ کہ پیدا
ندامت سے سحر کے وقت استغفار کرتے ہین اور اپنے رب ارحم الراحمین سے بندون کی طرح عاجزانہ دعا کرتے ہین کہ توہی دستگیری فرما کر
ہمکو راہ مستقیم کی ہدایت دیدے جو تیرے مقبول بندون کی راہ ہے جن پر تونے انعام فرمایا ہے فافہم قتادہ بیان کرتے تھے کہ احنف بن قیس
رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر یہی بیان کرتے کہ یہ نیک بندے رات مین بہت کم سویا کرتے ہین پھر احنف کہتے کہ مین اس مرتبہ والے بندون
مین نہین ہون حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے تھے کہ احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے کہ مین نے اپنے اعمال کو جنتی بندون کے اعمال کے
سامنے پیش کیا تو صاف کھل گیا کہ وہ لوگ ہم سے بہت بلند ہین وہ ایسی قوم ہین کہ ہم اُن کے اعمال کو نہین پہونچتے کیونکہ رب عزوجل نے
اُن کے اعمال مین سے ایک یہی عمل بیان فرمایا کہ وہ لوگ رات مین بہت کم سوتے تھے پھر مین نے اپنے اعمال کو دوزخیون کے اعمال سے
مقابلہ کیا تو ظاہر ہوا کہ دوزخی ایسی بد قوم ہے جنمین کچھ بھی بھلائی نہین ہے وہ بدبخت تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جھٹلاتے ہین وہ شقی لوگ تو
اللہ تعالیٰ کے رسولون کو جھٹلاتے ہین وہ احمق لوگ تو موت کے بعد زندگی ہی کو غیر ممکن سمجھکر انکار کرتے ہین پھر مین نے غور کیا کہ آخرین (یہ)
حال تو مین نے دیکھا کہ ہم مین بہتر درجہ کے لوگ وہ ہین جنکے حق مین رب عزوجل نے فرمایا خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ
عَنْهُمْ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا - یعنی ایک ایسی قوم ہے کہ جنھون نے خلط کردیا عمل صالح و دیگر عمل برا ہے کو امید ہے کہ اللہ عزوجل اُن سے
عفو فرماوے اور اللہ تعالیٰ بے انتہا عفو فرمانے والا مغفرت کرنے والا ہے - ف مترجم کہتا ہے کہ حضرت احنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے
اس درمیانی قوم مین بھی اپنے آپکو پورے طور پر دعوے سے داخل نہین کیا بلکہ لطف کلام سے یون فرمایا کہ ہم مین بہتر مرتبہ والے یہ لوگ
ہین یعنی مین اپنے آپ کو اس درجہ والون مین بھی جزم نہین کرسکتا بلکہ اس درجہ مین مین بھی ادنی مرتبہ والا ہونگا اور اس درجہ مین بہتر وہ ہین
جنکا خاتمہ انکی وبدی معلوم ہوا اللہ اللہ اہل الحق اپنے رب عزوجل کی درگاہ مین یونہی ... ادب عاجزی سے قدم رکھتے ہین
کیونکہ اسکی شان کبریائی کے سامنے تمام جہان ہیچ ہے کیونکہ اسکی ذات پاک بالکل سبحانہ تعالیٰ و جل ہے نہ ملائکہ و اُن کی عبادت تمام
انکی عبادت کچھ بھی اُسکی بارگاہ قدس سے لگاؤ نہین رکھ سکتی ہے کیونکہ یہ سب حادث ہے اور اس کی بارگاہ کبریائی قدیم ہے اور جس نے
... نے اپنے رب عزوجل کو کچھ بھی نہین پہچانا اللہ تعالیٰ اُنکو ایمان و ہدایت کامل عطا فرماوے آمین الغرض ان تفسیر اقوال سے آیت قدسی کی یہ تفسیر معلوم ہوئی کہ
ان بندون کی صفت یہی ہے کہ رات مین سے بہت کم سوتے تھے شیخ ابن جریر نے اسی تفسیر کو اختیار کیا اور یہی اقوی ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم
لیکن ظاہر ہے کہ اہل جنت مین سے یہ صفت ان بندون کے واسطے ثابت ہے جو محسنین اصل و اعلیٰ ہین جسکا اشارہ مترجم نے تفسیر
کے پہلے بیان کیا ہے اسکو یاد کرو عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ بنی تمیم مین سے ایک شخص نے حضرت ابی بن کعب

Marfat.com

رضی اللہ عنہ سے عرض کیا حضرت ابی رضی اللہ عنہ قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے کہ یا حضرت قرآن میں ایک ایسی صفت کہ [illegible]
نہیں پاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے ایک جنتی قوم کو ذکر فرمایا اور اُن کی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ رات میں سے بہت کم سوتے تھے اور
ہمارا تو یہ حال ہے کہ واللہ ہم لوگ رات میں سے بہت ہی کم نماز کو کھڑے ہوتے ہیں یعنی مثلاً عشا و وتر وغیرہ کچھ قلیل پڑھ لیتے ہیں حضرت
ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے واسطے مبارکباد ہے کہ جب اُسپر نیند ہجوم کرے تو وہ سو رہے پھر جب جاگے تو اللہ تعالی سے تقوی کرے
مترجم کہتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک نفیس کلام حکمت بیان فرمایا اور یہ علم معرفت ان کو آیات و احادیث کی تعلیم سے حاصل
ہوا کیونکہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی اُمت کے مومنین بندوں کو ارشاد فرمایا ہے کہ عبادات میں ایسی مشقت یکایک
نہ اُٹھاوین کہ آخرکار اُنکی طبیعت اُکتا جائے یا ملال آگین ہو جائے کیونکہ رب عزوجل کی حضوری سے گھبرانا یا اُکتانا نہایت بے ادبی و محرومی
ہے لہٰذا جبتک اُسکو یہ آرزو تھی کہ الٰہی کبھی ایسا بھی ہوگا کہ مین تیری حضوری مین آخر رات کی شب بیداری سے حاضر ہون و لیکن اسکو
میسر نہین آتا تھا تو یہ اُسکے حق مین کمال شوق و عاجزی و بندگی و ادب تھا اور وہ اپنے شوق کی خوبی پر بہت ثواب پاتا رہتا تھا بخلاف
اسکے کہ جب جُھک کر پڑھنے لگا تو ایسی زیادتی اُٹھائی کہ آخر گھبرا کر اُکتا گیا تو وہ ثواب درکنار بلکہ اسکی حالت افسوس کے قابل ہو گئی اور یہ اس وجہ
سے پیش آیا کہ اُسنے بے وقت جرأت کی کیونکہ اعمال کی سواری یہی جسم ہے اور جسم اپنی طبیعت سے عادت کا پابند ہے جیسے ایک شخص
روز پاؤ بھر کھاتا ہو تو جب اُس کو آدھ پاؤ دو تو وہ فاقہ کے مانند تکلیف سے مضمحل و ضعیف نظر آویگا اور اگر وہ پاؤ بھر سے ایک ایک
دو دو نوالہ کم کرتا رہتا یہانتک ایک مہینے کے بعد خود اُسکی غذا آدھ پاؤ رہجاتی تو وہ بدستور چاق رہتا اگرچہ اُسکا جسم کچھ دُبلا ہو جاتا اسیطرح
جس شخص نے یکایک جاگنا شروع کیا تو اُسکی آنکھون پر نیند کا ہجوم ہوا اور حواس مختل ہوے بدن ٹوٹنے لگا اور دل کی خوشی و نشاط اس تکلیف
سے جاتا رہا کیونکہ ہنوز اسکے قلب سے نور روحانی بوجہ پردۂ جسمانی کے طلوع نہین ہوا تھا پس اسکو چاہیئے تھا کہ اول فرائض کے ادا کرنے
مین کوشش کرتا پھر اوقات کو اور اس کی طہارات کو اچھی طرح محفوظ کرتا پھر جب جسم اس مشقت کو برداشت کر لیتا تو اسکے بعد نماز کی اصلی
مناجات یعنی سورۂ الحمد کی دعا کو اور اپنے رب عزوجل کی حمد و ثنا کو حفظ رکھتا اور جب نماز مین حاضر ہوتا تو خواہ امام پڑھے یا خود پڑھے ہر حالت
مین دل سے حمد و ثنا کو اور اپنی بندگی کی دعا کو خلوص کے ساتھ بارگاہ کبریائی مین عرض کرتا اور اگر امام پڑھتا ہے تو جب وہ الحمد للہ رب العالمین
پڑھتا اُسیوقت ساتھ ہی خود یہ بھی دل سے حضور مین عرض کرتا کہ اے رب ہم سب مقتدیون نے اپنی طرف سے یہ ایلچی اپنا پیشوا بناکر تیری حضور
مین حمد و ثنا و دعا عرض کرنے کیلئے حاضر کیا ہے اور جو کچھ یہ عرض کرتا ہے ہم متفق ہین یہ تیری حمد پاک عرض کرتا ہے ہم بھی تیری ہی حمد ادا کرتے ہین
اسی طرح تینون آیات حمد مین دل سے حمد کرتا پھر ایک آیت مشترک ہے کہ وہ حمد و دعا دونون کو مشتمل ہے اسمین بھی موافقت کرتا پھر اہدنا
الصراط سے آخر تک تین آیات دعا ہین تو جیسے وہ امام اپنی طرف سے اور سب کی طرف سے حضور قدس مین یہ عرض کرتا اسی طرح ہر مقتدی بھی
دل سے عرض کرتا جاتا کہ یہی دعا مانگنے کیواسطے ہم نے اپنی طرف سے یہ امام تیری بارگاہ قدس مین حاضر کیا ہے پس اسطرح سے یہ نماز ٹھیک ہوتی
اسیواسطے حدیث مین آیا ہے کہ جسنے سورۂ الحمد نہین پڑھی تو اُسنے نماز نہین پڑھی اور حدیث مین فرمایا کہ امام ضامن ہے یعنی اُسنے اپنے ذمہ یہ عہد لیا ہے کہ تم
سب مقتدیون کی طرف سے مین حضور مین حمد و ثنا اور دعا عرض کرونگا اس سے ظاہر ہے کہ اگر امام نے دل سے کچھ نہ کیا بلکہ دنیاوی خیالات
مین پڑا رہا تو وہ اپنی ضمانت مین ماخوذ رہیگا جیسے مقتدی بھی اگر حمد و ثنا و دعا مین اتفاق نہین کرتا ہے بلکہ غافل ہے تو اُسنے نماز نہ پڑھی کیونکہ حدیث
مین آیا ہے کہ بندے کی نماز مین سے اُس کے لئے فقط اسی قدر ہے جو اُسنے غفلت مین نہین کھویا بلکہ سمجھکر ادا کیا اور دوسری حدیث مین ہے کہ نماز

Marfat.com

یں عاجزی کے ساتھ حمد و ثنا و دعا ہے اگر یہ نہو تو نماز نہیں ہے چنانچہ تیسیر میں امام رزین کی روایت سے اصل حدیث مذکور ہے اور اس سے ظاہر
ہے کہ یہ بات اصل میں سورۂ الحمد میں ہے اسیواسطے حدیث قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین الحدیث۔ میں صلوۃ سے بالاتفاق سورۂ فاتحہ مراد
ہے اسیواسطے حدیث میں اس سورۂ مبارک کی یہ صفت آئی کہ جس نے یہ نہیں پڑھی اُسنے نماز نہیں پڑھی پھر اسکے پڑھنے کا طریقہ ایک یہ ہے کہ تنہا اسکو
ادا کرے اور دوم یہ ہے کہ چند مقتدی مل کر اپنی طرف سے ایک امام کو قائم کریں اور وہ ضامن ہو کہ میں اپنی طرف سے اور تم سب کی طرف سے
حضرت باری سبحانہ تعالیٰ میں حمد و ثنا و دعا عرض کرونگا اور تم سب آمین کہیو اور میری موافقت کیجیو پس جب وہ آیت حمد پڑھے تو یہ لوگ
دل سے اسی طرح موافقت کریں یعنی اے رب ہم سب بھی حمد عرض کرتے ہیں بذریعہ اس امام کے پس ہر شخص اپنے نفس میں بدون غفلت کے
امام کی قرأت کے ساتھ ساتھ عرض کرتا جاوے پس یہی دو طریقہ ہیں الغرض جب اس طرح سے پنج وقتی نماز میں ہدایت ربانی مانگے گا تو وقتاً فوقتاً
تو مراتب بڑھتا جائیگا یہان تک کہ اُن بندون میں داخل ہو جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے وہ انبیا و صدیقین و شہداء و صالحین
ہیں پھر نور ہدایت سے تاریکی جسمانی اور ظلمت شیطانی گھٹتی جاتی ہے اور بجائے اس کے نور روحانی و قوت ملکیہ پھیلتی جاتی ہے اور اس بندے
کو عروج ہوتا ہے یہان تک کہ اسکی قوت روحانی کا ظہور ہو جاتا ہے اور اس روزہ و فاقہ کی مشقت سے جسم میں جو کچھ نقاہت و کمزوری پیدا
ہوئی تھی اس کے عوض میں قوت روحی سے مکافات ہو جاتی ہے بلکہ قوت روحی اصل ہے پس ضعف جسمانی سے اُس کے دماغ و حواس میں
کوئی خلل نہیں پیدا ہوتا بلکہ بہت صفائی و رونق سے اسکے خیالات صاف و پاکیزہ ہو جاتے ہیں اور اُسوقت اُسکو رات کے قیام نماز میں کچھ
پراگندگی و بدحواسی نہیں ہوتی اگرچہ شام سے صبح ہو جاوے بلکہ یاد آلہی کی خوشی میں اُسکی روح کو تازگی ہوتی ہے پس یہ اس مقام پر مختصر کلام
ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ ہو الحکیم العلام۔ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قیام اللیل کے بارہ میں کچھ ذکر حدیث عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ میں بھی
وارد ہوا ہے چنانچہ صحیح میں آیا ہے کہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے (جو علمائے یہود میں سے معانی توریت کے بہت بڑے عالم بلکہ حافظ
تھے اور علمائے یہود اُن کی بہت تعظیم کرتے تھے کیونکہ یہ یہودیوں میں بہت پرہیزگار اور خاندانی عالم تھے تو اُنھوں نے) بیان فرمایا کہ جب
حضرت سرور عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تو گرد و نواح سے لوگ آپ کے دیکھنے کے واسطے
دوڑے چنانچہ میں بھی بہت جلدی اپنے گاؤں سے چلا تاکہ آپکی زیارت کروں حتی کہ میں نے آپکی تشریف لانے کی خبر ایسی حالت میں
سنی کہ جب میں ایک درخت پر چڑھا ہوا خرما توڑتا تھا اور میری والدہ ماجدہ اُن کو چن کر جمع کرتی تھی پس خبر سنتے ہی مجکو اسقدر شوق ہوا
کہ میں درخت پر سے کود پڑا اور میری مان نے تعجب کیا و لیکن میں نے عذر کیا کہ بیشک میں ان کے دیکھنے کا بہت مشتاق ہوں تاکہ مجھے یہ
بات تحقیق معلوم ہو جاوے کہ آیا یہ کوئی جھوٹا شخص ہے یا یہ وہی پیغمبر بزرگ ہیں جن کی نسبت توریت میں بہت بزرگ فضائل مذکور ہیں اور
یہودیوں میں پشتہا پشت سے وصیت چلی آتی ہے کہ جب کوئی عالم مرنے لگتا ہے تو اپنی اولاد میں سے عالموں کو یا دیگر علما کو تاکید وصیت
کر جاتا ہے کہ وہ بزرگ پیغمبر خاتم المرسلین اپنے ملک عرب سے ظاہر ہونے والے ہیں اور زمانہ بہت قریب ہے کیونکہ اُسکے علامات و آثار سب ظاہر
ہو گئے ہیں اور میں تو مرتا ہوں اگر تم اُن کا زمانہ پاؤ تو میرا اسلام عرض کیجیو اور اُن پر ایمان لا کر اُن کی نصرت میں شریک ہوجیو۔ پس میں شوق
میں چلا۔ جب میں مدینہ میں پہونچا تو مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرت ابو ایوب انصاری کے مکان میں اُترے ہیں پس میں آپکی خدمت
میں حاضر ہوا جیسے ہی میری نظر آپکے چہرہ مبارک پر پڑی تو فوراً میں نے پہچان لیا کہ واللہ یہ رسول اللہ ہیں اور یہ مبارک چہرہ ہرگز کسی جھوٹے
شخص کا چہرہ نہیں ہو سکتا ہے (پچھلے زمانہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں عبداللہ بن سلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی

کتاب مین فرماتا ہے یعنی عزوجل: کما یعرفون ابناءہم یعنی علماے یہود اس پیغمبر کو اسطرح پہچانتے ہین جیسا اپنے بیٹون کو ...
اے ابن سلام تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح پہچانا تھا ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین ...
... وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور حق سبحانہ تعالی نے سچ فرمایا ہے بلکہ اپنے بیٹے سے بہت بڑھکر مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کیونکر ہے ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا اسوجہ سے کہ اپنے بیٹے کے حق مین مجھے یہ دغدغہ ہوسکتا ہے کہ شاید
اسکی ماں نے خفیہ کوئی مکر کیا ہو یعنی چوری سے کوئی حرکت کی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین مجھے کچھ دغدغہ بھی نہین آیا بلکہ مین نے
فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی رسول اللہ خاتم النبیین ہین جن کی بشارت توریت سے متواتر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنکر ابن سلام رضی اللہ
عنہ کو نور ایمان کی مبارکباد دی (صحیح البخاری وغیرہ) ابن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر فوراً پہچاننے کے بعد مین آگے بڑھکر آپ کی مجلس مبارک
سے قریب ہوا اور آپ کی زبان مبارک سے جو کلام مین نے سب سے پہلے سنا وہ یہ ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ یا ایہا الناس اطعموا الطعام وصلوا الارحام
وافشوا السلام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنۃ بسلام اے لوگو کھانا کھلاؤ (یعنی محتاجون کو اللہ تعالی کے واسطے کھانا دیا کرو) اور
اپنی قرابت کیساتھ صلہ رحم کرو (یعنی نیک سلوک کرو) اور اپنے درمیان سلام کا افشا کرو (یعنی باہم اہل اسلام جب ملاقات کرین تو
ہر ایک دوسرے کو السلام علیک کہے (یعنی تم کو رب السلام اپنی رحمت مین سلامت رکھے) اور رات مین نماز پڑھا کرو جس حالت مین لوگ سویا کرتے ہین یعنی اہل غفلت جب غفلت
مین پڑے سوتے رہتے ہین ایسے وقت تم لوگ یاد حق مین نماز پڑھو جب یہ باتین کرو تو سلامتی کیساتھ جنت مین چلے جاؤ (یعنی تمہاری ان نیکیون کی قبولیت تمہارے
رب ارحم الراحمین کے یہان یہ ہے کہ وہ تمکو اپنی رحمت سے سلامتی کے ساتھ جنت مین داخل فرمائیگا (صحیح البخاری وغیرہ) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین ایسے غرفات ہین جنکے باہر سے اندر اور اندر سے باہر نظر آتا ہے (یعنی غایت درجہ موتی سے بہتر صفائی ہے اور تجلی باقدرتی ہے)
جب آپ نے یہ فرمایا تو ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کس کے واسطے ہین (یعنی اگر انبیا علیہم السلام کیساتھ
خاص ہون تو ہم لوگ اسکی ہوس ہی نہ کرین) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسے بندے کیواسطے ہین جو نرم کلام کرے (یعنی حسن خلق
سے موافق سنت کے پاکیزہ کلام کرے) اور طعام کھلاوے (یعنی اللہ تعالی کے نام پر اس کے فقیر بندون کو طعام کھلاوے بلکہ صلہ رحم اور حسن
سلوک مین تونگر اہل قرابتیون و دوستون کو بھی اسی نیک نیتی سے کھلاوے) اور رات کو اللہ تعالی کیواسطے نماز مین کھڑا ہو جس حالت مین لوگ پڑے
سوتے ہین۔ رواہ احمد بسند حسن مترجم کہتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین جو شعر
کہے ہین از انجملہ یہ شعر ہے ع یبیت یجافی جنبہ عن فراشہ ٭ اذا استثقلت بالمشرکین المضاجع یعنی رسول پاک ہے جنکی یہ شان ہے
کہ رات مین اپنے بستر سے پہلو جدا کرکے اپنے رب عزوجل کی یاد مین قیام فرماتا ہے جسوقت مشرکون کی یہ حالت رہتی ہے کہ ان کے پلنگ ان کے
بوجھ سے بھاری پڑے رہتے ہین۔ مترجم نے بیان کیا کہ محمد بن مسلم الزہری اور حسن بصری فرمایا کرتے تھے کہ قولہ تعالی کانوا قلیلا من اللیل ما یہجعون یعنی
یہ بندے رات کے بہت حصہ مین نماز پڑھا کرتے تھے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تعالی سے بھی یہی تفسیر روایت کی گئی ہے کہ
رات مین بہت کم سوتے تھے مترجم کہتا ہے کہ آیت قدسی سے ظاہر تفسیر یہی ہے کہ رات مین بہت کم سوتے تھے یعنی اکثر حصہ رات مین بیداری رکھتے تھے اور چونکہ مقام
عبودیت کی مدح ہے تو خود ظاہر ہے کہ انکی یہ بیداری بطریق عبودیت تھی یعنی اللہ تعالی کی بندگی مین بیدار رہتے تھے اور غافل ہوکر سوتے نہین تھے پھر جن عملون مین کہ
اکثر رات مین وہ نماز مین قیام کرتے تھے تو یہ اسوقت کے حسب حال ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم علم سے مالامال ہوگئے تھے تو انکی بندگی مین یہی عمل ...
بعد مین یعنی طبقہ تابعین مین علم حاصل کرنیکی ضرورت زیادہ ہوئی تو اللہ تعالی کیواسطے علم حاصل کرنے کیلئے شب بیداری اس سے بہتر تھی کہ نفل نماز پڑھا کرے ... نہین

Marfat.com

یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا۔ تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیاءہا یعنی رات مین ایک ساعت علم کا پڑھنا پڑھانا تمام رات کی نفل سے بہتر ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ مشکوۃ کی روایت کا لفظ ہے اور دوسری روایت مین تفکر ساعۃ ہے اور فکر کرنا صفات آلہیہ مین بغیر علم کے غیر ممکن ہے سو کہ بے علم نتوان خدارا شناخت پس تو یہ خود مستلزم ہے کہ علم واجب ہو کیونکہ وہ اس سے مقدم ہے اور یہ قاعدہ مشہور ہے کہ واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے اور خود یہ روایت بھی عموماً مشہور ہو گئی ہے کہ علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے علمائے متقدمین و متاخرین سب کے نزدیک بالاجماع یہان علم سے علم دین مراد ہے پس اصلی مقصود یہ ہے کہ رات کو یاد حق سے غفلت مین برباد نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے بیدار رہے اور وہ شخص اپنے حال کے مناسب یاد آلہی کا جو طریقہ علم نبوت سے بہتر جانے اسی طریقے سے یاد کرے مثلاً ایک شخص زبان عربی نہین جانتا ہے اور اس نے ہمت کی کہ شب بیداری کرے تو اسکے حق مین نوافل پڑھنے سے بہت زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ زبان عربی اس نیت سے حاصل کرنے مین کوشش کرے کہ اس سے وہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک اور حدیث شریف کے معانی و احکام بلکہ اسرار و اشارات کو پاویگا اور اگر وہ مسلمانون کا حاکم ہے اور اُن کی بہبودی کے واسطے غور و فکر کی ضرورت ہے تو جبتک یہ ضرورت باقی رہے تب تک اُسپر یہ فرض ہے کہ نماز نفل مین مشغول نہو بلکہ اس بہبودی کے واسطے غور و فکر و مشورہ کرے اسی طرح اگر عالم ہے اور حالت یہ ہے کہ مسلمانون کے مقابلے مین مشرکین نے ایسے آلات و اوزار بہم پہونچائے ہین کہ مسلمانون کو جہاد مین سختی لاحق ہوتی ہے تو اُسپر لازم ہے کہ بذریعہ علم کے ایسے صنائع و اوزار نکالے جس سے مقابلہ ممکن ہے اور یہ اُس کے حق مین لاکھون نفل سے بدرجہا افضل ہے مترجم کہتا ہے کہ علما اس مقام پر غور سے نظر کرکے اپنی قوم کے گذشتہ حالات پر کس قدر حسرت و افسوس کرینگے کہ اس آخر زمانہ مین بہت کثرت سے علما گذرے جو رات بھر منطق کے اعتراضات و جوابات سوچتے رہتے تھے اور ان خیالات مین بہت دقیق رسالہ لکھتے تھے مگر افسوس ہے کہ وہ دین مین بھی کوئی کام کی چیز نہ تھی کاش نفل پڑھتے تو وہ اس سے کہ مگو نہ بہتر تھا اگرچہ اُنھون نے علم کا اثر لکھو پایونکہ اُن کے علم سے اُن کو یہ ہدایت ملنی چاہیئے تھی کہ اسوقت نفل پڑھنے سے کروڑ گونہ یہ بہتر ہے کہ بذریعہ علم کے اہل اسلام کی قوت کے اسباب ظاہر کرین الغرض یہ شب بیداری محض بندگی کے طور پر ہے اور بندگی کا طریقہ کچھ نفل پڑھنے مین منحصر نہین ہے بلکہ آیات و احادیث سے جو بات اس کے حق مین افضل ثابت ہو اس طریقے سے بندگی مین بیدار رہے فافہم واللہ تعالیٰ ہو الہادی الی سواء السبیل واضح ہو کہ اس آیت مین بعض علماء نے دوسرے طریقے سے تفسیر بیان کی ہے چنانچہ دونون تفسیرون مذکورہ بالا سے جداگانہ قول ہے چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا جاتا ہے کہ آیۃ قدسی مین کانوا قلیلاً۔ بیان محسنین ہے یعنی انہم کانوا قبل ذالک محسنین کانوا قلیلا۔ یہ لوگ اس سے پہلے محسنین تھے جنکی تعداد قلیل تھی پھر ابتدائے کلام سے فرمایا من اللیل ما یہجعون۔ کچھ رات مین خواب نہین کرتے تھے مترجم کہتا ہے کہ شاید ضحاکؒ کی مراد یہ ہے کہ اس ترکیب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہر رات مین خواب سے بیدار ہو کر نماز مین قیام کرتے تھے یہان تک کہ سحر ہو جاتی تھی پھر سحر کے وقت استغفار کرتے تھے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس قول مین تکلف بعید ہے مترجم کہتا ہے کہ قول اول مین جو شیخ ابن جریرؒ کے نزدیک مختار و پسندیدہ ہے اور اس قول ضحاکؒ مین صرف یہ فرق ہے کہ اول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رات مین سے کم حصہ سوتے تھے اور قول ضحاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رات مین کچھ دیر جاگتے تھے اللہ کی دانشی کا فرق ہوا اور صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے زمانہ مین قریب تہائی رات گئے تک تو نماز عشاء وغیرہ سے فراغت رکھتے پھر تھوڑی دیر سونے کے بعد قریب ایک تہائی کے رات باقی رہتی تھی کہ اس وقت خواب سے اُٹھکر تہجد و تلاوت مین مشغول رہتے تھے تو ثابت ہوا کہ دو تہائی رات بیداری مین اور ایک تہائی خواب مین گذرتی تھی پس خواب

Marfat.com

کی مقدار قلیل ہوئی پھر ان کے بعد اُمت مین سے بھی جو لوگ تہجد کا التزام رکھتے ہین اُن کی بھی قریب [illegible]
پھر صفت دوم یہ بیان فرمائی کہ وہ لوگ سحر کے اوقات مین استغفار کرتے تھے استغفار کے معنی ظاہر ہین یعنی اللہ تعالیٰ [illegible]
مغفرت مانگنا ولیکن حضرت مجاہدؒ وغیرہ نے استغفار کی تفسیر یہ بیان فرمائی کہ یستغفرون اے یصلون یعنی نماز پڑھتے تھے اور ابن [illegible]
حاصل کلام یہ ہوا کہ رات کی بیداری مین وہ لوگ نفل عبادت بطریق تہجد و تلاوت وغیرہ کے ادا کرتے تھے اور سحر کے وقت [illegible] نماز ادا کرتے
تھے اور دیگر علمائے مفسرین نے کہا کہ وہ لوگ رات مین قیام کرتے تھے اور استغفار کرنے مین سحر کے وقت تک تاخیر کرتے تھے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اگر
نماز کے اندر یہ استغفار ہو تو بہتر ہے یعنی دونون تفسیرین جمع ہو جاتی ہین گویا مجاہدؒ وغیرہ کی یہ مراد ہے کہ نماز کے پڑھنے مین استغفار بھی کرتے تھے اور
حدیث مین ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی روایت کی کہ ہر رات کو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی جانب
نزول فرماتا ہے جب تہائی رات آخر کی باقی رہتی ہے پس فرماتا ہے کہ کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ مین اُس کی توبہ قبول کرون اور استغفار کرنے والا ہے
کہ مین اُسکی مغفرت کرون اور کوئی مراد مانگنے والا ہے کہ اُسکی مراد عطا کی جاوے پھر برابر یہی شان رہتی ہے یہانتک کہ فجر طلوع ہو [illegible]
اور سحر کے وقت استغفار مین خاص اسرار ہین چنانچہ جب یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹون کو فرمایا سوف استغفر لکم ربی۔ چنانچہ سورۂ یوسف مین
منصوص ہے تو بہت سے مفسرین نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُسی وقت استغفار نہین کیا بلکہ وقت سحر تک تاخیر فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم
پھر اللہ تعالیٰ نے ان بندون کی تیسری صفت بیان فرمائی۔ وَفِيٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۔ اور ان بندون کے مالون
مین سوال کرنیوالے کا اور محروم کا حق ہے ف یعنی یہی ایسے بندے تھے کہ سائل کو اور محروم کو انھین کے مالون مین سے نصیبہ ملتا تھا بلکہ یہ لوگ
ایسا اہتمام رکھتے تھے کہ گویا اپنے مال مین اُنکا حق ٹھہرالیا تھا کیونکہ اپنے رب عزوجل سے کمال محبت رکھتے تھے تو اسکی رضامندی کیلئے اپنے
نفس پر حق لازم کر لیا تھا کہ مسکین و یتیم و اسیر کو حصہ دین پس اسمین زکوٰۃ فریضہ و صدقات نفل دونون شامل ہین اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سائل کا حق ہوتا ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار آوے (رواہ احمد و ابوداؤد) مترجم کہتا ہے
کہ ابن ماجہ مین بھی یہ روایت موجود ہے اور اسمین بھید یہ ہے کہ شاید وہ گھوڑا جسپر سوار آیا ہے اسکی ضرورت مین داخل ہے مثلاً اسکو اپنے وطن تک چند
منزل جانا ہے تو اُسکے پاس گھوڑا دیکھکر کسی کو یہ بدگمانی نہ کرنا چاہیے کہ حرام طور پر بے ضرورت سوال کرتا ہے مترجم کہتا ہے کہ بہت سے مشائخ
متاخرین نے بیان کیا کہ جو لوگ مسجد مین نمازیون سے سوال کرتے ہین اُنکو نہین دینا چاہیے بلکہ دینے مین بجائے ثواب کے خوف عذاب ہے (العالمگیریہ
وغیرہ) مترجم کہتا ہے کہ اس اہتمام کی وجہ یہ ہے کہ اول تو مسجد ایسا مقام ہے کہ وہان خالص بارگاہ کبریا جل شانہ سے اپنی محتاجی عرض کی جاتی ہے
پس وہان عوام الناس سے سوال کرنا بے ادبی ہے بلکہ عوام الناس کے دل سے ہیبت خانۂ خدا کم ہو جائیگی تو ایسے سائلون کا سوال کرنا سخت
بے ادبی ہے اور لوگون کا دینا عین معصیت مین مددگاری ہے علاوہ برین اگر ایسے لوگ روکے نہ جاوین تو وہ نمازیون کو تنگ کرینگے حتی کہ
لوگ ان گستاخیون کے خوف سے مسجد مین آتے ہوئے پراگندہ خاطر ہونگے کیونکہ وہان وہ لوگ اپنے ساتھ روٹی و اناج باندھے ہوئے
نہین لا سکتے ہین بلکہ دنیا کی لوث سے پاک ہوکر مسجد مین آتے ہین تاکہ ایکدم دنیا کی نجاسات سے اور اسکی زینت دیکھنے سے پاک مجرد ہون اسیواسطے مسجد
مین جھاڑ و فانوس و سونے و چاندی وغیرہ کی آرایش بکثرت علمائے محققین نے مکروہ رکھی ہے اور اس بارہ مین ایک حدیث بھی وارد [illegible]
اور واضح ہو کہ یہان ایک مسئلہ دیگر ہے یعنی بکثرت لوگون نے مسلمانون کی شکل مین اپنا یہی پیشہ اختیار کیا ہے کہ گھر گھر اور در بدر [illegible]
کی صدائین کہتے پھرتے ہین تو آیا ان لوگون کو دینا چاہیے یا نہین چاہیے جواب یہ کہ پہلے ہمکو یہ کلیہ اصول یاد رکھنا چاہیے کہ یہان [illegible]

ددوسرا یہ کہ سوالی جو دینے والے کو بدگمانی نہ کرنا چاہیئے بلکہ نیک نیتی سے سائل کو حاجتمند سمجھکر اللہ تعالی کے واسطے دیوے اگرچہ وہ گھوڑے پر
سوار آوے ولیکن یہ شرط ہو کہ جس سکے دینے مین یہ بات نہ پائی جاوے کہ اُسنے گناہ کرنے پر مدد کی چنانچہ مسجد کے سائل کا مسئلہ مذکور ہو چکا اب ہم
دیکھتے ہین کہ در بدر سوال کرنیوالے اکثر ثابت ہوے کہ وہ اپنے گھر سے مستغنی بلکہ مالدار بلکہ اسقدر مال رکھتے ہین کہ ان پر زکوۃ واجب ہو لیکن شیطان کی بیحیائی
ان پر چھائی ہوئی ہو تو دربدر مانگنا اُنھون نے اپنے نزدیک عمدہ پیشہ تجویز کیا ہو اور دن بھر صبح سے شام تک مارے مارے پھرنا اور ہر دروازے پر چلانا اور
بے انتہا خوشامد کے الفاظ بیان کرنا ایک مشقت سخت ہو جو شیطان کی زینت سے ان پر آسان ہو پس ان لوگونکا سوال محض حرام ہو اور یہ مال ان کو محض
خبیث و جہنم کا عذاب ہو پھر اگر وہ مالدار نہو اور نہ اُسنے اپنا پیشہ بنایا ہو لیکن اُسوقت اسکو محتاجی ہو تو دیکھا جاوے کہ اگر وہ تندرست و قوی ہو تو موافق حدیث
ترمذی رحمہ اللہ تعالی کے الصدقۃ لاتحل لغنی ولا لذی مرۃ سوی یعنی صدقہ حلال نہین کسی تونگر کو اور نہ کسی قوی تندرست کو (الصحیح) اس شخص کو فقط اسوقت کی
ضرورت رفع کرنے کے سوائے زیادہ حلال نہین ہے پھر اگر اتفاق سے اسکی مزدوری نہ لگی یا وہ بیمار ہو گیا تو پھر اسکو بقدر ضرورت سوال کرنا جائز ہوگا بلکہ
اگر اُسنے عزت کیساتھ سوال نہ کیا اور بھوکا لیٹ رہا تو پڑوسیون وغیرہ مین سے جسکو خبر ہو اُسپر لازم ہو کہ اسکی دستگیری کرے اور اگر وہ محتاج ہو لیکن اُسنے یہی پیشہ
اختیار کر لیا پس اگر لُنجا یا اپاہج یا ضعیف ہو تو اسکو بقدر ضرورت جائز ہو بشرطیکہ وہ سوال کرنے مین جھوٹا قصہ یا داستان نہ بیان کرے اور اگر اُسنے جھوٹا
بہتان یا قصہ یا بارہ ماسہ سنا کر اپنا مطلب چاہا تو دینے والے مسلمان کو اُسپر سخت انکار کرنا چاہیئے کہ آیندہ تو یہ بہتان وغیرہ مت بیان کر اور ہم جو کچھ اسوقت
دینا چاہتے وہ ہرگز تیرے اس مثنوی و قصہ و بارہ ماسہ کا عوض نہین ہو اور اگر وہ تندرست ہو اور اُسنے بذریعہ ایسے ہی جھوٹے قصہ بارہ ماسہ وغیرہ کے سوال کیا
تو اسکے حق مین حرام در حرام ہو اور اگر دینے والا اسکی جھوٹی مثنوی وغیرہ پر بدون انکار کے دے تو وہ بھی معصیت کا مددگار رہکر گنہگار ہوگا اسواسطے کہ جو لوگ
ایسے جھوٹے قصہ وغیرہ کی صدا سناتے ہین یہ خود معصیت ہو اور اسکے علاوہ جب ایسے تندرست لوگون نے یہ شیوہ اختیار کیا تو اُنھون نے دربدر اسلام کی بیحرمتی
پھیلائی حتی کہ عوام کفار و مشرکین ہمیشہ ان لوگون کی وجہ سے اسلام کو بنظر حقارت دیکھنے لگے اور طعن سے کہنے لگے کہ کسی ملت کے لوگون مین یہ بیحرمتی کی کثرت نہیں
ہے جیسے مسلمانون مین نظر آتی ہو پس جن لوگون نے ایسے بیہودہ گداگرون کو دیا تو اُنھون نے اُن کو چاٹ لگا کر آمادہ کر لیا کہ ہمیشہ ایسے ہی حرکت پر مضبوط جمے
رہین اور اپنی نادانی سے یہ سمجھے کہ ہم کو صدقہ کا ثواب ملیگا کیونکہ شریعت الہی سے بالکل جاہل ہین حالانکہ اگر یہ لوگ ہاتھ کھینچتے تو وہ قوی تندرست لوگ
اپنی مردانہ ہمت کر کے بذریعہ مزدوری و اُجرت کے اسلام کی عزت باقی رکھتے کیونکہ جنگل سے لکڑیون کا گٹھا لا کر فروخت کرنے کو کسی ملت کے سمجھدار لوگون نے معیوب
نہین لکھا ہو اور خود حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی وعظ بیان فرمایا ہے اور اسی مین اللہ تعالی کی طرف سے عزت و برکت
اور اسلام کی حمیت و حرمت ہو واللہ سبحانہ تعالی ہو الموفق والمعین و ہو الرزاق ذو القوۃ المتین۔ اب ہا یہ بیان کہ آیت قدسی مین اللہ تعالی نے سائل کے
بعد محروم کو بیان فرمایا ہے تو محروم سے کون شخص مراد ہو جاننا چاہیئے کہ معاش دنیا کیواسطے سب سے بہتر طریقہ بالاتفاق جہاد ہو کیونکہ جہاد خالص بغرض
رضائے الہی عزوجل ہوتا ہو اور اس ضمن مین غازی کو مال غنیمت حاصل ہوتا ہو جسکو اللہ تعالی نے حلال فرمایا ہو اس سے بہتر حلال میسر نہین آسکتا پھر مال
غنیمت کے بعد ابوحنیفہؒ کے نزدیک تجارت بہتر ہو اور شافعی کے نزدیک زراعت بہتر ہے اور حدیث مین آیا ہو کہ جب تم لوگ بیع عینہ کرو گے اور بیلون
کی دُم کے پیچھے چلو گے (یعنی زراعت) تو تم لوگون پر ذلت نازل ہوگی اور مشرکین تم پر غالب ہو جائین گے جبکہ تم لوگ دنیاوی زندگی کی ہوس مین
جہاد سے بیٹھ رہو گے (دسنن) لیکن اس زمانے مین تجارت کے طریقے اور وسیلے اسطرح خراب ہو گئے ہین کہ اسمین حرام و فساد سے خالی کوئی صورت نہین نظر آتی
اور زراعت مین بھی فساد ہو لیکن تجارت سے کم ہے ہان ممالک اسلام مین شاید تجارت بدرجہ شرعی میسر ہو واللہ تعالی اعلم پھر جہاد مین اہل ایمان
جو جنگ جاتے تھے اگر اُنھون نے کوئی ملک کفر فتح کیا اور وہ دار الاسلام بنایا گیا تو وہان کے بیت المال مین فتح کرنیوالون کا حصہ ہوتا تھا پس اُنکے نام

ایک دفتر مین لکھ لیے جاتے تھے اور حاصلات خراج وغیرہ اُن کا حق ملتا تھا اور اگر کوئی ملک فتح ہوا [illegible]
کا حصہ دیدیا جاتا تھا پھر اگر غازیون مین سے کوئی شخص بوڑھا ضعیف ہوگیا اور کوئی ہنر وحرفہ بھی نہین کرسکتا ہو تو [illegible]
واسطے اپنے جہاد کا ثواب عظیم موجود ہے لیکن دنیا مین کسی بیت المال مین اسکا نام نہین ہو تو وہ بیت المال کے حصہ سے محروم ہے [illegible]
مجاہد نے فرمایا کہ محروم سے وہ غازی مراد ہی جسکے نام بیت المال مین کوئی حصہ نہین ہو اور وہ ایسا ضعیف ہوگیا ہو کہ کسی قسم کی کمائی نہین کر سکتا [illegible]
اور اسکے مانند حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی اور بعض نے کہا کہ محروم سے ایسا شخص مراد ہی جسکا مال کسی آفت سے [illegible]
ہوگیا ہو اور صحابہ رضی اللہ عنہم یہ معنی جانتے تھے چنانچہ ابو قلابہ رحمہ اللہ تابعی روایت کرتے ہین کہ ملک یمامہ مین ایک مرتبہ پانی کا سیلاب آیا اور [illegible]
ایک شخص کا مال بالکل بہ گیا تو وہان جو لوگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین سے موجود تھے ان مین سے ایک شخص نے کہا کہ یہ شخص بھی محروم [illegible]
مراد یہ کہ آیت مین جو محروم مذکور ہی وہ اس شخص پر صادق ہی اور بعض علما نے کہا کہ محروم لغت مین معنی ممنوع ہی پس جس شخص نے باوجود محتاجی کے
عفت اختیار کی اور سوال نہ کیا تو وہ محروم ہی یہ قول قتادہ و زہری رح سے روایت کیا گیا ہی اور اس قول کے موافق مسکین اور محروم دونون ایک ہین اور
زہری رح نے اس قول کیواسطے یہ دلیل بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسکین یہ لوگ نہین ہین جو دروازون پر مانگتے پھرتے ہین
کہ انکو ایک لقمہ یا دو لقمہ دیکر یا ایک چھوارا و دو چھوارا دیکر ٹال دیتے ہین بلکہ مسکین وہ شخص ہی کہ جسکو اپنی کفایت کی مقدار نہین ملتی ہو اور نہ وہ اپنی حالت
ظاہر کرتا ہو تا کہ آگاہ ہو کر اسکو صدقہ دیا جاوے (الصحیحین) طحاوی رح نے بیان کیا کہ اس حدیث کے معنی یہ ہین کہ مستحق مسکین ایسا شخص ہوتا ہو اور یہ مراد
نہین ہی کہ مسکین یہی شخص ہی اور اسکے سوائے جو محتاج لوگ کہ سوال کرتے ہین وہ مسکین نہین ہین کیونکہ وہ تو سب کی نظرون مین مسکین ہین ولیکن انھون نے
اپنی مسکنت کو تمام لوگون مین ظاہر کردیا اور اس شخص نے تقدیر الٰہی کی حفاظت کی تو یہ زیادہ مستحق ہی اور اس کے دینے مین بھی بہت بڑا ثواب ہے
شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا کہ محروم کے معنی مین یہ سب صورتین داخل ہین جو آثار صحابہ و تابعین مین مذکور ہوئین بلکہ بعض علما نے محروم کے معنی مین
ہر ایسے جانور کو بھی شامل کیا جو اپنی غذا حاصل کرنے سے ضعیف ہوگیا ہو حتی کہ اگر کوئی کتا بوجہ زخم یا بڑھاپے وغیرہ کے لاچار ہو جاوے
تو اسکو بھی ٹکڑا روٹی یا پانی دیدینا ثواب ہے مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ثابت ہو کہ ہر ایک جانور کے ساتھ ترس کھانا اور مہربانی کرنا ثواب کا ہے
اور دیگر احادیث مین دو قصہ مذکور ہین ایک یہ کہ مدینہ کے ایک اونٹ نے آپ کو بلایا اور رونے لگا آپنے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور لوگون سے فرمایا
کہ یہ مجھ سے شکایت کرتا ہی کہ مجھ سے اسطرح اور اسطرح مشقت شدید سے کام لیا جاتا ہی اور مجھکو کھانا فقط اسقدر یعنی قلیل دیا جاتا ہے پھر حکم دیا کہ جس شخص کا
یہ اونٹ ہو اسکو بلاؤ اور آخر اس کے بارہ مین اچھی طرح پرداخت کرنے کی تاکید فرمائی اور اسیوقت لوگون کو یہ بھی نصیحت کی کہ تم لوگ اپنی سواریون کو اپنی
نشستگاہ مت بناؤ یعنی ہر وقت ان پر چڑھے مت رہو بلکہ جہان جانے اور آنے مین تم کو مشقت لاحق ہوتی ہو تو اسوقت البتہ سوار ہو اور
دوسری حدیث مین ہی کہ اگلی اُمت مین ایک عورت تھی جو رنڈیون کی طرح بدکاری کیا کرتی تھی ایک دفعہ اُسنے جنگل مین کنوین کے گرد ایک
کتا پڑا دیکھا جو پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹتا تھا (شاید وہ ضعیف کمزور تھا) پس اُس فاحشہ عورت نے اپنی اوڑھنی پھاڑ کر کنوین مین
لٹکائی اور پانی نکال کر اس کے منہ مین ٹپکایا جس سے اسکی جان مین جان آئی پس اللہ تعالیٰ نے اس کے شکرانہ مین [illegible]
تو اس فاحشہ عورت کو بشارت دیدے کہ ہم نے اسکو بخش دیا (الصحیح) وہ عورت اُس بشارت کو سنکر اپنے گناہون پر روئی اور توبہ کر کے متقی ہوگئی
اور ایک حدیث مین مذکور ہی کہ ایک عورت نے ایک بلی کو قید کردیا تھا نہ وہ اسکو چھوڑتی تھی کہ جا کر کیڑے مکوڑے کھالے اور نہ اسکو دانہ دیتی
تھی کہ اسکی جان بچے یہان تک کہ وہ تڑپ کر مرگئی تو اسکی سزا مین یہ عورت جہنم مین داخل کی گئی (الصحیح) الغرض اللہ تعالیٰ نے اہل تقوی کے [illegible]

Marfat.com

[illegible] صفات بیان فرمائیں کہ وہ لوگ محسنین نیکوکار ہونے کے باوجود رات میں کمتر سوتے اور سحر کے وقت مغفرت مانگتے تھے اور جو کچھ
[illegible] تعالیٰ نے اُن کو مال دیتے تھے اُس میں سے سائل ومحروم کا حق سمجھتے تھے تو یہی بندے جنت میں عیش کریں گے کیونکہ دنیا میں اُنکو دار آخرت
[illegible] تھا۔ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ۔ اور اہل یقین کے واسطے زمین میں نشانیاں ہیں اور خود تمہارے
[illegible] میں ہیں پھر کیا تم لوگ دیکھتے نہیں ہو یعنی جن لوگوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے یقین سے کھول دیا ہے اور نور ایمان سے بھر دیا ہے تو
[illegible] روشنی میں اُن کو زمین پر بہت سی آیات قدرت نظر آتی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ظاہر ہے بلکہ خود اپنے نفس میں وہ لوگ
[illegible] سی آیات قدرت دیکھتے ہیں اور خود اُن کا نفس اُن کے اختیار میں نہیں ہے تو دوسری چیزیں کیونکر اُن کے اختیار میں ہو سکتی ہیں پس حق سبحانہ تعالیٰ
[illegible] اُن کو فہم و فراست عطا فرمائی ہے جس سے وہ خوب دیکھتے ہیں کہ قدرت آلہی سے یہ سب چیزیں پیدا ہوئیں اور اُسی کی حکمت کے موافق اپنے اپنے انجام
[illegible] طرف جاتی ہیں پس جو شخص کہ اپنے زعم کے موافق ان میں سے اشیا کو جمع کرتا ہے تو نتیجہ وہی حاصل ہوتا ہے جو اللہ عزوجل نے مقدر فرمایا ہے
[illegible] اہل ایمان ہر چیز کو اپنے اپنے موقع پر سمجھتے ہیں اور سب اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جانتے ہیں ولیکن کفار و مشرکین اس سے اندھے ہیں لہذا اُن پر
[illegible] فرمائی کہ کیا تم لوگ دیکھتے نہیں ہو یعنی ان چیزوں میں کیوں اسقدر منہمک ہو کر اپنے آغاز و انجام کو بھول گئے کیونکہ جو رزق مقدر ہے وہ
اللہ عزوجل کے حکم قضا و قدر میں ہر شخص کی جانب خود تقسیم ہو چکا ہے اور اس گردش عالم سے اُسکا یہی نتیجہ ہے کہ وہ رزق اسکو ضرور پہنچے
[illegible] احادیث میں آیا ہے کہ تم لوگوں کو چاہیئے کہ طلب رزق وغیرہ میں آہستگی و خوبصورتی سے کوشش کرو یعنی اضطراب و گھبراہٹ یا حرص و بے چینی
[illegible] محض بے فائدہ ہے کیونکہ جو مقدر نہیں ہے وہ کسی طرح نہیں مل سکتا ہے اور جو مقدر ہے وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتا ہے پس تمہاری نیک نیتی
[illegible] تدبیر کا نتیجہ بالضرور یہی پیدا ہوگا جو مقدر ہے۔ وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ۔ اور آسمان میں ہے تمہارا رزق اور جو کچھ
تم کو وعدہ دیا جاتا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جس نعمت کا تم کو وعدہ دیا جاتا ہے یعنی جنت کا وہ آسمان میں ہے اور
تمہارا رزق یعنی مینہ کا پانی بھی آسمان سے ہے یہ تفسیر حضرت ابن عباس و مجاہد وغیرہم سے روایت کی گئی ہے پس رزق سے مراد بارش ہے
[illegible] سے انسانی رزق کی چیزیں مانند اناج وغیرہ کے پیدا ہوتی ہیں اور یہ بطریق مجاز ہے اور یہ مجاز یہاں بہت ظاہر ہے اسلئے کہ انسان کا
رزق جن چیزوں سے حاصل ہوتا ہے وہ سب از قسم نباتات یا حیوانات ہیں جو انسانی جسم کے لائق ہیں اور یہ جسم اسی زمین سے پیدا ہوا ہے تو اسکی
غذا بھی اسی زمینی پیداوار سے رکھی گئی ہے یہ بات ہر عام و خاص صغیر و کبیر جانتا ہے تو صاف ظاہر ہو گیا کہ جب آسمان سے رزق قرار دیا تو اسکے
[illegible] یہی ہیں کہ رزق کا سبب آسمان سے ہے پھر سبب بھی دو طرح کا ہے اول سبب حقیقی اور وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور دوم سبب مجازی اور وہ
[illegible] ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے سبب مجازی سے تفسیر فرمائی کہ آسمان سے تمہارے رزق کا سبب پیدا ہوتا ہے اور اُترتا ہے اور وہ
[illegible] نے کہا کہ مراد حکم آلہی ہے اور اس قول کو سمجھانے کیواسطے واضح بیان اسطرح ہے کہ اللہ جلشانہ کا علم قدیم ہے چنانچہ جملہ مخلوقات جو ازل سے
[illegible] اور اُنکے افعال و اعمال و اُنکے رزق وغیرہ سب کا علم حضرت خالق عزوجل کی صفت ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں پھر وہ تقدیر قدیمی موافق علم ازلی کے
[illegible] متعلق ہوتی ہے مثلاً زید جسوقت زید کا پیدا ہونا مقدر ہوا تھا اسیوقت اُسکی ایجاد متعلق ہوگی اور اسی کو قضا و تدبیر آلہی کہتے ہیں علی ہذا القیاس
[illegible] مقدر ہوا تھا اُسی تدبیر قضا سے اُسکو پہونچتا ہے اور اس تدبیر کا مرکز عرش اعلی ہے بقولہ تعالیٰ ثم استوی علی العرش یدبر الامر من السما الی الارض پس عرش سے
[illegible] ہر مخلوق کیواسطے جاری رہتی ہے پس جب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو آگاہ فرمایا کہ تمہارا رزق بحکم آسمانی ہے تو جتنے نیکبخت سعید بندے ہیں سب اپنے رب عزوجل
[illegible] ہیں کہ دنیا میں کسی مخلوق سے التجا کرنا محض بے فائدہ ہے بلکہ ہمارا رزق ہمارے رب عزوجل کے حکم سماوی سے ہم کو حاصل ہوگا

اور اُسکی شان پاک ہین تغیر محال ہے تولامحالہ جو کچھ مقدر ہوا ہے وہ ہم کو پہونچے گا اگر کوئی کہے کہ [illegible]
کہ تدبیر تمہارے افعال ہین اور افعال بھی مقدرات ہین پس جس شخص کیواسطے جو فعل مقدر ہوا ہے وہ ضرور اسکو عمل مین لاویگا [illegible]
خیال محض خام ہے کہ ہم تدبیر کرین یا نہ کرین گے کیونکہ اگر زید کا رزق بعد اس کے چند اعمال کے مقدر ہوا ہے تو وہ خواہ مخواہ ان اعمال کو [illegible]
اور یہ ایک دقیق معرفت ہے کہ جسکے بیان کیواسطے بہت وسعت درکار ہے بلکہ سمجھنے کیواسطے بھی ایمانی عقل درکار ہے [illegible]
حاصل ہوجاتا ہے وہ بغیر بیان کے تھوڑی فکر سے سمجھ لیتے ہین اور جن کو نور ایمانی حاصل نہین ہے اُن کیواسطے ہزار ورق کا بیان [illegible]
یاد رکھنا چاہیئے کہ اہل ایمان مین سے بعضے بندے ایسے ہین جنکے لئے آخرت مین درجات عالیہ ہین اور دنیا مین اُنکے اعمال [illegible]
جو بذات خود جنت کے پودے ہین تو ایسے جوانمرد اپنے خلوص نیت کی وجہ سے ایسے خالص اعمال کی توفیق دیئے جاتے ہین جو اُنکے واسطے آخرت [illegible]
ہین اور دنیا مین خفیف عمل کے نتیجہ مین اُن کا رزق اُن کو مل جاتا ہے اور چونکہ جوانمردی سے وہ لوگ دنیا مین سے قدر کفاف پر ثابت قدم [illegible]
خفیف عمل سے کفاف رزق لے لیتے ہین اور باقی اوقات مین اپنے خالص اعمال کرتے ہین جو بالکلیہ جنت کے پودے ہین بخلاف کمزور لوگون کے
کہ وہ کفاف پر صبر و ثبات نہین کرسکتے تو اپنا زیادہ وقت وہ لوگ تردد معاش مین صرف کرتے ہین پھر اگر وہ اہل و عیال وغیرہ کی پرورش [illegible]
نیک نیت سے بھی ہو تو یہ نیک کام ہوجائیگا اور اسکا ثواب بھی ملیگا لیکن یہ عمل بالکلیہ اپنی ذات سے جنت کا پودا نہین ہے اور سابق مین مترجم نے
یہ تحقیق بھی بیان کردی ہے کہ حمد و تسبیح وغیرہ اگرچہ ذاتی نیکی ہین لیکن کبھی تدبیری اعمال اُن سے بہتر ہوجاتے ہین مثلاً مسلمانون کا امام اور اسکے
ساتھی امراء و وزراء وغیرہ جو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے ملک اسلام کی حفاظت کیلئے ایسے علوم و فنون حاصل کرین جن سے کفار کا حملہ روک سکین پس
اگر بدون اسکے حفاظت دشوار ہو تو یہ اُن پر فرض ہے بلکہ اُسوقت کے علماء پر فرض ہے تو قانون شرع سے ہم نے صاف پہچان لیا کہ جب یہ کام
اُن پر فرض ہے تو اسکے بجالانے مین ان کو فرض کا ثواب حاصل ہوگا اور حمد و ثنا و تسبیح وغیرہ نوافل ہین کیونکہ کسی شخص پر یہ فرض نہین کیا گیا کہ
سوائے پنج وقتی فرائض کے دیگر اوقات مین اُسپر تسبیح و تہلیل فرض ہے تو اُسکو نفل کا ثواب حاصل ہوگا اور نفل سے فرض بہت اعلیٰ ہے اور اسی سے
معلوم ہوگیا کہ انسانی کام جنکو تدبیر کہتے ہین اُن کی حکمت دریافت کرنا بہت مشکل ہے اور نہایت آسان طریقہ قانون شرع ہے اسیواسطے
جب اُمت اس قانون پر ثابت قدم ہو تو شیطانی جہل و ضلالت سے محفوظ رہیگی اور جس فرقے نے شرع کو چھوڑا وہ کبھی گمراہی سے بچ نہین سکتا ہے
کیونکہ اس صورت مین وہ اپنے نفس کی رائے پر ہوگا اور نفس موافقت شیطانی کبھی اسکو راہ راست پر نہ رکھے گی اگرچہ وہ اپنی جہالت سے سمجھے کہ مین
بہت ٹھیک راہ پر ہون بلکہ مین شریعت کو چھوڑ کر حقیقت کو طے کرتا ہون لیکن اس دعوی سے اس کی ضلالت بڑھتی جائے گی اسی طرح بہت
جاہل صوفیہ نے دنیاوی مکر کیلئے عوام کو بہکایا کہ تدبیر کچھ چیز نہین ہے اور توکل کے خلاف ہے اور چونکہ شریعت پر چلنا ایسے مکارون سے
محال تھا تو عوام کو بہکا کر طریقت کا جال پھیلایا کیونکہ شریعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ برقرار رکھا کہ شیطان اسی راہ پر
کبھی نہین چل سکتا ہے اور سوائے شریعت کے کوئی ایسی چیز نہین ہے جس سے عموماً تمام مسلمان کیواسطے امتیاز ہوسکے چنانچہ کرامت سے بھی امتیاز غیر ممکن
ہے اسلئے کہ کرامت کی ظاہری صورت یہ ہے کہ ولی کے ہاتھ پر ایسی بات ظاہر ہو جو عادت کے خلاف ہو لیکن جس شخص کے ہاتھ سے ایسی خرق
عادت صادر ہو اسکو ہم ہرگز نہین پہچان سکتے کہ یہ بطور کرامت ہے یا بطور استدراج ہے کیا نہین دیکھتے ہو کہ شیطان و دجال وغیرہ کے ہاتھ
سے خرق عادات ظاہر ہوتے ہین بلکہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ دجال اپنے وقت مین آسمان کو حکم کریگا وہ اسیوقت پانی برسا دیگا
اور زمین کو حکم کریگا وہ اُسی وقت نباتات اُگا دیگی بلکہ وہ اُسیوقت بڑھکر تیار ہوجاویگی پس یہ اُمور اُسکے ہاتھ سے [illegible]

ہم کو ہرگز نہ چاہیئے کہ کسی شخص کے ہاتھ سے کوئی خرق عادت دیکھکر اس کے معتقد ہو جاویں کیونکہ ہرگز ہم کو کرامت و استدراج میں فرق ظاہر نہیں ہوگا سوائے ایک طریقہ کے جو ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ نے پنج وقتہ نماز میں مامور کر دیا ہے اور وہ صراط المستقیم ہے پس اگر یہ شخص جسکے ہاتھ سے خرق عادت ظاہر ہوا ہے شریعت کی صراط المستقیم پر قائم ہو تو پہچان حاصل ہوگئی کہ وہ ولی ہے اور اگر وہ شریعت سے مخالف ہو تو دیکھا جاوے اگر وہ اکثر اوقات حالت جذب میں رہتا ہے تو اُسکو چھوڑ دینا چاہیئے کیونکہ ہم کو کچھ فائدہ نہیں ہے اور اگر وہ ہوشیار ہے مگر شریعت سے منحرف و فاسق ہے تو بقول امام غزالی وغیرہ مشائخ محققین کے اگر وہ ہوا میں اُڑے تو چڑیا بلکہ اُسکے پیا کھر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور اگر دریا پر چلے تو سیاہی کیڑے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور جو بندہ کہ اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول علیہ السلام پر ایمان لایا اُسپر فرض ہے کہ اس منحرف سی دور رہے اور اگر اُسنے دنیاوی نفع کے لالچ سے اسکی خدمت میں اعتقاد پیدا کیا تو یہ خود بھی دنیا کا کتا ہو گیا اور یہ قاعدہ ہے کہ ہمیشہ ہمجنس چیزوں میں اتحاد ہوتا ہے پس جب یہ شخص خود بھی باطنی صورت میں مردود ہے تو لامحالہ شریعت سے بیزار ہو کر ایسے ہی فاسقوں کا پیرو کار ہو جائیگا نعوذ باللہ من الضلال الحاصل دنیا میں جو کچھ رزق کسی بندے کو حاصل ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر مقدر سے اور اُس کے اسباب حکمت یعنی بارش وغیرہ سے ملتا ہے اسمیں دنیاوی کسی مخلوق کو کچھ بھی دخل نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مینھ کا پانی وہی نافع ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے رزق مخلوقات کیواسطے نازل فرمایا ورنہ اکثر اوقات پانی برسنے سے سوائے کیچڑ اور خرابی کے رزق کا ظہور نہیں ہوتا ہے اگرچہ اسمیں نزداہ حکمت کے ہیں خیر یہ ضمن تھا اور اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جنت کا وجود آسمان میں ہے اور حدیث معراج وغیرہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اور زمین کی طبقات مانند آسمان کے ہیں کے بہت دور تک متعدد سات طبقہ ہوں تو جہنم سب سے نیچے ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے وقت کے ایک بزرگ کا قصہ بیان کرتے تھے جنکا نام واصل الاحدب رحمہ اللہ تعالیٰ ہے اور احادیث صحاح کے راوی بھی ہیں۔ سفیان الثوری رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ اُنھوں نے یہی آیت پڑھی وفی السماء رزقکم وما توعدون پھر کہا کہ کیا مجھے اس بات کا یقین نہیں ہے کہ میرا رزق آسمان میں ہے اور میں اُسے زمین میں ڈھونڈھتا پھرتا ہوں پھر جا کر ایک کھنڈل میں بیٹھ رہے یعنی جنگل کے غیر آباد جگہ میں جو اُجاڑ کھنڈل تھا وہاں جا کر بیٹھ رہے تاکہ تنہائی میں اچھی طرح حق تعالیٰ کی یاد کریں پھر وہ وہاں تین دن تک رہے اور کچھ رزق نہ آیا ولیکن انکی صدق نیت میں کچھ تردد یا فتور نہ تھا پھر جب چوتھا دن ہوا تو ناگاہ ایک ٹوکری اُن کو پہونچی جسمیں کچھ تازہ پختہ چھوارے تھے اور ان حضرت کا ایک بھائی تھا وہ اُن سے بھی زیادہ نیک نیت تھا وہ بھی وہیں چلا گیا جہاں یہ بیٹھ رہے تھے تو اُس کے پہونچنے پر خرما کی دو ٹوکریاں آنے لگیں پھر تا زندگی دونوں زندہ رہے اُن کا یہی طریقہ رہا یہاں تک کہ موت سے دونوں دینی بھائیوں میں جدائی ہو گئی رحمہما اللہ تعالیٰ بالجملہ آسمان میں ہر ایک کا رزق مقدر ہے اور جو کچھ ہر ایک کو وعدہ دیا گیا یعنی اسکے اعمال مقدر وہ بھی آسمان میں ہے کیونکہ تمام اُمور کی تدبیر عرش سے ہے فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۔ پس قسم ہے آسمان و زمین کے پروردگار کی کہ یہ بات بیشک حق ہے مثل اسکے کہ تم بات کہتے ہو فقط یعنی جیسے تم میں سے کوئی شخص زبان سے بات کرتا ہے تو اسکو کچھ شک نہیں ہوتا کہ میں ہی بات کرتا ہوں اسیطرح جو کچھ مذکور ہوا یہ بالکل حق ہے جسمیں کچھ بھی شک نہیں ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھائی کہ قیامت قائم ہونا اور جزا و سزا ہونا اور جنت و دوزخ کا وجود اور دنیا میں ہر ایک کا رزق آسمان سے ہونا وغیرہ جو کچھ مذکور ہوا بالکل حق ہے اور تم کو اسپر ایسا یقین کرنا چاہیئے جیسے تم باتیں کرتے وقت ٹھیک یقین کرتے ہو کہ میں نے بات کی کیونکہ اسمیں انسان کو بالکل شک نہیں ہوتا ہے اور اہل عرب جب بات کی نسبت بالکل حق ہونے کی مثال دینا چاہتے تو ایسے ہی اُمور سے مثال دیتے ہیں چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ

ایسے موقع پر یون کہتے تھے کہ یہ بات بالکل حق ہے جیسے تو یہان بیٹھا ہے اور یہ محاورہ ایسے موقع پر بولتے ہیں جہاں [illegible]
ہوتی مترجم کہتا ہے کہ یہ بلیغ محاورہ لطف عقل کے ساتھ واقع ہوا ہے اور اُس کا بیان یہ ہے کہ جو امر کسی شخص سے بیان کیا [illegible]
ہوا ہے اور جملہ خبریہ ایسے کلام کو کہتے ہیں جو یکایک سنکر سچ اور جھوٹ کا احتمال رکھتا ہو اگرچہ کسی قرینہ کی وجہ سے اسکا یقین کیا جائے لیکن [illegible]
ذات سے جھوٹ کا بھی احتمال رکھتا ہے اور کلام کی دوسری قسم جملہ انشائیہ ہے جسمین سچ اور جھوٹ کا احتمال غیر ممکن ہے جیسے امر و نہی اور دعا
وغیرہ مثلاً کسی شخص نے دعا کی تو دعا کرنیوالے کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ سچا یا جھوٹا ہے بخلاف ایسے شخص کے جو خبر بیان کرے کہ آج [illegible]
تو یہ محتمل ہے کہ سچا ہو یا جھوٹا ہو پھر جب اللہ تعالیٰ نے بندون کے انجام کار کی خبر بیان فرمائی تو وہ اسوجہ سے بالکل سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیان
فرمائی ہے تو اس کی سچائی کو جملہ انشائیہ سے تشبیہ دی جسمین جھوٹ اور سچ کا احتمال نہین ہوتا ہے گویا یہ جملہ خبریہ جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ایسا جملہ خبریہ
ہے کہ وہ جملہ انشائیہ ہو گیا فافہم اور اس آیت قدسی کی بہت زیادہ تعظیم فرض ہے حتیٰ کہ جو مسلمان اس آیت کو سنے وہ فوراً اپنے قلب کو حاضر کر کے
آخرت کو سامنے کرے گویا وہ دیکھ رہا ہے کیونکہ اسمین حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھائی ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس قوم نے اس آیت کو سنکر تصدیق نہ کی وہ تو کمبخت قوم خوار ہو کہ اُس کے رب نے اپنی ذات پاک
کی قسم کھا کر بیان فرمایا پھر اس قوم نے سچ نہ مانا (رواہ ابن جریر) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب
رات میں تہجد کے واسطے اُٹھتے تھے تو اس طرح حمد و ثنا بیان کرتے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيَّامُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ
الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ
وَوَعْدُكَ حَقٌّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَقَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ اَللّٰهُمَّ لَكَ
اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَاِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ
وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ اسی طرح خطیب نے سراج مین نقل کیا ہے اور کہا کہ یہ سنن نسائی کی روایت ہے اور
واضح ہو کہ صحیحین وغیرہ مین بھی اس بارہ مین متعدد روایات وارد ہوئی ہین اور تہجد مین بالاتفاق اس دعا کا پڑھنا مستحب و مسنون ہے اور معنی یہ ہین کہ
الٰہی تیرے واسطے حمد ہے تو ہی ان آسمانون و زمین اور اُن کے درمیانی لوگون کا قائم رکھنے والا ہے اور تیرے ہی واسطے حمد ہے تو ہی آسمانون و زمین اور ان کے
درمیانی لوگون کا نور ہے (یعنی منور کرنیوالا یا ظاہر کرنیوالا) اور تیرے ہی واسطے حمد ہے تو ہی آسمانون و زمین و انکے درمیانی لوگونکا بادشاہ ہے اور تیری ہی
حمد ہے تو ہی حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تجھ سے ملنا برحق ہے اور تیرا فرمان برحق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور سب نبی برحق ہین اور محمد برحق ہے
اور قیامت برحق ہے الٰہی مین تیرے ہی واسطے اسلام لایا (گردن جھکا کر مطیع ہوا) اور تیرے ہی ساتھ ایمان لایا اور تجھی پر مین نے توکل کیا اور تجھ ہی کی
جانب بندہ بنکر رجوع لایا اور تیرے ہی نام پاک کے ذریعہ سے مین نے خصومت کی (یعنی تیرا ہی نام لیکر شیطان وغیرہ سے خصومت کی) اور تیری ہی جانب
حکم فیصل کیلیے رجوع لایا پس جو کچھ مجھ سے پہلے ہو گذرا یا پیچھے ہووے سب بخشدے اور جو کچھ مین نے چھپایا یا ظاہر کیا سب بخشدے اور جو اسے بھی زیادہ جو کچھ
تجھے میرا حال خوب معلوم ہے وہ سب بخشدے تو ہی مقدم اور تو ہی مؤخر ہے اور تیرے سوا کسی مین الوہیت نہین ہے اور تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں [illegible]
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یعنی نہ کچھ طاقت ہے نہ قوت ہے سوائے ایسے اللہ تعالیٰ کے نام سے جو اعلیٰ و عظمت والا ہے واضح ہو کہ جب بندہ لاحول
ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہتا ہے تو شیطان کو آدمی پر کچھ قابو نہین رہتا ہے اسواسطے کہ شیطان نے موقع پا کر آدمی [illegible]

Marfat.com

یہ ایک دم کو کہاں حضرت چل گیا تھا اور دوسرے شخص پر حملہ کرنا چاہتا تھا یا کسی گناہ فسق کا ارتکاب کرنے پر آمادہ تھا پھر جب اُس نے یہ کلمہ کہا لیکن اسطرح پر کہ ایک خالی زبان سے یہ الفاظ کہے اور اُسکے معانی کا کچھ دھیان نہیں اور نہ دل میں کچھ اثر ہے تو کہنا اور نہ کہنا برابر ہوا اسیواسطے بہت عوام الناس شیطانی فسق و فجور کے سامنے بارہا ہنستے ہوئے یہ کلمہ کہتے ہیں اور پھر کمبخت خود ہی بداعتقاد ہو جاتے ہیں کہ اس سے کچھ اثر نہوا حالانکہ انہوں نے محض بے ادبی سے اسکو زبان سے کہا تو اس گستاخی کے عوض بجائے پناہ کے قریب تھا کہ وہ عذاب میں پکڑ جائے دوم یہ کہ دل میں عظمت آلہی کے ساتھ یہ بات آئے کہ سوائے رب تبارک و تعالیٰ کے کسی میں کچھ حول و قوت نہیں ہے جب اسطرح ادب سمجھ سے کہیگا تو شیطان کا وہاں نشان نہ رہیگا ہاں اگر پھر غفلت طاری ہو تو پھر شیطان آجائیگا اور یہ بات بالکل حق ہے کہ سوائے حق عزوجل کے کسی میں حول و قوت نہیں ہے اور واضح ہو کہ جب اللہ عزوجل نے ان آیات قدسیہ میں ارحق کو صاف صاف بیان فرمایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی و تشفی کیواسطے آپکے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا کہ حق عزوجل کی حکمت اپنی مخلوقات میں ایسی بے انتہا علم کیساتھ جاری ہے کہ کسی مخلوق کو یہ تاب نہیں ہے کہ اسکی حکمت کو ادراک کرسکے پس اطمینان کرنا چاہیئے کہ ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے بشارت سنائی اور وہی فرشتے قوم لوط پر عذاب کا حکم لیے جاتے تھے اگرچہ ابراہیم علیہ السلام کو اسوقت تک اپنی بشارت کی اور لوطیوں کے عذاب کی خبر نہ تھی پس تسلی رکھنا چاہیئے کہ صالحین اُمت موافق بشارت حق سبحانہ تعالیٰ کے ضرور سرفراز ہونگے اگرچہ بظاہر اسکے سامان نظر نہ آویں اور اقوام منکرین کفار و مشرکین بالضرور خوار ہونگے اگرچہ ظاہر اسباب سے یہ امر بعید نظر آئے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ سب قدرت و عظمت والا ہے اسی کے ہاتھ میں مخلوقات کی پیشانیاں ہیں جو وہ چاہتا ہے وہی واقع ہوتا ہے۔

وقف لازم

هَلْ أَتٰىكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا ۖ قَالَ سَلَامٌ ۚ قَوْمٌ

کیا پہونچی ہے تجکو بات ابراہیم کے مہمانوں کی جو عزت والے تھے جب اندر آئے اُسکے پاس تو بولے سلام وہ بولا سلام ہے یہ لوگ ہیں

مُنْكَرُونَ ۝ فَرَاغَ إِلٰى أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ ۝ فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝ فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ

اوپری پھر دوڑا اپنے گھر کو تو لایا ایک بچھڑا گھی میں تلا پھر اُنکے پاس رکھا کہا تم کھاتے نہیں پھر جی میں ہراسا اُنکے

خِيفَةً ۖ قَالُوا لَا تَخَفْ ۖ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ۝ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا

ڈر سے بولے نہ تو ڈر اور خوشخبری دی اسکو ایک لڑکے ہوشیار کی پھر سامنے سے آئی اسکی عورت بولتی پھر پیٹا اپنا ماتھا

وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ۝ قَالُوا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ۝

اور کہا کہیں بڑھیا بانجھ وہ بولے یوں ہے کہا تیرے رب نے وہ جو ہے وہی ہے حکمت والا خبردار

اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ واقعہ بیان کرکے لوگوں کو تنبیہ فرمائی کہ نیک بندوں کو آخر مراد حاصل ہوتی ہے اور بدکاروں کو آخر ہلاکت و خواری حاصل ہوتی ہے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے وطن میں جہاں نمرود ملعون بادشاہ تھا دین توحید کی دعوت فرمائی تو بادشاہ مع اسکی قوم کے دشمن ہوگئے یہانتک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے گلزار ہوگئی تو نمرود نے خوفناک ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ میری عملداری سے نکل جائیے غور کرو کہ جبتک حضرت ابراہیم علیہ السلام ان لوگوں کے درمیان موجود تھے تو وہ لوگ عذاب عام سے محفوظ تھے لیکن شامت آئی تو انہوں نے خود ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خارج کیا القصہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو ہجرت کیواسطے وحی بھیجی تو انہوں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ میں ہجرت کرنیوالا ہوں تو ہے کوئی بندۂ خدا جو میرا ساتھ دے تو اُنکے باپ وغیرہ کسی نے ساتھ نہ دیا سوائے بی بی حضرت سارہ کے اور اپنے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام کے پھر آپ پھرتے پھرتے آخر قریب فلسطین کے ایک مقام پر اُترے اور وہاں دعوت توحید یاد حق میں

Marfat.com

مصروف ہوئے اور اپنی بسر اوقات کیواسطے کھیتی کرلی اور جنگل مین کچھ گائین وغیرہ پالیں اور لوط علیہ السلام کو اللہ تعالی نے [illegible]
علیہ السلام کی نیابت مین پیغمبر فرماکر ایک قوم کی جانب بھیجا جو کفر و شرک کے باوجود رہزنی وغیرہ کی بدکاریان کرتے اور [illegible]
کیساتھ مرد اغلام کیا کرتا تھا بعض نے کہا کہ عورتین جب متروک کی گئین تو رفتہ رفتہ اُنھون نے چپٹی بازی سیکھی جو ایک قبیح حرکت [illegible]
یہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جنھون نے اللہ تعالی کیواسطے اپنے والدین کنبہ وطن چھوڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ساتھ دیا تھا [illegible]
بسر کی لیکن اُن سے کوئی اولاد نہوئی پھر جب ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرت سارہ
رضی اللہ عنہا کو ایک قسم کا رشک ہوا چنانچہ یہ قصہ سابق مین مفصل گذر چکا ہے اور اب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر ایسے بڑھاپے کو پہونچی کہ [illegible]
سے مایوسی ہوتی ہے ولیکن اللہ تعالی نے چاہا کہ اسکو اپنی قدرت سے سرفراز فرمائے تاکہ دنیا مین بھی مراد حاصل ہو اور یہ بھی چاہا کہ قوم لوط کے بدکارون کو جنمین سے
کوئی بھی ایمان نہ لایا تھا دنیا مین بھی خوار کرے لہذا حضرت جبریل علیہ السلام کو دونون باتون کیواسطے بھیجا چنانچہ جبرئیل علیہ السلام مع اپنے ساتھی فرشتون کے
خوبصورت لڑکون کی شکل مین ظاہر ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس جنگل مین اُنکو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور دل مین سمجھے کہ یہ اچھے مہمان ہین اور ابراہیم
علیہ السلام کا قاعدہ تھا کہ مہمان کے آنے سے بہت خوش ہوتے تھے بلکہ مشہور ہے کہ بغیر مہمان کے تنہا کھانا نہین کھاتے تھے اللہ تعالی نے ان عجیب مہمانون
کا قصہ اپنے خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلایا اور اس پیرایہ سے بیان فرمایا هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ ۔
کیا آچکی تیرے پاس بات ابراہیم کے مہمانون کی جو مکرم تھے ف یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھلا تجھے وہ قصہ ابراہیم کے مہمانون کا پہونچ چکا جن مہمانون
کی صفت یہ کہ اللہ تعالی کے نزدیک مکرم تھے اگر کہا جاوے کہ استفہام کے طریقے سے کیون پوچھا اسلئے کہ اللہ تعالی کو خود خوب معلوم ہے کیونکہ اگر محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو یہ قصہ پہونچا تو سوائے وحی کے کوئی دوسرا طریقہ نہین تو اسلئے کہ آپ خود کچھ پڑھے لکھے نہ تھے تو اگر پڑھے لکھے ہوتے بھی تو تمام عرب اور خصوصاً
آپکی قوم مین نہ علم تھا اور نہ کتاب تھی اور نہ وہ لوگ پیغمبرون کے حال سے واقف تھے یہود و نصاری کہتے ہین کہ نہین بلکہ جب یہ لوگ حضرت
اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد تھے تو ہمارے نزدیک ضرور یہی واقف ہونگے مترجم کہتا ہے کہ ان لوگون نے یہ دروغ اسواسطے
گڑھا تاکہ عناد سے اس کہنے کا موقع ملے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انھین باتون کا بیان کر دیا اور وحی سے نہین پایا ولیکن مترجم کہتا ہے کہ
جھوٹ کہنے والے بھی ایسے بدیہی جھوٹ سے شرم کرتے ہین اسواسطے کہ قطعاً متواتر معلوم ہے کہ عرب کے لوگ پیغمبر کے معنی ہی نہین جانتے تھے بلکہ آدمی کا
پیغمبر ہونا محال سمجھتے تھے یہ صریح قرآن مین بکثرت مذکور ہے اور اس زمانہ سے پیہم متواتر ہے پھر ان لوگون کے بہتان کی کوئی انتہا نہین رہی تو یقینی معلوم
ہے کہ عرب و قریش مین کچھ بھی علم نبوت باقی نہ تھا پس آیت مین اللہ تعالی نے استفہام سے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قصہ فقط وحی سے
معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے وحی بھیجی کہ ابراہیم علیہ السلام کے یہان ضیف مکرمین یعنی بزرگ مہمان آئے ۔ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ جب وہ لوگ ابراہیم کے
یہان داخل ہوئے ف یعنی اسوقت کا قصہ تجھے معلوم ہو چکا کہ جب ابراہیم کے یہان اُسکے بزرگ مہمان آئے جنکی ذات سے نیکون کو [illegible]
بدون کو عذاب و خواری ملی ۔ فَقَالُوا سَلَامًا پس ابراہیم کے مہمانون نے کہا سلاما ف یعنی دستور کے موافق اُنھون نے کلام سے پہلے سلام کیا [illegible]
نے سلم علیکم سلاما تیرے ہلوگ سلام کہتے ہین بلاغت کے علما نے لکھا کہ یہ جملہ فعلیہ ہے جو کسی زمانہ کیواسطے ہوتا ہے بخلاف جملہ اسمیہ کے [illegible]
تو حاصل یہ ہے کہ ملائکہ نے ایسے جملہ سے سلام کیا جو ایک وقت کیواسطے محدود ہے ۔ قَالَ سَلَامٌ ۔ ابراہیم نے کہا کہ تم پر سلام ہے ف یعنی علیہ السلام نے [illegible]
سلام مین جملہ اسمیہ اختیار کیا اسیواسطے علماء بلاغت نے کہا ہے کہ ملائکہ کے سلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب بہتر ہے کیونکہ آپ نے انکو [illegible]
سے ہمیشہ سلامتی کی دعا کی اور حکم بھی یہی ہے کہ جب تمکو سلام کیا جائے یعنی دعا دی جائے تو تم خواہ ویسی ہی دعا دو یا اس سے بہتر [illegible]

Marfat.com

[illegible] قَوْمٌ مُّنكَرُونَ ۔ قوم انجان ہین ف بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگون سے کہا کہ تم انجان قوم ہو
[illegible] سے مہانون کی دلشکنی ہوتی حالانکہ آپنے انکو تکریم کیساتھ لیا تھا بلکہ معنی یہ ہین کہ تم نے پہلے اجازت نہین مانگی مترجم کہتا ہو کہ یہ
سلام ہوا انکو بھی اجازت نہین مانگی تھی لہذا بعض نے کہا کہ آپکا یہ مطلب تھا کہ اس ملک کے لوگ ایسی خوبصورت شکل و وضع مین نہین دیکھے گئے تم لوگ ان پہچانے
ہوئے لوگون سے علاوہ ہو بعض نے کہا کہ ایسے تکلفات کی کچھ ضرورت نہین ہو بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان لوگون سے یہ کلمہ نہین کہا تھا فقط اپنے جی مین کہا تھا
چنانچہ آیت مین بھی مذکور نہین ہو کہ ان لوگونسے کہا یا زبان سے کہا ۔ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ پھر مڑ گئے اپنے لوگون کی طرف اور لائے ایک
بچھڑا فربہ ف یعنی مہانون کو اکرام کیساتھ بٹھلا کر اپنے اہل کے وہان گئے یعنی جو لوگ ان کے خادمون مین سے گائے بیل کا گلہ چراتے تھے خطیب نے
کہا کہ انکا اکثر مال بھی گلہ تھا پھر انسے ایک موٹا تازہ بچھڑا لائے اور اسکو ذبح کرکے بھونا فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ پس وہ بھونا ہوا بچھڑا ان مہانون کی جانب نزدیک
کر دیا ف یعنی انکے سامنے کر دیا تاکہ کھاوین ان مکرم فرشتون نے ہاتھ نہین ڈالا ۔ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ابراہیم نے کہا کہ تم کھاتے نہین ہو ف یعنی
کیون نہین کھاتے ہو اسکو کھاؤ انھون نے یہ سنکر بھی ہاتھ نہ لگایا اور ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ لوگ ہاتھ نہین ڈالتے ہین فَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً
پس احساس کیا ان کی طرف سے کچھ خوف ف یعنی جب دیکھا کہ نہین کھاتے ہین تو انکی طرف سے اپنے جی مین ایک طرح کا خوف محسوس کیا بعض نے کہا کہ
اس زمانہ مین نان و نمک سے پرہیز کرنا دشمنون کا طریقہ تھا بعض نے کہا کہ نہین بلکہ انکو اپنی فراست سے پہچانا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتہ ہین لیکن انسے شان غضبی کا
ظہور بھی ہوتا ہو تو خوف آپ ہی سے جھجکے پس ان لوگون نے اطمینان دلایا قَالُوا لَا تَخَفْ کہنے لگے کہ تو خوف مت کر ف ہم تو فرشتے ہین قوم لوط پر عذاب کیلیے
بھیجے گئے ہین اور ابراہیم علیہ السلام کو خوش کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ کی رحمت اظہار کی ۔ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ اور ابراہیم کو ایک عالم لڑکے کی بشارت
دی ف کہ تمھاری اس عمر مین تمھاری اس پاکیزہ بی بی سارہ سے اللہ تعالیٰ تمکو ایک لڑکا عنایت کریگا جو عالم ہوگا بلکہ نبوت کے درجہ پر عارف ہوگا
فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ پس اسکی زوجہ چیختی آواز مین بڑھی ف جیسی عورتون کی عادت ہو کہ ایسے موقع پر بلند آواز سے اپنے آپکو دھتکارتی ہین
فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ پس عورت نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا اور بولی کہ بڑھیا بانجھ ہو ف یعنی پہلے تو حضرت سارہ قوم لوط کا عذاب سنکر
ہنس دین پھر جب یہ بشارت سنی تو تعجب سے چلائین اور اپنے منہ پر طمانچہ مارا یا پیشانی پر ہاتھ مارا کہ مین موئی بڑھیا بانجھ بھلا اس بڑھاپے مین کیا جنون گی
قَالُوا كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ فرشتون نے کہا کہ یون ہی فرمایا ہو تیرے رب نے ف یعنی یہ بشارت ہم اپنی طرف سے نہین دیتے ہین بلکہ تیرے رب عزوجل نے
یون ہی فرمایا ہو روایت ہو کہ اسوقت سارہ کی عمر ننانوے برس کی تھی اور ابراہیم کی عمر ایک سو بیس برس کی تھی پس فرشتون نے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا
وہ ضرور ہو ہی رہا ہو تو اے اہلبیت کیا تم کو امر الٰہی مین تعجب ہے یعنی کچھ تعجب نہ کرنا چاہیئے ۔ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ بیشک اللہ تعالیٰ حکمت والا سب جانتا ہو ف
جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور بشارت پہونچی تو انھون نے قوم لوط کے بارہ مین عرض معروض شروع کی (تنبیہ) اس پارہ کے خاتمہ مین ہم ایک مضمون
لطیف بیان کرتے ہین جس سے اہل ایمان کو نفیس فوائد حاصل ہونگے انشاء اللہ (اول) یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اگلی امتون مین دو جگہ یہ کرامت بیان فرمائی کہ
[illegible] بڑھیا عورت سے ایک پیغمبر پیدا فرمایا ایک یہی موقع ہو کہ حضرت سارہ سے ابراہیم کے بیٹے اسحٰق پیدا ہوئے (دوم) زکریا سے ان کے بیٹے یحییٰ علیہ السلام
[illegible] کی فضیلت اس لڑکے کو دی وہ علم نبوت ہو اور یہی میراث نبوت ہو چنانچہ اہل شیعہ و اہل سنت دونون کے یہان یہ حدیث موجود ہے
کہ انبیاء علیہم السلام نے درہم و دینار نہ چھوڑا نہ دنیا چھوڑا فقط علم چھوڑا ہی پس جسنے اسکو لیا اسنے بھرپور حصہ پایا اور ایک حدیث مین ہو کہ ہم گروہ انبیا ہین ہم کسیکے
وارث نہین ہوتے ہین ہمارا کوئی وارث ہوتا ہو ۔ ان دونون کو ملا کر صاف نکل آیا کہ انبیا علیہم السلام کی میراث مالی نہین ہوتی ہو اور جہان ان کی
میراث علم نبوت ہو لہذا صریح نکل آیا کہ زکریا علیہ السلام کی دعا یَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ یعنی وہ لڑکا میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا

وارث ہو۔ ھ۔اس سے علم کی میراث مراد ہے خود آیت مین دلیل موجود ہے اسلئے کہ زکریا کا بیٹا گر مال کا وارث ہوتا تو اُنکے مال کا [illegible]
بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوب کا وارث کہان سے ہوتا کیونکہ بنی اسرائیل بارہ بیٹون کی اولاد مین بایہ قبائل عظیم کروڑون آدمی [illegible]
مان داؤد کا وارث سلیمان ہوا۔ ۵ یہ میراث نبوت ہے ورنہ داؤد کے بہت بیٹے تھے بالجملہ بیان بیان کرنا دوسری بات [illegible]
زکریا سے یہ کرامت ظاہر فرمائی اسی کو قرآن مین نازل کیا اگرچہ وہ بنو اسرائیل مین برابر متواتر چلا آتا تھا اور اس اُمت مین ظاہر نہین [illegible]
آنکھون دیکھا ایمان لاتے (جواب) یہ ہے کہ ایمان پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے اور کسی شخص مین یہ قدرت نہین کہ اپنے دل مین ایمان پیدا کرسکے
صریح آیت مین منصوص ہے دل کی آنکھین جب اندھی ہون تو سر کی آنکھون سے دیکھنے والے کو ہزارون شک پیدا ہوتے ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ اس سے
لاکھ درجہ بڑھکر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھون سے معجزات پیدا کئے بلکہ سچ یہ ہے کہ کوئی دن خالی نہ جاتا تھا کہ صحابہ آپکے ہاتھ سے کوئی
نہ کوئی معجزہ نہ دیکھتے ہون کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس نمونہ قدرت الٰہی تھی اور آپکی ہر بات معجزہ ہوتی تھی حتیٰ کہ زمینی مادیات کو چھوڑکر آسمانی
معجزہ دکھلایا گیا پھر بھی کفار ایمان نہ لائے اور جسکو ایک معجزہ کافی نہ ہوا اسکو ہزار بھی کافی نہونگے کیا نہین دیکھتے کہ سب انبیا کیساتھ جو معجزات تھے وہ اس اُمت
کیلئے معجزات ہین اسلئے کہ اسوقت تک سب یہود و نصاریٰ مین یہ معجزات متواتر تھے پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن مین متواتر کردیئے اور جو بات متواتر ثابت ہو وہ آنکھون
دیکھنے کے مثل ہوتی ہے پس وہ سب معجزات گویا ہماری آنکھون کے سامنے ہین پھر ان معجزات کو چھوڑکر اور کلام الٰہی سے منہ موڑکر جو شخص نیا معجزہ مانگے وہ دل
سے اندھا ہے وہ کبھی ایمان نہین لاویگا روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقس بادشاہ مصر کے پاس ایلچی بھیجا تو بادشاہ نے ایک وزرات کو
بلاکر کہا کہ تم ان کو پیغمبر کہتے ہو جواب دیا کہ ہان وہ بیشک رسول اللہ ہین مقوقس نے کہا کہ پھر جب قوم نے انکو مکہ سے نکالا تو انھون نے کیون بددعا نہ کی جسب
مرجاتے ایلچی صحابی نے جواب دیا کہ عیسیٰ کو پیغمبر کہنے مین تمکو شک تو نہین ہے مقوقس نے کہا کہ کچھ نہین بلکہ وہ تو ..... تھا صحابیؓ نے فرمایا کہ پھر جب یہود نے گرفتار
کیا تو ... مقوقس نے کہا کہ بیشک مین سمجھ گیا تم سچے ہو صحابی نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ کہتے ہین اور اللہ نہین کہتے ہین یہ سب اللہ تعالیٰ کی
حکمت ہے اور اُسکے اسرار وہی خوب جانتا ہے اور سمجھدار آدمی آخر کو بعضے اسرار خود سمجھنے لگتا ہے مقوقس سمجھ گیا اور اسنے دل سے اسلام اختیار کرلیا تھا حتیٰ کہ
اُسکے بیٹے و ساتھیون نے اسکو زہر سے مارڈالا آخر کو خود بھی بہت جلد مٹ گئے (دوم) قوم لوط پر عذاب بھیجا تھا تاکہ پچھلون کو عبرت ہو اور اس اُمت پر ویسا
عذاب نہین آویگا اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہین اور آپکی رسالت تمام جہان کیواسطے عام ہے اگر عذاب آوے تو تمام جہان غرق عذاب
ہوجاوے اور بعد آپکے کوئی نبوت نہین ہے تو عبرت کیلئے کوئی قوم پیدا ہونیوالی نہین ہے پس عذاب دنیا سے کچھ فائدہ نہین ہے بلکہ جسنے غور کیا وہ جانتا ہے کہ
آخرت کی بے انتہا زندگی کے مقابلہ مین ابتدا سے انتہا تک دنیا کی مدت محض ہیچ ہے پھر انسانی زندگی تو محض بے بنیاد ہے اور ہر شخص کے مرتے ہی اسکی
قیامت قائم ہوجاتی ہے پس کافرون پر تمام حجت ہوگئی کہ آخر عمر تک انکو مہلت ملی پھر بھی اُنھون نے قرآن مجید مین کچھ غور نہ کیا اور حق و باطل کو نہ پہچانا
بلکہ باطل کو حق سمجھتے رہے کہ حق یعنی قرآن مجید کی معارف توحید کو جھٹلانے مین یہ افترا باندھا کہ قرآن مین زبردستی جہاد کرکے مسلمان بنانیکا حکم ہے یہ بالکل
جھوٹا بہتان ہے ہرگز قرآن مجید مین اسکا ذکر نہین ہے بلکہ قرآن مین صریح مذکور ہے کہ جس شخص نے زبان سے اقرار کیا اور دل سے یقین نہین ہے وہ ہرگز
مومن نہین ہے اگر زبان عربی حاصل کرکے قرآن کو سمجھے اور صاف طینت سے غور کرے اور عداوت کو چھوڑے تو ہم دعویٰ کرتے ہین کہ کوئی شخص نہ
جو صاف اقرار نہ کرے کہ یہی حق ہے واللہ تعالیٰ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم والحمد للہ الذی ہدانا والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ

وصحبہ جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

تم الجزء السادس والعشرون ویتلوہ السابع والعشرون من قولہ قال فما خطبکم ایہا المرسلون

Marfat.com